اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

ادارۂ ثقافت اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ

اُردو نثر کے ارتقا
میں
عُلما کا حصّہ

شمالی ہند میں ۱۸۵۷ء تک

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ
۲۔ کلب روڈ، لاہور

ناشر : سراج منیر
ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ
۲ ۔ کلب روڈ لاہور

ناظم مطبوعات : مجتبیٰ حسن جعفری

طبع اول : ۱۹۸۸ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۱۴۰ روپے

فہرست مضامین

صفحہ

باب اوّل

صاحبزادگان شاہ ولی اللہ اور ان کے ہم عصر علماء

باب دوم

سیّد احمد شہید کی تحریک کے علماء (۱)

باب سوم
سید احمد شہید کی تحریک کے علماء (٢)

باب چہارم
شاہ محمد اسحاق دہلوی کے رفقا و تلامذہ

باب پنجم

علمائے روہیلکھنڈ (۱)

باب ششم

علمائے روہیلکھنڈ (۲)

باب ہفتم

علمائے اودھ

باب ہشتم

علمائے بہار و بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

پاکستان میں جن حضرات نے مستقل طور سے تحقیق و کاوش سے رشتہ قائم کیا اور تصنیف و تالیف کو مرکزِ توجہ ٹھہرایا، ان میں ڈاکٹر محمد ایوب قادری کا نام نامی لائق تذکرہ ہے۔

ایوب قادری کے والد کا اسمِ گرامی مولوی مشیت اللہ قادری تھا جو ۱۸۸۹ء کو آنولہ (ضلع بریلی) میں پیدا ہوئے۔ وہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں کے عالم تھے۔ ادب و تاریخ سے دلچسپی رکھتے اور اپنے علاقے کے اچھے مبلغ اور مناظر تھے۔ ۱۹۵۰ء میں آنولہ سے ہجرت کرکے دادو (صوبہ سندھ) میں سکونت پذیر ہوئے اور ستر برس کی عمر پاکر ۱۹۵۹ء میں انتقال کیا۔

محمد ایوب قادری کی ولادت ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۶ء کو بروز چہار شنبہ اپنے آبائی وطن آنولہ (ضلع بریلی، صوبہ یوپی، ہندوستان) میں ہوئی۔ "چراغِ علم" سے تاریخ نکالی گئی جو آگے چل کر بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ کچھ بڑے ہوئے تو خاندانی اور اسلامی روایت کے مطابق سب سے پہلے قرآنِ مجید پڑھایا گیا اور دینیات کی تعلیم دی گئی۔ پھر سرکاری سکول میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں پرائمری پاس کی۔ ۱۹۴۲ء میں اردو مڈل کا امتحان دیا اور کامیاب رہے۔ ۱۹۴۳ء میں ہندی زبان میں مڈل پاس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں میٹرک کے امتحان میں بیٹھے اور درجہ اوّل میں کامیابی حاصل کی۔ اردو اور ریاضی سے بالخصوص دلچسپی تھی، ان دونوں مضمونوں میں

ہمیشہ ممتاز رہے۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر میں بھی حصولِ علم کا سلسلہ جاری رہا۔ اپنے والدِ محترم مولوی مشیت اللہ قادری اور ایک دوسرے عالم مولوی اسد علی خاں سے فارسی کی بعض کتابیں پڑھیں اور مولوی حکیم عبدالغفور سے عربی اور فارسی کی صرف و نحو کے چند ابتدائی رسالے پڑھے۔

ان کے نانا حاجی وہاب الدین بدایونی تھے جو بدایوں میں اقامت گزیں تھے اور متدین و متقی بزرگ تھے۔ بدایوں کے اصحابِ ثروت لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ اپنے اس ہونہار نواسے کو ۱۹۴۸ء میں آنولہ سے بدایوں لے گئے اور وہاں کے اسلامیہ کالج میں داخل کرا دیا۔ ۱۹۵۰ء میں اُنھوں نے اسی کالج میں ایف اے پاس کیا۔

اپریل ۱۹۵۰ء میں ایوب قادری کے والد پاکستان آگئے اور صوبہ سندھ کے شہر دادو میں اقامت اختیار کر لی۔ اسی سال ستمبر میں ایوب قادری دادو سے کراچی آئے اور محکمۂ رسد و ترتیبات میں ملازم ہو گئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ۱۹۵۶ء میں اردو کالج کراچی سے بی اے پاس کیا۔ ۱۹۶۲ء کو جامعہ کراچی میں ایم اے اردو کا امتحان دیا اور درجۂ اوّل میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح اُنھوں نے منزل بمنزل اپنا تعلیمی سفر طے کیا اور ہر منزل میں اللہ نے اُنھیں کامیابی عطا فرمائی۔

ایم اے کرنے کے بعد ستمبر ۱۹۶۲ء میں اردو کالج میں اُنھیں جز وقتی استاد مقرر کر لیا گیا۔ مارچ ۱۹۶۳ء میں وہ اسی کالج میں شعبۂ اُردو کے مستقل لیکچرار مقرر کر لیے گئے اور زندگی کے آخری دم تک اس منصب پر فائز رہے۔

وہ نہایت محنتی، مستعد اور باہمت اہلِ علم تھے۔ تعلیم و تدریس میں ان کی حیثیت بہت نمایاں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۵ء میں ان کو اردو کالج کراچی کی طرف سے "تمغۂ ہلال اردو" عطا کیا گیا۔ ۱۹۷۶ء میں وہ کالج ٹیچرز ایسوسی ایشن کی جانب سے "اکیڈمک ایوارڈ میڈل" سے سرفراز ہوئے اور قائداعظم کی صد سالہ تقریبات کے موقعے پر

اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ نے انھیں "تمغۂ قائداعظم" کا مستحق گردانا۔ ان کی تدریسی خدمات کے اعتراف میں یہ بہت بڑا اعزاز تھا، جس سے وہ مفتخر ہوئے۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں انھوں نے ۱۹۵۷ء میں قدم رکھا اور پھر تا نفسِ واپسیں اس میں ان کی تگ و تاز کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کی چند تصانیف اور تراجم کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ مولانا فیض احمد بدایونی :۔ یہ ان کی پہلی کتاب ہے جو ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات و سوانح معرضِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت :۔ یہ کتاب حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کے زرّیں کارناموں اور احوالِ زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۳۔ مولانا محمد احسن نانوتوی :۔ اس میں ممتاز عالم و مصنف مولانا محمد احسن نانوتوی کے حالات اور ان کی علمی و تصنیفی سرگرمیوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

۴۔ اربابِ فضل و کمال بریلی :۔ یہ کتاب صوبہ یوپی کے شہر بریلی کے علما و فضلا کے کوائفِ حیات کا معلوماتی مجموعہ ہے۔

۵۔ تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ۔

۶۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات)

۷۔ غزنی عہد کا عربی نژاد قبیلہ "بحلیم"

۸۔ کاروانِ رفتہ۔

۹۔ غالب اور عصرِ غالب۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل فارسی کتابیں اُنھوں نے اُردو زبان میں منتقل کیں اور اُنھیں حواشی و تعلیقات سے مزین کیا ۔

۱ ۔ وقائع عبدالقادر خانی :۔ اس پر حواشی لکھے اور "علم و عمل" کے نام سے ترتیب دیا ۔ یہ کتاب بہت سے تاریخی واقعات کا ماخذ ہے ۔

۲ ۔ تذکرہ علمائے ہند :۔ برصغیر کے علما و مشائخ کے سلسلے کی یہ ایک اہم کتاب ہے جو مولوی رحمان علی نے فارسی میں تصنیف کی ۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اس پر مقدمہ لکھا ، اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر حواشی تحریر کیے ۔

۳ ۔ مجموعہ وصایا اربعہ :۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اس رسالے کو اردو کے قالب میں ڈھالا ۔

۴ ۔ مآثر الامرا :۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی یہ فارسی کتاب تین جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے اور متعدد تاریخی واقعات پر مشتمل ہے ۔ قادری صاحب نے اسے مرتب کیا اور اسے جامۂ اُردو پہنایا ۔

۵ ۔ سیر العارفین : یہ عہدِ سکندر لودھی کے ممتاز عالم و شاعر جلال الدین جمالی کی تصنیف ہے جس میں مشائخ و علما کے حالات بیان کیے گئے ہیں ۔ ایوب قادری نے اس کا اردو ترجمہ کیا ۔

۶ ۔ فرحت الناظرین :۔ محمد اسلم انصاری پسروری نے ۱۱۸۴ھ میں فرحت الناظرین کے نام سے فارسی میں ایک کتاب تصنیف کی ۔ اس کے ایک حصے میں شاہ جہان اور اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے کے علما و صوفیا اور اصحابِ مشیخت کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ ایوب قادری نے "فرحت الناظرین (شخصیات)" کے نام سے اس حصے کو اُردو میں منتقل کیا ۔

۷ ۔ طبقاتِ اکبری :۔ نظام الدین احمد بخشی کی فارسی کتاب "طبقاتِ اکبری" "مغل حکومت

کے دورِ عروج کی مشہور اور ضخیم کتاب ہے، جسے ایوب قادری نے خلعتِ اردو پہنایا۔

علاوہ ازیں اُنھوں نے کئی قدیم تاریخی، سیاسی اور ثقافتی نوعیت کی کتابوں کو مرتب کیا اور ان پر حواشی تحریر کیے۔ مختلف رسائل و جرائد میں بے شمار علمی و تحقیقی مضامین لکھے اور اس طرح تاریخ و ادب کی بہترین خدمات انجام دیں۔

ان کی پُر از معلومات اور محققانہ خدمت "اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصّہ" ہے۔ یہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو اُنھوں نے پاکستان کے نامور محقق ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کی نگرانی میں جامعہ کراچی کی طرف سے ۱۹۷۸ء میں لکھا اور ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔

یہ ضخیم اور تحقیقی مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں صراحت و تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے شمالی ہند میں کن کن علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے کون کون سی کتابیں اردو نثر میں لکھیں، کس موضوع پر لکھیں، کس کی تحریک و تجویز سے لکھیں اور کس جذبہ و عاطفہ کے تحت لکھیں۔ نیز کن کتابوں کا کن بزرگوں نے کس زبان سے اُردو میں ترجمہ کیا اور اس ترجمے کے کیا محرکات و وجوہ تھے۔

مقالے میں اس بات کی بھی تصریح کی گئی ہے کہ شمالی ہند کے کن کن علاقوں میں اردو نے کس دور میں نشو و نما پائی اور کون سی تحریکیں اس کے ارتقا کا باعث بنیں۔ مثلاً سلاطینِ دہلی کے عہد میں اُردو نے کس طرح کروٹ لی، دکن میں اردو کن ابتدائی منازل سے گزری، بھگتی تحریک نے اس پر کیا اثرات مرتب کیے، مغل دور میں اس نے کس انداز سے ارتقائی مرحلے طے کیے، شمالی ہند میں انگریزوں کو غلبہ و استیلا حاصل ہوا تو اُردو زبان کس شکل میں عروج و ترقی سے ہم کنار ہوئی۔ پھر تحریکِ ولی اللّٰہی اور تحریکِ وہابیت نے اردو زبان و ادب کو کس نہج سے آگے بڑھایا۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری کا یہ تحقیقی مقالہ جو کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، اپنی نوعیت

کا اولین مقالہ ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ علمائے کرام کی جماعت اردو زبان اور اردو پڑھنے لکھنے والوں کی سب سے بڑی محسن ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے پہلے پہل اس کو بال و پر عطا کیے، تحریر و کتابت کے منصبِ بلند سے نوازا، اسے اظہار و تبلیغ کا ذریعہ بنایا، اس میں مذہبی اور دینی مسائل بیان کیے اور اسے نئے افکار، نئے لہجے اور نئے اسلوب سے روشناس کیا۔

علما کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس وقت اس زبان میں تصنیف و تالیف کی طرح ڈالی جب کہ نہ اس کے قواعد و ضوابط مرتب ہوئے تھے اور نہ اس کی گرامر عالمِ وجود میں آئی تھی۔ اس زمانے میں اس میں کتابیں لکھنا، اس کو مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنانا اور عربی اور فارسی کی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مسائل کو اس نوزائیدہ زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل تھا۔ لیکن علمائے دین کی ہمت اور فکری استعداد ملاحظہ ہو کہ وہ اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے اس طرح کوشاں ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسے نئے محاورات، نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کی انتہائی ترقیاتی زبانوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کروڑوں انسانوں کی زبان ہے اور ہر موضوع کا لٹریچر اس میں منتقل ہوا ہے اور روز بروز ہو رہا ہے۔

علمائے عظام کی اردو نثر کی بعض تصنیفات میں اختلافی اور نزاعی مسائل بھی بیان ہوئے ہیں اور کہیں کہیں ان میں کسی قدر شدت کا عنصر بھی ابھر آیا ہے لیکن اس میں اردو کی خدمت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ ان اختلافی اور نزاعی مسائل کا جواب بھی اردو ہی میں دیا گیا اور پھر جواب الجواب کے لیے بھی اسی زبان کو منتخب کیا گیا۔ اس طرح متنازعہ اور مختلف فیہ مسائل کا بیان بھی بہر حال اردو کی نشوونما اور ارتقا و تقدم کا ذریعہ ثابت ہوا۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے کتاب کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اس کے

اقتباسات بھی درج کیے ہیں اور مصنفِ کتاب کے زبان و انداز کی بھی وضاحت کی ہے۔ ہم نے اپنی دانست میں اسے بدرجۂ غایت احتیاط سے ایڈٹ کیا ہے اور ایڈیٹنگ میں بعض کتابوں کے وہ اقتباسات حذف کر دیے ہیں جن سے کسی فقہی مسلک کے حامل حضرات کی دل شکنی کا پہلو نکل سکتا تھا۔ صرف نمونۂ کلام باقی رہنے دیا ہے تاکہ قارئینِ کرام ۱۸۵۷ء سے قبل کی اُردو زبان کے انداز و اسلوب اور نہجِ اظہار سے باخبر ہو سکیں۔

اس مقالے کے آٹھ ابواب ہیں۔ مجموعی اعتبار سے اس میں شمالی ہند کے اسّی (۸۰) علمائے کرام کی ایک سو باون (۱۵۲) نثری تصنیفات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں تیئس (۲۳) کتابیں غیر مطبوعہ ہیں جو برصغیر پاک و ہند کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ یا انفرادی طور پر بعض اہلِ علم کے پاس موجود ہیں۔ باقی کتابیں مطبوعہ ہیں اور مطبوعہ کتابوں میں سے بھی چھبیس (۲۶) کتابوں کے قلمی نسخے فاضل مقالہ نگار کو دستیاب ہو گئے تھے۔ ان قدیم مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی مدد سے ایوب قادری نے اُردو کی کہانی اُردو کی زبانی انتہائی سلیقے سے صفحاتِ قرطاس پر رقم کر دی ہے۔ اس اہم خدمت پر اللہ ہی اُنھیں جزائے خیر دینے والا ہے۔

بلاشبہہ اپنے موضوع کی یہ نہایت تحقیقی اور عمدہ ترین دستاویز ہے، جسے ادارہ ثقافت اسلامیہ انتہائی خوب صورت انداز میں شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری خلوص و محبت کا پیکر اور درویش منش اہلِ علم تھے۔ نارتھ ناظم آباد این بلاک (کراچی) میں سکونت گزیں تھے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء کو جمعے کے دن ساڑھے چار بجے شام اپنے گھر کے قریب ہی ایک تیز رفتار ویگن کی زد میں آئے اور آناً فاناً اپنے اللہ کے حضور پہنچ گئے۔ اناللہِ وانا الیہِ راجعون۔

یہاں ہر وقت موت و زیست کا سلسلہ جاری ہے۔ بے شمار لوگ رختِ سفر باندھ چکے ہیں اور بے شمار اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔

ایوب قادری مرحوم نے ستاون برس چار مہینے عمر پائی۔ اپنی تصانیف و تراجم میں ہزاروں علما و مشائخ اور زعما و فضلا کے حالات لکھے اور بہت سے اصحابِ علم اور اربابِ تحقیق سے لوگوں کو متعارف کرایا۔ رجال کے سلسلے میں ان کی نظر بڑی وسیع تھی اور ان کا دائرۂ معلومات دور تک پھیلا ہوا تھا۔ دیگر کتابوں کے علاوہ "اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصّہ" ان کی وہ کتاب ہے جو اس باب میں ان کی وسعتِ نظر کی سب سے بڑی شاہد ہے۔ اس کے مطالعے سے قارئین کے سامنے غور و فکر کی نئی راہیں کھلیں گی۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات گوناگوں کو قبولیت سے نوازے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

محمد اسحاق بھٹی

۶ جون ۱۹۸۸ء

پیش لفظ

یہ حقیقت ہے کہ اُردو کی نشو و نما میں صوفیا و علما کی کوششوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ جب عربی اور فارسی، علمی و تہذیبی اور سرکاری و درباری زبانیں تھیں، اس وقت صوفیا نے برصغیر کی عام فہم زبان ہندی کو اپنایا اور اس کے ذریعے عوام سے رابطہ رکھا۔ میٹھے بولوں سے ان کے دلوں کو لبھایا اور روح کو تڑپایا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے دل بدل دیے۔ "رام" سے رحیم کہلوایا اور لوگ "دھرم" سے دین کے دائرے میں داخل ہوئے۔

تبلیغ مذہب میں مقامی بول چال نے بلاشبہ ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ صوفیا کے تذکروں میں ہمیں یہ بات صراحت سے ملتی ہے کہ انھوں نے عام بول چال کی ہندی کو سیکھا اور یہی زبان بعد کو "اُردو" کہلائی۔ صوفیا کے ملفوظات اور نوشتوں میں ان بزرگوں کے اقوال، جملے، دوہے اور اشعار ہندی زبان میں ملتے ہیں۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق مرحوم نے ان ہی کلیوں اور پھولوں سے چن کر ایک ادبی گلدستہ "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" مرتب کیا جو ۱۹۵۳ء میں انجمن ترقی اُردو کراچی کی طرف سے شائع ہوا۔

سلاطین دہلی کے عہد میں

سلاطین دہلی کے عہد میں سرکاری اور تدریسی زبان فارسی تھی، اس لیے بڑی حد تک تصنیف و تالیف کا کام فارسی میں ہوا۔ اس دور کی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو

ان میں ہندی (اردو) الفاظ بکثرت ملیں گے۔ اس سلسلے میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ انھوں نے عہد سلاطین کے نوشتوں سے اردو الفاظ کی ایک فہرست مرتب کی اور بتایا کہ فارسی زبان وادب کے مصنفوں، ادیبوں اور شاعروں نے اُردو کے بہت سے الفاظ بلاجھجک فارسی کتابوں میں استعمال کیے ہیں۔ اگر اس سلسلے کو وسعت دی جائے اور عہد مغلیہ کے فارسی ادب کا مزید مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اور بھی آگے بڑھتی ہے۔

عہد سلاطینِ دہلی میں اُردو کی نشوونما میں امیر خسرو کا خاصا ہاتھ رہا ہے۔ ان کے دوہروں، پہیلیوں، دوسخنوں اور کہہ مکرنیوں وغیرہ کے علاوہ ان کی مثنویوں اور دوسرے شعری و نثری نوشتوں میں بھی اُردو کے بہت سے الفاظ ملتے ہیں۔

دکن میں اُردو

پھر اسی دور میں علاء الدین خلجی اور محمد تغلق کے توسط سے مسلمانوں کے قدم سرزمین دکن میں پہنچے۔ محمد تغلق نے انتظامی ضرورت کے تحت دیوگیر (دولت آباد) کو دوسرا دارالحکومت بنایا اور اس طرح دکن میں ایک "نئی دلّی" آباد ہو گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دکنی اردو کی داغ بیل پڑی۔ جب دکن میں بہمنی اور قطب شاہی وغیرہ خاندانوں کی خودمختار حکومتیں قائم ہوئیں تو دکنی اردو کو بادشاہوں کی سرپرستی حاصل ہو گئی اور یہ بڑی حد تک درباری زبان بن گئی۔ صوفیا و علما نے تصنیف و تالیف کے ذریعے اس زبان کو مالا مال کر دیا۔ دکن میں اردو کے سلسلے میں بڑا کام ہو چکا ہے۔

لودیوں کے عہدِ حکومت میں سکندر لودی کی بیدار مغزی اور عاقبت اندیشی کی بدولت محاصل زمین وغیرہ کا دفتر فارسی زبان میں مرتب ہونا شروع ہوا۔ چونکہ اس شعبے میں زیادہ تر ہندو محرر کام کرتے تھے، لہٰذا اب ہندوؤں کی توجہ فارسی کی طرف ہوئی اور انھوں نے فارسی

لہ مقالاتِ حافظ محمود شیرانی (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) جلد اوّل (مجلس ترقیٔ ادب لاہور) ۱۹۶۶ء، صفحہ ۵۴-۱۵۸

زبان وادب سے خاصا اعتنا کیا۔

بھگتی تحریک کے اثرات اُردو پر

اس زمانے میں بھگتی تحریک کی نشر و اشاعت ہوئی۔ یہ تحریک دراصل اسلام اور مسلم معاشرے کے ہندو مذہب و معاشرے پر براہِ راست اثرات کا نتیجہ تھی۔ بھگتی تحریک کے شعرا کبیر داس، رامانند اور گرونانک وغیرہ نے عربی اور فارسی الفاظ و محاورات کو اپنی ہندی شاعری میں اس طرح سمویا کہ ان کے دوہوں میں اردو کا رنگ اُبھر آیا۔ ان میں سے بہت سے دوہے آج بھی افراد اور معاشرے میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اس طرح بھگتی تحریک نے بھی اُردو زبان کی روایت کو آگے بڑھانے میں مدد دی۔

مغل دور میں اُردو کا ارتقا

مغل دور اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اکبر اعظم نے راجپوتوں سے رشتۂ ازدواج قائم کر کے ایک نئی انقلابی روایت کا آغاز کیا، جس کے دوررس اثرات مسلم معاشرے پر مرتب ہوئے۔ اکبر اعظم مہابلی کے قلعۂ معلیٰ میں ہندو رانیوں نے شیخو بابا، شہزادہ خسرو اور شہزادہ خرم کو جنم دیا۔ ٹوڈرمل نے نظامِ اراضی مرتب کیا اور بیربل نے شاہی مجلس کو گرمانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ دونوں اچھے شاعر بھی تھے۔ مان سنگھ اور بھگوانداس وغیرہ نے میدانِ رزم میں دادِ شجاعت دی۔ اس اختلاط اور میل جول کا نتیجہ یہ ہوا کہ تہذیب و تمدن اور معاشرت میں رنگا رنگی پیدا ہوگئی اس ہند مغل، تہذیب و معاشرت کی علمی و ثقافتی تصویر آئینِ اکبری میں ابوالفضل نے پیش کی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعروادب اور زبان و بیان کو بھی ایک نیا آہنگ ملا۔ اس میں وسعت پیدا ہوئی اور مغلوں کے آخری دور میں اردو زبان خوب پھلنے پھولنے لگی اور شعرو شاعری کی ترقی کے ساتھ اردو نثر کی بھی داغ بیل پڑی۔

اُردو مغربی طاقتوں کے دَور میں

شمالی ہند میں حکومت کے سرکاری اداروں کی وجہ سے فارسی زبان و ادب کا غلبہ رہا اور یہی زبان باعث شرافت اور اظہار علم و فضل کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ مگر پھر بھی شعرا، صوفیا اور دوسرے اصحابِ علم و فضل نے اُردو زبان میں کام جاری رکھا۔ مغلوں کے دورِ آخر میں سیاسی انحطاط اور مغربی طاقتوں، پرتگالیوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے انگریزی زبان و ادب کا زور رہا۔ روز بروز فارسی کا انحطاط ہونے لگا اور اُردو کی اہمیت بڑھنے لگی۔ ۱۸۳۵ء میں عدالتوں سے فارسی زبان خارج کر دی گئی۔ اب علمانے بھی اُردو کی طرف خاص طور سے توجہ کی اور اس زبان میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُردو نثر میں اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

اُردو پہ ولی اللّٰہی اور وہابی تحریک کے اثرات

شاہ ولی اللہ دہلوی کے ارکان خاندان، فیض یافتگان اور اس دور کے دوسرے علما نے ملّتِ اسلامیہ کے جمود کو توڑا اور دینی و اصلاحی سرگرمیوں کو عام کرنے کے لیے اُردو زبان کو ذریعۂ ابلاغ بنایا۔ ولی اللّٰہی تحریک کی کوکھ سے ایک اور تحریک نے جنم لیا۔ یہ سیّد احمد شہید کی تحریک مجاہدین یا وہابی تحریک تھی۔ وہابی تحریک کے علمانے اردو زبان کے ذریعے تبلیغ کی روایت کو اور آگے بڑھایا اور جلد ہی ترجمۂ قرآن، تفسیر، فقہ، کلام، تاریخ، سیرت، وعظ و نصیحت اور تصوّف سے متعلق تصنیفات پر ایک معتد بہ ذخیرہ جمع ہو گیا۔

وہابی علما کی دیکھا دیکھی قدیم علمانے بھی اُردو زبان کی طرف توجہ کی اور اُردو زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بہت سے ترجمے بھی ہوئے اور مستقل تصنیفات و تالیفات بھی معرض وجود میں آئیں۔ اس دورِ تالیف میں اُردو نثر نگاری میں نئے نئے تجربات ہوئے۔ اس دور کو ہم ترجمے کا دور کہہ سکتے ہیں کیونکہ بڑی حد تک ترجمے کی چھاپ محسوس ہوتی ہے۔ گو بعد کی تالیفات میں سلاست و روانی اور شگفتگی و دل آویزی کا بھی

امتزاج ملتا ہے۔ غرض یہ تجرباتی دور اُردو کے ارتقا کے سلسلے میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

علما کی ان نثری تصنیفات و تالیفات کی مقبولیتِ عامہ کا یہ حال ہے کہ یہ بنگال و بہار سے سرحد اور پشاور تک پھیلی ہوئی تھیں اور پھر ان کی صدائے بازگشت بمبئی اور مدراس میں بھی سنائی دیتی ہے۔

اردو زبان کی نثر کی تاریخ لکھنے والوں کا بالعموم یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ فورٹ ولیم کالج کی ادبی سرگرمیوں سے اس کا آغاز کرتے ہیں، خطوطِ غالب پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ پھر شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین یا دو چار مذہبی کتابوں مثلاً "تقویۃ الایمان" وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے سرسید تحریک پر آجاتے ہیں۔ اردو نثر کے ارتقا کے بارے میں عربی علما کے کارناموں کو یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں، حالانکہ اُردو زبان کی تاریخ کا یہ ایسا پہلو ہے جو انتہائی لائقِ توجہ اور شائستۂ التفات ہے۔

کتاب کی ترتیب

ہم نے "اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ" میں علما کی نثری خدمات کو موضوعِ تحقیق بنایا ہے۔ اس میں شمالی ہند کے علما کی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء تک کی تصنیفات کا جائزہ لیا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے عہد اور خاندان سے اس کام کا آغاز ہوا ہے۔ جنگِ آزادی کے بعد تو اُردو زبان ہی کا دور دورہ ہوا۔

یہ کتاب آٹھ ابواب پر منقسم ہے۔

پہلا باب شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادگان اور ان کے ہم عصر علما کی تصنیفات سے متعلق ہے۔ اس کا آغاز مولوی مراد اللہ سنبھلی کی تصنیف "تفسیر مرادیہ" سے ہوتا ہے جو ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) میں تالیف ہوئی۔ اس باب میں آٹھ علما کی گیارہ تصانیف ہمارے پیشِ نظر رہیں۔ ان میں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور حکیم شریف خان کے نام تو تاریخِ ادب میں مل جاتے ہیں، باقی حضرات کے نام اور ان کی تصانیف نئے انکشاف کی حیثیت رکھتی ہیں۔

دوسرے اور تیسرے باب میں سید احمد شہید کے رفقاء علما کے نثری کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سید احمد شہید ایک مصلح و مجاہد کی حیثیت سے متعارف ہیں، مگر انہیں اُردو کے ایک مصنف کی حیثیت سے اس کتاب میں ہم نے روشناس کرایا ہے۔ سید احمد شہید کے خلفا نے اس سلسلے میں بڑا کام کیا ہے۔ ان کی جماعت میں اُردو کے مصنفین کا ایک بہت بڑا گروہ موجود ہے جن میں مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا خرم علی بلہوری، مولانا کرامت علی جون پوری، مولانا ولایت علی صادق پوری اور مولانا سید عبداللہ حسینی سرفہرست ہیں۔ اول الذکر دو حضرات کی کتابیں "تقویۃ الایمان" اور "نصیحۃ المسلمین" لاکھوں کی تعداد میں چھپتی رہی ہیں اور چھپ رہی ہیں اور پھر ان کتابوں کی حمایت و تردید میں اُردو میں بکثرت کتابیں لکھی گئی ہیں۔

مولانا کرامت علی جونپوری اور مولانا ولایت علی نے اردو زبان میں بہت سی کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کی مدد سے بنگال و بہار میں اردو زبان کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مولانا سید عبداللہ حسینی نے نہ صرف کتابیں لکھیں بلکہ انھوں نے کلکتہ میں مطبع احمدی قائم کر کے وہابیت سے متعلق ادب کی خوب نشر و اشاعت کی۔ اس طرح دیارِ بنگال میں کلکتہ اُردو زبان کی نشر و اشاعت کا ایک اہم مرکز بن گیا۔

ان دونوں ابواب میں چودہ علما کی سینتالیس ۴۷ کتابوں پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ ان میں سے "تقویۃ الایمان" اور "تنبیہ الغافلین" کا ادبی تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔ باقی مصنفین اور کتابیں (ایک دو کے سوا) پہلی مرتبہ متعارف ہو رہی ہیں۔

چوتھا باب شاہ محمد اسحاق دہلوی کے تلامذہ و رفقا کی قلمی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ اس میں تیرہ ۱۳ علما کی پچیس ۲۵ کتابوں پر بحث کی گئی ہے۔ ان میں مفتی صدرالدین آزردہ، نواب قطب الدین خان، مفتی عنایت احمد، شاہ احمد سعید، مولوی محمد شاہ اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جیسے علما، حکیم نصراللہ خان وصال اور ظہور علی ظہور دہلوی جیسے شعرا اور مولوی شیخ عبداللہ جیسے مبلغ بھی شامل ہیں۔ مفتی عنایت احمد اور نواب قطب الدین خان نے اپنی تصانیف کے ذریعے اردو زبان کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

پانچواں اور چھٹا باب علمائے روہیل کھنڈ کی تصنیفات کے جائزے پر مشتمل ہے۔
یہ علاقہ اس اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے وسط میں ہے اور دونوں مرکزوں کی علمی و ادبی روایات کا امین رہا ہے۔ روہیل کھنڈ میں بدایوں، سہسوان، آنولہ، امروہہ، سنبھل وہ مقامات ہیں، جہاں مسلمانوں کے قدم ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں پہنچے اور علما و صوفیا نے بڑی خود اعتمادی اور عزم و استقلال کے ساتھ تبلیغی، تعلیمی اور تصنیفی اداروں کی تشکیل کی۔ جب اس علاقے پر روہیلوں کا اقتدار قائم ہوا تو دوسرے بلاد و قصبات مثلاً بریلی، پیلی بھیت، اوجھیانی، بسولی، شاہ جہاں پور، رام پور، مرادآباد، نجیب آباد وغیرہ علوم اسلامی اور علما و فضلا کی تعلیمی سرگرمیوں کے مراکز بن گئے اور وہاں درس و تدریس اور تعلیم و تعلّم کے ہنگامے گرم ہوئے۔ روہیل کھنڈ کے قدیم شہر بدایوں کے متعلق علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"اسلام کے علم و فضل کا مرکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اس کی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت سلطان الاولیا نظام الدین بدایونی دہلوی وہ سیّاح معرفت ہیں، جنھوں نے بدایوں اور دہلی کی سرحدوں کو ملا دیا۔"[۱]

ان دونوں (پانچویں اور چھٹے) باب میں پچیس[۲۵] علما کی چالیس[۴۰] تصانیف کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس جائزے میں سیّد عبدالحق حقانی کی تفسیر حقانی (تالیف ۱۳۰۶ھ ۱۸۹۱ء) سب سے مقدم ہے۔ اسی طرح مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے سیرت رسول پر ایک کتاب "محافل الانوار فی احوال سیدالابرار" ۱۸۱۶ء میں تالیف کی۔ مولانا سلامت اللہ کشفی، مولانا فضل رسول بدایونی، مفتی سعداللہ مرادآبادی اور مولانا محمد احسن نانوتوی وہ نامور علما ہیں جن کی تصانیف حلقۂ علما میں احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ مولانا محمد سلطان خان شاہ آبادی اور مولانا سعدالدین عثمانی بدایونی کی کتابیں نہایت مقبول رہی ہیں اور شائع

۱۔ حیاتِ شبلی، ص ۶

ہوتی رہی ہیں۔

ان ابواب کے بیشتر مصنفین اور ان کی تصانیف پہلی مرتبہ متعارف ہو رہی ہیں، اور ان کتابوں کا زیادہ حصہ خطی صورت میں کتب خانہ رام پور (ہندوستان) میں موجود ہے۔

ساتواں باب علمائے اودھ کے علمی معرکوں پر محیط ہے۔ اودھ کا دارالحکومت لکھنؤ علم و فضل اور تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہے۔ اس میں دارالعلوم فرنگی محل اور خاندان اجتہاد کی علمی و دینی سرگرمیاں ظاہر و نمایاں ہیں۔ پھر خانوادۂ برہان الملک کی حکومت نے ایران و عجم کے علما و فضلا کو کھینچ بلایا۔ عربی و فارسی کے رائج ہونے کے باوجود اُردو زبان اپنا اثر قائم کرکے رہی۔ اس باب کا آغاز مرزا محمد ہادی لکھنوی کی کتاب "خلاصۃ المصائب" (تالیف ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۷ء) سے ہوتا ہے۔

خاندان اجتہاد کے نامور رکن مولوی سید علی لکھنوی نے قرآن مجید کی اُردو تفسیر "توضیح مجید" کے نام سے (۴۰ - ۱۸۳۷ء میں) لکھی۔ مولوی عباس علی فاروقی اور مولانا آل حسن موہانی وہ بزرگ ہیں، جنہیں ردِّ عیسائیت میں اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ اس باب میں تیرہ[۱۳] علما کی ستر[۱۷] تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے اور یہ تعارف ایک (نوع کا) نیا انکشاف ہے۔

آٹھواں اور آخری باب بنگال اور بہار کے علما کی کتابوں کے تعارف پر محتوی ہے شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی (ف ۱۷۱۲ء) پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے نوجوانی کے عالم میں "صراطِ مستقیم" (سیدھا رستہ) کے عنوان سے ایک رسالہ ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) میں تالیف کیا اور اس رسالے کو سب کتابوں پر تقدم زمانی حاصل ہے۔ شاہ ظہور الحق (ف ۱۸۱۹ء) کا رسالہ "کسب النبی" (تالیف تقریباً ۱۸۱۵ء) نہایت مقبول رہا ہے اور اب تک چھپ رہا ہے۔ مولانا محمد وجیہہ (صدر مدرس مدرسہ عالیہ) کلکتہ کے وہ نامور عالم ہیں جنہوں نے "نظام الاسلام" لکھ کر اُردو کی طرف توجہ کی اور چاٹگام کے مولانا نور الدین نے "کشف الحاجہ" مرتب کرکے اردو کی مقبولیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

اس باب میں چھ علما کی گیارہ تصانیف پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس طرح اس

مقالے میں مجموعی طور سے اکیاشی[۸۱] علما کی ایک سو باون[۱۵۲] کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں تیئس[۲۳] کتابیں مخطوطات کی صورت میں ہیں اور زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔ چھبیس[۲۶] مطبوعہ کتابیں ایسی ہیں، جن کے خطّی نسخے بھی ہمیں دستیاب ہو گئے اور ایک سو تین (۱۰۳) کتابیں مطبوعہ صورت میں ہمارے سامنے رہی ہیں۔

محمد ایوب قادری

۱۲۔ مارچ ۱۹۷۸ء

بابِ اوّل

صاحبزادگانِ شاہ ولی اللہؒ
اور
اُن کے ہم عصر علماء

شاہ مُراد اللہ انصاری سنبھلی

شاہ مراد اللہ انصاری[1] نقشبندی سلسلے کے مشہور شیخ تھے۔ انھوں نے اُردو زبان میں قرآن کریم کے تیسویں سیپارے "عمّ یتساءلون" کی تفسیر لکھی جو نہایت مقبول

---

[1] شاہ مراد اللہ عرف غلام کاکی، قصبہ سنبھل ضلع مراد آباد (یو۔پی انڈیا) کے مشہور انصاری خاندان کے رکن تھے جو دنیوی وجاہت اور علم و فضل کے لیے مشہور رہا ہے۔ وہ نقشبندی سلسلے میں بیعت اور مرزا مظہر جان جاناں کے اجل خلیفہ تھے۔ بنگال میں ان کے ذریعے اصلاح و تذکیر کا بہت کام ہوا۔ دیارِ بنگالہ میں شاہ مراد اللہ کے تربیت یافتہ اصحاب میں محمد غوث، محمد دانش اور محمد درویش خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مرزا مظہر جان جاناں کے انتقال (۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سے پہلے شاہ مراد اللہ سنبھلی کا انتقال ہوا۔ شاہ صاحب شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے اشعار کہیں کہیں تفسیرِ مرادیہ میں نقل کیے ہیں۔ ان کے صاحب زادے مولوی ثناء اللہ انصاری بھی حضرت مرزا جان جاناں کے مرید و خلیفہ اور نہایت متوکل علی اللہ بزرگ تھے۔

ملاحظہ ہو (۱) مقاماتِ مظہری از شاہ غلام علی مجددی ص ۷۰-۷۱، ۷۳-۷۴؛ معمولاتِ مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی ص ۱۰۹؛ قرآن مجید کا ایک قدیم اردو ترجمہ از سید محبوب رضوی (ماہنامہ برہان، دہلی۔ جون ۱۹۶۷ء) ص ۳۲۵-۳۴۷؛ لوائحِ خانقاہ مظہریہ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ص ۳۸۔

ہوئی[52] اور "خدا کی نعمت" کے نام سے چھپتی رہی ہے۔

تفسیر مُرادیہ

شاہ مُراد اللہ کی یہ تفسیر، "تفسیر مرادیہ" کے نام سے بھی مشہور ہے اور یہ تفسیر ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) کو مکمل ہوئی جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے۔

حمد اور شکر کا سجدہ لائق ہے، سزاوار ہے۔ پاک پروردگار کے تئیں جس خداوند نے اپنے فضل و کرم سے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے "عمّ" سیپارے کی تفسیر ہندی زبان میں تمام کروادی اور اس عاصی گناہ گار مراد اللہ انصاری سنبھلی قادری نقشبندی حنفی کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش کر، اوس کے دل میں اپنے پاک کلام کو بیان بخشا۔ زبان کو ہاتھوں کو، قوت بخشی۔ قلم کو کاغذ کے اوپر جاری کروایا۔ یہ خیر کا کام پورا کردیا پھر اس تفسیر کا نام "خدا کی نعمت" مقرر کروایا۔ یہ تفسیر محرم کے مہینے کی چوبیس تاریخ جمعہ کے دن گیارہ سو چوراسی برس ہجری تمام ہو کر پچاسی شروع ہوا تھا، جو تمام ہوئی۔"[53]

---

[52] "تفسیر مرادیہ" سب سے پہلے ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۱ء) میں چھپ گئی ہیں اور بعد ازاں مولانا سید عبداللہ وغیرہ کے مطابع میں چھپی اور وہابی تحریک کے ناشرین اس تفسیر کو برابر چھاپتے رہے یہاں تک کہ حکومت نے اس کو ممنوعہ لٹریچر میں شمار کیا۔ ملاحظہ ہو۔ "ہندوستان میں وہابی تحریک" از ڈاکٹر قیام الدین۔ ص ۳۰۵

[53] "تفسیر مرادیہ" از مراد اللہ سنبھلی (مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۰ھ) ص ۲۸۷

مندرجہ بالا عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب محرم ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) میں مکمل ہوئی اور شاہ مراد اللہ سنبھلی نے اس کا نام "خدا کی نعمت" رکھا اور یہی نام تمام مطبوعہ اور خطی نسخوں میں ملتا ہے۔ مصنف علام نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ یہ تاریخی نام ہے، مگر مطبع ماہ عالم افروز کلکتہ (طبع ۱۲۵۱ھ) کے مصحح مولوی منصور احمد بردوانی کو یہ خیال ہوا کہ یہ تاریخی نام ہے اور "خدا کی نعمت" سے ۱۱۹۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے گمان کیا کہ شاید اس کا نام "خدائی نعمت" ہو۔ کیونکہ "خدائی نعمت" سے ۱۱۸۵ھ حاصل ہو جاتے ہیں اگر ی کے علاوہ ہمزہ (ء) کے بھی دس عدد شامل کر لیے جائیں۔ مولوی منصور احمد بردوانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"اس تفسیر کا نام تمام نسخوں میں "خدا کی نعمت" لکھا ہوا پایا، مگر قیاس یہ ہے کہ جو "خدائی نعمت" ہو، اور کاتبوں کی غلطی سے کاف کی کشش اس پر پڑ گئی ہو، کیونکہ حساب ابجدی میں اس کا عدد ۱۱۸۵ ہے اور یہ مادہ تاریخ تصنیف کا ہے، چونکہ حضرت قدس سرہ نے خاتمہ میں کچھ ایسا نہیں فرمایا ہے، اس لیے عاصی نے سب نسخوں میں جیسا پایا ویسا ہی رہ چھوڑا"[1]

تفسیر مرادیہ کے خطی نسخوں[2] میں مصنف کا ایک دیباچہ بھی ملتا ہے، جو مطبوعہ نسخوں میں شامل نہیں ہے۔ اس دیباچے سے سبب تالیف پر روشنی پڑتی ہے۔ دیباچے کا ضروری اقتباس ملاحظہ ہو:

---

[1] خاتمۃ الطبع تفسیر مرادیہ مطبوعہ ماہ عالم افروز کلکتہ ۱۲۵۱ء و تبیین مثنوی نوادر از ڈاکٹر نجم الاسلام (نقوش لاہور، اپریل تا جون ۱۹۷۶ء) ص ۱۵۱

[2] تفسیر مرادیہ کے خطی نسخے ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن، شیرانی کلکشن (پنجاب یونیورسٹی لاہور) اور ڈاکٹر نجم الاسلام (شعبۂ اردو حیدرآباد سندھ یونیورسٹی) کے ذاتی ذخیرے میں ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کا مخطوطہ ۱۲۵۶ھ کا مخطوطہ ہے۔ دیباچہ تفسیر مرادیہ (خطی مکتوبہ ۱۲۵۶ھ) (مملوکہ ڈاکٹر نجم الاسلام، حیدرآباد سندھ)۔

"پھر اس حمد کے پیچھے، درود و سلام کے بعد، یہ عاجز بندہ، عاصی گنہگار فقیر مراد اللہ انصاری سنبھلی قادری نقشبندی، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار، مہربانی، کرم فضل کا آرزومند، منگتا خاکسار کہتا ہے۔ ایک دن اپنے دوستوں کے آگے قرآن مجید پڑھتا تھا جن لوگوں نے متن قرآن کا پڑھا تھا، "قرآن کے معنوں سے" قرآن کے بھیدوں سے، کچھ خبر نہ رکھتے تھے۔ اون کو قرآن کی آیتوں کی تفسیر ہندی زبان میں معنی سناؤتا تھا۔ سننے والے مردِ بی بیاں بہت اخلاص سے، شوق سے سنتے تھے، خوش ہوتے تھے ایمان اور مسلمان کی قدر معلوم کر کر شکر کرتے تھے۔ اس حال میں بعضے اخلاص مندوں نے کہا، جو ہم کو بھی قرآن کی آیتوں کی یہ تفسیر معلوم رہتی، سورتوں کے معنی یاد رہتے تو کیا خوب بات ہوتی۔ کیسا بڑا اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا، اوس وقت اللہ تعالیٰ نے اون کے سچے شوق اور اخلاق کی برکت سے اس عاجز بندے خاکسار کے دل میں یہ بات ڈال دی، جو اوس ہندی تقریر کو، وہی بات جو عربی فارسی تفسیروں کے بیان میں زبان سے نکلتی ہے، اوس ہی تقریر کو کاغذ کے اوپر قلم بند کر کر لکھ کر، ان کو پڑھا دیجیے، تو دین کی عام باتیں ان کے اوپر خوب طرح سے معلوم ہو جاویں، یاد رہیں، کام آویں"[۶]۔

اتفاق کی بات کہ شاہ مراد اللہ اور سیپاروں کی تفسیر نہ لکھ سکے، کیونکہ ان کے شیخ طریقت مرزا مظہر جان جاناں نے منع فرما دیا۔ شاہ غلام علی لکھتے ہیں:

"ایشان ارادہ کردند کہ تفسیر کلام اللہ بزبان ہندی بجہت تیسیر طالبان تصنیف نمایند، وحضرت ایشان منع فرمودند[۷] کہ اشاعت انوار طریقہ موجب

---

[۶] نقوش لاہور، اپریل تا جون ۱۹۶۶ء - ص ۱۴۸۔

[۷] شیرانی کلیکشن (پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کے خطی نسخے میں سورۂ بقرہ کی ابتدائی بیس آیات کی تفسیر بھی موجود ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اپنے شیخ میرزا مظہر جان جاناں کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سلسلہ منقطع کر دیا۔

حصولِ اخلاص و مرتبہ احسان می شود، اوقات مصروف ہمیں شغل باید داشت وبجز ذکر ومراقبہ ہیچ امر نباید پرداخت ش۔"

سورہ فاتحہ کی تفسیر کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"شروع کرتا ہوں کہ عم سیپارے کی تفسیر اللہ کے نام کی برکت سے، جس نے ہم کو دنیا میں پیدا کیا اور روزی دی اور سب طرح کی نعمت بخشی اور بخشنے والا ہے ہر مومن اور مسلمان کو آخرت میں اور بہشت میں لے جانے والا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے۔ عم سیپارے میں پہلی سورت عم ہے۔ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چالیس آیتیں اور ایک سو چھہتر کلمے اور آٹھ سو ایک حرف ہیں۔ جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبری کی خلعت پہنے اور پیغمبر ہوئے اور حکم ہے حق تعالیٰ کے مکے کے سارے آدمیوں کو اپنی پیغمبری کی خبر دی اور ایمان لانے کو فرمایا اور بت پوجنے سے منع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی بجا لانے کے واسطے حکم فرمایا اور شرک سے توحید کی طرف بلایا۔ [۹]"

زبان و بیان

اس کی عبارت کا اکثر حصہ نہایت صاف اور رواں ہے۔ دو اقتباس ملاحظہ ہوں:

ش مقاماتِ مظہری۔ ص ۷۱

۹ مطبوعہ نسخوں میں سورۂ فاتحہ کی جو تفسیر اور ترجمے، وہ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ سے منقول ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناشرِ اوّل نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور ترجمہ بطور تمہید "موضح قرآن" سے نقل کر دیا ہے اور اس میں اشارہ بھی دیا ہے کہ الحمد تا آخر سورۂ فاتحہ دوسری کتاب سے ہے۔ اور آگے چل کر وضاحت کی ہے۔ "بہ فائدہ اصل قرآن شریف مترجم ہندی کا ہے۔" ملاحظہ ہو تفسیر مرادیہ (مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۰ھ) ص ۲

"پروردگار تعالی جس وقت جس آدمی کا مرنا چاہتا ہے اوس کی جان لینے کا حکم کرتا ہے، وہ آدمی اوسی وقت مرتا ہے، پھر کسی حکیم طبیب کی، دانا عقلمند کی، کچھ تدبیر بکام آتی نہیں۔ ہزاروں دوا کریں، حکمت کریں، منتر جنتر کریں، کچھ کام نہیں آتا۔ اس راہ سے سب لاچار بے اختیار اپنے اپنے وقت میں آخرت کی طرف چلے جاتے ہیں[۱۴]"

دینی بے راہروی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں بہت لوگ مسلمان کہاتے ہیں، اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت جانتے ہیں، لیکن دین کے کام اونھوں نے چھوڑ دیے ہیں۔ قبروں کو سجدے کرتے ہیں، کافروں کی رسمیں بجالاتے ہیں، ہولی، دیوالی، دسہرہ کرتے ہیں۔ سیتلا، جنبہ، پنچانند، کالی مہادیوی، بن بی بی، اولا بی بی لال پری، شیخ سدو، زین خان، مانک پیر، ست پیر وغیرہ کو پوجتے ہیں۔ ان کی منت چڑھاتے ہیں۔ اور بہت باتیں ہیں جو مرد عورت سب کرتے ہیں۔ یہ نادانی کا سبب ہے۔ دین کے علم سے جاہل ہیں، ناواقف ہیں[۱۵]"

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

		صفحہ
انجان	حضرت کی بہن اوس جگہ انجان آنکلیں۔	۳۴
لوکا	ایک لوکا باندھا جلانے کے واسطے۔	۳۵
باگھ	ہزاروں جادو کے سانپ...... باگھ..... بناکر دیے۔	۳۷

---

[۱۴] تفسیر مرادیہ، ص ۵۸

[۱۵] تفسیر مرادیہ، ص ۱۱۹

تبھُں ہر کسی کے تئیں ہدایت کرنے لگے۔ ۴

اندھیاری — رات کی اندھیاری سب چیز کو پوشیدہ کر لیتی ہے۔ ۹

چل بچل — ہزاروں کا جانے چل بچل ہو جاتے ہیں۔ ۱۰

ٹھنڈائی — اوس آگ میں جلنے میں اون کو کبھی سرد ٹھنڈائی نہ ملے گی۔ ۱۷

چھٹان — متقیوں کے واسطے رستگاری ہے، چھٹان ہے۔ ۱۹

اول چول — بیہودہ باتیں، اول چول کہتے ہیں۔ ۲۰

پیٹ (بمعنی حمل) — پیٹ والیوں کے پیٹ گر جائیں گے۔ ۲۷

پیٹ والی (حاملہ)

جنتری — نجومی اپنی نجوم کی جنتری دیکھنے لگے۔ ۳۱

نواڑے — دریاؤں میں ناؤ نواڑے بنا دیے۔ ۵۶

گابھن — دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں معطل ہو جاویں گی۔ ۷۲

بھونچال — بڑا بھونچال آجاوے گا۔ ۷۳

جوائی — وہ داماد کہلاوے گا جوائی ہووے گا۔ ۷۴

نیو — اول چھت کی نیو رکھنا ہے۔ ۸۵

ترا — ترا تسنیم کا پانی ترے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ ۱۰۳

لنباؤ چوڑاؤ — لنباؤ چوڑاؤ زمین کا بہت بڑھ جاوے گا۔ ۱۰۵

چنگی — اوس کی آنکھیں چنگی ہو گئیں۔ ۱۲۱

باؤ — تمہارے اوپر باؤ کا طوفان آوے گا ۱۴۸

کومل — دیوار میں کھڑکی کومل دے کر اندر بیٹھے مارنے کا قصد کیا۔ ۱۶۸

بڑھاؤ — آخرت میں کیسا کچھ بڑھاؤ ہووے گا۔ ۱۹۵

بہتایت — اون نعمتوں سے بہتایت کے سبب غافل ہو رہے۔ ۲۰۱

باسن — تھوڑا پانی ایک بڑے باسن میں لائے۔ ۲۰۵

ٹھالے	ٹھالے مت رہو، ہمارے حکم کے موافق کام کرتے رہو۔	٢٠٨
بچان	اوس کے سبب اس بچان میں گرا۔	٢١٢
ڈھیل	اون کو مدینے کے پہنچنے میں ڈھیل ہوئی۔	٢٤٥

کچھ دیگر الفاظ کا استعمال

بندی خانہ	گمراہی کے بندی خانے میں پڑے تھے۔	٤
خاوند (مالک)	اوس خاوند نے حضرت پیغمبر کے اوپر حضرت جبرئیل کی معرفت ...... کتاب بھیجی۔	٤
نوچی	نوچیاں ...... کبھی بوڑھی نہ ہوں گی	٢٠
ہلاکی	(ان کو) ہلاکی ہے۔	٤٤
دفتر خانہ	علیین ...... ایک دفتر خانہ ہے۔	٦٠
زنگار	ابتری نے دلوں پر ان کے زنگار باندھ رکھی ہے۔	٩٨
خلاصی	عذاب سے خلاصی ہو جاوے گی۔	١٣٦
گزربان	اوس گزر کے سرے کے اوپر گزربان بیٹھتا ہے۔	١٥٦
تابعدار	اون کے تابعدار ہونے میں خدا کا حکم ہے۔	٢٣٤
بانگ	جو اوان کی بانگ کی آواز ...... پہنچتی ہے	٢٤١
گورخانہ	جب قبرستان میں گورخانے میں پہنچے۔	٢٥٠

بعض اسمائے صفت کا استعمال

قرابتی	جو تم میرے خویش قرابتی ہو، میرے نزدیک ہو۔	٢٧٥
مسلمانی	مسلمانی کی بات بگڑ گئی تھی۔	٤
کمالیت	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالیت بخشی۔	٤
احمقی	بہت سے لوگ اپنی احمقی کے سبب تعجب کرنے لگے۔	٦

گردائی	پانسواوس کی راہ اوس کے سر کی گردائی ہے۔	۱۳
بادشاہت	ہم کو........ بادشاہت ہوئی۔	۲۰
غروری تکبری	شیطان نے غروری کیا تکبری کی۔	۲۴
مغروری	اپنی ذات کی مغروری میں رہا۔	۲۹
کافری	کافری سے........ پاک تھے۔	۵۹
بخیلی	جو بخیلی کرتا ہے۔	۱۶۲

مختلف اللغات دو مترادف الفاظ کا استعمال

دان دہیز	دان دہیز دینا پڑے گا۔	
گل پھول	گل پھول بھانت بھانت کے (اوگائے)	۱۳۳
چیز بست	اون کی چیز بست کو اڑانے لگے۔	۱۴۹
بھائی بند	بھائی بند..... کا حق ادا کیا تھا۔	۱۵۷

چند دیگر مرکب الفاظ کا استعمال

خاوند تعالیٰ	سب کوئی اوس خاوند تعالیٰ کی ہدایت کا محتاج ہے۔	۸۴
بدکام	(و) بدکام کو حلال جانے گا۔	۹۶
مار دھاڑ	پڑھنے لکھنے میں استاد کی مار دھاڑ اوٹھاتا ہے۔	۱۶۷
مار ڈانڈ	حاکموں کی مار ڈانڈ کی سختی کھینچتے ہیں۔	۱۶۸
بندھ بیڑھ	قتل عام، بندھ بیڑھ، آزار دینا یہ سب کچھ دنیا میں عذاب آتے ہیں۔	۲۴۱

چند دیگر الفاظ کا استعمال

تنس	جس کو بلا یا تنس کا دودھ پیا۔	۳۴

جوں جوں / نیوں نیوں	جون جون مقصد اوس کے حاصل ہوتے تھے نیوں نیوں مغروری اوس کی بڑھتی جاتی تھی۔	۴۴
اونھوں کے (بجائے ان کے)	اونھوں کے منہ کی تازگی اور روشنیاں کچھ اور ہی ہوں گی۔	۱۰۱
جن کنہین	جن کنہین نے اپنے تن کو ہماری بندگی میں لگا رکھا۔	۸۶

بعض اسم فاعل "ہارا" لاحقہ کے ساتھ

پالنے ہارا	وہ خاوند سب کا...... پالنے ہارا...... ہے۔	۴
روزی دینے ہارا	روزی دینے ہارا...... وہی اللہ ہے۔	۴
رہنے ہارا	محمدؐ اسی شہر میں رہنے ہارا ہے۔	۱۶۶

بعض مصادر کا استعمال

بازی کرنا	آپس میں کھیلنے میں بازی کرتے ہیں۔	۳۳
چوکی دینا	تمام رات چوکی دیتے رہو۔	۳۶
چومینجا کرنا	ہاتھ پاؤں باندھ کر چومینجا کر کر...... سب کو مروا ڈالا۔	۳۹
بالا ہونا	موسیٰ کی قوم کے لوگ بالا ہوئے۔	۴۲
نبڑنا	سب خوشیاں...... نبڑ گئیں۔	۴۴
زندگی کرنا	خلق کو جینا زندگی کرنی مشکل ہو جاتی۔	۹
بیتنا	دیکھیے آج میرے اوپر کیسی بیتے گی۔	۲۸
پیٹ کروانا	جو (عورتیں) پیٹ کرواتی ہیں۔	۷۴
ہانک مارنا	حضرت جبرئیل نے آ کر اون کے اوپر ایک ہانک ماری۔	۷۸
بالے بتے بنانا	جب کوئی حاکم زبردستی کر کے ولادے تب دیویں نہیں تو وہ بار کھیں، بالے بتے بناتے رہیں۔	۹۵

بہار کرنا	زمرد کے سبز پات بہار کر رہے ہیں۔	۱۵۲
بیٹھا مارنا	کومل دے کر اندر بیٹھے مارنے کا قصد کیا۔	۱۷۸
بیٹھنا	بُری خصلتیں دل میں بیٹھی جاتی ہیں۔	۲۸۵
کہانا (بمعنی کہلانا)	اس زمانے میں بہت لوگ مسلمان کہاتے ہیں۔	۱۱۹
نیاز کرنا	وہ اونٹ حضرت کی نیاز کیا۔	۱۹۷
جفت ہونا	جفت ہونا...... حیوان...... کا خاصہ ہے۔	۲۱۲
بچانا	ان باتوں کو بچانے کے واسطے...... یہ سورہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا	۳

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے معرفتی	بے معرفتی سے معرفت میں بلاؤ۔	۴
بے فرمانی	اس نئی تازی فرصت کو بے فرمانی کی راہ میں نہ کھودیں۔	۹
بے نہایت	جس خاوند نے...... بے حد بے نہایت بخششیں کیں۔	۱۰
بے ہدایتی	(وہ) بے ہدایتی کی بات سے پرہیز کرتا رہے گا۔	۲۲
بے وسواس	بے وسواس اپنے پروردگار کی بندگی میں مشغول ہوئے۔	۳۱
بے تفاوت	قرآن مجید بے تفاوت کلام خدا تعالیٰ کا ہے۔	۷۸
بے نور	عقلیں اون کی آخرت کے عمل سے...... بے نور ہیں۔	۱۱۲
بے اخلاصی	بے اخلاصی کی راہ میں وہ بڑا احمق ہے۔	۱۸۸
بے حکمی	یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں، حکم میں یا بے حکمی میں۔	۲۵۲

"نا" نافیہ بطور سابقہ

ناخبردار	ناخبرداروں کو خبر کرو۔	۴
نامسلمانی	اللہ تعالیٰ...... بے ایمانی، نامسلمانی، بے فرمانی سے اپنی	۱۹

پناہ میں رکھے۔

ناپرہیزگاری — ناپرہیزگاری سے سب باتیں .... ذرہ ذرہ بیان کردیں۔ — ۱۷۷

ناداری — کوئی فقر سے ناداری سے ڈرتا ہے۔ — ۱۹۲

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے قبل آیا ہے مثلاً

دروازہ پیغمبری کا — ۴

دعویٰ پیغمبری کا — ۴

طرح کاہنی کی — ۲۲

جمع الجمع

اولادوں — لوگ حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی اولادوں میں تھے۔ — ۳

حواس — حواسوں میں قوت آتی ہے۔ — ۱۱

اصحابوں — ۴۲

اولیاؤں — ۷۷

احوالوں — ان احوالوں کی کچھ فکر نہیں کرتے۔ — ۱۱۴

جمع بطور واحد

اصحاب — حکیم ابن احزام ایک اصحاب ہیں۔ — ۱۶۲

(موصوف جمع مونث کے ساتھ صفت جمع مونث مثلاً پیدا کی ہم نے آنکھیں بینیا دیکھنے والیاں)

(فاعل جمع مونث کے ساتھ فعل جمع مونث مثلاً اسی طرح سے مردود، سخن چین عورتیں سوتیاں ہیں۔) — ۲۷۷

کہیں کہیں "نے" علامت حذف ہے مثلاً

جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے
پیغمبری کی خلعت پہنے — ۲
ہیں تم کو اون آدمیوں کے واسطے پیدا کیا تھا۔ — ۲۴
کہیں کہیں لکھا ہے اللہ صاحب — ۲
نبی صاحب — ۲۲

تفسیر مرادیہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے بابائے اُردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

"تفسیر کی زبان بہت صاف اور سادہ ہے، متروک الفاظ خال خال ہیں اور وہ بھی بہت معمولی، مثلاً بے (بجائے بہ) وے (بجائے وہ) اوپر (بجائے پر) ہووے بجائے ہو، اندھیاری (بجائے اندھیرا) ان نے (بجائے اس نے) اور یہ اور اسی قسم کے اور لفظ بھی ہیں جو اب بھی بعض مقامات پر بول چال میں آتے ہیں۔ جملوں کی ساخت البتہ کسی قدر پرانی ہے......اس کتاب کی زبان بارہویں صدی کے اواخر کی زبان کا اچھا نمونہ ہے۔[۱۲]"

○

شاہ عبدالقادر دہلوی رح

مولانا شاہ عبدالقادر[۱۳] ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مشہور عالم و محدث ہیں۔ ان کی

۱۲؎ قدیم اُردو۔ از ڈاکٹر عبدالحق (کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۱۳۰ - ۱۳۱

۱۳؎ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، ۱۱۶۷ھ (۱۷۵۳ء) میں پیدا ہوئے۔ باپ کے انتقال کے وقت

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تمام زندگی درس وتدریس اور تذکیر واصلاح میں گزری۔ اردو زبان میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن کریم کا اُردو ترجمہ ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے قرآن کریم سے براہ راست استفادے کی غرض سے ۱۱۵۰ھ (۳۸۔۱۷۳۷ء) میں قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد ان کے نامور فرزند شاہ عبدالقادر نے ۱۲۰۵ھ (۹۱۔۱۷۹۰ء) میں قرآن کریم کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ اُردو زبان میں قرآن کریم کا یہ پہلا ترجمہ ہے، جسے سب سے زیادہ قبول عام حاصل ہوا۔ شاہ عبدالقادر نے اس ترجمے پر مختصر سے حواشی بھی لکھے ہیں اور اس کا نام "موضح قرآن" رکھا۔ یہ تاریخی نام ہے اور اس سے ۱۲۰۵ھ (۹۱۔۱۷۹۰ء) برآمد ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر اس ترجمے کی تمہید میں لکھتے ہیں:

> "الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان کو پاکی اپنے نام کی اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کی اور امّت میں کیا اپنے رسول مقبول کی جو اشرف انبیا اور نبی الرحمۃ جس کی شفاعت سے امیدوار ہیں ہم کہ پاویں دو جہان کی نعمت، الٰہی اوس نبی امّت پر ورکہ اپنی رحمت کامل سے درجات اعلیٰ نصیب کہ جو حد نہ ہو کسی مخلوق کی اور اپنی عنایت اوس پر ہمیشہ افزوں رکھ کہ دنیا و آخرت میں، اور اوس کی آل اطہار پر اور اصحاب کبار پر اور اوس کی امّت کے علمائے مقتدا اور اولیائے باصفا پر اور غربا اور

بقیہ حاشیہ ص۴۲

نو سال کے تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تکمیل علوم کی۔ نہایت متقی اور متوکل اور مستغنی المزاج تھے۔ ساری عمر اکبرآبادی مسجد کے حجرے میں بسر کردی۔ درس و تدریس اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا کی طرف مطلق التفات نہ تھا۔ ان کے قرآن کریم کے ترجمے سے دنیا آج بھی مستفید ہو رہی ہے۔ ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۴ء) میں انتقال ہوا۔

ضعفا پہ، سب پر آمین ۔ یا الٰہ العالمین۔

بعد ازیں سنا چاہیے کہ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اوس کی صفات جانے اور اوس کے حکم معلوم کرے اور مرضی و نامرضی تحقیق کرے کہ بغیر اوس کے بندگی نہیں، اور جو بندگی بجا نہ لاوے وہ بندہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کی پہچان آدمی بنانے سے آدمی پیدا ہوتا ہے محض نادان سب چیز سے بکھتا ہے سکھانے سے اور سکھانے والے ہر چند تقریر کریں اوس برابر نہیں جو اللہ نے آپ بتایا۔ اوس کے کلام میں جو ہدایت ہے وو دوسرے میں نہیں، پہ کلام پاک اوس کا عربی زبان ہے اور ہندوستانی کو اس کا ادراک محال۔

اس واسطے اس بندۂ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم، محدث دہلوی ترجمہ فارسی کر گئے ہیں، سہل و آسان اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے۔ الحمد للہ کہ ۱۲۰۵ بارہ سے پانچ ہجری میں میسر ہوا[۱۴]"

زبان ریختہ اور ہندی متعارف کی تشریح کرتے ہوئے دبیر الانشا ظہیر الدین خاں لکھتے ہیں:

"اس میں نکتہ باریک یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ زبان اُردو ریختہ متعارف نہیں کہ زبان اُردو میں اکثر الفاظ فارسی اور عربی ریختہ کہتے ہیں کہ اسی معنی کو اس زبان کا نام ریختہ ہو گیا ہے، پس یہی مراد حضرت مترجم مفسر علیہ الرحمہ کی یہ ہے کہ ہر شخص ہندی جاہل مطلق کی فہم میں بے تکلف آوے، لہذا تلاش کر کے لفظ ہندی عام فہم بالقصد لاتے

---

۱۴ مقدمہ ۵-۶، قرآن کریم کا سب سے پہلا اردو ترجمہ از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، نقوش لاہور: مئی ۱۹۶۵ء۔ ص ۴۳۱-۴۳۲

ہیں کہ اُردو محاورے سے بھی جدا ٹھیٹھ ہندی ہے۔[۱۸]

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن کریم سب سے پہلے مولوی سید عبداللہ (مالک مطبع احمدی، کلکتہ) نے ۱۲۴۵ھ (۳۰-۱۸۲۹ء) میں اپنے مطبع میں طبع کرایا۔ جب سید عبداللہ سید احمد شہید کے ہمراہ حج کو گئے تھے تو وہ اس ترجمے کی نقل لے کر آئے۔ انہوں نے اس ترجمہ قرآن کی طباعت میں نہایت اہتمام، جدوجہد اور سعیِ بلیغ کی۔ اس تفصیل کو ان ہی کی زبانِ قلم سے سنیے:

"حضرت سیّد احمد شہید صاحب...... حج کے ارادے سے یہاں (کلکتہ) تشریف لائے۔ یہ خاکسار اور سیکڑوں مسلمان اس جناب پاک کی بیعت کی نعمت حاصل کر کے ان کے ہمرکاب حرمین شریفین کی زیارت سے کامیاب ہوئے اور یہ ترجمہ ہندی قرآن شریف کا جو مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی مرحوم نے کیا، سید احمد علی صاحب جو حضرت پیر و مرشد کے بھانجے ہیں ان کے پاس دیکھ کر کمالِ شوق سے اس کی نقل اسی مکان متبرک (مکہ معظمہ) میں لی اور خیال کیا کہ اگر یہ قرآن شریف مع ترجمہ ہندی اس وقت کے مسلمانوں کے ہاتھ لگے، شاید اپنے پروردگار کا کلام سمجھ کر اس کو دیکھیں اور اس کلام کی برکت سے جو خود خالق کی زبان سے ہے، ان کے دل میں کچھ ہدایت آئے تو آوے مگر کثرت اس کی بغیر اس کے کہ چھپایا جاوے، نہیں ہو سکتی۔"[۱۹]

اس کے بعد اسی زمانے میں مولانا کرامت علی جون پوری (ف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) کے اہتمام سے یہ ترجمہ شائع ہوا، جس کی کیفیت انہوں نے اس طرح لکھی ہے:

"جو لوگ کہ قواعد صرف و نحو وغیرہ سے واقف نہیں، اون کو قرآن شریف کے معنی سمجھنا مشکل اور بغیر واقف ہونے معنی قرآن مجید کے دین کا کمال بہت

---

[۱۸] ترجمہ قرآن کریم (شاہ عبدالقادر) (مقدمہ از دبیر الانشا۔ ظہیر الدین خان) ص ۷، ۸

[۱۹] مولانا غلام رسول مہر نے ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) لکھ دیا ہے (جماعت مجاہدین ص ۳۰۵) حالانکہ آگے چل کر اس کتاب میں (صفحہ ۳۰۵) لفظوں میں بارہ سو پینتالیس لکھا ہے۔

دشوار ہے۔ اسی واسطے حضرت مولانا عبدالقادر ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ترجمہ کلام اللہ کا ہندی زبان میں کیا اور حقیقت میں جو لوگ قواعد عربی سے ناواقف ہیں اون کے واسطے قرآن سمجھنے کو دوسری کوئی راہ اس سے بہتر نہیں ہے، حضرت مولانا نے خوب سوچا، اور ترجمہ کلام اللہ کا اور بزرگوں نے بھی ہندی زبان میں کیا ہے، وہ بھی بہت خوب ہے، مگر اس ترجمہ کی لطافت کو کوئی نہیں پہنچا۔ اس واسطے خاکسار علی جون پوری مشہور کرامت علی نے اس ترجمہ کو بڑی کوشش اور صحت سے آپ صحیح کر کے خلق اللہ کے نفع اور اپنے دنیا اور دین کے فائدے کے واسطے چھپوایا اور اس کی تصحیح میں حافظ کامل مولوی قادر بخش بن حافظ سلطان احمد کو جو ساکن ملک پنجاب موضع چک موسیٰ کے ہیں اور سیکڑوں حافظ میں ایک ہیں، شریک کیا اور اہتمام چھاپہ خانہ کا برادر دینی صوفی کریم بخش صاحب ساکن ضلع بردوان نے جو نہایت مرد صالح ہیں، اس خوبی کے ساتھ فرمایا کہ بہت جلد اور صحت کے ساتھ چھپا۔ اللہ ان صاحبوں کو جزائے خیر دے۔"[۵۱]

بطور نمونہ سورۃ الحمد کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا۔ بہت مہربان نہایت رحم والا، مالک انصاف کے دن کا، تجھی کو ہم بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں، چلا ہم کو راہ سیدھی، راہ اون کی جن پر تو نے فضل کیا، نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والا۔"

سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"اس کتاب میں کچھ شک نہیں، راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو، جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے اور درست کرتے ہیں نماز کو، اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے

---

۵۱ ترجمہ قرآن کریم شاہ عبدالقادر باہتمام مولانا کرامت علی جون پوری مطبوعہ کلکتہ بغیر تاریخ طباعت

ہیں، اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اترا تجھ پر، اور جو کچھ اترا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں۔ اونھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے، وہ جو منکر ہوئے، برابر ہے اون کو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے، وہ نہ مانیں گے۔ مہر کر دی اللہ نے اون کے دل پر اور اون کے کان پر اور اون آنکھوں پر پردہ ہے، اور اون کو بڑی مار ہے۔"

زبان و بیان

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

چکوتی	(فرقان) اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور چکوتی (واذ اتینا موسی الکتاب والفرقان)	
ککڑی	اگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ، ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔	۱۴
ڈھڈھا	وہ ایک گائے ہے زرد ڈھڈھا رنگ اوس کا۔	۱۶
مول (قیمت)	بڑے مول خرید کیا اپنی جان کو۔	۲۰
سہار	کیا سہار ہے اون کو آگ کی۔	۳۴
چوکس	بتاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو شاید وہ چوکس ہو جاویں۔	۴۴
پرے	تم پرے رہو عورتوں سے حیض کے وقت۔	۴۵
ستھرائی	پھر جب ستھرائی کر لیں تو جاؤ اون کے پاس۔	۴۵
سنوار	جنھوں نے توبہ کی اور اس کے بعد اور سنوار پکڑی (الا الذین تابوا من بعد و اصلحوا)	۷۶
نری	مدد ہے نری اللہ کے پاس۔	۸۲

لفظ	مثال	صفحہ
پچھاڑی	رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی ہیں (والرسول یدعوکم فی اخراکم)	۸۶
گہہ	اوس نے پکڑی گہہ مضبوط جو ٹوٹنے والی نہیں (فقد استمسک بالعروۃ الوثقی)	۵۴
اُدھر	ادھر میں بھٹکتے دونوں کے بیچ۔	۱۰۴
ناتا	خبردار ہو ناتوں سے۔	۹۵
ڈھیر	دے چکے ہر ایک کو ڈھیر مال تو پھیر نہ لو۔	۱۰۰
چنگا	چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا۔	۱۵۴
سنگت	کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے ادن سے سنگتیں	۱۵۷
گابھا	کھجور کے گابھے میں سے گچھے لٹکتے ہیں۔	۱۷۱
پات	لگے جوڑنے اپنے اوپر پات بہشت کے۔	۱۸۵
بودا	لوگوں نے مجھ کو بودا سمجھا۔	۲۰۵
چاؤ	وہ چلا اپنے چاؤ پر (ہوا، خواہش)	۲۱۰
پچھتاوا	ہوگا ادن پر پچھتاوا۔ (حسرت)	۲۲۰
روپا (چاندی)	لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپا۔	۲۳۳
ٹھاکر (معبود)	ہم نہیں چھوڑنے والے تیرے کہنے سے اپنے ٹھاکروں کو	۲۷۶
کھنگر	برسائیں اوس پر پتھر بان کھنگر کی تہہ بہ تہہ	۲۸۰
پنیہارا	بھیجا پنیہارا اپنا، اوس نے لٹکایا اپنا ڈول۔	۲۸۷
باؤلی	گنتی کی گئیں باؤلیاں۔	۲۸۷
نیگ	ہم ضائع نہیں کرتے نیگ بھلائی والوں کا۔ (لا نضیع اجر المومنین)	۲۹۳ ″
باسن	اپنے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا۔	۲۹۶
ببری	اون کی اون سے اور ببریوں سے...... کتنے اسباب	

	.... بنا دیے	۳۴۴
ڈول	ہر کوئی کام کرتا ہے اپنے ڈول پہ۔	۳۵۱
چوڑا	جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چوڑا۔	۳۵۷
ڈھابا	بنادوں تمہارے اون کے بیچ ایک ڈھابا۔	۳۶۷
ڈھنڈ	پھر چھوڑ دوں گا تم کو بھجور کے ڈھنڈ پہ۔	۳۸۴
پیڑ	پھر کر چھوڑے گا زمین کو پیڑ میدان۔	۳۸۷
بھینٹنا	ضرور ہوگا بھینٹنا۔	۳۹۰
اُچان	وہ ہر اُچان سے پھیلتے آویں۔	۴۰۰
پیٹ (حمل)	ڈال دے گی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ۔	۴۰۳
پیٹ والی (حاملہ)		
کھوکھری	کون جلا دے گا ہڈیاں جب کھوکھری ہوگئیں۔	
(رمیم)	من یحی العظام وھی رمیم	۵۳۹، ۷۰۵
راج	اللہ ہے رب تمہارا، اوسی کا راج ہے۔	۵۶
	اللہ کا راج ہے آسمانوں اور زمینوں میں	۶۰۵
نرسنگھا	پھر پھونکا گیا نرسنگھا پھر بے ہوش ہو گرا۔	۵۶۳
گابھ	اور گابھ نہیں رہتا کسی مادہ کو۔	۵۸۳
الوپ	نہ ملے گا تم کو بچاؤ اوس دن اور نہ ملے گا الوپ ہو جانا۔	۵۹۰
ٹھیرا	ٹھیراتا ہے ایک دوسرے کو ٹھیرا۔	۵۹۹
	یتخذ بعضھم بعضاً سخریاً	
ڈھور	کھاتے ہیں جیسے کھاویں ڈھور۔	۶۱۴
ناڑ	پھر کاٹ ڈالتے اوس کے ناڑ	۶۸۶
	(ثم لقطعنا منہ الوتین)	
گھابڑا	پھر جب لگے اوس کو برائی تو گھابڑا اور جب لگے	
ان دیوا	اوس کو بھلائی تو ان دیوا	۶۸۷
	(اذا مسہ الشر جزوعاً واذا مسہ الخیر منوعاً)	

جٹ کے جٹ آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے جٹ کے جٹ

(عن الیمین وعن الشمال عزین) ۶۸۸

ڈھیٹھ — وہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹھ۔ ۷۰۲

کھنڈ — تم کو چڑھنا ہے کھنڈ پر کھنڈ۔ ۷۱۲

(لترکبن طبقاً عن طبق)

نرادھار — اللہ نرادھار ہے (اللہ الصمد) ۷۲۷

موگری — اون کے واسطے موگریاں ہیں لوہے کی۔ ۵۰۶

چھوکری — نہ زور کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے۔ ۴۳۰

ماپ (ناپ) — بھر دو پورا ماپ اور نہ ہو نقصان دینے والے۔ ۴۵۴

ٹک — دیکھا اوس کو پھن پھناتے جیسے سانپ کی ٹک۔ ۴۵۷

سنتاپ — جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں۔۔۔۔۔۔۔۔سو سنتاپ ہیں پکڑے آتے ہیں۔ ۴۹۲

لگن — بنانے۔۔۔۔۔۔۔ لگن جیسے تالاب۔ ۷۲۰

چند اور الفاظ کا استعمال

جائے ضرور — کوئی شخص تم میں آتا ہے جائے ضرور سے۔ ۱۰۵

مسلمانی — اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی

(رضیت لکم الاسلام دیناً) ۱۳۱

دوست دار — بولے ان کے دوست دار انسان۔

شاہدی — آچکی تم کو تمہارے رب کی شاہدی۔ ۱۸۱

تابعدار — جو تابعدار ہوتے ہیں اوس رسول کے جو نبی ہے اُمی ۲۰۶

تلاشی (تلاش کرنے والا) — تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اوس کا تلاشی ہے۔ ۲۰۶

بندی خانہ — داخل ہوئے بندی خانے میں اوس کے ساتھ دو نوجوان — ۲۹۰
خرجی — اپنے بھائی کی خرجی سے نیچے وہ باسن نکالا۔ — ۲۹۶
طومار — جیسے لپیٹے ہیں طومار میں کاغذ۔ — ۴۰۰
قالیچہ — قالیچے قطار پڑے۔ (نمارق مصفوفۃ) — ۴۱۶
زبر (طاقتور) — اون کی مدد کی تو رہے وہی زبر۔
(انصرنھم وکانوھم الغالبین) — ۵۴۶

بعض عربی الفاظ کا ترجمہ

عذاب — مار — ۶
انا نحن مصلحون — ہمارا کام تو سنوار ہے۔ — ۶
آل فرعون — فرعون کے لوگ — ۱۲
مشرب — گھاٹ — ۱۴
الحر بالحر — صاحب کے بدلے صاحب۔ — ۳۵
والفتنۃ اشد من القتل — دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے۔ — ۳۸
میثاقاً غلیظاً — عہد گاڑھا۔ — ۱۰۰
ذوقوا عذاب الحریق — چکھو جلن کی مار — ۹۲
ظلاً ظلیلاً — گھن کی چھاؤں — ۱۰۷
مذبذبین بین ذالک — ادھر میں بھٹکتے دونوں کے بیچ — ۱۲۴
فجّار — ڈھیٹ لوگ — ۵۵۱

بعض مصادر کے حاصل مصدر

سہار — کیا سہار ہے اون کو آگ کی۔ (سہارنا)
سنوار — جنھوں نے توبہ کی اور اس کے بعد اور سنوار پکڑی۔ ۶ : ۲ (سنوارنا)

پچھتاؤ ہوگا اون پر پچھتاؤ۔ ۲۲۰ (پچھتانا)

بھٹکاوا بڑے ہیں بھٹکاوے ہیں صریح۔ ۵۲۱ (بھٹکانا)

اٹکاؤ اور اٹکاؤ پڑ گیا اون پر۔ ۵۲۵ (اٹکانا)

بچاؤ نہ ملے گا تم کو بچاؤ اوس دن۔ ۵۹۰ (بچانا)

سمجھوتی اور یہی سمجھوتی ہے سارے جہاں والوں کو۔ ۶۸۴ (سمجھانا)

دھر وھر۔ (امانت) جو لوگ اپنی دھر وہر اور قول نباہتے ہیں۔ ۶۸۸ (دھرنا)

ملونی البتہ نیک لوگ پیتے ہیں پیالہ جس کی ملونی ہے کافور۔ ۶۹۹ (ملانا)

اٹھان (قسم کھاتا ہوں) رات کی جب اوس کا اٹھان ہو۔ ۷۰۸

چکوتی جب چکوتی کرنے لگو لوگوں میں تو چکوتی کرو انصاف سے ۱۰۷ (چکانا)

(واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل)

اسم فاعل "والا" لاحقہ کے ساتھ

طواف والے ۲۶

اعتکاف والے ۲۶

سجدہ کرنے والے ۲۶

حکمت والا ۲۷

ایمان والا ۳۳

ماننے والے ۳۶، ۹۶ (اقربا)

شرک والا ۴۴

طلاق والا ۴۵

تحمل والا (حلیم) ۴۵

اختیار والے ۱۰۷ (اولی الامر)

رجوع کرنے والا (منیب)	۲۷۹

بعض الفاظ کی قدیم شکل

کاہے (بمعنی کیوں)	کاہے پر پھر گئے مسلمان اپنے قبیلے سے	۲۹، ۱۸۱
کتی (کتنی)	پوچھ بنی اسرائیل سے کتی دیں ہم نے اون کو آیتیں واضح۔	۵۲، ۵۵
کتے (کتنے)	اون کی اون سے اور بہریوں سے ...... کتے اسباب ...... بنا دیے۔	۳۳۴
جونسا۔ (جو)	اور میوہ جونسا چن لیویں	۶۴۶

"تم" ضمیر کا استعمال بحالت فاعلی بجائے اضافی

تم پاس۔ (بجائے تمہارے پاس)۔ آیا ہے تم پاس رسول تمہارے میں کا (لقد جاء کم رسول منکم)	۲۵۱
راتی رات (بجائے راتوں رات)۔ لے گیا اپنے بندے کو راتی رات۔	۳۴۱

دو مترادف الفاظ کا یکجا استعمال

چنگا بھلا	بات نہ کرے لوگوں سے تین رات تک چنگا بھلا۔	۳۷۰
چیز بست	جب کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی۔	۲۹۴

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے حکم	گمراہ کرتا ہے اونہیں جو بے حکم ہیں۔	۹، ۲۱
بے حکمی، بے انصاف	(اُتارا ہم نے) بے انصافوں پر عذاب آسمان سے اون کی بے حکمی پر۔	۱۴

بے راہی	کھل چکی ہے صلاحیت اور بے راہی۔ (قد تبین الرشد من الغی)	۵۴
بے مقدور	تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔	۸۲
بن کئے	چاہتے ہیں تعریف بن کئے پر۔	۹۳
بے لگاؤ	وہ لوگ بے لگاؤ ہیں ان باتوں سے۔ (اولئک مبرؤن)	۲۲۸

"بن" نافیہ بطور سابقہ

بن دیکھے	جو یقین کرتے ہیں، کرتے ہیں بن دیکھے۔	۵
بن بیاہی	وہ ایک گائے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی۔	۱۵
بن کئے	چاہتے ہیں تعریف بن کئے پر	۹۳

بعض مصادر کا استعمال

ڈگانا	بس ڈگایا اون کو شیطان نے۔ (فازلہما الشیطن)	۱۰
پیٹھنا	اور جب ہم نے چیرا تمہارے پیٹھنے کے واسطے دریا۔ (واذ فرقنا بکم البحر)	۱۲
لعنت دینا	اون کو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے۔	۳۲
بچلانا	دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے۔	۳۸
	کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو بچلایا اللہ نے۔	۱۱۳
رجھانا	رجھایا ہے منکروں کو دنیا کی زندگی پر۔	۵۲

جھڑجھڑانا	جھڑجھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول	
	(زلزلوا حتی یقول الرسول)	۴۳
بھڑنا	ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں۔	۶۴
خلاص کرنا (رہائی دینا)	تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے، پھر تم کو خلاص کیا اوس سے۔	۷۸
غضب ہونا	اللہ اون پر غضب ہوا۔	۱۱۵
نماز کرنا	جن نے نماز نہیں کی وہ نماز کریں تیرے ساتھ۔	۱۱۷
کنیانا	جو کوئی کنیاوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے۔	۱۲۹
	جو کنیارے اور تکبر کیا ہو سو اون کو مارے گا دکھ کی مار۔	۱۲۹
کھپانا	کتنی بستیاں ہم نے کھپا دیں کہ پہنچا اون پہ ہمارا عذاب۔	۱۸۳
	(وکم من قریۃ اھلکنھا)	۱۸۳
دھرنا	جس نے دھری اپنی عمارت کی بنیاد پرہیزگاری پر۔	۲۴۷
پسارنا	مت پسار اپنی آنکھیں اون چیزوں پر جو برتنے کو دیں۔	۳۲۲
	(لا تمدن عینیک الی ما متعنا)	
ڈھاٹھی دینا	اوس کی اولاد کو ڈھاٹھی دے لوں مگر تھوڑی سی	۳۴۹
	(لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا)	
نبڑنا	دریا نبڑ چکے نہ نبڑیں میرے رب کی باتیں۔	۳۶۰
ڈبک نکلنا	ڈبک نکلی سر سے بڑھاپے کی۔	۳۶۹
	(واشتعل الرأس شیبا)	
ایڑ کرنا	ایڑ مت کرو اور پھر جاؤ تم اپنے گھروں کو۔	۳۹۲
چرکی دینا	کون چرکی دیتا ہے تمہاری رات میں۔	۳۹۵
فیصل کرنا	جب لگے فیصل کرنے کھیتی کا جھگڑا۔	۳۹۸
بیونتنا	اون کے واسطے بیونتے ہیں کپڑے آگ کے۔	۴۰۶

پھن پھنانا	دیکھا اوس کو پھن پھنانے جیسے سانپ کی سٹک	۴۵۷
رلنا	کہتے ہیں کہ ہم رل گئے زمین پہ۔	۵۰۴
بندی کرنا	کتنوں کو بندی کیا۔	۵۱۰
اللنا	(طوق) ہیں ٹھوڑیوں تک پھر اون کے سر الل رہے ہیں۔	۵۳۳
ہاتھ ہونا	وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت۔	۵۴۰
الاہنا کھانا	وہ الاہنا کھایا ہوا تھا۔	۵۴۷
جھونجل دلانا	پھر جب ہم کو بھی جھونجل دلائی تو ہم نے اون سے بدلا لیا۔	۵۹۷

(فلما اسفونا انتقمنا)

گھگنا۔	اے ایمان والوں، اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اوس سے نہ بولو گھگ کر جیسے گھگتے ہو ایک دوسرے پر۔	۶۲۳
ریل لگانا	ریل لگا دیے ہم نے اون کو میوے اور گوشت۔	۶۳۳
جھینکنا	عورت جھینکتی ہے اللہ کے آگے۔	۶۵۵
بکسنا	وہ اوس دن بکس رہا ہے۔	۶۸۵

(یومئذ واھیۃ)

رول پڑنا	جب جنگل کے جانوروں میں رول پڑے۔	۷۰۸
کھنڈنا	اور مخمل کے نہالچے کھنڈ رہے ہیں۔	۷۱۶

(زرابی مبثوثۃ)

کرٹکانا	جس نے کا کرٹکائی پیٹھ تیری۔	۴

(انقض ظھرک)

ڈھنا / ریجھنا	اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہئے تم کوچ کرو۔ اللہ کی راہ میں ڈھے جاتے ہو زمین پر، کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر۔	۲۳۴

چیتنا — تم کیا چیتوگے ہمارے حق میں۔ — ۲۳۶

پرچانا — جن کا دل پرچاتا ہے۔ — ۲۳۰

(مؤلفۃ القلوب)

کھدیڑنا — کہا نکل یہاں سے مردود کھدیڑا۔ — ۱۸۴

(قال اخرج منہا مذءوما مدحورا)

امر کے صیغۂ جمع حاضر میں مصدر کی علامت "نا" گرا کر "یو" کا

اضافہ جیسے ملنا سے "ملیو"

مرنا سے مریو ـــــ نہ مریو مگر مسلمان۔ — ۷۸

گر پڑنا سے گر پڑیو ـــــ گر پڑیو اوس کے سجدے میں۔ — ۳۱۹

کہنا سے کہیو ـــــ کہیو میں نے مانا ہے رحمان کا روزہ۔ — ۳۷۱

پوچھنا سے پوچھیو ـــــ نہ پوچھیو شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے تمہارا۔ — ۵۳۸

ملنا سے ملیو ـــــ نہ ملیو ان کو یہ ہیں بیٹھنے والے آگ میں۔ — ۵۵۳

موصوف جمع مونث کے ساتھ صفت جمع مونث

مثلاً گوریاں بڑی آنکھوں والیاں — دی ہم نے اون کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں — ۶۰۴

فاعل جمع مونث کے ساتھ فعل جمع مونث

مثلاً وہ اون کے موافق دستور کے قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں اور نہ یار کرتیاں چھپ کر۔ — ۱۰۱

خبرداری کرتیاں ہیں پیٹھ پیچھے۔ — ۱۰۳

کہنے لگیاں حاشا اللہ نہیں یہ شخص آدمی۔ — ۲۰۹

مجھ کو قید بند ہے اس بات سے جس طرف مجھ کو بلانیاں ہیں۔ ۲۸۹

بولیاں حاشا اللہ ہم کو معلوم نہیں۔ ۲۹۲

دو عورتیں...... بولیاں ہم نہیں پلانیاں پانی۔ ۴۷۰

ڈرنیاں رہو اللہ سے بیشک اللہ کے سامنے ہر چیز ہے) ۵۱۵

گھریاں رکی رہنیاں جموں ہیں۔ ۶۴۵

بعض الفاظ کی جمع

جی کی جمع۔ جیون ۔ اللہ کو معلوم ہے جیون کی بات۔ ۸۱

ناتہ کی جمع۔ ناتوں ۔ خبردار رہو ناتوں سے۔ ۹۵

غنیمت کی جمع۔ غنیمتیں ۔ اللہ کے یہاں بہت غنیمتیں ہیں۔ ۹۵

توقع کی جمع توقعیں ۔ اور (وہ) ان کو توقعیں بتاتا ہے۔ ۱۲۰

روزی کی جمع۔ روزیاں ۔ اور بنادیں تم کو اس میں روزیاں۔ ۱۸۴

(وجعلنا لکم فیہا معایش)

مولوی عبدالحق مرحوم، شاہ عبدالقادر کے ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ترجمہ ٹھیٹ اردو میں ہے، اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ عربی الفاظ کے لیے ہندی یا اردو کے ایسے برجستہ اور برمحل الفاظ ڈھونڈ کے نکالے ہیں کہ ان سے بہتر ملنا ممکن نہیں۔"[۳۹]

مولوی عبدالحق اس ترجمے کا مقابلہ شاہ رفیع الدین کے ترجمے سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں اس قدر لفظی پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ مفہوم کی صحت اور اصل لفظ کے حسن کو برقرار رکھنے کے علاوہ اردو زبان کے روزمرے اور محاورے کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ دوسری خوبی ان

---

[۳۹] قدیم اردو، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

کے ترجمے میں ایجاز کی ہے، یعنی ہمیشہ اس بات کو مدِّنظر رکھتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم الفاظ میں پورا مفہوم صحت کے ساتھ ادا ہو جائے۔[۱۹]

شاہ رفیع الدین دہلوی[۲۰]

شاہ ولی اللہ دہلوی کے تیسرے فرزند نامور عالم، محدث، مفسر، فقیہ اور علوم نقلی و عقلی میں علامۂ وقت تھے۔ علوم دینیہ کے مختلف شعبوں میں ان کی گراں قدر تصنیفات ہیں۔ اردو زبان پر بھی ان کی توجہ رہی ہے اور چند کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ ان میں سب سے مشہور ترجمۂ قرآن کریم ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم

شاہ رفیع الدین سے پہلے ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر قرآن کریم کا ترجمہ کر چکے تھے۔ لیکن شاہ رفیع الدین کے ایک شاگردِ رشید سید نجف علی معروف بہ خواجدار خاں

۱۹۔ قدیم اردو ص ۱۳۳

۲۰۔ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۶۳ھ (۱۷۴۹ء) میں پیدا ہوئے۔ باپ کے انتقال کے وقت ۱۲۔۱۳ سال کی عمر تھی اور میبذی پڑھ رہے تھے۔ اپنے برادرِ اکبر شاہ عبدالعزیز اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ جب شاہ عبدالعزیز کے کثرتِ امراض کی وجہ سے درس و تدریس کے کام میں حرج واقع ہوا تو طلبہ کے اسباق کی تمام ذمہ داری شاہ رفیع الدین پر آپڑی۔ ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷ء) میں شاہ رفیع الدین کا انتقال ہوا۔ ان کی تصانیف میں قیامت نامہ، دمغ الباطل، اسرار المحبۃ، تفسیر آیۂ نور، تکمیل الاذہان اور ان کے علاوہ متعدد رسائل شامل ہیں۔

کی بدولت شاہ رفیع الدین کا ترجمۂ قرآن کریم وجود میں آیا جیساکہ سید نجف علی عرف فوجدار خان کے بیٹے سید عبدالرزاق تفسیر رفیعی کے دیباچے میں لکھتے ہیں :

"کہتا ہے خاکسار میر عبدالرزاق بن سید نجف علی المعروف بہ فوجدار خان غفر اللہ ولوالدیہ کہ والد بزرگوار میرے نے بخدمت جناب عالم باعمل، فاضل بے بدل، واقف علوم معقول و منقول، خلاصۂ علمائے متاخرین مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرض کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کلام اللہ تحت لفظی آپ سے پڑھ کر زبان اردو میں لکھوں، پھر اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح دے کر درست فرما دیا کریں، چنانچہ آپ نے قبول فرمایا اور تمام کلام اللہ اسی طرح سے مرتب ہوا اور رواج پایا۔" [۲۱]

ہمارا خیال یہ ہے کہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ قرآن کریم، شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن (۱۲۰۵ھ / ۹۱ - ۱۷۹۲ء) کے بعد ہوا ہے، کیونکہ شاہ عبدالقادر نے دیباچے میں صرف اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمۂ قرآن (فارسی) کا ذکر کیا ہے۔ اگر ان کے بڑے بھائی شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے [۲۲]۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۱۲۰۵ھ (۹۱ - ۱۷۹۰ء) میں جب شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہو گیا تو یہی ترجمہ سید نجف علی عرف فوجدار کے لیے محرک ہوا اور انہوں نے شاہ رفیع کا ترجمہ جمع کیا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم کا بھی یہی خیال ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

---

[۲۱] تفسیر رفیعی سورۂ بقر (برحاشیہ مولانا یعقوب چرخی فارسی) مطبوعہ نقشبندی پریس دہلی ۱۲۷۲ھ ص ۲ و تاثرات از ملا واحدی (مرتبہ حکیم محمد سعید) ہمدرد اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۰ء) ص ۲۶

[۲۲] بعض حضرات نے غالباً عمر میں بڑے ہونے کی وجہ سے یہ خیال کر لیا کہ شاہ رفیع الدین کے ترجمے کو تقدم حاصل ہے۔ چنانچہ مولوی حامد حسن قادری نے خیال ظاہر کیا ہے کہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) میں ہوا۔ (داستان تاریخ اردو۔ ص ۵۵) اور یہ بات بغیر حوالہ و سند کے بیان کی گئی ہے۔

"البتہ ایک بات ایسی ہے جس سے یہ خیال یہ ہوتا ہے کہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ بعد کا ہے، شاہ عبدالقادر نے اپنے ترجمہ کے دیباچے میں اپنے والد شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ کا ذکر تو کیا، لیکن اپنے بھائی کے ترجمہ کا ذکر کہیں اشارہ تک نہیں کیا اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے کوئی ترجمہ نہیں کیا تھا۔"[۲۳]

یہی خیال نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء)[۲۴] اور مولانا عبدالحق حقانی دہلوی (ف ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء) نے ظاہر کیا ہے:[۲۵]

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ قرآن سب سے اوّل کلکتے کے ایک مطبع، اسلام پریس (واقع محلہ مرزاپور) میں ۱۲۵۴ھ (۳۹-۱۸۳۸ء) تا ۱۲۵۶ھ (۴۱-۱۸۴۰ء) میں دو جلدوں میں ٹائپ میں طبع ہوا۔ اس ترجمے کی صحت و درستی کے فرائض مولوی حافظ احمد کبیر مجددی (ف ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۴ء) نے انجام دیے۔ ان کے ساتھ حافظ عجیب احمد اور حافظ محمد مرتضیٰ بھی شریک رہے۔ اس ترجمے کے حاشیے پر شاہ عبدالقادر کے مختصر تفسیری فوائد بھی چھپے ہیں۔ چنانچہ جلد اول کے آخر میں لکھا ہے:

"للہ الحمد کہ پہلی جلد فرقان مجید کی جو مبیّن غوامض آیات الٰہی حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی نے، زبان سلیس ہندی میں، رعایت لفظوں کے ترجمہ کی تھی اور وہ واسطے عربی نہ جاننے والوں کے بہت مفید ہے۔ سو اب تک چھاپی نہ گئی تھی۔ اب اس لیے کہ اس سے سب خاص و عام کو فائدہ حاصل ہووے، بندۂ عاجز عبدالعزیز نے ساتھ فوائد تفسیر ماہر مولانا عبدالقادر کے، مدد

۲۳؎ قدیم اُردو از مولوی عبدالحق۔ صفحہ ۱۳۲-۱۳۳

۲۴؎ ترجمان القرآن (دیباچہ) جلد اوّل ۱ (مطبع شاہجہان بھوپال، ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء) ص ۹، ۱۰

۲۵؎ البیان فی علوم القرآن۔ (دہلی ۱۳۲۴ھ) ۱۹۰۶ء - ص ۵۱۷

سے تصحیح فاضل محقق و عالم، مدقق، منتجمع فضائل و مجمع فواضل مقتدائے علمائے نحادیر جناب حاجی حافظ مولوی احمد کبیر کہ اولاد شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے ہیں اور فاضل المعنی و نحریر معنوی واقف رموز کلام حمد مولوی حافظ عجیب احمد اور منظہر ذہین و ذکا مولوی حافظ محمد مرتضیٰ کے سنہ ۱۲۵۴ ہجری میں طبع کی ہے[۲۶]

اسی بات کو جلد دوم کے آخر میں بھی قدرے وضاحت سے لکھا ہے:

"بندۂ ناچیز عبدالعزیز خدمت میں سب بھائیوں ایمان والوں کے عرض کرتا ہے کہ ترجمہ کلام اللہ کا زبان اُردو میں کیا ہوا وحید عصر، فرید دہر، زبدۂ محققین مولانا رفیع الدین مرحوم و مغفور کے فضل صمدیت واہب و مہربانی و امداد نور علی خان صاحب کے سے اور اعانت تصحیح حاجی حرمین شریفین مقبول بارگاہ رب المشرقین فاضل بے نظیر جناب مولوی حاجی حافظ احمد کبیر و حافظ محمد مرتضیٰ کے قالب طبع میں لایا اور حاشیے پر اس کے فوائد جو کلک جواہر سلک سے مولانا عبدالقادر صاحب نے تحریر فرمائے تھے، مندرج کیے۔ اور پوشیدہ نہ رہے کہ چھاپنے میں اس ترجمے کے جو کچھ خرچ اور صحت میں جو دقت ہوا، بیان اوس کا بس طویل ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ تا باقی رہے، اس ترجمہ کے کوئی صاحب قصد چھپوانے کا نہ کرے اور قیمت ہر دو جلد کی بحساب فی جلد چودہ روپیہ کمپنی جو اس فدوی نے واسطے خریداروں اوس شہر کے مقرر کی ہے، مطابق منشائے قانون مجاریہ سپریم کورٹ کے اوس کو دینا پڑے گا اور میں نے پہلے سے اطلاع کر دی ہے تاکہ عذر ناواقفیت کا اوس وقت نہ رہے۔ شہر شوال المکرم در سنہ ایک ہزار دو سو چھپن ہجری شہر محلہ مرزا پور اسلام پریس میں چھاپا گیا۔"[۲۷]

---

[۲۶] قرآن کریم ترجمہ شاہ رفیع الدین جلد اول۔ ص ۴۴۴

[۲۷] ایضاً۔ ص ۹۸۲

سورۃ الحمد کا ترجمہ اس طرح ہے:

"شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے سب تعریف واسطے اللہ پروردگار عالموں کا، بخشش کرنے والا مہربان، خداوند دن جزا کا، تجھ ہی کو عبادت کرتے ہیں ہم، اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم، دکھا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر ان کے، سوائے ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے، اور نہ گمراہوں کی"[۲۸]

سورۃ بقر کے پہلے رکوع کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

"یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے، راہ دکھاتی ہے واسطے پرہیزگاروں کے، وہ لوگ کہ ایمان لاتے ساتھ غیب یعنی بن دیکھے کے، اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ دیا ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ساتھ اس چیز کے جو اتاری گئی ہے طرف تیرے اور جو اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے، اور ساتھ آخرت کے وے یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے۔ تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوئے برابر ہے اوپر ان کے، کیا ڈرایا تو نے ان کو یا نہ ڈرایا تو نے ان کو، نہ ایمان لاویں گے۔ مہر کی ہے اللہ نے اوپر دلوں ان کے کے، اوپر کانوں ان کے کے، اور اوپر آنکھوں ان کی کے پردہ ہے، اور واسطے ان کے عذاب ہے بڑا"[۲۹]

زبان و بیان

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً:

۲۸؎ ترجمہ قرآن کریم از شاہ رفیع الدین

۲۹؎ ایضاً

قوم فرعون کی	۹
گھاٹ اپنا۔	۱۰
بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی۔	۱۷
بنیاد گھر کی۔	۳۰
رہنے والے آگ کے۔	۴۶
چوڑاؤ اوس کا۔	۷۲
باسن چاندی کے۔	۶۵۹
ملونی اوس کی۔	۶۵۹

حرف جار مقدم ہے مثلاً:

واسطے ان کے۔	۶
بیچ اون کے۔	۶
اوپر تمہارے۔	۹
مانند باؤ کے۔	۷۱
بسبب ظلم اون کے کے۔	۱۱۳
نیچے اوس کے۔	۱۱۳
طرف نوح کے۔	۱۱۵
ساتھ حکم اپنے کے۔	۱۲۲

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

باؤ (ہوا)	مانند باؤ کے۔	۷۱
پالا	تھا بیچ اوس کے پالا۔	۷۱
بودا	مگر شیطان کا ہے بودا۔	۹۹
دھگدھگی	دھگدھگی میں ہو درمیان اوس کے	

چوٹٹی	چور اور چوٹٹی، پس کاٹو ہاتھ اون دونوں کے۔	۱۲۶
گابھا	(نکالتے ہیں) ہم کھجوروں سے گابھے کو۔	۱۵۶
پہناوا (لباس)	اوتارا ہم نے اوپر تمہارے پہناوا۔	۱۶۱
لکھت	واسطے ہر ایک وعدے کے ایک لکھت ہے۔	۲۸۶
بھجنگ	مختلف ہیں رنگ اون کے اور بھجنگ ہیں کالے۔	۴۹۴
ملونی	اوپر اوس کے ملونی ہے آب گرم سے	۵۶
باسن	باسن چاندی کے۔	۶۵۹
بہنایت	جس وقت خوش لگی تم کو بہنایت تمہاری۔	۲۱۳

چند اور الفاظ کا استعمال

بی بی (زوجہ) اور واسطے اون کے بیچ اون کے بی بیاں ہیں ستھری۔ — ۶

(ولہم فیہا ازواج مطہرۃ)

ہمیش (ہمیشہ) اور بیچ اون کے ہمیش رہنے والے۔ — ۶

(وہم فیہا خلدون)

جورو	رہ تو اور تیری جورو بہشت میں	۷
دوستدار	اللہ دوستدار ہے (اللہ ولی)	۴۶
دونا	اور اللہ دونا کرتا ہے۔	۲۷
جائے ضرور	آئے کوئی تم میں سے جائے ضرور سے	۹۴
ورے پرے	جس وقت کہ تم تھے کنارے ورے پر اور وہ تھے کنارے پرے پر۔	۳۰۴

(اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وہم بالعدوۃ القصوی)

تسلیتہ	رکھ دو پونجی اون بیچ تسلیتوں اون کے کے	۲۷۲

کیری آنکھیں — اکٹھا کریں گے ہم گنہ گاروں کو اوس دن کیری آنکھوں سے۔ — ۳۵۹

تلے — جس دن پیدا کیا سات آسمانوں کو اوپر تلے۔ — ۹۳۷

بعض عربی الفاظ کا ترجمہ

خاسر — ٹوٹا پانے والے (اولئک ھم الخاسرون) — ۶

آل — قوم، لوگ، (اغرقنا آل فرعون) — ۹

مشرب۔ گھاٹ — (قد علم کل اناس مشربھم) — ۱۰

اسیر — قیدی۔ بندی وان — ۱۴

بعض اسمائے صفات کا استعمال

مددگاری — مددگاری کرتے ہو تم اوپر اون کے۔ — ۱۴

بادشاہی — بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی۔ — ۱۷

بخیلی — وہ لوگ بخیلی کرتے ہیں۔ — ۸۱

قرابتی — چھوڑ گئے میں ماں باپ اور قرابتی۔ — ۸۶

شاہدی — اللہ تعالیٰ شاہدی دیتا ہے ساتھ اوس چیز کے۔ — ۱۱۶

پروانگی — کیوں پروانگی دی تو نے اون کو — ۲۱۷

ہلاکی — ہلاکی ڈالی اللہ نے اوپر اون کے۔ — ۵۷۲

بعض الفاظ جواب متروک ہیں

چھوڑاؤ — چھوڑاؤ اوس کا آسمان اور زمین ہے۔ — ۷۲

پچھاڑی — پیچ پچھاڑی تمہاری کے۔ — ۷۶

پیمان (ناپ) — اور مت کم کرو پیمان اور تول کو۔ — ۲۰۶

انگنائی	جس وقت اوترے کا انگنائی اون کی ہیں۔	۵۱۱
تلک	رات تلک ۔	۳۰
لڑکاپن	دیا ہم نے اوس کو حکم لڑکا پن سے۔	

بن یا بے نافیہ کا استعمال

بن شوکت والا		۱۹۹
بن کسی چیز کے	پیدا کیے گئے بن کسی چیز کے۔	۵۹۲
بن دیکھے	ڈرتے ہیں پروردگار اپنے سے بن دیکھے۔	۶۳۸
بن درخت	البتہ ڈالا جانا بن درخت کی زمین ہیں۔	۶۴۲
بن مانگنے والے	حصہ ہے معلوم واسطے مانگنے والے کے اور بن مانگنے والے کے۔	۶۴۶
بے فائدہ	بے فائدہ بات سے اور کام سے منہ پھیرنے والے ہیں۔	۳۸۵
بے نسل	تحقیق دشمن تیرا وہی ہے بے نسل	۶۸۷
بے احتیاج	اللہ بے احتیاج ہے۔	۶۸۹

بعض مصادر کا استعمال

ڈگنا۔ ڈگانا	پس ڈگایا شیطان نے۔ (فازلهما الشیطٰن)	۷
چھٹانا	پس چھٹایا ہم نے تم کو قوم فرعون کی سے۔ (نجینٰکم من آل فرعون)	۹
سائبان کرنا	اور سائبان کیا ہم نے اوپر تمہارے بادل۔ (ظللنا علیکم الغمام)	

پیٹھانا	پیٹھاتا ہے رات کو بیچ دن کے اور پیٹھاتا ہے دن کو بیچ رات کے۔ (تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل)	۵۷
چنگا کرنا	اور چنگا کرتا ہوں پیٹ کے اندھے کو	۶۱
بچلانا / بدکانا	پس نہ دیکھیں ہیں کہ ہم بچلاتے ہیں۔ تجھ کو اوس زمین سے / وہ بدکاتے ہیں اون کو بدکا کر	۳۲۴.۳۵۰
دھرنا (رکھنا)	بیچ اون کے دھرا ہے اسباب تمہارے	۳۹۸
مکا مارنا	پس مکا مارا اوس کو موسیٰ نے۔	۴۲۶

جمع مونث فاعل کے ساتھ جمع بھی جمع مونث۔ مثلاً

کمانیاں ہیں۔	واسطے عورتوں کے حصہ ہے اوس چیز سے کہ کمانیاں ہیں۔	۹۲

اسم فاعل مونث کی جمع مثلاً

باقی رہنے والیاں۔	۳۳۶
قرآن پڑھنے والیاں۔ سچ بولنے والیاں۔	۴۷۶
صبر کرنے والیاں۔	
نیچی نظر رکھنے والیاں۔	۵۰۵
ایمان والیاں	۶۲۲
عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔	۶۳۵

بعض الفاظ کی جمع

نیوہ۔ نیویں	اور جب اوٹھاتا تھا ابراہیم نیویں (معنی بنیاد) گھر کی۔	۲۰

جی۔ جیون		تکبر کیا اونھوں نے بیچ جیون اپنوں کے۔		۲:۰۷

باڑ۔ باڑن		بھیجا باڑن کو خوش خبری دینے والیاں۔		۲:۱۰

بابائے اردو مولوی عبدالحق، شاہ رفیع الدین کے ترجمۂ قرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"شاہ رفیع الدین نے ترجمہ میں عربی جملے کی ترکیب اور ساخت کی بہت زیادہ پابندی کی ہے، ایک حرف ادھر سے اُدھر نہیں ہونے پایا۔ ہر عربی لفظ بلکہ ہر حرف کا ترجمہ خواہ اردو زبان کے محاورے میں کھپے یا نہ کھپے، انہیں کرنا ضرور ہے۔"[۳۰]

پروفیسر حامد حسن قادری لکھتے ہیں :

"ترجمہ اس قدر لفظی اور بے محاورہ اور دشوار فہم ہے کہ ہمارے زمانے میں کیا اس زمانے میں بھی بول چال کی زبان ایسی نہ تھی، لیکن اصل یہ ہے کہ عربی زبان کی وسعت و بلاغت اور قرآن مجید کی معجز نما عبارت ترجمے کی گرفت میں نہیں آسکتی اور شاہ صاحب جیسے محتاط بزرگ کو آیت آیت اور لفظ لفظ پر یہ خیال تھا کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی کمی بیشی نہ ہو جائے جس سے مطلب کچھ سے کچھ ہو جائے۔ اس لیے ان کے نزدیک بہترین صورت یہ تھی کہ ہر لفظ اور ہر حرف کا ترجمہ عربی کی ترتیب کے مطابق اسی موقع پر لکھ دیا جائے۔ خواہ اردو عبارت محاورہ کے خلاف ہو جائے۔"[۳۱]

۲۔ تفسیر رفیعی

سورۂ بقرہ کی تفسیری فوائد بھی سید نجف علی عرف فوجدار خاں کے ذریعے حاصل

---

[۳۰] قدیم اردو۔ ص ۱۳۲ - ۱۳۳

[۳۱] داستان تاریخ اردو۔ ص ۵۵

ہوئے، جس کو انھوں نے "تفسیر رفیعی" کے نام سے مرتب کیا۔ اور اسے ان کے صاحبزادے میر عبدالرزاق نے طبع و شائع کر کے وقف عام کیا۔[۲۱]

تفسیر رفیعی (سورۂ بقرہ) میں ہر آیت کے بعد ترجمہ اور پھر اس کی تفسیر لکھی ہے۔ ہم سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا ترجمہ و تفسیر بطور نمونہ لکھ رہے ہیں:

كلّ اٰمن باللّٰه وملٰئكته وكتبه ورسله

ترجمہ: ھر ایک ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور فرشتوں اوس کے کے اور کتابوں اوس کی کے اور پیغمبروں اوس کے کے۔

تفسیر: ارکان ایمان کے پانچ ہیں، ایمان بخدا اور ملائکہ اور کتب اور رسل کے اور روز قیامت۔ یہاں چار مذکور ہوئے ہیں اور پانچواں "والیک المصیر" میں مذکور ہوگا۔

لانفرق بين احدٍ من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربّنا واليك المصير۔

ترجمہ: نہیں جدائی ڈالتے درمیان کسی کے پیغمبروں سے اور کہا انھوں نے، سنا ہم نے اور مانا ہم نے بخشش مانگتے ہیں ہم تیری، اے رب ہمارے اور طرف تیرے ہے پھرنا۔

تفسیر: یہاں سے معنی کہتے تھے کہ سمجھ لیا چاہیئے یعنی کہتے تھے کہ ہم کسی پیغمبر میں تفرقہ ایمان کا نہ کرتے تھے اور ایک کو مانے اور ایک کو نہ مانے، ایک کا حکم ایک مانے اور ایک کا حکم نہ مانے۔

لا يكلف الله نفسا الّا وسعها لها ماكسبت وعليها مااكتسبت

ترجمہ: نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر طاقت اوس کی پر، واسطے اوس کے جو کمایا اوس نے اور اوپر اوس کے جو کمایا اوس نے۔

تفسیر: فرمایا ارادہ الٰہی تمہارے حق میں یہ ہے کہ دشوار چیزیں تم پر نہ ڈالیں، تمہاری

جزا اوپر عمل کے ہے، خواہ اعمال دل کے ہوں خواہ بدن کے ہوں۔

(ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا)

ترجمہ: اے رب ہمارے مت پکڑ ہم کو، تحقیق بھول گئے ہم یا چوک گئے ہم

تفسیر: نسیان بھول جانا اور خطا یہ کہ ارادہ کرے اور کام کا اور ہو جاوے اور کام، جیسا کلی کرے اور حلق میں پانی چلا جاوے، یا مارے شکار کو اور لگ جاوے کو یا بندوق چلانے میں پھٹ جاوے اور کوئی جل جاوے اور وقت افطار جان کر روزہ کھول ڈالے اور دن باقی ہو، او دن روزہ قضا کرے اور جو کسی کی جان یا مال تلف ہو جاوے بدلا دیوے لیکن آخرت میں اوس کا مواخذہ نہیں اور آخرت میں عذاب بھی اون پر ہے احتیاطی کے اور بھولنے کے سبب کہ جس عبادت پر صورت بدن پر نہیں، جیسے روزہ جاتا ہی نہیں اور جس عبادت کی صورت ہے بدن پہ جیسے نماز اور حج یہ بھولے سے اون کا مقصد کرے تو جاتی رہتی ہے اون کا بھی دنیا میں بدلہ دینا ہے کہ اوس سے درست ہو جاتے ہیں۔

ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ من قبلنا

ترجمہ: اے رب ہمارے اور مت رکھ اوپر ہمارے بوجھ جیسا رکھا اوس کے اوپر اون لوگوں کے کہ پہلے ہم سے تھے۔

تفسیر: مراد مشقتین شرائع کے ہیں، جیسا بعضے دینوں میں چوتھائی مال زکوٰۃ میں دینا تھا، اور کپڑے کو نجاست لگے، کتر ڈالنا تھا۔

ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ

ترجمہ: اے رب ہمارے اور مت اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت واسطے ہمارے ساتھ اوس کے۔

تفسیر: یعنی ہماری امت پر ایسی بلا کہ نہ اوٹھا سکیں، مت ڈال، اس سے بھی مراد مشقتین شریعت کی ہیں گویا مشقتوں کو دو قسم کیا، ایک جو پہلے ہو آئی ہے، ایک جو اب نئی آویں۔ ان دونوں کو ہم پر سے موقوف کر۔

واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولنا

ترجمہ: اور معاف کر ہم سے، بخش واسطے ہمارے یعنی سارے صغیرہ اور کبیرہ توبہ سے بخش دے اور رحم کر ہم کو، تو ہی ہے دوست دار ہمارا۔[۳۲]

وانصرنا علی القوم الکافرین

نصرت دے کفار پر۔ اور ایک بڑی نعمت یہ بھی ہے جب تک اہل دین اپنے دین پر قائم رہیں اور عوام اون کی متابعت میں رہیں اور نفاق اور مذاہب باطلہ اور بدعتوں سے خالی رہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور پرہیز رشوتوں سے اور سب حرام خوری سے کیے جاویں تو اور دین والا غالب نہیں آتا ہے۔

۳۔ راہِ نجات

اردو زبان کا یہ مختصر رسالہ نہایت مقبول ہو رہا ہے۔ اس میں اسلام کے پانچ ارکان کلمۂ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ضروری مسائل اختصار کے ساتھ سادہ و سلیس زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس کتاب پر بحیثیت مصنفؒ (۱) شاہ رفیع الدین۔ (۲) شاہ عبدالعزیز (۳) مولوی حافظ محمد علی پانی پتی کا نام چھپتا رہا ہے۔ کبھی کبھی مصنف کے نام کے بغیر بھی یہ رسالہ طبع ہوا ہے۔[۳۴]

۳۲؎ تفسیر رفیعی ص ۲ و تاثرات از ملا واحدی۔ ص ۲۶

۳۳؎ ایضاً۔ ص ۲۰۷۔ ۲۰۹

۳۴؎ مطبع محمدی لکھنؤ (۱۸۵۲ء) مطبع احمدی کانپور ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء) مطبع مذاقی کانپور ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) مطبع افتخار دہلی (بغیر سنہ طباعت) اور مطبع جے۔ ایس سنت لاہور (بغیر سنہ طباعت) کے مطبوعہ راہِ نجات کے نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں جن پر مؤلف کا نام نہیں ہے۔

۱۔ شاہ رفیع الدین

شاہ رفیع الدین کے نام سے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے مندرجہ ذیل چار اڈیشن شائع ہوئے:

۱۔ صفر ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء)
۲۔ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء)
۳۔ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء)
۴۔ جمادالثانی ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء)

رضا لائبریری رام پور میں راہ نجات کا ایک خطی نسخہ ہے، جس پر بحیثیت مصنف شاہ رفیع الدین کا نام ہے، کاتب کا نام اور سن کتابت درج نہیں ہے۔ ترجمہ اس طرح ہے:

"شکر خدا کا کہ رسالہ راہِ نجات تصنیف حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی کا تمام ہوا۔"[35]

یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات مثلاً مؤلف حدائق الحنفیہ[36]، پیر مرتضیٰ خان رام پوری (ف ۱۸۸۰ء)[37] اور مولوی محمد شفیع مرحوم وغیرہ نے[38] رسالہ راہ نجات کو شاہ رفیع الدین کی تصنیف قرار دیا ہے۔ سر سید احمد خان کو گمان ہوا کہ یہ رسالہ یا تو شاہ رفیع الدین کا ہے یا شاہ عبدالقادر کا ہے جیسا کہ انہوں نے جامع مسجد دہلی کے پیش امام سید ماہ محمد

---

[35] فہرست مخطوطات اردو رضا لائبریری رام پور۔ ص ۶۷

[36] حدائق الحنفیہ۔ ص ۴۷۰

[37] از پیر مرتضیٰ خان (مطبع محمدی ٹونک۔ ۱۲۸۴ھ) ص ۳، ۹۱، ۱۰۳

[38] فہرست تصنیفات مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی از مولوی محمد شفیع (اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ء) ص ۴۲۔ ۴۹۔

بخاری (ف ۱۸۹۹ء) کو ۱۸۸۷ء میں ایک خط لکھا ہے اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مصطفائی پریس، کان پور منتقل ہو گیا اور ایک شاخ
نظامی پریس کے نام سے بھی کان پور میں قائم ہوئی اور اس کے مالک و مختار مصطفےٰ خان
(ف ۱۲۵۹ھ/ ۳-۱۸۵۲ء) کے چھوٹے بھائی اور تربیت یافتہ عبدالرحمٰن ابن حاجی روشن
خان قرار پائے۔ بعد ازاں مطبع مصطفائی اور مطبع نظامی سے راہِ نجات کے جو نسخے شائع ہوئے
اس میں شاہ رفیع الدین کی بجائے مولوی حافظ محمد علی کا نام بحیثیت مصنف کے چھاپا گیا
جیسا کہ آگے تفصیل سے بتایا جائے گا۔

۲۔ شاہ عبدالعزیز

بعض مالکان مطابع نے راہ نجات کو شاہ عبدالعزیز دہلوی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔
راہ نجات کے مندرجہ ذیل جو مطبوعہ ایڈیشن ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں شاہ
عبدالعزیز ہی کا نام بحیثیت مصنف طبع ہوا ہے۔

۱۔ مطبوعہ کلکتہ، (ٹائپ) قبل ۱۸۵۷ء
۲۔ مطبع اسلامی کلکتہ، (ٹائپ) قبل ۱۸۵۷ء
۳۔ مطبوعہ مدراس، (لیتھو) سنہ طباعت ندارد
۴۔ مطبع انوار عظیم مدراس (لیتھو) ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء)
۵۔ مطبع معدن فیض مدراس (منظوم) ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء)

اس کو جمال الدین الفت نے ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں نظم کیا ہے۔ مطبع اسلامی
کلکتہ کے نسخے میں خاتمۃ الطبع کی عبارت اس طرح ہے:

"کہتے ہیں کہ یہ رسالہ تصنیفات سے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ محدث
دہلوی قدس سرہ کے ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ سابق اس کے یہ رسالہ
بارہا چھاپا گیا اور تمام فروخت میں پہنچا۔ بالفعل چونکہ کمیاب ہے اس
واسطے خادم الطلبہ امیدوار رحمت ہر گاہ صمد سید محمد عفا اللہ عنہ نے

واسطے فائدہ عام کے چھبیسویں رمضان المبارک روز جمعہ مطبع اسلامی میں متصل مسجد منشی غلام رحمن مرحوم کے چھپوایا۔"[۳۹]

مطبع انوار عظیم مدراس کے مطبوعہ نسخے میں خاتمۃ الطبع کی عبارت اس طرح ہے:

"کہتے ہیں کہ یہ رسالہ تصنیفات سے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہے۔"[۴۰]

"مطبع معدن فیض" مدراس سے راہ نجات کا جو منظوم نسخہ شائع ہوا ہے، اس کو جمال الدین الفت نے نظم کیا ہے اور صراحت سے لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کا تصنیف کردہ ہے۔[۴۱]

راہ نجات کے تین خطی نسخے بصراحت ذیل بھی پائے جاتے ہیں:

۱۔ نسخہ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد دکن،

کتاب میں یا ترقیمے میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ شاہ عبدالعزیز کی تالیف ہے مگر مرتب فہرست نصیر الدین ہاشمی نے مؤلف کی حیثیت سے شاہ عبدالعزیز کا نام لکھا ہے۔ ترقیمے کی عبارت درج ذیل ہے:

"تمام شد نسخہ متبرکہ مسمی راہ نجات بخط نادرست احقر العباد روشن علی متوطن موضع ...."[۴۲]

۲۔ نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔

۳۔ نسخہ رضا لائبریری رام پور

---

[۳۹] راہِ نجات مطبوعہ مطبع اسلامی کلکتہ۔ ص ۵۰

[۴۰] راہِ نجات مطبوعہ مطبع انوار عظیم مدراس۔ ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) ص ۷۹

[۴۱] راہِ نجات (منظوم) مطبوعہ مطبع معدن فیض مدارس۔ ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء) ص ۲

[۴۲] فہرست مخطوطات اردو (کتب خانہ سالار جنگ) از نصیر الدین ہاشمی (حیدرآباد دکن، ۱۹۵۷ء) ص ۹۰-۹۱

"تمام ہوا یہ رسالہ مسمّٰی راہِ نجات من تصنیف قدوۃ السالکین
زبدۃ العارفین مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم و مغفور بتاریخ بست و چہارم
شہر محرم ۱۲۴۸ھ"[۴۳]

کلکتہ اور مدراس کے اہل مطابع نے راہِ نجات پر بحیثیت مصنف شاہ عبدالعزیز کا نام لکھا ہے۔ شمالی ہند یعنی دہلی اور یو۔پی کے کسی مطبع نے شاہ عبدالعزیز کے نام سے اس کتاب کو نہیں چھپایا ہے۔

شاہ عبدالعزیز یا شاہ رفیع الدین کے حالات جن تذکروں یا کتابوں میں شائع ہوتے ہیں، ان میں راہِ نجات کو کسی صاحب تذکرہ نے ان حضرات کی تصنیف نہیں بتایا ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اہلِ مطابع نے کتاب کو معتبر ثابت کرنے کے لیے ان حضرات سے اس کتاب کو منسوب کر دیا ہو۔

۳۔ مولوی حافظ محمد علی پانی پتی

مختلف مطابع کے مندرجہ ذیل "راہِ نجات" کے وہ ایڈیشن ہیں، جن پر بحیثیت مصنف مولوی حافظ محمد علی پانی پتی مرحوم کا نام طبع ہوا ہے۔

۱۔ مطبع نول کشور کانپور ۱۸۸۹ء (نواں ایڈیشن)
۲۔ مطبع نول کشور کانپور ۱۹۱۲ء (سترھواں ایڈیشن)
۳۔ مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ء)
۴۔ مصطفائی کانپور ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء)
۵۔ مطبع مخزن العلوم غازی پور بعد ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء)
۶۔ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء)
۷۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ء)

---

[۴۳] فہرست مخطوطات اردو۔ رضا لائبریری رام پور۔ ۶۸

۸۔ مطبع انصاری دہلی — سنہ طباعت ندارد

۹۔ مطبع نامی لکھنؤ ۱۸۹۷ء (منظوم)

راہ نجات کو خواجہ عاشق علی نے ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں نظم کیا ہے۔ قطعہ تاریخ میں مصنف رسالہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

تھے محمد علی جو اک فاضل
ذی کمالات صاحب درجات
کر کے تصنیف مسئلے دیں کے
نام رکھا انھوں نے راہِ نجات
ہاتف غیب نے کہا عاشقؔ
اس قدر کیوں ہے فکرِ تاریخات
مل گیا آپ کو صلہ اس کا
پا گئے واہ خوب راہِ نجات [۴۴] ۱۳۱۳ھ

مولوی حافظ محمد علی پانی پت کے قدیم باشندے اور نہایت متقی و صالح بزرگ تھے۔ ان کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) نے اپنی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے جن حضرات کے لیے وصیت کی تھی، اس میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

نماز جنازہ بجماعت کثیر امام صالح مثل حافظ محمد علی یا حکیم سکھوا یا حافظ پیر محمد بجا آرند [۴۵]

ترجمہ: یعنی نماز جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام مثلاً حافظ محمد علی یا

---

[۴۴] راہ نجات (منظوم) مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ۔ ۱۸۹۷ء۔ ص ۵۶

[۴۵] مجموعہ وصایا اربعہ ص ۱۴۶

حکیم سکھوا یا حافظ پیر محمد پڑھائیں۔

راہ نجات دراصل قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مشہور و متداول فارسی کتاب "مالا بد منہ" کا خلاصہ ہے۔ اور بعض عبارتیں تو بعینہٖ ترجمہ ہیں۔

مالا بد منہ (فارسی)

بداں کہ فرض در وضو چار چیز است شستن روا از موئے سر تا زیر زنخ وتا ہر دو گوش و ہر دو دست با ہر دو ارنج و مسح چہارم حصہ سر و شستن ہر دو پا با ہر دو شتالنگ ؎۲۶

راہِ نجات (اُردو)

فرض وضو میں چار ہیں۔ ایک منہ دھونا۔ ماتھے کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں تک، دوسرے دونوں ہاتھ دھونا کہنیوں سمیت، تیسرے چوتھائی سر کا مسح کرنا دونوں ہاتھ دھونا ٹخنوں سمیت۔ ؎۲۷

نواقض وضو

شکنندۂ وضو ہر چیز است کہ از پیش یا پس بر آید و نجاست سائلہ کہ از تمام بدن بر آید........ و خفتن بر پشت یا بر پہلو یا تکیہ زدہ بچیز بکہ اگر کشیدہ شود، بیفتد شکنندۂ وضو است۔

(ص: ۱۵-۱۶)

جو نجاست آدمی کے آگے پیچھے سے نکلے وضو ٹوٹ جائے اور لہو یا پیپ نکل کے بھی وضو ٹوٹ جائے اور چت یا کروٹ لگا کے یا تکیہ دے کے سوئے وضو ٹوٹ جائے۔

(ص: ۵)

؎۲۶ مالا بد منہ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مطبع نولکشور کانپور ۱۲۸۷ھ) ص ۱۳

؎۲۷ راہِ نجات (مطبع مصطفائی لکھنؤ۔ ۱۲۷۲ھ) ص ۵

بیانِ غسل

در غسل تمام بدن و آب در دہن و در بینی کردن فرض است و سنت آنست کہ اول دست بشوید و نجاست حقیقی از بدن پاک کند لیستر وضو کند۔ بار تمام بدن بشوید۔

غسل کے اندر فرض تین چیز ہیں کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا، پر سنت یوں ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے اور ناپاکی بدن سے دور کرے، پھر وضو کرے، پھر بدن پر تین بار پانی بہائے۔

بیانِ تیمّم

اگر مصلّی بر آب قادر نباشد بسببِ دوریٔ آب یک کرده چہار ہزار قدم یا بسبب خوفِ حدوث بیماری ...... او را جائز است کہ عوضِ وضو وغسل تیمّم کند۔ (ص ۲۳)

اگر نمازی کو پانی نہ ملے ایک کوس بھر دور ہو یا بیماری سے پانی خلل کرتا ہو، پاک مٹی پر تیمّم کرکے نماز پڑھے۔

(ص ۶)

حج   آخری عنوان حج ہے

یکے از ارکانِ اسلام حج است آن فرض عین است اگر شرائطِ وجوب آن یافتہ شود، و منکر آن کافر است و تارک باوجود شرائطِ وجوب فاسق لیکن از بس کہ دریں دیار شرائط کم تر

پانچواں رکن اسلام کا حج ہے جسے حق تعالیٰ خرچ راہ اور سواری دے اور راہ میں امن ہو حج اوس پر فرض ہے جو کوئی حج کو فرض نہ جانے کافر ہے اور جس پر فرض ہو اور نہ کرے

موجود می شود و در عمر یک بار واجب است وقوع آن بار بار نمی شود عندالحاجت مسائل آن می توان آموخت لهذا مسائل حج درین رسالہ مختصر ذکر کردہ شد۔

وہ فاسق یعنی بڑا گناہ گار ہے۔ حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے جب خدا اسباب میسر کرے اوس وقت معلوم کرے، اس واسطے باقی مسئلے بیان نہ کیے۔

اسی طرح دوسرے عنوان مثلاً اذان، فرائضِ نماز، اوقاتِ نماز، واجباتِ نماز، سجدہ سہو، سنن نماز، بیانِ جماعت، مکروہاتِ نماز، نمازِ مسافر، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، بیان زکوٰۃ فطرہ اور روزہ وغیرہ بھی مالا بدمنہ اور راہ نجات میں پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔

اس تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ راہِ نجات، فارسی کتاب مالابدمنہ کی تلخیص ہے اور اس کی اساس پر راہِ نجات مرتب ہوتی ہے۔

یہ بات شاہ رفیع الدین یا شاہ العزیز کے مرتبے سے فروتر ہے کہ وہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی متداول کتاب " مالا بدمنہ " کی تلخیص کر کے " راہِ نجات " مرتب کریں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ان کے والد شاہ ولی اللہ کے شاگرد ہیں۔ لہذا زیادہ قرینِ قیاس بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے راہ نجات کا مؤلف مولوی حافظ محمد علی پانی پتی کو بتایا ہے، ان کی بات معتبر ہے۔

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

" اوّل پیغمبر حضرت آدم ہیں، باپ سب آدمیوں کے، اون کے پیچھے اولاد سے اون کی اور بہت سے پیغمبر ہوئے، گنتی اون کی خدا کو معلوم ہے۔ آخر سب سے پیچھے دنیا میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور پیغمبری حضرتؐ پر ختم ہوئی۔ پر نور حضرتؐ کا سب سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اسی واسطے حضرتؐ سب پیغمبروں کے سردار ہیں، پیدا ہوئے ہیں مکّہ شریف میں، جب چالیس برس کے ہوئے تب خدا کی طرف سے پیغمبری ملی اور قرآن شریف اترنا شروع ہوا۔ پھر تیرہ برس مکّہ شریف میں اور

رہے، وہاں معراج ہوئی، حضرت جبرئیل براق لے کر آئے، حضرت کو سوار
کر کے مسجد اقصیٰ میں لے گئے۔ عرش و کرسی سب کچھ دیکھا اور بہشت و
دوزخ کی بھی سیر کی اور اس رات میں بڑی بڑی نعمتیں خدا کی طرف سے پائیں
اور پانچوں وقت کی نماز بھی وہاں فرض ہوئی۔ پھر حضرت ترپن برس کے ہوئے
کہ خدا کے حکم سے مکہ شریف سے مدینہ پاک میں آئے۔ دس برس وہاں رہے
جب تریسٹھ برس کے ہوئے وفات پائی۔ چنانچہ قبر شریف حضرت کی وہاں
بنی رجا ہے۔ کرسی حضرت کی یہ ہیں۔ محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن
عبد مناف۔"[۴۸]

زبان و بیان

	صفحہ
مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال کیا گیا ہے مثلاً	
مسئلے دین کے	۲
روزے رمضان کے	۲
بندے خدا کے	۳
گنتی اون کی	۳
کتابیں خدا کی	۳
حکم خدا کے	۳
باپ سب آدمیوں کے	۳
رسول خدا کے	۳
کہیں کہیں عربی زبان کے تتبع میں فعل سے پہلے فاعل استعمال کیا ہے۔ مثلاً	
سمجھو تم اس بات کو	۲

---

[۴۸] راہ نجات

	صفحہ
سنوتم پہلے کلمہ کے معنی	۲
پیدا ہوئے مکہ شریف میں	۳

چند الفاظ کا استعمال

لفظ	استعمال	صفحہ
دوست دار	دوست دار اون کا بہشتی اور دشمن ان کا دوزخی ہے۔	۴
سمیت	تین کلّی کریں مسواک سمیت۔	۵
دوگانہ	دوگانہ نفل پڑھے ثواب بہت پاوے۔	۵
تلک	جب تلک لہو نکلے۔	۶
جھڑ	جھڑ ہو یا اندھیری رات۔	۷
پھر کے (پھر سے)	واجب ہے کہ پھر کے اوس نماز کو پڑھ لے۔	۷،۸
بنگا	پانوں آگے کر کے صف کو بنگا نہ کریں۔	۱۰
بانواں	بانواں پانوں بچھا کے اوس کے اوپر بیٹھیں۔	۱۲
سلف	جو کوئی کاروبار سودے سلف کو نہ ہو۔	
لاچاری	لاچاری کو دن میں باہر جایا کرے۔	۱۷
باسن	لال تاگے باسن پہ باندھ کے مُردوں کو فاتحہ دینی بے ہودہ بات ہے۔	۱۸
تغاری	توا، تغاری، پکانے کے برتن اون میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔	۱۸
برس دن	برس دن اوس پر گزرے، چالیسواں حصہ فرض جان کے خدا کی راہ میں دے۔	۱۹
رلی ملی	اونٹ، گائیں، بکریاں زیادہ رُلی ملی ہوں۔	۱۹
پڑیا۔پڑوا	بڑیا یا پڑوا برس دن سے زیادہ کی دو برس	

	سے کم کی دیوے۔	١٩
پیسہ (رقم)	زکوٰۃ کا پیسہ سیّدوں کو نہ دے۔	٢٠
محتاجگی	سوال کرنا بغیر نہایت محتاجگی کے حرام ہے۔	٢٠
پیچھے (بعد کو)	پیچھے معلوم ہوا کہ رات نہ تھی۔	٢١
چنگا	جو بیمار چنگا ہو کے مرا	٢٢

○

حکیم محمد شریف خان دہلوی

حکیم محمد شریف[٤٩] دہلی کے مشہور شریفی خاندان کے مورث، نامور طبیب، عالم اور مصنّف۔ عربی و فارسی میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کا بھی اہم کارنامہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے۔

---

٤٩ حکیم محمد شریف خان ولد حکیم محمد اکمل خان باختلاف روایت ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شاہ عبدالعزیز کے خاندان میں ہوئی۔ علم طب کی تحصیل حکیم عابد سرہندی اور حکیم اچھے صاحب سے کی اور تکمیل اپنے والد اور چچا حکیم محمد اجمل خان (اوّل) سے کی۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد شاہ عالم بادشاہ کے دربار کے شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ حکیم محمد شریف کا ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء) میں انتقال ہوا۔ یہ کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ کاشف المشکوٰۃ (مشکوٰۃ کا فارسی ترجمہ ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء)، آثار النبوۃ، سوالات اربعہ (تصوف) فوائد شریفیہ یعنی شرح اسباب، حاشیہ کلیات نفیسی، ضیاء الابصار، عجالہ نافعہ، رسالہ خواص الجواہر، حاشیہ حمد اللہ، ترجمہ و شرح حمیات قانون، دستور الفصد، تالیف شریفی وغیرہ

۱۔ ترجمہ قرآن کریم

حکیم محمد شریف خان نے شاہ عالم ثانی (ف ۱۸۰۶ء) کے حکم سے قرآن کریم کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا۔ یہ ترجمہ اون کے خاندان کے معزز رکن حکیم محمد احمد خان (ف ۱۹۳۷ء) کے پاس تھا۔ علمی دنیا سے سب سے پہلے اس کا تعارف مفتی انتظام اللہ شہابی مرحوم (ف ۱۹۶۸ء) نے کرایا۔[۵۰] انہی معلومات کو نہایت سلیقے سے پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم (ف ۱۹۶۴ء) نے اپنی کتاب "داستان تاریخ اردو" (تالیف ۱۹۳۸ء) میں پیش کر دیا ہے۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے اس ترجمے کو مولانا ابوالکلام آزاد کی وساطت سے حکیم محمد احمد خان کے پاس دیکھا اور اس ترجمۂ قرآن سے متعلق ایک تعارفی مضمون رسالہ اُردو جنوری ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔

حکیم شریف خان کے ترجمہ قرآن کے آخر میں جو ترقیمہ درج ہے[۵۱] جس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ مترجم نے اس کو تفسیر قرار دیا ہے، اگرچہ یہ ترجمہ ہے مشرّح۔

۲۔ یہ ترجمہ شاہ عالم ثانی کے حکم سے ہوا۔

۳۔ یہ ترجمہ مترجم حکیم محمد شریف خان کے والد حکیم محمد اکمل خان کے انتقال کے بعد مکمل ہوا، کیونکہ انہوں نے اس ترجمے میں ان کو مرحوم لکھا ہے۔

۴۔ ۹۔ ذیقعدہ، بروز جمعہ (سن ندارد) کو یہ ترجمہ مکمل ہوا۔

مندرجہ بالا اشارات کی روشنی میں ہم اس ترجمے کے سالِ اختتام کے تعیّن کی کوشش کرتے ہیں۔ شاہی طبیب حکیم اکمل خان (بمعیت غالب علی چیف سیکرٹری)

---

۵۰ شہابی صاحب کا ایک مسلسل مضمون "اُردو" رسالہ کنول، آگرہ (یوپی) میں ۳۶-۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔

۵۱ قدیم اُردو از مولوی عبدالحق انجمن ترقی اُردو کراچی (۱۹۶۱ء) ص ۱۳۶، رسالہ اُردو جنوری ۱۹۳۷ء ص ۲۲

بادشاہ شاہ عالم کے حکم سے ۳۔ مارچ ۱۷۸۹ء (مطابق ۵۔ جمادی الآخری ۱۲۰۳ھ) کو غلام قادر روہیلہ کے پاس جیل خانہ پہنچے اور انہوں نے حسب الحکم غلام قادر کی آنکھیں نکالیں اور ناک کان کاٹے۔ گویا ۱۲۰۳ھ (۱۷۸۹ء) تک حکیم اکمل خان زندہ تھے[۵۲] اس کے بعد کسی وقت ان کا انتقال ہوا اور یہ ترجمہ ان کے انتقال کے بعد گویا ۱۲۰۳ھ کے بعد اور حکیم محمد شریف خان کے انتقال ۱۲۱۶ھ سے پہلے کسی وقت اختتام کو پہنچا۔ تقویم کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ۹۔ ذیقعدہ کو جمعہ کا دن ۱۲۰۳ھ تا ۱۲۱۶ھ کس کس سن میں پڑا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جمعے کا دن ۱۲۰۶ھ اور ۱۲۱۴ھ کو پڑا ہے[۵۳] گویا یہ ترجمہ ۱۲۰۶ھ یا ۱۲۱۴ھ میں مکمل ہوا۔ اگر حکیم اکمل خان، غلام قادر روہیلہ کے بعد دو تین سال اور زندہ رہے ہوں گے تو یہ ترجمہ ۱۲۱۴ھ میں مکمل ہوا ہوگا۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ حکیم محمد شریف خان کا ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ موضح قرآن ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ء) کے بعد ہوا ہے۔

اب سورہ فاتحہ کا ترجمہ مع اعوذ اور بسم اللہ ملاحظہ ہو۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم — پناہ پکڑتا ہوں میں اور التجا کرتا ہوں میں ساتھ اللہ کے، بدی شیطان اور وسواس دلانے والے کی سے کہ دور رحمت سے ہے اور نکالا گیا بہشت سے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — شروع کرتا ہوں میں قرآن کو ساتھ نام اللہ لائق بندگی کے، بہت بخشنے والا

---

[۵۲] تقویم ہجری و عیسوی مرتبہ ابو نصر محمد خالدی (کراچی ۱۹۵۲ء) ص ۹۱ و تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی، (مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی، کراچی - ۱۹۶۵ء) ص ۳۰۲، ۳۰۴۔

اور پر خلق کے وجود دینے سے دنیا میں مہربان
ہے اوپر اون کے آخرت میں[۵۴]

ترجمہ سورہ فاتحہ

"جو تعریف کہ اوّل سے آخر تک موجود ہے، لائق ہے واسطے اللہ کے کہ پالنے والا ہے، تمام عالموں کو، بخشنے والا وجود کا آخرت میں، مہربان داخل کرنے بہشت کے سے، مالک دن قیامت کے کا، تصرّف کرنے والا اوس دن، جو چاہے گا کرے گا، خاص تجھی کو بندگی کرتے ہیں ہم اور خاص تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور بندگی تیری کے، دیکھا تو ہم کو راہ سیدھی، بیچ قول کے اور فعل کے اور اخلاق کے، راہ اون آدمیوں کی......[۵۵] اور نہ راہ گمراہوں کی۔"[۵۶]

الحمد للہ رب العالمین کے ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر حامد حسن قادری لکھتے ہیں:

"یہ صرف الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے حکیم صاحب نے باوجود ترتیب لفظی کے تشریحی ترجمہ کیا ہے۔ لفظ الحمد کا ترجمہ اور مترجم "سب تعریف" یا "تمام تعریفیں" کرتے ہیں۔ اسی طرح رب العالمین کے ترجمہ میں "پالنے والا" کے آگے "بخشنے والا وجود کا آخرت میں" بھی بڑھایا ہے تاکہ رب کا مفہوم واضح ہو جائے یعنی اس عالم میں روح کی تکمیل تربیت کے بعد آخرت میں باقی مراتب روحانی کا طے کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شامل ہے۔"[۵۷]

---

[۵۴] قدیم اردو ص ۱۳۷۔ ورسالہ اردو جنوری ۱۹۳۷ء۔ ص ۲۴

[۵۵] اس مقام سے چند لفظ مٹ گئے ہیں۔

[۵۶] قدیم اردو۔ ص ۱۳۷، ورسالہ اردو۔ ۱۹۳۷ء۔ ص ۲۴

[۵۷] داستان تاریخ اردو۔ ص ۱۵۴

مولوی عبدالحق اس ترجمے پر اس طرح تبصرہ فرماتے ہیں :

"حکیم صاحب اسے تفسیر کہتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ ترجمہ ہے۔ البتہ موقع سے کہیں کہیں ایک آدھ لفظ ترجمہ کی صراحت کے لیے بڑھا دیا گیا ہے...... اس کی زبان شاہ عبدالقادر مرحوم کے ترجمے کے مقابلے زیادہ صاف ہے اور لفظی پابندی میں اتنی سختی نہیں کی گئی ہے۔ اردو زبان کی ترکیب کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے، نیز شاہ صاحب کی طرح ہندی میں نہیں، بلکہ ریختہ میں ترجمہ کیا ہے۔"[۵۸]

○

شاہ محمد رمضان مہمی

شاہ محمد رمضان[۵۹]، قصبہ مہم (ضلع رہتک) کے ایک قدیم علمی خانوادہ کے رکن، نامور

---

۵۸ قدیم اُردو۔ ص ۱۳۶ رسالہ اُردو۔ جنوری ۱۹۳۷ء۔ ص ۲۳

۵۹ شاہ محمد رمضان بن عبدالعظیم مجذوب ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، پھر دہلی پہنچے۔ مختلف اساتذۂ عصر سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے درس میں خاص طور سے شامل رہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز سے بھی استفادہ کیا۔ شاہ عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی (ف ۱۲۲۷ھ) سے قادریہ سلسلے میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ راجپوتوں اور میواتیوں میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ شاہ محمد رمضان کی تصانیف میں (۱) عقائد عظیم (۲) آخر گت (۳) بلبل باغ بنی وغیرہ۔ خاص طور سے مقبول و مشہور ہیں۔ شاہ رمضان نظریۂ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ ان کے ہمعصر ایک عالم نور محمد (ساکن بھیگرہ ضلع حصار) نے اس مسئلے پر ان سے سخت اختلاف کیا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے حکم بن کر اس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عالم، شیخ طریقت اور ایک اصلاحی تحریک کے بانی تھے۔ انہوں نے ہریانہ، میوات اور سونہ میں غیر اسلامی مراسم و بدعات کا قلع قمع کر کے اسلامی شعائر کو رواج دیا۔ واعظ و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کے مصنف و شاعر بھی تھے۔ انہوں نے نظم و نثر میں کئی معیاری کتابیں لکھیں جو اُردو زبان میں ہیں۔ ان میں کہیں کہیں ہریانی کا اثر ہے جو اُردو سے بہت قریب تر تھی۔ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی (ف ۱۹۴۶ء) لکھتے ہیں:

"ہریانی زبان دراصل ایک قسم کی اُردو ہے جو گیارھویں صدی ہجری میں شاید اُردو سے اس قدر مختلف نہیں تھی جس قدر کہ آج دیکھی جاتی ہے، کیونکہ زمانۂ مابعد میں جب کہ ہریانی اپنی اصلی حالت پر قائم رہی، اُردو میں دہلی کے محاورے اور شعرا کے تصرفات کی بنا پر کثیر تغیرات واقع ہوئے اور موجودہ اُردو اسی اصلاح شدہ شکل کا نام ہے۔"[۶۰]

بقیہ حاشیہ ۵۹

اختلاف کو رفع کیا۔ سفرِ حج سے واپسی پر مندسور میں بوہروں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ (۵ جنوری ۱۸۲۵ء) کو شاہ محمد رمضان کو شہید کر دیا۔ مہم میں دفن ہوئے۔ ظہور دہلوی نے قطعۂ تاریخ کہا ہے:

جناب شاہ رمضان قطب آفاق
سراپا معرفت عرفان مآبے
ظہور از بہر تاریخ شہادت
خرد گفتہ خسوف آفتابے

۱۲۴۰ھ

ملاحظہ ہو ہادی ہریانہ (سوانح عمری شاہ رمضان مولفہ منظور الحق صدیقی (لاہور ۱۹۶۳ء) و مآثر الاجداد، ص ۹۴ - ۱۱۱

۶۰۔ پنجاب میں اُردو از حافظ محمود خاں شیرانی (مکتبہ معین الادب لاہور، ۱۹۴۹ء) ص ۱۱

بقول پروفیسر شیرانی، شاہ محمد رمضان کی ادبی خدمات قابل قدر ہیں ...... ان کی کتابیں خاصی مقبول ہوئیں اور ان کا دائرہ وسعت صوبہ بہار تک پہنچ گیا۔[۱۶]

عقائد عظیم

شاہ محمد رمضان کی بیشتر تصانیف نظم میں ہیں۔ ان کی ایک کتاب "عقائد عظیم" نثر میں ملی ہے۔ ذات وصفات باری تعالیٰ۔ رویت، قضا و قدر، قرآن مجید، ایمان، ارکان اسلام، عبادت، ملائکہ، کتب مقدسہ، ناسخ و منسوخ، قصص قرآن، کرامت، جادو، صحابہ کرام، خلافت صدیقی، خلافت فاروقی، خلافت عثمانی، خلافت مرتضوی، شفاعت، تقلید، فرق باطلہ، تکفیر مسلم، کلمات کفر، شرک، عذاب قبر، زیارت قبر اور قیامت وغیرہ سے متعلق عقائد و مسائل نہایت تفصیل سے عام فہم زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے مطالعے سے اس زمانے کی مذہبی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب نہایت مقبول رہی ہے۔ اس کے اب تک چار پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اس کی نثر نگاری کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"(حضرت ابوبکر صدیقؓ) اوّل تو پیغمبر خدا کے مشیر تھے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورت کرنی ہوتی۔ پہلے اون سے پوچھتے اور نماز میں حضرت کے پیٹھ کے پیچھے کھڑے اور مجلس میں حضرت کے داہنے بازو پاس بیٹھتے۔ اگر کوئی انجان، جیسا باہر کا، کبھی آبیٹھتا تو خُلق سے اُسے منع نہ کرتے اور جو آداب اور مرتبہ کا جاننے والا وہاں آپ سے پہلے جا بیٹھتا تو جب حضرت ابوبکر کو آتا دیکھتا، وہ جگہ خالی کر دیتا اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو ابوبکر آمین کہتے اور لڑائی میں اصحابوں کو آگے بھیجتے، تو حضرت ابوبکر کو اپنے پاس رکھتے، جیسے جنگ بدر کے دن ایک سائبان پیغمبر خدا

---

[۱۶] آخرت نامہ از اختر اورینوی (ساحر پٹنہ حصہ ۱۔ اگست ۱۹۵۷ء)

کے واسطے بناکر حضرتؐ کو اوس کے اندر اصحابوں نے بٹھایا تھا اور آپ لڑائی میں مشغول ہوئے تھے۔ سب نے کہا ہم تو لڑائی میں کفاروں کی طرف مشغول ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ کوئی کفار کا ٹول حضرت پیغمبر علیہ السلام کو اکیلا سمجھ کر لوٹ پڑے۔ جب حضرت ابو بکر نے کہا کہ یہ ہم نے جانا، ہمارا ذمہ ہے اور مصاحبت میں یہ عزت تھی کہ جو کوئی سفارشی کر لیتا بلکہ یہاں تک کہ ایک روز دوسرے محلہ میں مدینہ کے، ایک قضیہ کے انفصال کرنے کو گئے تھے، تو حضرت ابو بکر کو کہہ گئے تھے کہ جب تک میں آؤں، تم نماز پڑھائیو اور اونہوں نے ہی پیغمبر خدا کے آنے تک نماز پڑھوائی، اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آزار موت میں کہ جب لاچار ہوئے، ایک روز حضرت بلالؓ نے نماز کے وقت پکارا "الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا رسول اللہ" پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اوٹھیں اور جاکر نماز پڑھادیں اور حضرت بی بی عائشہؓ نے عرض کی کہ باپ میرا نرم دل ہے، اون سے نہ کہو، تو اونہیں حضرت نے غصہ ہوکر کہا کہ تم حضرت یوسف کی طرح کی مصاحب ہو، کہو، حضرت ابو بکر نے نمازیں پنج وقتی اور جمعہ بھی آپ پڑھوایا اور اصحابوں نے بے تکرار پڑھی۔[۶۲]

ہندی الفاظ کا استعمال

ہندی الفاظ عام طور سے استعمال ہوئے ہیں جن کی کچھ مثالیں یہ ہیں:

ساجھی	ساجھی اوس کا ٹھیک نہیں لگتا۔	۶
جیونی (زندگی)	نہ جیونی لائق ہو۔	۷
تلے	زمین کے تلے چیونٹی چلی۔	۸
من۔ چاہت	من کی چاہت کے موافق اختیار کرنے نہ کرنیکا دیا۔	۱۱

---

۶۲ عقائد عظیم۔ ص ۸۱، ۸۲

باسن	سونے اور چاندی کے باسن میں کھانا۔	۱۶۱
لکھت	یہ لکھت مخلوق ہے۔	۲۱
پکھیرو	پکھیرو...... سب کا مددگار خدا ہے۔	۲۶
نکاس	ہیولہ اور صورت کا نکاس ہوا۔	۳۴
جم)	جم ہمارا بیری ہے۔	۳۹
بیری)		
جھاڑا	اون کے اونٹ کا جھاڑا دیا۔	۶۴
کھونٹ (سمت)	اوس نے دونوں کھونٹ راج کیا۔	۷۵
پوت	فلانے کے پوت ہو۔	۴۷
سنگت	اون کی ایک گھڑی کی سنگت...... اثر کرتی ہے	۸۰
اٹوٹ	یہ دونوں باتیں اٹوٹ ہیں۔	۷۱
چتر	جتنے...... چتر اور شاعر اوس ملک کے تھے۔	۷۲
آدھا سیسی	پیغمبر خدا کے آدھا سیسی کا درد اوٹھا تھا۔	۹۸
دھاڑ	ایک دھاڑ رمل کے نالہ میں آتی دیکھی ہے۔	۹۸
جوکھم	باپ تمہارے لڑائی اور جوکھم کی جگہ نہیں بھیجتے ہیں	۹۹
گہنا	بی بی اسما بنت عمیس..... کا گہنا کھویا گیا۔	۱۰۷
سیدھ	بی بی عائشہ رض کا حجرہ....... مشرق کی سیدھ پر تھا	۱۰۸
سنتوکھ	قناعت کہتے ہیں سنتوکھ کو۔	۱۱۱
نون (نمک)	نون کی ڈلی۔	۱۱۱
بودا	کبھی تو بودے، پیوندی کپڑے پہنتے تھے۔	۱۲۱
گوہار	چاروں طرف سے شہر میں گوہاریں آپڑیں۔	۱۲۶
گیلی	قدم پاؤں کے تلے کی زمین گیلی پائی۔	۱۳۴
پلا	ایک روز گوشت بکری کا پلے میں بازار سے لائے تھے۔	۱۳۵

منڈی	شاخدار بکری نے منڈی بکری کو سینگ مارا۔	۱۸۶
بیکھا	ہزار برس تک یہاں کا بیکھا جو کیا ہوگا، بھگتے گا۔	۱۸۸
دو بھانت	کفر والے دو بھانت ہوں گے۔	۱۹۶
نرا	نرے گنہگار ہی ہوں گے۔	۱۹۶

بعض اسمائے صفت کا استعمال

شاہدی	سب نے اس حدیث کی شاہدی بھری۔	۱۰۵
دلگیری	خانہ جنگیوں میں ایسی ہی دل گیریاں ہوتی ہیں۔	۱۰۹
حلیمی	غصے میں حلیمی کرے۔	
محتاجگی	محتاجگی میں سخاوت کرے۔	۱۳۳

بعض دیگر الفاظ کا استعمال

تابعدار	نفس اون کا ہمیشہ اوس کے حکم میں تابعدار رہتا ہے۔	۵۰
مہربانگی (بجائے مہربانی)	اللہ تعالیٰ کی اون پر مہربانگی ہوگی۔	۷۹
آزاری	پندرہ دن آزاری پڑے رہے۔	۸۹
تغیری (بجائے تغیر)	تغیری حضرت ابوبکرؓ کی۔	۱۰۴
متابعت	متابعت حضرت ابوبکرؓ کی۔	۱۰۴
قبیلہ (بمعنی بی بی)	حضرت عمرؓ نے قبیلہ کو دیا۔	۱۱۱
قبیلہ دار	پچھلے پہنے سب قبیلہ داروں کو رخصت لشکر سے دینے لگے۔	۱۱۳
میاں (بمعنی آقا)	جس کے ہم میاں ہیں بس علیؓ بھی اوس کا میاں ہے۔	۱۳۰

بعض الفاظ کا قدیم یا متروک استعمال

شرمالو (بجائے شرمیلا) عثمانؓ شرمالو ہے کہ فرشتے بھی اوس سے حیا

	کرتے تھے۔	۱۲۱
دتنی	دتنی ہی بات گناہ کی طرح ہوگئی۔	۵۰
دتنا	جتنا کچھ عرش سے نزدیک حضرت اسرافیل ہیں دتنا اور کوئی فرشتہ نہیں۔	۱۸۵
سوئی (بجائے وہی)	جو امام زین العابدین کی طرف سے جواب کہو گے، سوئی ابوبکر صدیق رضؓ کی طرف سے سمجھ لیجیو۔	۱۰۳
اونہوں کا (بجائے ان کا)	اوّل اور آخر اونہوں کا کسی کو معلوم نہ تھا۔	۱۶۴
لگ (معنی تک)	جب لگ خدا چاہے گا، اسی میدان میں ہزار برس لگ رہے گا۔	۱۸۹، ۱۹۰
لنباؤ) چوڑاؤ)	لنباؤ اور چوڑاؤ بہشت اور دوزخ کا، سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔	۲۰۱

ہندی اور فارسی الفاظ کے ساتھ مرکب تراکیب

خوش کبت) کلمہ رس)	خوش کبت اور کلمہ رس اور چنچر اور شاعر اوس ملک کے تھے۔	۷۲
ہتھیار بندی	مدینہ میں ہتھیار بندی ہوگئی تھی۔	

بعض مصادر کا استعمال

کھنڈانا	بادلوں کو روشنی کی طرح دھن کر کھنڈا دیتا ہے۔	۴۰
ڈگن	پیغمبروں کا قدم ڈگنا کچھ اور ہے۔	۵۱، ۱۰
جھٹانا	دوزخ کی قید میں وہ پڑا جس نے شرک کیا اور اللہ تعالیٰ کی باتیں جھٹائیں۔	۲۷
تعلیم کرنا	پیغمبر خدا نے جو ان دونوں کو تعلیم کیا تھا۔	۱۰۰

ڈھنڈورادینا	تم سب کو ڈھونڈرا دے دو کہ اس حج کے پیچھے کوئی مشرک حج میں داخل نہ ہو سکے۔	۱۰۴
روٹھنا	روٹھنے سے اون کے پیغمبر خدا غضب میں آتے۔	۱۰۶
دھڑے بندھنا	ہزاروں آدمیوں کا بیر ہو گیا اور دھڑے بندھ گئے۔	۱۲۸
بچلنا	جو کوئی شرع سے بچل جاوے، سب کو بتادے۔	۱۶۰
پہرانا۔(بجائے پہننا)	اذان دینے والوں کو بھی وہیں کپڑے پہرادیں گے۔	۱۸۸
کاڑھنا	بعضے وقت ہم ناکی بھی جان کاڑھ لیتے ہیں۔	۳۷
پیوتا ہے۔(بجائے پیتا ہے)	درخت جڑکی راہ پانی پیوتا ہے۔	۴
کرنا کا ماضی مطلق کرا۔	اس نے حضرت موسیٰ کی حقارت کری۔	۷۰
موا۔(بجائے مرا)	چچا آپ کا ابوطالب کافر موا۔	
فعل معطوف "کرکر"	عباسؓ کو حصہ کر کر بانٹ دیا تھا۔	۱۰۵

جمع مونث فاعل کے ساتھ فعل جمع مونث

جب حضرت علی اور ام الیمن لونڈی، شاہد لائیاں۔

ایک مرد کے ساتھ دو عورت ہوئیاں۔

کنکریاں جو بدن میں چبھتیاں۔ ۱۲۴

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے چاہت	اوس کی بے چاہت خواہ مخواہ ہو گیا۔	۸
بے تعظیمی	اون کی بے تعظیمی کفر ہے۔	۶۹
بے وارثی	ایک رانڈ بے وارثی کا کام للہ کر دیا کرے۔	۷۳
بے مزگی	آج مجھ میں اور اون میں کچھ بے مزگی ہو گئی تھی	۱۲۹
بے ایمان	بے ایمان ہو کر مرنا اوس کا کسی سے ثابت نہیں	

	ہوا ہے۔	۱۴۰
بے فرمان	فرمانبردار یا بے فرمان اللہ تعالیٰ کے پر جنازے کی نماز پڑھنی۔	۱۴۴
بے فرمانی	بنی اسرائیل بے فرمانی حضرت موسیٰ کی کر کے بھاگے۔	۱۵۲
بے توبہ	وہ بے توبہ مرگیا۔	۲۰۳
بے چگونی) بے کیفی)	قیامت میں اور بہشت میں بندوں کو ساتھ خدا کی شان بے چگونی اور بے کیفی کے روبرو ہونا ہوگا۔	۲۰۳
بے حضور	دوسرا نماز کو بے حضور پڑھتا ہے۔	۱۹۶

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً

اماموں دین کے	۲۰
معاملہ فضول کا	۲۷
اسباب گھر کا	۱۰۵
دشمن خدا کا	۱۱۷

جمع الجمع

اصحابوں	۳
اشرافوں	۳۸
امراؤں	۱۰۰
انبیاؤں	۱۰۴
علماؤں	۱۱۲
اولیاؤں	۱۵۴

مولوی رشید الدین دہلوی

مولوی رشید الدین[۶۳] دہلی کے نامی گرامی عالم، خانوادۂ ولی اللٰہی کے فیض یافتہ اور خاص نمائندے تھے۔ ان کی متعدد وقیع تصانیف ہیں۔ انہوں نے اردو زبان میں بھی ایک کتاب رشید المومنین کے نام سے لکھی ہے۔

رشید المومنین

یہ کتاب حشر ونشر کے بیان میں ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء) میں تالیف ہوئی۔[۶۴] اس سے پہلے مصنف نے اسی موضوع پر ایک مجمل اور مختصر سا رسالہ نور الایمان کے نام سے لکھا تھا، جیسا کہ انہوں نے آغاز کتاب میں رشید المومنین کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

۶۳ مولوی رشید الدین ولد امین الدین، مفتی صدر الدین آزردہ کے عزیز اور شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے شاگرد رشید تھے۔ دوسرے علوم کے علاوہ ہیئت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ دہلی کالج میں مسند درس کو زینت دی۔ شیخ احمد شیروانی صاحب نفحۃ الیمن (ف ۱۲۵۶ھ) سے مراسلت تھی۔ اس خط وکتابت کا مجموعہ المکاتیب کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ الصولۃ الغضنفریہ شوکت عمریہ (رد شیعیت) ایضاح لطافۃ المقال، تفضیل الاصحاب، شرح تشریح الافلاک اور اعانۃ الموحدین واہانۃ الملحدین (رد رسالہ راجا رام موہن رائے) ان سے یادگار ہیں۔ باختلاف روایت ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) میں انتقال ہوا۔

۶۴ مولانا امتیاز علی عرشی رام پوری لکھتے ہیں: ”ہمارے نسخہ میں کسی سید اسماعیل نے ”رشید الدین“ کو چھیل کر اپنا نام لکھ دیا ہے، اور سنہ کو ۱۲۴۸ھ بنایا ہے۔ (فہرست مخطوطات اردو۔ رضا لائبریری رام پور۔ ۶۵)

"بعد حمد و نعت کے ناظران ان اوراق پر پوشیدہ نہ رہے کہ سابق اس کمتر اور احقر ضعیف و مسکین، خاکپائے مسلمین ہیچ مداں محمد رشید الدین نے رسالہ نور الایمان میں کچھ حال حشر کا بے دلیل و سند مجمل بیان کیا تھا کہ بعضے محب و مخلص وقت مطالعہ یا سماعت کے، واسطے سند اس کے مضمون کے متردد ہوتے تھے، اس واسطے چاہا کہ ایک رسالہ جدا اس بیان میں باسند و دلیل ترتیب دیجیے الحمد للہ کہ سن بارہ سو چوبیس ہجری میں یہ رسالہ مرتب ہوا....... اور نام اس رسالہ کا رشید المومنین رکھا۔"[۶۵]

رشید المومنین کے خطی نسخے کی حالت بیان کرتے ہوئے مولانا امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں:

"کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور آیات و احادیث شریف کا اچھا نسخہ ہے، نیز عربی عبارتیں با اعراب ہیں روشنائی کالی ہے، عنوانات و علامات ماخذ شنجرفی ہیں، کاغذ بانس کا دیسی معمولی قسم کا ہے، کرم خوردہ اور پیوندکاری بھی ہے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں، عام حالت اچھی ہے ...... ورق ۵ ب سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے ...... ۱۰۵، اوراق سطور ۲۱ فی ورق۔"[۶۶]

○

مولانا محبوب علی دہلوی

مولانا محبوب علی[۶۷] دہلی کے نامور عالم و فاضل، واعظ اور خاندان ولی اللٰہی کے

---

[۶۵] رشید المومنین از مولوی رشید الدین (مخطوطہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۵ ب

[۶۶] فہرست اُردو مخطوطات رضا لائبریری رام پور۔ ص ۶۷

[۶۷] مولانا محبوب علی بن سید مصاحب علی، دہلی کے قدیم باشندے، محرم ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۵ء)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فیض یافتہ اور نمائندہ شخصیت تھے۔ جب شاہ اسماعیل دہلوی نے عمل بالحدیث اور اور دوسرے مسائل آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ کی تبلیغ و اشاعت کی تو مولانا محبوب علی نے اس کی شدید مخالفت کی اور مندرجہ ذیل رسالے لکھے:

۱۔ اختصار الصیانہ

۲۔ صیانۃ الایمان

۳۔ رسالہ در بیان عدم جواز رفع سبابہ

۴۔ تصویر التنویر فی سنۃ البشیر و النذیر (رد تنویر العینین تالیف شاہ اسماعیل)

۵۔ رسالہ اوقات نماز پنجگانہ

۶۔ تحریر محبوب بطرز مکتوب

اوّل الذکر چاروں رسالے فارسی زبان میں ہیں۔ پہلے تین رسالے خطی صورت میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ آخری دونوں رسالے اُردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔

۱۔ رسالہ اوقاتِ نمازِ پنجگانہ[۶۸]

مولانا محبوب علی نے یہ رسالہ نمازِ پنجگانہ کے اوقات کے تعین میں اُردو زبان میں

بقیہ حاشیہ: ۶۷

میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یاغستان بھی گئے، مگر وہاں کے حالات سے غیر مطمئن ہو کر واپس آ گئے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کچھ دنوں تک بھوپال میں رہے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر بڑی گہری نظر تھی۔ تمام عمر درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں گزاری۔ سوات کے علاقے میں خاص طور سے تبلیغ و تذکیر کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء) میں انتقال ہوا۔

۶۸ رسالہ اوقات نماز پنجگانہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔ ہمارے پاس اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی موجود ہے۔

لکھا ہے۔ کتاب میں کہیں کہیں غیر مقلدین سے تعرّض کیا ہے۔ یہ رسالہ مختصر سی تمہید کے بعد مندرجہ ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب	نماز مغرب کے وقت کے بیان میں
دوسرا باب	نماز عشا کے وقت کے بیان میں
تیسرا باب	نماز فجر کے وقت کے بیان میں
چوتھا باب	نماز ظہر کے وقت کے بیان میں
پانچواں باب	نماز عصر کے وقت کے بیان میں

اس کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"حمد و شکر اوس کریم کارساز کو کہ جس نے تخفیف کیا ہم پر پنتالیس نماز کو، پانچ نمازیں رکھیں اور پچاس کا ثواب اور وعدہ کیا، ادا کرنے پر کہ نہ کرّں گا عذاب۔ درود و سلام اوس حبیب خاص کو اور اوس کی امت با اختصاص کو جنھوں نے راہنمائی کی مومنان عوام و خواص کو۔ بعد اس کے عرض کرتا ہے محبوب علی حنفی برادران مذہب سے کہ نماز پنجگانہ بہت بڑا فرض ہے کہ جس کی فرضیت سے خالی نہ کوئی اہل ارض ہے"[۵۹]

زبان و بیان

مصنف نے اکثر قافیہ آرائی کا بھی التزام کیا ہے مثلاً

کریم کارساز کو، پنتالیس نماز کو ۱

ثواب، عذاب ۱

حبیب خاص، امت با اختصاص ۱

بڑا فرض ہے، اہل ارض ہے۔ ۱

---

۵۹ رسالہ اوقات نماز پنجگانہ۔

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے پہلے ہے، مثلاً

حصہ رات کا	۱
وقت مغرب کا	۲
دعویٰ اجتہادِ مطلق کا	۲
روایت حسن بن زیاد کی	۲
قول صاحبین کا	۲

عام طور سے حرفِ جار مقدّم ہے مثلاً

مانند صبح کے	۱
موافق قول امام کے	۱
بیچ مذہب امام اعظم کے	۲
مطابق قول امام اعظم کے	۲
واسطے ثواب کے	۳
بدون علم یقینی کے	۴
پہلے اس کے	۸
بعد سرخی کے	۹
اوپر قول امام اعظم کے	۳۶
پہلے سورج ڈوبنے کے	۴۴

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے کراہیت	وقت عصر کا مستحب اور بے کراہیت جب تک ہے۔	۹
بے پروائی	بے پروائی سے کافر ہو جائے گا۔	۲۸
بے خطا	اپنے مذہب کو برحق اور بے خطا سمجھے۔	۳۴

بے اصل	(یہ بات) بے اصل محض ہے۔	۳۷
بے حاجت	اختلاف کھڑا کرنا علما میں بے حاجت کا رمرضی شیطان کا ہے۔	۳۴

"بلا" نافیہ بطور سابقہ

بلا عزیمت	عمل کرنا اوس پر جائز ہوگا بلا عزیمت	۲۱

۲- تحریر مجبوب بطرزِ مکتوب

مولانا مجبوب علی دہلوی کی ایک مختصر سی اُردو تحریر بعنوان "تحریر مجبوب بطرزِ مکتوب" ایک مجموعے میں شامل ہے جس میں تقلید و عدم تقلید سے متعلق چند رسائل بھی ہیں ہمارے سامنے ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) کا مطبوعہ مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں تحریر مجبوب کے علاوہ (۱) توقیر الحق (مؤلفہ نواب قطب الدین دہلوی) (۲) نظام الاسلام (مؤلفہ، مولانا محمد وجیہہ کلکتوی) (۳) تنبیہہ الضالین (مجموعہ فتاویٰ علما کے دہلی و حرمین) (۴) فتویٰ علمائے دہلی (۵) اور تحریر عبدالحکیم بھی ہے۔[۱]

تحریر مجبوب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے ہم مسلمان محمدی حنفی لوگوں کو معتزلہ اور خوارج اور نواصب اور روافضہ کے مذہب کی خصوصیت سے بچایا اور خاص اہلسنت وجماعت کا مذہب سکھایا اور درود اوس کے رسول مقبول پر جس نے خبردار کیا کہ جب اختلاف ہووے امت میں تو میرے خلیفوں ارشدوں کی راہ دیکھ لو کہ کدھر کو ہے، پس غلو تقلید اماموں کی کا اور غلو تقلید محدثوں کی کا ہم سے دور کیا اور "حسبنا کتاب اللہ" کا مفہوم ہم کو سمجھا دیا۔"[۲]

---

[۱] یہ تمام تحریریں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل کی ہیں۔

[۲] تحریر مجبوب بطرز مکتوب (شامل مجموعہ توقیر الحق، نظام اسلام، تنبیہہ الضالین وغیرہ) مطبوعہ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور، ۱۳۲۵ھ) ص ۱۵۲- (حاشیہ)۔

اس کتاب کی عبارت بڑی حد تک عام فہم، صاف اور سلیس ہے۔

○
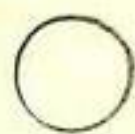
شاہ غلام علی مجددی

شاہ غلام علی مجددی دہلوی[۷۲] علوم ظاہر و باطن کے جامع اور عارف کامل تھے۔ انہوں نے ایک مدت تک دہلی میں رشد و ہدایت اور تہذیب و ترتیب کی مجلس گرم رکھی۔ ان کا فیض عجم و عرب تک پہنچا۔ ان کے مکتوبات، ملفوظات اور تالیفات تمام تر فارسی زبان میں ہیں۔ ان کا ایک اردو مکتوب دستیاب ہوا ہے جسے ہم پیش کر رہے ہیں۔

---

۷۲ شاہ غلام علی بن شیخ عبداللطیف کا اصل نام عبداللہ تھا، ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) یا ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) کو بٹالہ (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے۔ جملہ مراتب سلوک طے کر کے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:

"سبحان اللہ علم اور عمل اور فضل و کمال اور تجرید و تجرد اور حلم و کرم اور سخاوت اتم اور ایثار و انکسار آپ کی ذات پر ختم تھے ...... آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں کے لوگوں نے ان کی بیعت اختیار کی۔ میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد، مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی ..... حضرت کی خانقاہ میں پانسو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا۔

(آثار الصنادید باب چہارم۔ صفحہ ۱۱ سے ۱۵)

۲۲۔ صفر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) کو شاہ غلام علی مجددیؒ کا انتقال ہوا۔

مکتوب (اُردُو) شاہ غلام علی مجددی

شاہ غلام علی مجددی نے یہ اُردو مکتوب اپنے بھانجے سیّد حسن بن محی الدین بٹالوی[۲۳] کو لکھا ہے، جسے سید حسن کے فرزند شاہ ظہور الحسن قادری (ف ۱۰۔ شوال ۱۳۱۷ھ (۱۹۰۰ء) نے اپنی کتاب ارشاد المسترشدین میں نقل کیا ہے[۲۴]
مکتوب کا مکمل متن یہ ہے:

"حضرت میرے، تسلیم قبول ہو۔ اگر ممکن ہو تو ہر بیمار کے واسطے استخارہ مسنونہ کر کے علاج شروع کریں اور دعا کر کے بیٹھیں اور دعا پر ختم کریں۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ بیمار کو مردہ کی طرح لٹا دے اور بیچ میں گاؤ تکیہ رکھ کر، اوّل انگوٹھے پکڑ کر، چہرہ پہ ٹکٹکی باندھ کر، دس پندرہ بیس منٹ تک جس قدر ہو سکے دیکھے، مگر دس منٹ سے کم نہ ہو۔ بعدہ انگوٹھے چھوڑ کر دو چار یا پانچ منٹ ہاتھوں کو سر پر رکھے۔ پھر ہاتھ ایک دو منٹ شانوں پر رکھ کر ایک منٹ میں ہاتھوں کو انگلیوں تک پہنچا دیوے۔ پھر پشت پر، ایک منٹ میں سرین تک، پھر ایک منٹ سینہ پر رکھ کر، آدھے منٹ میں ناف تک، پھر دو تین منٹ بعدہ اور ناف پر۔ ایسا کرنے سے تمام جسم میں نور پھر جاوے گا، اور شاید مابین اس کے درد اٹھے، وہ علامت صحت ہے، اس سے ڈرنا نہ چاہیئے

۲۳۔ سید حسین ولد سید محی الدین، بٹالہ کے رہنے والے تھے، عالم اور شیخ طریقت تھے حضرت شاہ غلام علی مجددی کے بھانجے، مرید اور خلیفہ تھے۔ علم حدیث و تفسیر میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رہتا تھا۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) کو انتقال ہوا اور شاہ محمد فاضل الدین بٹالوی کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

۲۴۔ ارشاد المسترشدین از سید ظہور الحسن بٹالوی (مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ ۱۳۱۳ھ) ص ۱۳۷

بہ دیر پا نہیں، ہر نشست میں اس کی امید رکھنی چاہیے۔ یہ بہت مبارک ہے۔ بعد اس کے پیشانی سے پیروں تک انگلیوں سے بغیر چھونے جسم کے آدھ انچہ کے فاصلے سے، پاس طویل کے ذریعے سے گھٹنوں پر ہاتھوں کو سلامی کرکے انگوٹھوں سے بیماری کو پندرہ بیس مرتبہ نکال کر ہر مرتبہ انگلیوں کو زمین پر جھاڑے۔ بعد اس کے خمار و غفلت دور کرنے کے لیے گھٹنوں سے پیروں کی انگلیوں تک پاس کرتا رہے حتیٰ کہ غفلت دور ہو۔ پانچویں ساتویں روز بحران جید پڑنے سے بہت جلد صحت ہوتی ہے۔ اگر کسی خاص عضو میں بیماری ہے تو اول چہرے پر نور بھرے، بعد اس کے بیماری کی جگہ پر نور بھرے، سر پر اور کندھوں پر، شکم اور پشت پر نور بھرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگر ہاتھ یا پیر میں بیماری ہے تو صرف بیماری کی جگہ سے بغیر چھوئے جسم کے ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں سے انگوٹھا پکڑ کر، بیماری نکال کر ہاتھ جھاڑے۔ اگر ہاتھوں یا پیروں کے سوا اور کسی جگہ بیماری ہے تو چہرہ پر نور بھر کر، بعد اس کے بیماری کی جگہ پر نور بھر کر چہرہ سے پیروں تک انگوٹھا پکڑ کر بذریعہ پاس طویل بیماری نکالیے۔ بعد صحت ہونے کے بھی احتیاطاً پندرہ بیس دن دم شدہ پانی پلاویں کہ بیماری عود نہ کرے۔ پانی کو مقدار کے بموجب دس پندرہ بیس منٹ حتیٰ کہ ایک گھنٹے تک انگلیوں سے اور آنکھوں سے دم کرے، یعنی نور بھرے اور منہ سے بھی دم کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا دم شفا اس میں جاتا ہے۔ اگر کوئی آیت پڑھ کر دم کرے تو اولیٰ ہے۔ بھوت، جن، پریت وغیرہ کے واسطے سورہ جن اور قبض کے واسطے یا باسط اور بیماریوں کے لیے آیات شفا پڑھ کر دم کرے تو اولیٰ ہے۔ وہ بیمار جو کروٹ تک نہیں لے سکتے، جس طرح ہو سکے، اسی طرح سے توجہ دیوے خواہ ہاتھ پکڑ کر یا نہ پکڑ کر۔ بچوں کو جب سو جاویں توجہ دیوے، مگر ہر بیمار پر ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ محنت نہ کرنی چاہیئے، اور جن کی عمر ستر برس سے زیادہ ہو، ان کو پندرہ

منٹ سے زیادہ توجہ نہ دینی چاہیئے، کیونکہ کمزوری آتی ہے۔ غریبوں کا للہ
علاج کرے، اور امیر اگر دیوے تو قبول کرنا چاہیے۔ اگر قبول نہ کرے تو امیروں
سے صدقہ دلانا چاہیئے کہ صدقہ ردِّ بلا ہے۔ سر میں اگر درد ہو تو دم شدہ پانی سنگھانا
(یعنی پانی کی ناس دلانا) چاہیے۔ اگر کوئی گنجا ہو تو اس پانی سے سر کو دھلانا چاہیے
بواسیر والا آب دست لیا کرے۔ جس کے پیٹ میں درد ہو تو دم شدہ پانی
بوتل میں بھر کر شکم پر پھیرنا چاہیے۔ جس کی آنکھ میں نزلہ اتر آوے دم شدہ
پانی سلائی سے سرمہ کی طرح لگانا چاہیے۔ اکثر یہ پانی آنکھوں میں مرچ کی طرح
لگتا ہے۔ بعضے بیماروں کے پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ بوتل دم شدہ پانی سے
بھر کر دونوں پاؤں کے بیچ رکھ دیوے۔ بعضے بیماروں کو نیند نہیں آتی۔ تیل کو
پانی کی طرح دم کر کے چراغ میں ڈالے۔ اور روئی کو دو تین منٹ منہ سے دم
کرے، آنکھوں سے نور بھر کر بتی بناوے اور لالٹین سبز میں چراغ جلاوے
اس کو بیمار ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے تو نیند آجاوے گی۔ بیمار کی غذا اور دوا
کو جو کھاتا ہے، منہ سے اور آنکھوں سے دم کیا کرے۔ تیل دم شدہ تین چار
روز تک کافی ہوگا۔ اس کا بسترہ و رضائی و چادر و کرتہ اور ہر ایک کپڑا جو
اس کے استعمال میں ہے دم کر دیا کرے، دوسرے تیسرے روز زدہ کپڑے
دھلوا کر انہیں کو دم کرے یا اور کپڑوں کو۔ کپڑے کے دم کرنے کی یہ ترکیب
ہے کہ جو چھوٹا کپڑا مثل رومال کے ہو اس کو ہاتھوں سے دبا کر منہ سے دم کرے
اور جو بڑا ہو اس کو لپیٹ کر سامنے رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں سے بغیر
چھوئے کے دور سے، اوپر سے نیچے کی طرف پاس کرے اور آنکھوں
سے بھی نور بھرے۔ درد کی جگہ پر پٹی و پھایا دم شدہ باندھے یا دم شدہ پانی،
درد کی جگہ مثل تیل کے ملے۔ پھوڑے، پھنسی اور پھوٹ اور چنبھل اور
پرچھائیوں کے واسطے گنڈہ بنا دے اور ہر ہر گرہ پر کچے دھاگوں کے
گنڈے پر رجوعِ دل سے دم کرے۔ گرمی دانہ جس کو چیچک و خسرہ کہتے

ہیں، اس پانی سے نہلا دے۔ مگر گندی جگہ پر پانی نہ گرنے دیوے۔ جس کو سانپ
کاٹے دم شدہ پانی پلاوے۔ مسجدوں میں جو پانی وغیرہ ہر ایک نمازی سے دم
کراتے ہیں، یہ قاعدہ اچھا نہیں، کیونکہ ایک شخص کا نور دوسرے سے برخلاف
ہے، بلکہ ایسا کرنے سے فائدہ کی جگہ نقصان ہوتا ہے۔ اور بیمار کو ایک ہی
شخص توجہ دے۔ یہ نہیں کہ آج ایک مرشد، کل دوسرا، پرسوں تیسرا۔ اگر مرشد
بیمار ہو جاوے یا کہیں چلا جاوے۔ اس وقت اختیار ہے کہ اپنا نائب مقرر
کرکے اجازت دے جاوے کہ توجہ دیا کرے۔ اور بیمار کو چاہیے کہ تا صحت
اپنے مرشد کا ادب کرے، کیونکہ اگر مرشد کو نفرت ہوئی تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔
مرشد کو جس سے زیادہ الفت ہوگی، اس قدر جلد بیمار کو صحت ہوگی۔ نفرت
اس علاج کے خلاف ہے۔ مرشد کو چاہیے کہ جذام و کوڑھ دورے والی بیماریوں
پر جن کو حکما نے لاعلاج لکھا ہے ہاتھ نہ ڈالے۔ جذام وغیرہ میں صرف پانی
پلایا کرے کیونکہ توجہ میں نفرت آوے گی اور وہ بیماری مرشد کو چمٹ جاوے
گی۔ پھر اچھا ہونا مشکل ہوگا۔ اگر اپنے میں مرشد ہمت دیکھے تو دورہ کی بیماری
میں ہاتھ ڈالے، کیونکہ ہر ایک دورہ کے وقت توجہ دینی ہوگی۔ جب تک
سات آٹھ دورہ توجہ نہ ہوگی، صحت محال ہے۔ ہر دورہ پہ حاضر ہونا مشکل ہے
کیونکہ اگر سال بھر کے بعد دورہ آتا ہے تو سات آٹھ سال انتظار کرنا ہوگا۔
اگر مرشد کے کسی جگہ بیماری ہو تو اس جگہ انگلیوں سے پکڑ کر یا چھو کر چھ یا
سات منٹ دم کرکے بذریعہ پاس پیروں سے بیماری نکالے یا آئینہ سامنے
رکھ کر اپنی عکسی شکل پر نور بھر کر کے، اسی طرح بیماری نکالے جس طرح سے
اوروں کی بیماری نکالی جاتی ہے، یا اپنے شاگرد سے علاج کرا وے، یا بیمار
کو حالت انبساط میں لا کر اس سے توجہ دلا دے، اور جب توجہ دے یہی
خیال کرے کہ آج پہلے دن بیٹھا ہوں اور خوب دلسوزی کے ساتھ توجہ دیوے
دلسوزی دبے خیالی شرط اعظم ہے، ورنہ بہانہ ہے۔ اپنی توجہ پہ یقین کامل کرے

کہ میں کامیاب ہوں گا۔ اگر مرشد کو فالج کرے تو یہ خیال کرے کہ سرخی میں لفظ
اللہ زرد حرفوں سے لکھا ہے۔ اگر نزلہ بارد ہو تو یہ خیال کیا کرے کہ قرصِ آفتاب
میں غوطہ لگائے بیٹھا ہوں۔ یہ اپنا خود علاج کرنے کا قاعدہ ہے۔ غائب میں
بھی توجہ دی جا سکتی ہے، خواہ کتنی ہی دور بیمار ہو، مگر شرط یہ ہے کہ اگر بیمار
غائب کی توجہ سے سو جاوے تو اس کو کوئی نہ جگاوے، ورنہ نقصان ہوگا۔
اس نور کو شجر و حجر کوئی حجاب مانع نہیں، جدھر در ڈالا ادھر ہی جاتا ہے۔
دم شدہ پانی دوسرے روز کام کا نہیں رہتا۔ اس پانی میں اگر آٹا گوندھ کر ایک
ایک پیڑہ صبح و شام گائے وغیرہ کو کھلاوے تو اصلی دودھ دینے لگے گی۔
ماسوائے دینی مطلب کے توجہ کو کسی دنیوی مطلب سے نہ کرے کہ طریقت
میں ان سے بدتر کچھ نہیں، اور فائدہ بھی نہ ہوگا۔

حضرت من۔ جس بات کا شک ہو مجھ سے دریافت فرما لیا کیجئے کیونکہ
کُل باتوں کے لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ملی۔ اپنی فرصت کے مطابق حضرت
عالی کو آگاہ کرتا رہوں گا، اور دعائے خیر سے یاد رکھیں اور اوقاتِ خاص میں
یاد کرکے قلب صافی سے اس حقیر کے اخلاص کو محو و منسی نہ فرماویں، اور آپ
کو اور فرزندان کو آپ کے اجازت عام ہے، اور جس کو حضرت مناسب اور
لائق سمجھیں اجازت دیویں، اور اس اجازت کی واپسی کا بھی آپ کو اختیار
ہے کہ جیسے خیال مقدس میں گزرے، شل سلب مرض اجازت کو سلب کر دیویں
اور طریقہ اس کا وہی ہے جو بعد عشا نسبت سلب زبانی بیان کر دیا تھا اور آپ
نے بخوبی سمجھ لیا تھا۔ بمجرد ناسازگاری و نالائقی کسی شخص کے سلب کا اختیار
حاصل ہے۔ اللہ بس و ماسوا ہوس۔[۵۵]

---

[۵۵] ارشاد المسترشدین۔ ص ۱۳۷ تا ۱۴۱

زبان و بیان

خط کی عبارت نہایت صاف، سلیس اور رواں ہے۔ القاب و آداب میں فارسی خط و کتابت کا قدیم انداز مطلق نہیں ہے۔ مرزا غالب کی اردو خطوط نویسی سے تقریباً تہائی صدی قبل کا یہ خط ہے۔

بعض مصادر کا استعمال

پاس کرنا	خمار و غفلت دور کرنے کے لیے پیروں کی انگلیوں تک پاس کرتا ہے۔	۱۳۷
دم کرنا	پانی کو......... ایک گھنٹے تک انگلیوں سے اور آنکھوں سے دم کرے۔	۱۳۸
توجہ دینا	جس طرح ہو سکے اسی طرح سے توجہ دے۔	۱۳۸
ناس دلانا	دم شدہ پانی سنگھانا (یعنی پانی کی ناس دلانا) چاہیے۔	۱۳۸

فعل مضارع میں واؤ کا استعمال مثلاً

لٹادے ۱۳۷

پہنچا دیوے ۱۳۷

جگادے ۱۴۰

حرف جار کی تقدیم

بعد صحت ہونے کے ۱۳۸

بذریعہ پاس ۱۳۸

بغیر چھونے کے ۱۳۹

بمجرد ناسازگاری و نالایقی ۱۴۱

ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ

بستر و رضائی — ۱۳۹

چادر و کورنہ — ۱۳۹

پٹی و پھایا — ۱۳۹

جذام و کوڑھ و دودرے والی بیماریاں — ۱۴۰

بھوت و چھلی — ۱۳۹

مندرجہ ذیل انگریزی الفاظ استعمال ہوئے ہیں

سنٹ — ۱۳۷

انچہ — ۱۳۷

بوتل — ۱۳۸

باب دُوُم

سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک کے عُلماء

(۱)

سیّد احمد شہید کی تحریک کے علما

سیّد احمد شہید

سیّد احمد شہید[1] تحریک جہاد کے قائد اور رہنما تھے۔ انہوں نے اپنے رفقاء کے ساتھ اصلاح معاشرہ کے لیے سخت جد وجہد کی۔ ان کے ہاتھ پر بہت سے علمانے بیعت کی اور تبلیغ و تذکیر کے فرائض بڑے پیمانے پر انجام دیے۔ سیّد احمد کے رفقانے اظہار

---

[1] سید احمد بن محمد عرفان، تکیہ رائے بریلی (اودھ) میں ۶۔ صفر ۱۲۰۱ھ (۲۹۔ نومبر ۱۷۸۶ء) کو پیدا ہوئے۔ کافیہ تک تعلیم ہوئی۔ حصن حصین بھی پڑھی تھی۔ خطوط پڑھ لیتے تھے اور لکھ بھی لیتے تھے۔ (قلمی) ورق ۳۶ الف) شاہ عبدالقادر دہلوی نے تعلیم و تربیت فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سات سال تک امیر خان کے لشکر سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد دہلی آئے اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی جیسے علما ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد دوآبہ کا دورہ کیا۔ شعبان ۱۲۳۹ھ (اپریل ۱۸۲۴ء) کو حج سے فارغ ہو کر لوٹے۔ جمادالاخری ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۶ء) میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ ۲۴۔ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶۔ مئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کے حالات اور تحریک پر کئی وقیع کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کتابوں میں مولانا غلام رسول مہر کی "سید احمد شہید" (کتاب منزل لاہور ۱۹۵۲ء) اور سید ابوالحسن علی ندوی کی "سیرت احمد شہید" (کراچی ۱۹۷۵ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

خیال کا ذریعہ اُردو زبان کو بنایا۔ خود سیّد احمد شہید سے اُردو زبان میں دو رسالے (۱) تفسیر سورۂ الحمد اور (۲) رسالہ حقیقت الصلوٰۃ یادگار ہیں۔

سیّد صاحب کے یہ دونوں رسالے ان کی زندگی میں ہی شائع ہو چکے تھے اور ان رسائل کے خاتمۃ الطبع میں بالصراحت یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ دونوں رسالے سیّد احمد شہید کے افکارِ عالیہ ہیں [۲] خاتمۃ الطبع کی عبارت درج ذیل ہے:

"الحمدللہ کہ تفسیر الحمد کی ہندی زبان میں جو حضرت رئیس المومنین، امام العارفین، سیّد المسلمین، قدوۃ السالکین، پیر و مرشد حضرت سیّد احمد صاحب، نفع پہنچائے اللہ ہم کو اور ہم سب مسلمان بھائیوں کو اون کی بقا سے اور زائد کرے فیض اور ارشاد اون کا۔ آپ اپنی زبان سے فیضِ ہدایت ترجمان سے فرما کے جامع علوم ظاہری اور باطنی جناب مولانا عبدالحی صاحب دام فیضہ سے تحریر کروائی اور حقیقت صلوٰۃ کی جو نماز پنجگانہ ہے اور کئی فائدوں کے ساتھ جسے ایک فاضل کامل نے حضرت پیر و مرشد کے مریدوں میں سے حضرت کی زبانِ اقدس سے سن کے ہندی زبان میں لکھا ہے۔ اہتمام سے عاصی نبیر خان اور وارث علی کے، جناب مولوی محمد علی صاحب کی تصحیح سے مولوی بدرعلی صاحب کے چھاپے خانے میں خاص و عام کے فائدے کے لیے چھاپا ہوئی تھی۔ اب اگر عالی ہمت کسی مقام پہ عبارت محاورے کی مخالف پاویں تو زبان طعنے کی دراز نہ کریں"[۳]

---

[۲] سیّد احمد شہید نے ایک مرتبہ اپنے مرید مولوی محمد اشرف بن قاضی نعمت اللہ (متوفی ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء) کے سامنے بھی سورۂ الحمد کی تفسیر بیان کی تھی (ملاحظہ ہو مقالات طریقت معروف بہ فضائل عزیزیہ از عبدالرحیم ضیا مطبوعہ مطبع متین حیدرآباد دکن۔ ۱۲۹۲ھ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷)۔

[۳] ایک مجموعہ رسائل مجموعہ (۱) حقیقت الصلوٰۃ (۲) تفسیر سورۂ الحمد (۳) رسالہ "اہل سنت کے عقائد" (۴) راہِ نجات، ناقص الاول ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴۱۔ ۱۴۲ سے ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے۔ یہ مجموعہ رسائل مولوی بدرعلی کے چھاپے خانے (کلکتہ) میں طبع ہوا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے درج ذیل امور واضح ہوئے:

۱۔ یہ رسالے سیّد احمد شہید اور مولانا عبدالحیؒ کی زندگی میں شائع ہوئے تھے۔

۲۔ سورۃ الحمد کی تفسیر سیّد احمد شہید نے اپنی زبان سے مولانا عبدالحی کو تحریر کروائی۔

۳۔ رسالہ حقیقت الصلوٰۃ، سیّد احمد شہید کی زبان سے سن کر ان کے کسی "فاضل کامل" مرید نے قلم بند کیا۔ ان فاضل کا نام نہیں بتایا گیا۔

۴۔ ان دو رسالوں کی تصحیح بوقتِ طباعت مولوی محمد علی نے کی ہے۔

مولوی عبدالحلیم چشتی صاحب کے سامنے ان رسائل کا جو مطبوعہ نسخہ رہا ہے، اس میں سن طبع بھی دیا ہے، جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہے:

"کیونکہ مقصود چھاپنے سے محض خیر خواہی جماعت مسلمین کی اور بہتری خواص و عوام مومنین کی ہے نہ آرائش الفاظ کی، لہذا جو قلمی مولوی صاحب ممدوح کا تھا، اگرچہ بعض مقام پر برخلاف محاورہ ہووے۔ بمہینہ جمادی الآخرہ کی بائیسویں تاریخ ۱۲۳۷ ہجری (۱۸۲۲ء) علیٰ ہاجرہ والصلوٰۃ والسلام طبع ہوا۔"[۱]

تفسیر سورۃ الحمد

سورۃ الحمد کی تفسیر کے شروع میں ایک مقدمہ سا لکھا ہے، جس کا آغاز اس طرح

---

[۱] تفسیر سورۂ فاتحہ از حضرت سید احمد شہید (مقالہ مولوی عبدالحلیم چشتی مطبوعہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ ستمبر ۱۹۶۵ء - ص ۲۶۵)

اٹھارہ انیس برس کے بعد یہ دونوں رسالے (حقیقت الصلوٰۃ و تفسیر سورۃ الحمد) محمد مصطفیٰ خان (ابن محمد روشن خان نے شائع کیے۔ (سید احمد شہید کی تحریک کا اثر اردو ادب پر از مولوی عبدالحلیم چشتی مطبوعہ "الرحیم" حیدرآباد فروری ۱۹۶۶ء ص ۶۵۰)

ہوتا ہے۔

"اس سورے میں اللہ نے دعا کی طرح بتلائی ہے اور اللہ کے بتلائے برابر سب کا بتلایا نہیں ہوتا، اس واسطے یہ سورت بڑی بزرگی رکھتی ہے اور دعا میں دستور یوں ہے، ہر کوئی جانے ہے کہ باوجودیکہ سب آدمی محتاج بے مقدور ہیں، پر سوال کرتے ہیں جو آدمی سخی، کریم، باہمت اور بامقدور ہے، اسی سے مانگتے ہیں۔ جتنا تفاوت آدمیوں میں اوصاف سے ہوتا ہے، اتنا ہی سوال کرنے میں فرق پڑتا ہے۔ جس میں سخاوت نہ ہو، اوس سے نہیں مانگتے، اور جو سخاوت ہو پر ترش دہ بی بھی ہو تو اوس سے بھی مانگنے میں پرہیز کرتے ہیں اور جو ترش رو بھی نہ ہو، بہت خلیق ہو، پر دینے کے پیچھے اترادے جتلاوے منت رکھے، اوس سے بھی مانگنا اچھے آدمیوں کو سخت بھاری ہوتا ہے اور جو بے مقدور ہو تو اوس سے مانگنا ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جتنے یہ اوصاف پُر کمال ہوں، اوتنا مانگنا اوس سے خوب ہوتا ہے، یہاں تک کہ مانگنا عزت ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بڑا ہی کریم باہمت پرلے درجے کا سخی ہو کہ وہ اپنی خوبیوں کے سبب مانگنے والے کا ہر طرح سے پاس کرے، اور اوس سے مانگنا عزت ہو جاتی ہے، اور سوال کرنے میں آدمی اول وہ صفتیں اور خوبیاں بیان کرتا ہے کہ جس سے سوال کرے وہ بھی مان لے اور اقرار کرے کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں، اور تیرا کہنا سچ ہے تو بھی دل کے اعتقاد سے کہتا ہے۔ جب یہ سب ہو کر سوال ہوتا ہے تو ہرگز وہ سوال رد نہیں ہوتا، بلکہ سوال کرنا واجب ضرور ہو جاتا ہے"۔[5]

"مالک یوم الدین" کی تفسیر بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"مالک ہے جزا کے دن کا۔ جزا کا دن قیامت ہے اور اللہ کی مالکیت ہمیشہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مگر ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ

---

۵ تفسیر سورۃ الحمد (مشمولہ مجموعہ رسائل مطبوعہ) ص ۲۴-۲۵

دنیا میں بظاہر اور بھی مالک کہلاتے ہیں گو وہ مالکیت عاریت ناپائیدار ہے،
کیونکہ اصل مالک اللہ ہی ہے لیکن قیامت میں یہ رعایت کی مالکیت بھی اٹھ جاوے
گی، جیسے کوئی شخص کہ کسی زمیندار کی زمین میں رہتا ہے اور اوس کی رعیت ہو
اور وہ شخص اوس زمیندار کے غائبانہ رعیت کے سامنے اپنے تیئں اوس زمین
کا مالک کہتا ہو تو وہ شخص جب زمیندار کے سامنے جاوے گا، جب آپ کو
ہرگز مالک نہ کہوے گا اور وہ زمین اپنی نہ بتلاوے گا، بلکہ اوس زمیندار کے
روبرو یوں کہے گا کہ میرا جان و مال اور جورو اور لڑکے سب تمہارے ہی
ہوں، اور یہی حال ہوگا اوس زمیندار کا وہاں کے راجہ کے سامنے اور اوس
راجہ کا کسی نواب کے روبرو، اور اوس نواب کا کسی بادشاہ کے سامنے، قیامت
کو سب کا حال اس سے زیادہ ہوگا۔ مالک حقیقی کے سامنے، سو اس طرح
اللہ کی مالکیت اور بادشاہی اوس دن آشکارا ہوگی اور سب پر کھلے گی سب
اوس کی مالکیت کا اقرار کریں گے کیونکہ اوس کے حضور ہوں گے اور ہر بات
پر اللہ کی طرف سے جواب ہوتا ہے۔"[۶]

زبان و بیان

چند اسمائے صفت:

حضوری	بندے کے دل میں حضوری اور بڑی محبت بہت چمک جاوے۔
مالکیت	اللہ کی مالکیت اور بادشاہی اوس دن آشکارا ہوگی۔

پچھتانا سے حاصل مصدر:

پچھتاؤ	کبھی پشیمانی اور نہ پچھتاؤ ہوتا ہے۔
نری بمعنی صرف، تنہا۔	عبادت نری اللہ کی ہے۔

---

[۶] تفسیر سورۃ الحمد، ص ۳۲-۳۳

کر کر کا استعمال :۔ جب اللہ کی ثنا صفت کر کر بندہ یہ کہتا ہے۔
اُنے بجائے اس نے :۔ اُنے اپنے بندے کو ایک تعریف کی چیز دی ہے۔
اتا بجائے اتنا :۔ ان دونوں میں اتّا فرق ہے۔
کتا بجائے کتنا :۔ ایسے غلام پر مالک کتا ہی سنگ دل بخیل، ہو۔

مضارع " وے " کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ جیسے اتراوے، جتلاوے، پاوے
سورۃ الحمد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں :

"سید احمد شہید نے بالکل بول چال کی زبان استعمال کی ہے اور روزمرّہ کو نہیں چھوڑا ہے۔ اس میں تصنع اور لفاظی نہیں ہے۔ ہندی کے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو عام فہم ہیں اور اس دور میں محاورے میں رچ بس گئے تھے۔ یہ تفسیر موضوع اور بیان دونوں اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے۔"[۵]

یہاں ہم اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ رسالہ حقیقت الصلوٰۃ میں جو ترجمہ دیا گیا ہے، وہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ ہے، حالانکہ سیّد احمد شہید تفسیر الحمد میں سورۃ الحمد کا ترجمہ مستقل طور سے کر چکے تھے اور یہ دونوں رسالے ایک ساتھ ان کی زندگی (۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء) میں طبع ہوئے تھے۔ سورۃ الحمد کے دونوں ترجمے درج ذیل ہیں:

سورۃ الحمد کا ترجمہ جو تفسیر الحمد میں دیا گیا ہے:

"سب حمد اللہ ہی کو ہے، پرورش کرنے والا ہے سارے جہانوں کا بہت رحم والا، ہمیشہ رحم کرتا ہے۔ مالک جزا کے دن کا، تجھی کو پوجتے ہیں ہم اور تجھی سے اعانت چاہتے ہیں ہم۔ بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ اون کی جن پر فضل کیا تو نے، نہ وے جن پر غصہ کیا اور نہ گمراہ۔"

سورۃ الحمد کا ترجمہ جو رسالہ حقیقت الصلوٰۃ میں دیا گیا ہے، وہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ہے۔

---

[۵] تفسیر سورۂ فاتحہ از حضرت سید احمد شہید (مقالہ مولوی عبدالحلیم چشتی۔ مطبوعہ الرحیم۔ حیدر آباد (سندھ ۱۹۶۵ء۔ ص ۲۶۸)۔

"سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا ہے، بہت مہربان نہایت رحم والا، مالک انصاف کے دن کا، تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں، چلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تُو نے فضل کیا، نہ جن پر غصہ ہوا ہے اور نہ بھٹکنے والوں کی۔"

حقیقت الصلوٰۃ

سیّد احمد شہید نے نماز کی حقیقت اور اسرار و رموز پہ مختصر سا رسالہ نہایت سادہ اور سلیس زبان میں اپنے ایک فاضل مرید کو املا کرایا تھا۔ یہ رسالہ سیّد صاحب کی زندگی (۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء) میں کلکتہ میں مولوی بدر علی کے چھاپے خانے میں چھپا تھا۔ مؤلف "مخزن احمدی" نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

امام المجاہدین کیفیت صلوٰۃ بہ نہجے کہ در رسالہ موسومہ بحقیقت الصلوٰۃ کہ مصنف آنحضرت است بیان فرمودہ[1]

ترجمہ: امام المجاہدین (سیّد احمد) نے نماز کی کیفیت حقیقت الصلوٰۃ نام کے رسالے میں کہ جو حضرت (سید احمد) کا تصنیف کردہ ہے بیان فرمائی ہے۔

حقیقت الصلوٰۃ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تُو نے ہمارے دل کو روشن اور زبان کو گویا کیا، اور ایسے نبیؐ مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے بھیجا کہ جس کی ادنیٰ شفاعت سے دونوں جہان کی نعمت پاویں، اور اوس کی ہدایت سے عرفان کی لذت اوٹھاویں۔ پھر درود و سلام اوس نبیؐ مختار اور اوس کے آل اطہار اور اصحاب کبار پر کہ جس نے بشر کو ضلالت و گمراہی سے باز رکھا، اور

---

[1] مخزن احمدی از سید محمد علی۔ (مطبع مفید عام) اکبر آباد۔ ۱۲۹۹ھ) ص ۳۴-۳۵

علما کو زیور علم و دانش سے آراستہ کیا۔ پیچھے حمد خدا اور نعت رسولؐ کے، ارباب دانش پر ظاہر ہو جیو کہ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اوس کی صفات کو جانے اور اوس کے حکم معلوم کرے اور مرضی نامرضی اوس کی تحقیق کرے کہ بغیر اوس کے بندگی نہیں، اور جو بندگی بجا نہ لاوے سو بندہ نہیں، اور بڑی بندگی نماز ہے کہ بدون اوس کے کوئی بندگی قبول نہیں، کیونکہ سراسب بندگیوں کا اور سب بُرے کاموں سے بچنے کا یہی ہے۔"[۹]

سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضوری بغیر تاثیر دل کے میسر نہیں، اور تاثیر دل کی بدون دانست معانی الفاظ کے حاصل نہیں، اس واسطے جو کچھ نماز میں ہے، معنی اوس کے ہندی زبان میں محاورے کے موافق کیے ہیں کہ اکثر غریب لوگ کہ جو ان معنوں سے مطلق بے خبر ہیں، سمجھ کے حضور دل سے نماز گزاریں، اور بہت سی حلاوت پاویں، اور ایک فائدہ اور ہے کہ اگر معانی الفاظ کے جانیں تو سب بُرے کاموں سے کہ جن سے نقصان ایمان کا ہے، بچیں اور معلوم کریں کہ جو اقرار اپنے رب کے سامنے کیا ہے، اوس پر قائم رہیں۔"[۱۰]

زبان و بیان

چند الفاظ کا استعمال:

ارواح بمعنی جن:۔ نہ ارواح نہ فرشتے

چیلا:۔	خاص چیلا سرکاری ہے
حضوری:۔	نماز میں حضوری دل کی شرط ہے۔

۹؎ رسالہ حقیقت الصلوٰۃ (مشمولہ مجموعہ رسائل مطبوعہ) ص ۲

۱۰؎ ایضاً ص ۳-۴

نامرضی :- مرضی نامرضی اوس کی تحقیق کرے۔

بےچونی :- بےچونی اور بڑائی اوس (اللہ) کی اس سورۃ میں باختصار خوب ہے۔

پاپچیں :- خدمت پاپچی کی اوس پر لازم ہے۔

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

شکر تیرے احسان کا

نماز درخت اور عمارات کی

دفع کرنا شیطان کا

حضوری دل کی

نقصان ایمان کا

حرف جار، مجرور سے مقدم

بدون اوس کے

پیچھے حمد خدا کے

بغیر اوس کے

جونسی کا استعمال بجائے جو :- جونسی سورت پڑھے

"وے" کا استعمال :- وے، واسطے خاص کے ہیں

اللہ صاحب کا استعمال عام ہے۔

چند مرکب مصادر

خلیفہ کرنا / حکم دینا :- خلیفہ کر کے سب پر اوس کو حکم دیا

پاکیزگی کرنا :- پہلے طہارت اور پاکیزگی کرے۔

جمع :- طرف کی طرفوں

سسنی کی جمع سسنیوں ۔ مشقت میں ڈال نفس کا ادرس کی سسنیوں کے اوقات میں ۔

حقیقت الصلوٰۃ میں الحاق

حقیقت الصلوٰۃ کا جو نسخہ ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۲ء) میں سید احمد شہید کی زندگی میں مرزا بدر علی کے چھاپے خانے (کلکتہ) میں اور بعد ازاں اس کی نقل مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) اور ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۰ء) میں شائع ہوئی ہے، ان مطبوعہ نسخوں میں یہ رسالہ دعائے قنوت پر ختم ہوجاتا ہے، مگر بعد میں اس رسالے میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ۱۲۶۳ ہجری (رجب ۱۸۴۷ء) کا مکتوبہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے، اس میں مندرجہ ذیل عنوانات کا اضافہ ہے:

۱۔ آیۃ الکرسی

۲۔ اذان

۳۔ پانچ کلمے

۴۔ ایمان مجمل

۵۔ ایمان مفصل

۶۔ درود اور دعائیں

رسالہ حقیقت الصلوٰۃ مختلف مطابع میں مصنف کے نام کی صراحت کے بغیر چھپتا رہا ہے۔ اس وقت چار مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔

۱۔ مطبع الکافی کانپور (۱۲۸۰ھ) باہتمام مولوی مسیح الزماں

۲۔ مطبع افتخار دہلی ۔ ۱۳۰۸ھ

۳۔ محمود المطابع دہلی (بغیر سال طباعت) باہتمام مرزا عالم بیگ خان

۴۔ پرکاش اسٹیم پریس لاہور (۱۳۴۰ھ) باہتمام ابو محمد جمیل

ان نسخوں میں الحاقی مواد کے علاوہ نماز جنازہ اور دعائے سید الاستغفار کا بھی

اضافہ ہے۔ حقیقت الصلوٰۃ کا ایک خطی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ اس کا عنوان "رسالہ نماز و روزہ" ہے۔ کاتب نے اس رسالے کو شاہ عبد القادر کی تالیف بتایا ہے مولانا امتیاز علی عرشی صاحب نے فہرست میں بھی اسی عنوان سے نقل کیا ہے۔ اس رسالے کے شروع میں "تھا بسری" کی ایک مثنوی ہے۔ اس کے علاوہ اُردو، فارسی اور عربی کے چند اشعار، بعد ازاں عربی ادعیہ اور مارواڑی زبان کی دو چھوٹی چھوٹی حمد و نعت کی نظمیں ہیں۔

رامپور کے خطی نسخے میں عبارت میں کہیں کہیں معمولی سا فرق بھی ہے۔ اب ہم رامپور کے خطی نسخے "رسالہ نماز و روزہ" اور مطبوعہ "حقیقت الصلوٰۃ" کی عبارات دو مقامات سے بطور مقابلہ نقل کر رہے ہیں:

اقتباس از حقیقت الصلوٰۃ	اقتباس از رسالہ نماز و روزہ
الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تو نے ہمارے دل کو روشن اور زبان کو گویا کیا اور ایسے نبیؐ مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے بھیجا کہ جس کی ادنیٰ شفاعت سے دونوں جہان کی نعمت پاویں اور اوس کی رہنمائی سے عرفان کی لذت اٹھاویں۔	الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان گویا کی اپنے نام کر اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کر اور اُمت میں کیا اپنے رسول مقبولؐ کی کہ جو اشرف الانبیا اور نبی الرحمت جن کی شفاعت سے امیدوار ہیں کہ پاویں دو جہان کی نعمتیں
مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اوس کی صفات جانے اور اوس کے حکم کو معلوم کرے اور مرضی نامرضی اوس کی تحقیق کرے کہ بغیر اوس کے بندگی نہیں اور جو بندگی بجا	سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اوس کی صفات جانیں اور اوس کے حکم معلوم کریں کہ بغیر اوس کے بندگی نہیں اور بندہ بندگی بجا نہ لاوے وہ بندہ نہیں اور

نہ لاوے بندہ نہیں اور بڑی بندگی نماز ہے کہ بدون اس کے کوئی بندگی قبول نہیں کہ سراسب بندگیوں اور برے کاموں سے بچنے کا یہی ہے۔

بڑی بندگی نماز ہے کہ بدون اس کے کوئی بندگی مقبول نہیں ہوتی کیونکہ سراسب بندگیوں کا نماز ہے۔

○

شاہ اسماعیل شہید دہلوی

شاہ اسماعیل شہید دہلوی[1]، خاندان ولی اللہ کے نامور رکن، عالم، واعظ، مبلغ، مجاہد شہید تھے۔ انہوں نے رسوم و بدعات کے رد کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ وعظ و تبلیغ ان کا مشغلہ حیات تھا۔ رد بدعات و رسوم میں انہوں نے اردو زبان میں ایک کتاب "تقویۃ الایمان" لکھی جو نہایت مقبول و مشہور کتاب ہے۔

---

[1] شاہ اسماعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز نے تعلیم و تربیت فرمائی۔ سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۲ء) میں حج سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد سید احمد شہید کی قیادت میں یاغستان میں سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔ ۲۴ ذلقعدہ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) کو جام شہادت نوش کیا۔ تقویۃ الایمان کے علاوہ شاہ اسماعیل سے صراط مستقیم (باب اول)، منصب امامت، رسالہ اصول فقہ، رسالہ یک روزی، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح، تنویر العینین فی رفع الیدین، اور مثنوی سلک نور وغیرہ یادگار ہیں۔

تقویۃ الایمان

شاہ اسماعیل شہید نے عربی میں ایک رسالہ ردّ الاشراک کے نام سے لکھا، جس کا موضوع ردّ رسوم و بدعات تھا۔ ترتیب اس طرح تھی کہ پہلے قرآنی آیات اور پھر اس کی تائید میں احادیث نقل کی گئی تھیں۔ بعد ازاں شاہ اسماعیل نے تبلیغ اور افادۂ عام کی غرض سے ردّ الاشراک کے باب اول کا ترجمہ و تشریح عام فہم اردو زبان میں لکھے اور اس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں:

"شاہ شہید نے تقویۃ الایمان کی ترتیب سے پیشتر توحید کے اثبات اور شرک و بدعات کی تردید کے لیے آیات و احادیث جمع کی تھیں اور اس مجموعے کا نام "ردّ الاشراک" رکھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کی اور مجموعے کو "الادراک لتخریج احادیث ردّ الاشراک" کے نام سے مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۰ھ میں شائع کر دیا۔ شاہ شہید نے اس مجموعے کے صرف ابتدائی حصے کو اردو کا جامہ پہنایا اور یہی "تقویۃ الایمان" ہے۔ بقیہ حصے کو مولوی محمد سلطان مرحوم نے تذکیر الاخوان کے نام سے اردو میں شائع کیا۔"[۱]

مولوی محمد سلطان نے بھی تذکیر الاخوان کے مقدمے میں یہی بات لکھی ہے:

"ایک فاضل جلیل متشرع دیندار نے شرک اور بدعت کی برائی کے بیان میں ایک رسالہ تقویۃ الایمان نام لکھا اور اس میں صرف آئتیں اور حدیثیں جمع کیں اور اس کے دو باب ٹھہرائے۔ ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں ہندی زبان میں بیان کیں اور دوسرے باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں اور تفصیل بعض بدعات کی آیت و حدیث سے ذکر کی اور ارادہ ہندی ترجمہ کا کیا مگر فرصت نہ پائی اور راہ خدا میں جان

---

[۱] تقویۃ الایمان (مقدمہ) صفحہ ۲۱۔ (اہل حدیث اکادمی، لاہور، ۱۹۷۱ء) ص ۲۱

دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب سن بارہ سو پچاس ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار، گنہگار، ہیچمدان محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں شروع کیا اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان اس کا نام رکھا۔"[۱۳]

تقویۃ الایمان کا زمانۂ تالیف متعین نہیں ہے۔ بعض خارجی شہادتوں کی بنا پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تالیف تبلیغی دوروں کے بعد اور سفر حج (۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) سے پہلے ہوئی ہے۔

مولانا امتیاز علی عرشی رامپوری کا بھی یہی خیال ہے:

"فہرست ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد: ۱، ۲۲۳ میں بحوالہ سیرت سید احمد شہید، ۱۲۳۵ھ کو سال تالیف بتایا ہے، لیکن خود سیرت مذکورہ ۴۰۶، میں لکھا ہے کہ اسے مولانا نے سفر لکھنؤ کے بعد اور سفر حج سے پہلے لکھ کر شائع کیا تھا۔ سفر لکھنؤ کے متعلق صرف قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ وسط ۱۲۳۵ھ (۱۸۲۰ء) میں واقع ہوا تھا۔ سفر حج پر روانگی کی تاریخ سیرت مذکور: ۱۰۶ کے مطابق سلخ شوال ۱۲۳۶ھ (۲۔ جولائی ۱۸۲۱ء) ہے، لہذا کتاب کو ان تاریخوں کی درمیانی مدت میں معرض وجود میں آنا چاہیے۔"[۱۴]

امیر الروایات کی دو حکایتوں میں بھی واضح طور سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ تقویۃ الایمان کی تالیف سفر حج سے پہلے ہوئی ہے اور یہ بات اس لیے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ مولوی خرم علی بلہوری کی کتاب "نصیحۃ المسلمین" ۱۲۳۸ھ (۲۳-۱۸۲۲ء) کی تالیف ہے اور تقویۃ الایمان بلاشبہ اس سے قبل کی تالیف ہے۔[۱۵]

---

[۱۳] تذکیر الاخوان ص ۴۹

[۱۴] فہرست اردو مخطوطات رضا لائبریری رام پور۔ ص ۷۵)

[۱۵] ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ (مشمولہ امیر الروایات از امیر شاہ خان) سہارن پور ۱۳۷۰ھ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تقویۃ الایمان کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین دیا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نائبوں کی جو ان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقے پر چلاتے ہیں، ان کی محبت دی سوائے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں کو رحمت کر اور ہم کو ان میں شریک کر اور ہم کو اسی کی راہ پر چلتے اور مرتے رکھ اور اسی کے تابعوں میں گن۔"

پھر لکھتے ہیں:

"سو اس لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور برائی شرک و بدعت کی اس رسالہ میں جمع کیں، اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی سلیس میں کر دیا، تا عوام اور خواص اس سے فائدہ برابر لیویں، جن کو اللہ توفیق دیوے، وہ سیدھی راہ پر ہو دیں اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہو دے آمین الٰہ العالمین اور اس رسالہ کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے۔ پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی۔"

(بقیہ حاشیہ ۱۵)
ص ۸، ۷، ۹، ۷ ۔ مولانا غلام رسول مہر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید تقویۃ الایمان سفر حج سے واپس آنے کے بعد لکھی ہے (مقدمہ تقویۃ الایمان ص ۲۱) ہماری نظر سے تقویۃ الایمان کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۰۔ شوال ۱۲۴۰ھ گزرا ہے جس کے کاتب علی محمد خان ولد ولی محمد خان ہیں۔ یہ نسخہ مفتی محمد ابراہیم فریدی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم (بدایوں) کی ملکیت ہے۔

زبان وبیان

اس دور کے اعتبار سے زبان سلیس اور رواں ہے۔ چند مقام ملاحظہ ہوں۔

(اور اون کو) دین بگاڑنا نہیں پہنچتا۔

لیکن پکارنے راہ سے ثابت ہوتا ہے۔

اولیا کی شفاعت پر بہت بھول رہے ہیں

لوگ قریب ہیں کہ ہو جاویں اوس پر ٹھٹ

اوس کو اللہ صاحب اپنے منکروں میں کہتا ہے۔

بعض مقامات پر الفاظ اور مضامین میں تکرار ہے۔

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

ناڑا	گلے میں ناڑا ڈالا۔
اچھوتی	یہ حواشی اور کھبتی اچھوتی ہے۔
نچھتر	ہم کو مینہ ملا فلانے فلانے نچھتر سے۔
بدھی	کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔
اڑے	اڑے کام پر اللہ کی نذر مانی۔
برہمن اشٹی	برہمن اشٹی کو ایسا جانے۔
پترا	کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے۔
سمان کا	کسی کو سمان کا ...... (بنایا)
باڈ	اللہ ہی ایک ایسی باڈ بھیجے گا۔
ٹوٹا	صریح ٹوٹے میں پڑا
لون	لون (نمک) بھی اسی سے مانگے۔

ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے نام: مثلاً سیتلا، بھوانی، کالی، کالکا، ہنومان،

انادلی، براہی۔

چند اور الفاظ کا استعمال: مثلاً

ورے	جو لوگ کہ ٹھیرانے ہیں ورے اللہ سے۔
پرلے اور ورلے	پرلے درجے کا شرک اور ورلے درجے کا شرک۔
بعضے	بعضے عوام الناس کہتے ہیں۔
جدی جدی	ہر کسی نے جدی جدی اللہ کی توحید کا اقرار کیا۔

چند مرکب مصادر کا استعمال

رحمت کرنا	اس کی پیروی کرنے والوں کو رحمت کر۔
راہ دینا	اللہ ہرگز ان کو راہ نہیں دے گا۔
راندنا	انہوں نے راندا تو خارج ہو گیا۔
چوک پڑنا	کسی اوس میں چوک پڑ جاتی ہے۔
بازو ہونا	نہیں اللہ کا ان میں سے کوئی بازو
بھولنا	اولیا کی شفاعت پر بھول رہے ہیں۔
رنج کھینچنا	خیالات باندھنے والا مفت رنج کھینچتا ہے۔
پیٹ رہنا	اوس کو پیٹ رہ گیا۔
بھوگ دینا	جنوں کو بھوگ دیجیے۔
تعلیم کرنا	لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تسلیم کیا۔

ہندی اور فارسی الفاظ کے ساتھ مرکب عطفی مثلاً

برائی و بھلائی

پیروں و شہیدوں

بھوت و پری

مرنا و جینا

غمی و خوشی

کھیت و باغ

کھیتی و باڑی

چین و آرام

پادری و پنڈت

غلام و لونڈی

چند اسمائے صفت مثلاً

مالکیت — جس میں اس کی مالکیت نکلے۔

بشریت — کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار

بعض صفات کا استعمال

کتنی — دین کی راہ میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔

کتنا — آدمی کتنا ہی گناہوں میں دب جاوے۔

اتنے — اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجیے۔

وتنا — جتنا ہم اون کو مانتے ہیں وتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں۔

جوں جوں، ووں ووں — جوں جوں اوس راہ پر چلیں گے، ووں ووں اوس سے دور ہوتے جاویں گے۔

بعض ضمائر کا استعمال: مثلاً

اُنے (ان نے) — اُنے بے خبروں کو خبردار کیا۔

جنے (جن نے) — جنے ان دو چار آیتوں کے بھی معنی سمجھ لیے۔

اللہ صاحب کا استعمال عام ہے: مثلاً اللہ صاحب نے فرمایا

بے نافیہ بطور سابقہ: جو لوگ بے حکم ہیں

بے مقدور — ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور۔

نا نافیہ بطور سابقہ: مثلاً

ناشکر — وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر۔

نامبارک — کبھی یہ چیزیں نامبارک بھی ہوتی ہیں۔

ناخوشی — پہچانی میں نے اون کے چہرے پہ ناخوشی۔

نامبارکی — نہ کسی چیز میں نامبارکی ہے۔

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال ہوا ہے: مثلاً

دعوے مسلمانی کے — دعویٰ ایمان کا — افعال شرک کے — مارے دہشت کے۔

شرع کی جعبیں نزعیں

جمع بطور واحد: مثلاً

ہر ملا مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

جمع الجمع: مثلاً

شیاطینوں — جن اور شیاطینوں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے۔

بیگماتوں — بیگماتوں میں سے ...... سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے۔

تقویۃ الایمان اس اعتبار سے نہایت اہم کتاب ہے کہ اس کی وجہ سے اُردو زبان میں موافق و مخالف بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہابی ادب کے جتنے اصلاحی رسالے لکھے گئے ہیں بڑی حد تک ان کی بنیاد تقویۃ الایمان ہی ہے اور یہ رسالے اور کتابیں تقویۃ الایمان ہی کی شرح اور تفصیل ہیں۔ علما کے ایک گروہ نے تقویۃ الایمان کے بعض خیالات اور انداز بیان سے اختلاف کیا اور ان کا کھل کر رد کیا۔ یہ تردیدی رسائل بھی بڑی حد تک اردو زبان میں لکھے گئے ہیں، اس طرح اُردو لٹریچر اور ادب میں بہت اضافہ ہوا۔

مجموعی طور سے تقویۃ الایمان سادہ اور سلیس عبارت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مخاطب جمہور مسلمین ہیں، اُردو کی نشر و اشاعت میں اس کتاب کا بڑا حصہ رہا ہے۔ پروفیسر حامد حسن

قادری لکھتے ہیں:

"مولوی اسماعیل کی تقویۃ الایمان بہت صاف و سلیس زبان میں ہے، صرف کہیں کہیں ترتیب الفاظ اور انداز بیان میں قدامت ہے۔"[۱۶]

یہی بات مولانا غلام رسول مہر نے لکھی ہے:

"اگرچہ یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی، جب اُردو نثر بالکل ابتدائی دور میں تھی، لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ، سلیس، شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند مخصوص الفاظ و محاورات چھوڑ کر آج بھی ویسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں۔ یقین ہے کہ اُردو زبان نشو و ارتقا کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃ الایمان کو بلحاظ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصوّر کرے گی۔"[۱۷]

○

مولانا سیّد اولاد حسن قنوجی[۱۸]

سید احمد شہید کے نامور خلیفہ، عالم اور مبلغ تھے۔ دعوت و تذکیر کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے رسالے لکھے، جن میں سے دو تین رسالے

---

[۱۶] داستان تاریخ اُردو ص: ۱۶۷

[۱۷] تقویۃ الایمان۔ (مقدمہ) ص ۱۸

[۱۸] مولانا سید اولاد حسن بن اولاد علی ۱۲۰۰ھ (۸۶-۱۷۸۵ء) میں قنوج ضلع فرخ آباد، (یو۔پی انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ریاست حیدر آباد دکن میں اعلیٰ عہدیدار تھے اولاد حسن نے پہلے مولانا عبدالباسط قنوجی سے تحصیل علوم کی۔ بعد ازاں لکھنؤ میں مولانا محمد نور اور مولانا حسن علی محدث وغیرہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ پھر ۱۲۳۲ھ (۱۸-۱۸۱۷ء)
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اُردو زبان میں ہیں جو ہمارے دائرۂ موضوع میں آتے ہیں۔

ہدایت المومنین

مولانا اولاد حسن قنوجی نے مسلمانوں کی اصلاح و تہذیب کی غرض سے ۱۲۳۹ھ (۲۴-۱۸۲۳ء) میں یہ رسالہ لکھا۔ انھوں نے اس میں رسوم محرم اور تعزیہ داری کا خاص طور سے رد کیا ہے رسالے کی زبان سلیس، عام فہم اور اثر پذیر ہے۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر مشتمل ہے

مقدمے میں بدعتوں کے ظاہر ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے:

فصل اول میں عقلی و شرعی دلائل سے تعزیے کی برائی بیان کی گئی ہے۔

بعد علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ شاہ رفیع الدین سے شرف شاگردی حاصل کیا۔ شاہ عبدالعزیز سے بھی تبرکاً بعض اوراد و ادعیہ وغیرہ کی اجازت حاصل کی۔ سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اپنی تمام زندگی تذکیر و تبلیغ، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ ۱۲۵۳ھ (۳۸-۱۸۳۷ء) میں قنوج میں انتقال ہوا۔ مولانا احمد حسن عرشی (ف ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰) اور نواب صدیق حسن (ف ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) جیسے لائق و فائق فرزند یادگار چھوڑے۔ مولانا اولاد حسن سے مندرجہ ذیل تالیفات یادگار ہیں:

(۱) الاختصاص بیان الحدود والقصاص (عربی) (۲) تقویۃ الیقین برد المشرکین (فارسی) (۳) نور العرفا من مراۃ الصفا (فقہ) راہ جنت (شرح چہل حدیث فارسی نظم) (۵) رسالہ در معنی کلمۂ توحید (۶) فتویٰ فی رد التعزیہ (۷) رسالہ در بیان ما اہل بہ لغیر اللہ (۸) حبل المتین (اردو نثر جمہ) (۹) القول المستبین فی حقوق الخلق اجمعین (۱۰) رسالہ در بیان آداب وعظ (۱۱) رسالہ در بیان بیعت و انواع و حقائق آن (۱۲) ہدایۃ المومنین (۱۳) راہ سنت منظوم (اردو) (۱۴) رسالہ در منع افروختن چراغاں بر قبور۔ مولانا سید اولاد حسن کا خاندان تین پشتوں سے تشیع اختیار کر چکا تھا۔ انھوں نے اس مسلک سے توبہ کر کے اہل سنت کا مذہب اختیار کیا۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ حسن تخلص تھا۔

فصل دوم میں جاہلوں کے سوالوں کے جواب دیے گئے ہیں۔
فصل سوم میں آیات و احادیث سے تعزیے کی برائی کا بیان ہوا ہے۔
"ہدایت المومنین" کا آغاز ایک نظم سے ہوا جس کے اوّل و آخر کے دو دو شعر درج ذیل ہیں:

شکر خدا جس نے بنایا ہمیں — راہ پیمبر پہ چلایا ہمیں
غم میں ہمیں صبر کی تعلیم کی — راہ بتائی ہمیں تسلیم کی

جو کہ ہیں اصحاب رسولِ خدا — دین، سعی اون کے سے شائع ہوا
ہو جو اون سب پہ ہمارا سلام — نثر میں اب کرتا ہوں آگے سلام

مقدمہ کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"قبل شروع مطلب کتاب کے پڑھنا مقدمہ کا ضرور ہے، تا حقیقت حال بخوبی دل نشین ہو۔ اوس کو سنا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلقت شرک اور گمرہی میں گرفتار تھی اور جاہل لوگ اپنے باپ دادے کی بری راہ پہ اڑ رہے تھے۔ حضرت نے تقریر زبانی اور تلوار کے زور سے اون کو مسلمان کیا اور دین حق کو سمجھایا اور رسوماتِ جاہلیت کو اٹھایا۔ بعد انتقال حضرت کے خلیفوں نے بھی خوب دین کو قائم کیا۔"[19]

سببِ تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الغرض جب مسلمانوں کو اس بلا میں گرفتار دیکھا تو بندۂ خیر خواہ حسن قنوجی نے کہ اللہ اوس کو حسن و حسین کے طریقہ اور محبت میں رکھے، چاہا کہ اپنے ملنے والوں اور جن کو خدا توفیق دے، برائی اون رسموں کو سمجھا دیوے، مگر دیکھا تو اون کا عجب حال ہے کہ بے خون نکالے اون کے مزاج کے فساد کا پورا دور ہونا ممکن ہی نہیں۔ لیکن بعضے لوگ کہ دو چار مرتبہ کی شیخیوں سے اون کا اچھا

---

[19] ہدایتہ المومنین۔ صفحہ ۲

معلوم ہوتا ہوا تو اون لوگوں کو سمجھانا شروع کیا، پھر جب دیکھا کہ زبانی کہنے سے فائدہ عام نہیں ہوتا اور ہر شخص کو ہر بات یاد نہیں رہتی تو اس لیے اس وقت میں سن بارہ سو چھیالیس ہجری ہے، یہ رسالہ ہندی زبان میں لکھا تا ہر کوئی اس کو اپنی بولی میں سمجھ کر بے تکلف سمجھ لے، اور سوجھ بوجھ پکڑے۔ پھر دریافت کیا تو سب رسموں سے دو رسموں کا چھوڑنا لوگوں پر بہت مشکل ہے اور شاق۔ ایک تو منت پوجا اولیا وغیرہ کی اور دوسرا تعزیہ کا بنانا۔

بیت

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
مشکل ہے جی میں بیٹھے وہ جی سے نکل سکے

اور منت پوجا کے بیان میں رسالہ نصیحت المسلمین لکھا پایا اس واسطے اس رسالے میں فقط برائی تعزیہ کی صاف صاف بیان کی اور مقدمات علمی جو مشکل تھے، سو اوس میں مذکور نہیں کیے کیونکہ سمجھانا عوام کا منظور ہے، اور حکم ہے کہ بات کرو ہر آدمی سے اوس کی عقل کے موافق۔ اور یہی سبب ہے کہ ہر نبی پہ کتاب اوس کی قوم کی زبان میں اُتری۔ پس مناسب ہے اس کو حقیر نہ سمجھیں اور اس کے مطلب کو سوچیں بوجھیں اور نام اس رسالہ کا ہدایت المومنین رکھا۔"[۲۰]

ہدایت المومنین کا اختتام بھی نظم پر کیا ہے جس کے آخری چار شعر درج ذیل ہیں:

خدا کے واسطے بدعت کو چھوڑ دو — اگر کچھ دل میں ہے خوفِ خدائی
حجاب اب رسم و عادت کا اٹھا دو — کہ تا مضمون حق دیوے سجھائی
اگر اس پہ نہ بوجھو، بوجہل ہو — خدا نے مہر ہے دل پہ بٹھائی
حسن خاموش ہو اتنا بہت ہے — جسے چاہے خدا دیوے سجھائی

بعض جملے نہایت سہل اور سادہ ہیں۔ مثلاً
سوتا کہیں سوتے کو جگاتا ہے۔

---

[۲۰] ہدایت المومنین ص ۵-۶

جیسے تم مرید ویسے ورے پیر۔
خدا ان ٹھگوں سے اپنی پناہ میں بچا رکھے۔ اِدھر اُدھر مال لیں ادھر ایمان۔
صبر کرنا ایمان کی نشانی ہے۔
محاورات کا استعمال خوب کیا ہے۔ مختصر سی فہرست درج ذیل ہے:

کھچڑی ہونا — اسلام اور کفر کھچڑی ہو گیا۔
اُلٹے چور کو توال کو ڈانٹے
نہ دین کے ہوئے نہ دنیا کے
بڑے بھائی ہونا — ایسی باتوں میں یہ ہندوؤں کے بڑے بھائی ہیں۔
آپ کو ہپ ہپ اور اوروں کو اخ تھو
ناک کٹنا
ہڑ لگے نہ پھٹکری
دھوکے کی ٹٹی
جیسی روح ویسے فرشتے
جیسی کرنی ویسی بھرنی
زٹل قافیہ / ٹھور نہ ٹھکانا — تمہارا یہ زٹل قافیہ جس کا کہیں ٹھور نہ ٹھکانا۔
طوطی زیر رنگ ہانکنا
تال سُر کا ہونا
کاٹھ کا اُلو
ٹھنڈا کرنا
جس کا کھانا اوس کا گانا
محنت برباد گناہ لازم

کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے۔ مثلاً

ان کا ٹھاکر دوارہ ہے ــــــ ان کا بھی امام باڑہ ہے۔

راضی برضا ــــــ صابر بقضا

قابلِ زیارت ــــــ لائقِ غارت

جائے طعن ــــــ خوف نان

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے؛ مثلاً

اہل بیت پیغمبر کے۔

خلاف شرع کے

برائی تعزیہ کے

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

موڑ	ہندو جو بیاہ میں موڑ باندھتے ہیں
مٹھ، مہنت، گسائین، اتیت	ان کے مٹھوں میں مہنت اور گسائیں اور اتیت رہتے ہیں۔
جے، بم مہادیو	گنگا کی جے اور بم مہادیو بولتے ہیں۔
پرشاد، برسوائی	وہ وہاں سے پرشاد لاتے ہیں۔ یہ بھی رنگ صندل، برسوائی لانے لگے۔
ڈدھ کا ندو	ڈدھ کا ندو دھوم دھام سے نکالنا ضرور ہے۔
ٹھاکر دوارہ	ان کا ٹھاکر دوارہ ہے
خرچی	خرچی سے پیر جی کا بھی خرچ نکالتی ہیں۔
پرکھے	ہم نے اپنے پرکھوں سے نہیں سنیں۔
لیک	ہم اپنے باپ دادوں کی لیک پہ چلیں گے۔

ڈھاڑی	کل فلاں ڈھاڑی نے عجیب خواب دیکھا۔

چند اور الفاظ کا استعمال مثلاً

چند (بمعنی کچھ)	چند ہفتہ میں وے بدعتیں ایک عالم میں پھیل گئیں۔
مسلمانی	یہ دین مسلمانی خواب خیال سے معزز نہیں ہوا۔
تاچوری	شربت اور تاچوری چڑھاتے ہیں۔
ماتم داری	محرم کی ماتم داری کی بنیاد نکالی۔

بعض مصادر: مثلاً

بوجھ لینا / سوجھ پکڑنا	اپنی بولی میں سمجھ کر بے تکلف بوجھ لے اور سوجھ پکڑ لے۔
بجھانا	بجھانا عوام کا منظور ہے۔
صحابہ سا معلوم ہونا	کچھ اس میں صحابہ سا معلوم ہوا۔

حرف جار کی تقدیم: مثلاً

قبل شروع مطلب کتاب کے

بعد انتقال حضرت

بہ سبب ضعف اسلام

بعد تھوڑی دیر کے

رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ

مولوی یار علی کے رد میں مولوی اولاد حسن قنوجی نے اُردو زبان میں یہ رسالہ لکھا۔ اس رسالے کا ایک ناقص الطرفین نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔[۲۱]

---

[۲۱] اردو مخطوطات، مرتبہ حامد اللہ ندوی (بمبئی ۱۹۵۶ء) ص ۲۴)

ملّا محمد عمران رام پوری[۲۲]

ملا محمد عمران، رام پور کے نامور عالم اور فقیہ تھے۔ انہوں نے اصلاح معاشرہ کے لیے خوب کوشش کی۔ درس و تدریس کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ رہی۔ وعظ و تذکیر کا بھی مشغلہ تھا۔ اس سلسلے میں کلکتے تک سفر کیا۔

تجہیز و تکفین مسلمان کی

ملا محمد عمران رام پوری نے ایک بنگالی دوست کی فرمائش پر تجہیز و تکفین کے مسائل سے متعلق ایک رسالہ اُردو زبان میں ۱۲۴۲ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں لکھا۔ "تجہیز و تکفین مسلمان کی" اس کا تاریخی نام ہے۔ اس رسالے کو ایسا قبولِ عام حاصل ہوا کہ اب تک ہزاروں کی تعداد میں چھپ رہا ہے۔ کم سے کم دس بارہ ایڈیشن تو ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ اس سے اس رسالے کی قبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس رسالے کے سبب تالیف کے سلسلے میں خطبۂ ماثورہ کے بعد ملا محمد عمران لکھتے ہیں:

"بعد حمد اور صلوٰۃ کے بندہ کثیر العصیان ضعیف البنیان محمد عمران متوطن شہر مصطفےٰ آباد عرف رام پور کا کہتا ہے کہ ایک شخص ...... محتاج بظاہر خوار و بے اعتبار اور حقیقت میں دیانت دار اور تقویٰ سے آراستہ کمال ایمان دار رہنے والا دار الامارہ کلکتہ کا بنگالی الاصل، شب و روز قال اللہ اور قال الرسول کی طلب میں سرگرم، لیکن بسبب تقدیر الٰہی کے ...... علم

---

[۲۲] ملا محمد عمران ولد محمد غفران۔ ۱۱۹۹ھ (۸۵-۱۷۸۴ء) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اپنے دور کے مشہور عالم تھے۔ انہوں نے تمام علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے والد اور مولانا حیدر علی رام پوری سے کی۔ مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند دونوں باپ بیٹوں (ملا محمد عمران اور ملا محمد غفران) سے فتح پور ہنسوہ میں ملے تھے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں ملا محمد عمران کا انتقال ہوا۔

سے بے بہرہ تھا جس کو سنتا کہ وہ عالم، فاضل، پرہیزگار، دین دار، مقبول درگاہِ الٰہی کا ہے، اس سے جا کر استفادہ کرتا، اور جو کچھ شک و شکوک مسائلِ دینی میں ہوتے تو پوچھتا۔ اتفاقاً"........ استاد اور مربّی میرے حضرت سید مولوی محمد حیدر علی صاحب........ رام پور سے ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) میں دارالامارۃ کلکتہ تشریف فرما ہوئے۔ یہ فقیر بھی ان کی خدمت میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب کے علم کا استفادہ کرتا، وہاں تک پہنچا۔ ان کے علم اور فضل اور کمالات کا شہرہ اطراف اور جوانب میں بنگالے کے ہوا۔ خاص اور عام سب مستفید اور بہرہ مند ہوئے۔ وہ شخص تو طالب ایسے ہی شخصوں کا تھا، سنتے ہی آ کر حاضر ہوا۔ الغرض ایک مدت تک یوں ہی آتا رہا اور مسئلے مسائل دین کے پوچھتا رہا۔ ایک روز بولا کہ حضرت ہم کہاں تک مسائل پوچھ سکیں گے، علم دریا ہے، مسائل کی کچھ حد و شمار نہیں اور ہم لوگ جہلا، عربی اور فارسی کی کتابوں سے واقف نہیں۔ التماس بندے کی یہ ہے کہ مسائل مسلمان کی تجہیز و تکفین کے کہ یہ نہایت ضروری ہیں اور ہر مسلمان کو اس کی احتیاج ہے اگر اردو زبان میں مذکور ہوں تو نہایت فیض عام اور قریب فہم عوام ہوں۔ حضرت مولانا صاحب نے یہ سن کر بسبب قلتِ فرصت کے کہ اکثر اوقات درس و تدریس اور ہدایتِ مخلوقات میں مشغول رہتے تھے، اس عاجز کو ارشاد فرمایا کہ تو یہ مسائل فقہ کی معتبر کتابوں سے نقل کر کے بطور ایک رسالے کے جمع کر دے تاکہ فیض عام اور فائدہ تام ہو جاوے۔ پس بندے نے فرمان لازم الاذعان اس جناب کا سعادت دارین کی سمجھ کر چند معتبر کتابوں سے جو مسئلے کہ متفق علیہ تھے، سب لکھے اور جن مسئلوں میں اختلاف علما کا تھا، اس میں سے جس کا اختلاف ذکر کرنا مناسب تھا، اس کو مع اختلاف کے ذکر کیا اور باقی جگہ جو حکم کہ مفتیٰ بہ اور مختار تھا، اس کو بیان کیا، دوسرے کو چھوڑ دیا، تاکہ خاطر عوام کی بہت اختلاف سے پریشان

نہ ہمہ .... پھر موافق سوال اس طالب مذکور کے اس رسالے کا نام "تجہیز و تکفین مسلمان کی" رکھا گیا اور حسن اتفاق سے تاریخ ہجری بھی اس کی یہی ہوئی۔[۲۳]

ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"جنازے کے ساتھ چلنے والے اپنے دلوں میں خدا کے خوف کا لحاظ کرتے ہوئے، اور اپنے گناہوں اور موت کو یاد کرتے، غم ناک صورتیں بنائے، دلوں میں گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے چلیں اور دنیا کی باتیں کرتے ہنستے ہوئے نہ چلیں، بلکہ بیشتر خاموش رہیں۔ بے ضرورت بات نہ کریں۔ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے کلمہ یا درود یا قرآن مجید یا کچھ اور ذکر الٰہی پکار کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جیسے کہ عادت پڑھنے کی اس زمانے کے عوام الناس میں ہے۔ بیشتر آدمی اس مسئلے سے بے خبر اور غافل ہیں۔ علما کو چاہیے کہ عوام الناس کو باز رکھیں، لیکن اگر چاہیں تو دل میں پڑھیں۔ عورتوں کا نکلنا جنازے کے ساتھ درست نہیں۔ اگر نکلیں تو منع کی جاویں، اس لیے کہ جب عورتیں ارادہ کرتی ہیں گھر سے نکلنے کا قبروں کے لیے تو خدا کی اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہیں، اور جب کہ نکلیں تو ہر طرف سے انہیں شیطان گھیرتے ہیں، جب کہ قبروں کے پاس پہنچیں تو ان پر مُردوں کی روحیں لعنت کرتی ہیں جب وہاں سے پھرتی ہیں تو پھر لعنت میں خدا کی ہوتی ہیں۔"[۲۴]

زبان و بیان

کہیں کہیں قافیہ آرائی بھی کی گئی ہے۔ مثلاً

کثیر العصیان، ضعیف البنیان

---

۲۳ "تجہیز و تکفین مسلمان کی" از ملا محمد عمران۔ (مطبع مجیدی کانپور، ۱۹۱۰ء ص ۲-۳)

۲۴ تجہیز و تکفین مسلمان کی، ص ۱۸

بظاہر خوار ،   بے اعتبار

دیانت دار ،   دین دار

جناب ،   ارشاد مآب

یگانۂ فضلائے دھر ،   یکتائے علمائے عصر

جامع معقول و منقول ،   کاشف حقائقِ فروع و اصول

ہمراہ رکاب ،   سعادت انتساب

فیض عام ،   فائدہ تام

مضاف ، مضاف الیہ سے پہلے ؛ مثلاً

آثار موت کے ۔

تلقین کرنا شہادتین کا ۔

رسم ہنود کی ۔

مسئلے مسائل دین کے ۔

خاطر عوام کے ۔

عربی کی تقلید میں فعل فاعل سے پہلے : مثلاً

واجب ہے اس کے اقربا پر

حاضر کی جاویں نزدیک اس کے ۔

جائز نہیں ہے بیٹھنا میت کے پاس حیض و نفاس والی عورتوں کا ۔

فائدہ لیتے ہیں ہم ان سے چند روزہ

حرف جار کا تقدم : مثلاً

بدون ماں باپ کے ۔

بسبب تقدیر الٰہی کے ۔

قبل پورے ہونے ، چار ، تکبیروں کے ۔

چند الفاظ کا استعمال : مثلاً

طبیعت نے بیہودہ سرائی اور ہرزہ درائی شروع کی ہے اور واسطے فریب دینے عوام کالانعام اور تفرقہ ڈالنے درمیان دین اسلام کے رسائل نویسی اختیار کرکے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ ان خناس منشوں کو ر باطن کو نور ہدایت سے تکلیف ہوتی ہے اور فسق و فجور کی ظلمت رواج پانے سے مسرور، اس لیے نہایت پیچ و تاب کھا کے درپئے اطفائے نور ہدایت، سعی نامشکور بجالاتے ہیں .... اور اسی ابلہ فریبی کو قابلیت سمجھ کر اپنے ہم جنسوں میں تفاخر کرکے بعض نافہموں کی راہ مارتے ہیں چنانچہ جواب میں واسطے دفع اوس کے وساوس کے لکھتے ہیں اور اس رسالے کو ایک مقدمہ اور ایک تمہید جواب اوس کی تمہید کا اور ایک مقصد پر جو دفعہ اوس کے وساوس کا ہے اور ایک خاتمے پر مرتب کریں گے۔ اور نام اس رسالہ کا صیانۃ الاناس من وسوسۃ الخناس رکھا اور جو وسوسوں میں اوس کے اس میں دفع ہے تو دوسرا نام اس کا عشرۂ کاملہ بھی ہے[۲۶]"

اس رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اگر اوس نے سوالات اس طرح سے کیے ہوتے جیسے طلبا یا اہل علم واسطے اظہار حق کے سوالات کرتے ہیں تو ہم اوس کے سب سوالات حل کر دیتے اور ہرگز کلام سخت نہ کرتے۔"[۲۷]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"جب حضرت موصوف (سید احمد شہید) سن تمیز کو پہنچے، خلق اللہ کی ہدایت پر کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی طبیعت کو سعادت ازلی پر مجبول کیا تھا وہ خود بخود متوجہ ہوئے۔ جس قدر حضرت کی عمر بڑھتی گئی، ویسے ہی ہدایت

۲۶؎ صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس (قلمی، مخزون رضا لائبریری رام پور)

۲۷؎ ایضاً ص ۹۶

دور دور تک پہنچتی رہی ۔ یہاں تک کہ بعد مشرف ہونے بیعت پیر و مرشد، عمدۃ المحدثین والمفسرین مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ اور ارشاد اور تعلیم اوس جناب موصوف کے اون کی ہدایت کا نور مثل آفتاب کے بکمال زور اور شور کے بیچ بلاد اور قلوب عباد کے منور ہوا ۔ ہر ایک طرف .... تو بہ کر کے راہِ راست توحید و سنت کی اختیار کرنے لگے اور اکثر ملکوں میں خلفائے راست کردار جناب موصوف میسر فرما کے لاکھوں آدمی کو راہِ راست دین محمدی کی بتادی ، جن کو سمجھ تھی اور توفیق الٰہی نے اون کی دستگیری کی ، وہ اوس راہ پر چلے "[۲۸]

زبان و بیان

اکثر جگہوں پر قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے ۔ مثلاً

دجال سیرت ،	شیطان طبیعت
بیہودہ سرائی ،	ہرزہ درائی
عوام کالانعام ،	درمیان دین اسلام
بلاد ،	عباد
عالم ربانی ،	حافظ قرآنی
الفاضل النبیل ،	مولوی محمد اسماعیل
کفار ،	فجار

فارسی تراکیب : مثلاً

در پئے اطفائے نور ہدایت

بقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر

---

[۲۸] ۔ صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس ۔ ص ۲

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال کیا گیا ہے مثلاً

سبب اوس کا

پیشکار اور وکلا صدر کے

حرف جار کی تقدیم مثلاً

واسطے فریب دینے عوام کے

واسطے دفع اوس کے

بعد گزرنے مدت بیس سال کے

ہندی وفارسی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ مثلاً

ناچ ولانگ

عملہ کی جمع عملوں — اکثر عملوں نے اوس کی معرفت رشوت لی تھی۔

بعض الفاظ و مصادر مثلاً

راہ مارنا — بعض نافہموں کی راہ مارتے ہیں

کٹنائی — اس سبز قدم کی کٹنائی سے پیشکار اور وکلا صدر کے تباہ ہو گئے۔

رسالہ "سنت جماعت کے عقائد"

اس رسالے میں مولانا حیدر علی نے عام فہم زبان میں اہل سنت و جماعت کے عقائد بیان کیے ہیں۔ رسالے کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"میں اپنے اللہ کو اور اوس کے فرشتوں کو اور جو جن یا انس میں سے یہاں حاضر ہیں اون کو گواہ کر کے اپنے دل کے اعتقاد اور سچے یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ پیدا کرنے والا سب جہان کا ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہونا اوس کا ضرور ہے، نیست و نابود اوس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اوس کے سوا ہر چیز نابود ہونے والی ہے۔ سب کمال کی صفتیں خوبیاں اوس میں

ہیں۔ سب نقصان اور عیبوں سے وہ پاک ہے۔ سب کا پیدا کرنے والا، سب کا جاننے والا، سب پر قدرت رکھنے والا ہے۔ سننے والا کوئی اوس کے برابر نہیں، موافق ہو یا مخالف، کوئی اوس کا شریک نہیں کہ جیسی اوس کی ہستی ضرور ہے اوس کی بھی ہو، یا جیسے وہ لائق عبادت بوجنے کے ہے، یہ بھی ہو یا جیسے وہ سب کو پیدا کرتا ہے یہ بھی کرے۔ سو ایسا سوا اوس کی پاک ذات کے کوئی نہیں، وہی بیماری دکھ دور کرتا ہے۔ کسی کا محتاج نہیں، کوئی اوس کا مددگار نہیں ہے۔[۲۹]

اس رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا یا اوس کے عذاب سے نڈر ہونا کفر ہے۔ زندگی بھر اوس کے خوف کو غالب رکھے اور گناہوں سے بچے، مرنے وقت اوس کی مغفرت کی اُمید غالب کردے۔ اپنے اللہ مالک کو اپنا حاجت روا مشکل کشا جانے۔ اوسی سے اپنی حاجت چھوٹی بڑی مانگتا رہے۔ اوس کے برابر بندے کی حاجت پر کسی کو قدرت نہیں، کسی کو علم نہیں، کسی کو بندے پر اوس کی سی مہربانی نہیں۔ تو ایسے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے سے مانگنا نادانی ہے۔"[۳۰]

زبان و بیان

اکثر مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال کیا ہے۔ مثلاً

پیدا کرنے والا سب جہان کا

ہونا اوس کا

دروازے بہشت اور دوزخ کے

---

[۲۹] رسالہ "سنت جماعت کے عقائد" ص ۴۲ - ۴۳

[۳۰] ایضاً ص ۶۲، ۶۳

دربان آسمان کے

عمل بندوں کے

دین اون کا

بعض الفاظ کا استعمال مثلاً

خاوند بمعنی مالک	اپنے خاوند کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں۔
راندنا	ان سب باتوں کے ساتھ اون کو یکبارگی راندے
دھرنا	مظلوم کی بدیاں ظالم پر دھری جائیں گی۔

"بے" نافیہ بطور سابقہ مثلاً

بے علمی	وہ بے علمی اور جھوٹ اور سب عیب اور نقصان سے پاک ہے۔
بے پروا	وہ غنی اور بے پروا ہے۔
بے توبہ	جو گناہ کبیرہ والے بے توبہ مر گئے۔
بے سزا دیے	اون میں سے کسی کسی کو بے سزا دیے بخش دیں گے۔
بے عذاب کیے ہوئے	کسی کسی کو بے عذاب کیے ہوئے بخش دیں گے۔

جمع الجمع مثلاً

اولیاؤں	کرامت اولیاؤں کی برحق ہے۔

"حوض" مونث استعمال کیا گیا ہے مثلاً

قیامت کے دن ہمارے رسول مقبولؐ کی ایک حوض ہو گی۔

حرف جار کی تقدیم مثلاً

بدون اذن اوس کے۔

مولانا خرم علی بلہوری

سید احمد شہید کے رفقا میں مولانا خرم علی بلہوریؒ[۱] وہ نامور عالم، مصنف اور مترجم ہیں جنہوں نے اردو زبان میں سب سے پہلے حدیث و فقہ کی کتابوں کے ترجمے کا آغاز کیا اور کئی اصلاحی رسالے لکھے، جن میں ان کی مختصر سی کتاب "نصیحۃ المسلمین" بہت مقبول ہوئی انہوں نے سیدھی سادی زبان میں اصلاحی و تبلیغی ادب مہیا کرنے میں بڑی کوشش کی ہے

---

[۱] مولانا خرم علی، کانپور (یوپی) کے قریب قصبہ بلہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ مزید تحصیل علم کے لیے لکھنؤ گئے۔ مولانا حسن علی محدث اور مولانا نور لکھنوی سے تحصیل علم کی۔ دہلی جا کر شاہ عبدالعزیز سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ بعض روایات کے مطابق مولانا فضل رسول بدایونی (تحفہ فیض صفحہ ۲۳، البوارق المحمدیہ صفحہ ۱۴۴) اور شاہ آل رسول مارہروی (شجرہ طوبیٰ مطبوعہ سہارن پور ۱۹۷۵ء) سے بھی استفادہ کیا۔ مولانا خرم علی بلہوری سید احمد شہید سے وابستہ ہو گئے، بلکہ سید صاحب سے خلافت بھی حاصل کی۔ جہاد کے لیے علاقہ سرحد میں بھی گئے، مگر بعد میں واپس آ گئے تھے۔ نواب ذوالفقار الدولہ ذوالفقار علی رئیس باندہ سے وابستہ رہے اور کئی کتابیں نواب صاحب کی تحریک و سرپرستی سے ترجمہ ہوئیں، بلکہ تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار جیسی ضخیم کتاب تو نواب مرحوم کی معارف پروری کی بدولت ۱۲۵۲ھ (۳۷-۱۸۳۶ء) میں مطبع محمدی لکھنؤ میں طبع ہو کر وقف عام ہوئی۔ مولانا خرم علی آخر میں اپنی ننہال قصبہ آسیون ضلع رائے بریلی چلے گئے تھے اور وہیں ۱۲۷۳ھ (۵۷-۱۸۵۶ء) کے لگ بھگ انتقال کیا اور قصبہ آسیون کے قریب آبادی سے شمالی مغربی گوشے میں عید گاہ کے قریب مدفون ہوئے۔ مولانا خرم علی کے ایک بھائی جعفر علی تھے، جن کا ۱۲۷۰ھ (۵۴-۱۸۵۳ء) میں انتقال ہوا۔ مولانا علم طب اور شاعری سے بھی مناسبت رکھتے تھے۔ خرم تخلص کرتے تھے۔

ان کی تمام تصانیف و تراجم اُردو میں ہیں۔

نصیحۃ المُسلمین

مولانا خرم علی بلہوری نے تقویۃ الایمان کے "تتبع" میں اصلاحِ عقائد سے متعلق ایک مختصر سا رسالہ "نصیحۃ المسلمین" کے نام سے ۱۲۳۸ھ (۲۳-۱۸۲۲ء) میں اُردو زبان میں لکھا، جسے نہایت قبولِ عام حاصل ہوا۔ کتاب کے شروع میں تاریخ و وجہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا خرم علی لکھتے ہیں:

"سنا چاہیے کہ اب ہندوستان میں عجب ایک بلا پھیل گئی ہے کہ امت محمدی میں بہت سے لوگ شرک میں گرفتار ہیں، لیکن اکثر مسلمان بیچارے بسبب بے علمی اور ناواقفی کے ناچار ہیں، تو اس واسطے بندۂ عاجز خرم علی کے دل میں آیا کہ اس شرک کی برائی قرآن شریف سے ثابت کیجیے اور ہر آیت کا ترجمہ ہندی زبان میں صاف صاف بیان کریے تاکہ ہر ایک کو فائدہ عام ہو اور جو مسلمان بھائی کہ عربی زبان نہیں جانتے اوس کو سمجھ کر شرک کی عادت سے بچیں اور اپنے پیغمبرؐ کی راہ کو اختیار کریں، اور جو لوگ کہ اوس کو سمجھیں اور نہ مانیں تو اپنا سر کھائیں، قبر میں آپ ہی معلوم ہو گا۔ بارے الحمد للہ کہ سن بارہ سو اڑتیس ہجری میں یہ رسالہ بن چکا اور اس کا نام نصیحۃ المسلمین رکھا۔"[۳۲]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"سبحان اللہ کیا شان ہے تیری کہ بغیر مدد دوسرے کے اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا اور کسی نبی اور ولی کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا ہے۔ ہزار ہزار شکر تیرے احسان کا کہ تو نے

---

[۳۲] نصیحۃ المسلمین از مولانا خرم علی (مطبع محمدی لکھنؤ۔ ۱۲۶۰ھ) ص: ۲-۳

ہم کو قرآن اور حدیث سے اپنی توحید کو سمجھایا اور شرک کی آفت سے کہ ایک عالم اوس میں پھنس رہا ہے تو نے محض ہم کو اپنے کرم سے بچایا اور جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیدھی راہ پر چلایا۔ الٰہی درود اور رحمت بھیج ہمارے اوس نبی مقبول پر کہ جو اوس کی راہ پر چلا، اوس نے اپنے واسطے دوزخ سے پناہ کی۔"[۳۳]

کتاب کا اختتام ایک نظم پر ہوا ہے، جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

خدا فرما چکا قرآں کے اندر — مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں — کہ کام آئے تمہاری بے کسی میں
جو خود محتاج ہووے دوسرے کا — بھلا اوس سے مدد کا مانگنا کیا[۳۴]

توحید کے معنی ملاحظہ ہوں:

"توحید کے یہ معنی ہیں کہ بس اللہ ہی کو ہر چیز کا مالک اور مختار جانے اور یہ سمجھے کہ اوس کے سوا پیر ہوں یا پیغمبر یا فرشتے ہوں یا شہید کسی کو کچھ اختیار اوس کے کارخانے میں نہیں، سب اوس کے روبرو عاجز اور بے اختیار ہیں۔ اور شرک اس کا نام نہیں کہ اللہ کے سوا آسمان اور زمین کا مالک کسی اور کو جانے یہ تو کوئی مشرک اور کافر بھی نہیں کہتا ہے۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے بلکہ شرک کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے جو اپنے واسطے چیزیں خاص کر لی ہیں ان میں کسی دوسرے کو بھی ملانا جیسے مینہہ کا برسانا، رزق کا دینا، بیمار کا اچھا کرنا، آفتوں، بلاؤں سے بچانا، اولاد کا دینا، غیب کی بات جاننا، ہر جگہ پر حاضر و ناظر رہنا، لوگوں کی مدد کرنا، جلانا، مارنا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ ان میں کسی دوسرے کا بھی اختیار سمجھنا بس یہی شرک ہے۔"[۳۵]

---

[۳۳] نصیحۃ المسلمین از مولانا خرم علی مطبع محمدی لکھنؤ (۱۲۶۰ھ) ص ۲۰
[۳۴] ایضاً ص ۳۰
[۳۵] ایضاً ص ۱۸

زبان و بیان

ترجمے کا انداز یہ ہے۔

درود اور رحمت بھیج ہمارے اوس نبیؐ مقبول پہ۔

رحمت بھیج اوس کی آل پاک پہ۔

انداز بیان نہایت سادہ اور سلیس ہے، مؤلف خود لکھتے ہیں:

"بس صرف اس واسطے اس رسالے کو ہندی زبان میں آسان اور سہج کر کے لکھا اور جلد سمجھنے کے لیے آیت اور حدیث کا ترجمہ موافق محاورہ ہندی کے، کیا کہ سب بیچارے ناواقفوں کو فائدہ ہو، اس میں کچھ اظہار قابلیت منظور نہیں، صاحبان علم سے امید ہے کہ ہندی زبان پر عیب نہ پکڑیں اس کی غرض و غایت دریافت کریں۔"

رسالہ جہادیہ

مولانا خرم علی بلہوری نے ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء کے بعد ضرورت و فضیلت جہاد پر ایک رسالہ فارسی زبان میں اس وقت لکھا جب سیدؒ احمد شہید کے زیر قیادت تحریک جہاد زوروں پہ تھی۔ پھر اس فارسی رسالے کا اردو ترجمہ بطور خلاصہ لکھا۔ یہ رسالہ اُردو نثر میں ہے۔ اس کے آخر میں ستاون اشعار کی ایک نظم ہے۔ کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"حمد بے شمار اوس قادر مطلق کو جو پربت کو رائی اور رائی کو پربت کرے اور جو مچھر سے نمرود کو مار ڈالے اور جس کی مدد سے موسیٰ، فرعون سے بادشہ کو مصر کی بادشاہی سے نکالے۔ جس قوم کو چاہے ملک کا مالک بنادے پھر جب چاہے تو ایک پل میں مٹا دے۔ اور تحفہ درود کا اوس کے رسول کریم کو جس نے پہلے کافروں کو نرمی سے سمجھایا، جب نہ سمجھے تب جہاد کیا اور اوس کی آل اور اصحاب کو جنھوں نے تلوار کے زور سے عرب سے عجم تک اسلام

سے آباد کیا۔ بعد اوس کے سننا چاہیے کہ اب ہندوستان کفرستان ہو گیا ہے
چنانچہ قوم سکھ لاہور وغیرہ کے مدت سے حاکم ہیں۔ ظلم اون کا حد سے گزر گیا ہزاروں
مسلمانوں کے ناحق خون کر ڈالے اور ہزاروں کو بے عزت (کیا) اذان کہنا،
گائے کو ذبح کرنا بالکل موقوف کر دیا۔ جب اون کے ظلم کی یہ نوبت پہنچی تو
حضرت سید صاحب صرف اسلام کی حفاظت کے واسطے تھوڑے مسلمانوں
کو لے کر کابل اور پشاور کی طرف گئے اور اوس طرف کے مسلمانوں کو غفلت
سے جگایا اور ہمت بندھائی۔ الحمد للہ ہزاروں مسلمان اللہ کی راہ میں مستعد
ہو گئے۔ چنانچہ بیسویں تاریخ جمادی الاول کی بارہ سو بیالیس (۱۲۴۲ھ) میں
کفار سکھ سے جہاد شروع ہو گیا۔ حضرت سیدؒ کی خوش نیتی سے حق تعالیٰ
نے چار پانچ بار پے در پے لشکر اسلام کو فتح دی اور کافروں کو باوجود کثرت کے
شکست فاش ہوئی۔ لیکن پھر بھی مسلمان تھوڑے ہیں، اون کے پاس نہ ملک
نہ مال۔ اور کافر صاحب ملک و مال ہیں، جن کی فوج میں تین لاکھ پیادہ اور سوار
ہے۔ اب مسلمانوں پر فرض ہے کہ جلد لشکر اسلام میں ملیں اور جہاد میں شریک ہوں۔
چنانچہ ہزاروں مسلمان دین دار جن کو دین کی غیرت ہے، ہندوستان سے چلے
جاتے ہیں۔ لیکن اکثر مسلمان بیچارے جہاد کے مضمون سے خبر نہیں رکھتے کہ جہاد
کس کو کہتے ہیں، ہم پر فرض ہے کہ یا نہیں۔ جہاد کرنے کا (کیا) ثواب ہے اور
اوس میں سستی کرنے کا کتنا عذاب ہے۔ تو اس واسطے اس خیر خواہ اسلام نے
جہاد کا حال اس رسالہ "ترغیب الجہاد" میں قرآن مجید اور حدیث معتبر کتابوں
سے پانچ بابوں میں لکھا اور اوس کا خلاصہ ترجمہ ہندی بولی میں کیا جو سب
مسلمان اوس کو سمجھیں اور جہاد پہ مستعد ہو جائیں"۔[۳۶]

یہ رسالہ پانچ ابواب پہ مشتمل ہے:

---

۳۶ ترغیب الجہاد (قلمی) (مملوکہ مولوی عبد الخالق قدوسی مالک مکتبہ قدوسیہ لاہور) ص ۱۔۳

پہلا باب	جہاد کے معنی اور جہاد کے فرض ہونے کے بیان میں۔
دوسرا باب	سستی جہاد کے عذاب میں۔
تیسرا باب	جہاد اور ثواب کے بیان میں۔
چوتھا باب	شہادت کے ثواب میں اور شہیدوں کے مرتبوں میں۔
پانچواں باب	فی سبیل اللہ مال خرچنے کے ثواب میں اور نمازیوں کی مدد اور خدمت کے بیان میں۔[۳۷]

رسالہ ترغیب الجہاد کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:

"ہر چند جہاد کا حال مختصر بیان ہو چکا، لیکن تھوڑا مطلب نظم میں لکھا جاتا ہے تو اس کو شوق والے یاد کر لیں اور بار بار پڑھا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہاد کا شوق بڑھتا ہی جاوے گا۔"

اس کے بعد اشعار لکھے ہیں جن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بعد تحمید خداوند نعت رسول اکرمؐ
یہ رسالہ ہے جہاد پہ کہ لکھتا ہے قلم
واسطے دین کے لڑنا، نہ پے طمع جہاد
اہلِ اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد

رسالے کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے قرآن کی آیت مع ترجمہ لکھی ہے۔ پھر فائدے کے ذیل میں فاضل مؤلف نے اپنی رائے لکھی ہے اس کے بعد اسی مضمون کی حدیث مع ترجمہ اور بعد ازاں مؤلف کی وضاحت ہے۔

ترغیب الجہاد کا مکمل نسخہ ہمیں مولوی عبدالخالق قدوسی (مکتبہ قدوسیہ لاہور) کے ذخیرے میں ملا۔ اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رامپور (ہندوستان) میں بھی محفوظ ہے۔ یہ نسخہ بھی ہمارے مطالعہ میں رہا ہے۔

۳۷؎ ابواب کی یہ ترتیب اور تفصیل مصنف ہی کی زبان میں لکھی گئی ہے۔

سرالشہادتین (ترجمہ)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کے ذکر میں ایک مختصر سا رسالہ عربی زبان میں لکھا تھا۔ اس رسالے کا ترجمہ مولانا خرم علی بلہوری نے اُردو زبان میں کیا۔ مطبوعہ نسخوں میں اُردو نسخہ عام طور سے عربی متن کے ساتھ ملتا ہے مگر نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی (ذخیرہ مخطوطات انجمن ترقی اُردو) میں ایک نسخہ ایسا ہے جس میں صرف اُردو ترجمہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولانا خرم علی بلہوری نے یہ ترجمہ نواب ذوالفقار الدولہ ذوالفقار علی کی فرمائش پر غالباً ۱۲۴۶ھ میں کیا تھا۔ چنانچہ مولانا بلہوری لکھتے ہیں:

"حمد بے شمار اوس حاکم با اقتدار کو کہ جس کے بھید سے کوئی خبر نہیں، اور اوس کے تیر قضا کے بجز صبر و شکیبائی کے کوئی سپر نہیں، اور ہزاروں درود اس کے نبی کریم پر کہ جس نے اعدائے دین سے کیا کیا صدمے اٹھائے اور اوس کے آل و اصحاب پر جن سے حق بندگی کا کیا خوب ادا ہوا، یہاں تک کہ اوس کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور زخم پر زخم کھائے۔ بعد اوس کے سنا چاہیے کہ رئیس العلما شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے شہادت امام حسن و حسین میں عجیب تقریر دلپذیر فرمائی کہ آج تک کسی عالم دانش مند کے خیال میں نہیں آئی۔ خلاصہ اوس کا یہ ہے کہ شہادتِ حسین دراصل شہادت نبی الثقلین ہے، اور اس مدعا کو نہایت خوبی اور لطافت سے ثابت کیا ہے، از بسکہ رسالہ نادرۂ روزگار عربی تھا، مقدام والا مقام نامدار سردار بحر و بر جناب نواب ذوالفقار علی بہادر دام اقبالہ نے راقم الحروف عاجز خرم علی سے ارشاد فرمایا کہ اس کا ترجمہ ہندی میں ہو جائے تو ہر شخص اس کا لطف اٹھاوے، چنانچہ بموجب ارشاد کے عمل میں آیا اور خلاصہ مطلب ترجمہ ہندی محاورے کے مطابق کمہ کے جہاں مجمل تھا اوس کو مفصل کیا تا کہ ہر شخص بے تکلف مطالب کو پہنچے اور کسی کا دل نہ الجھے۔ بارے الحمد للہ ماہ محرم ۱۲۲۶ھ[۴۸]

---

[۴۸] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناقل نے ۱۲۴۶ھ کی بجائے ۱۲۲۶ھ لکھ دیا ہے کیونکہ شاہ عبدالعزیز

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میں انجام کو پہنچا اور ترجمہ شہادتین اس کا نام رکھا۔[۳۹]

ذیل میں ایک اقتباس سر الشہادتین کے اُردو ترجمے سے نقل کیا جاتا ہے۔

"اس کو جاننا چاہیے کہ جو کمالات اور خوبیاں جدا جدا اور پیغمبروں میں تھیں، سو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل یکجا ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت کو خلافت ملی جیسے آدم اور داؤد علیہما السلام کو، اور حضرت کو سلطنت ملی جیسے سلیمان علیہ السلام کو، اور حضرت میں حُسن تھا جیسا یوسف علیہ السلام میں، اور حضرت میں خلّت تھی جیسے ابراہیم علیہ السلام میں، اور حضرت سے خدا ہم کلام ہوا جیسے موسیٰ علیہ السلام سے، اور حضرت عابد تھے جیسے یونس علیہ السلام، اور حضرت بڑے شکر گزار تھے جیسے نوح علیہ السلام، بلکہ ان سے زیادہ حضرت میں اور کمالات تھے۔ چنانچہ ولایت اور تصرفات ہر قسم کے اور سب طرح کی محبوبی اور سب کاموں کی مقبولی اور دیدار الٰہی اور نہایت خدا کے نزدیک اور شفاعت کبریٰ اور کافروں سے جہاد۔ سوائے اس کے اور کمالات جیسے علم بے شمار اور بڑے سرے کا عرفان اور قضیے فیصل کرنا اور فتویٰ دینا اور اجتہاد اور محتسبی اور قرأۃ وغیرہ۔ الّا آپ میں ایک کمال باقی رہ گیا تھا کہ حضرت کی ذات میں حاصل نہ تھا یعنی شہادت، اور آپ کی ذات میں اس کے حاصل نہ ہونے کا بھید یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں شہید ہوتے تو شوکت اسلام کی ٹوٹ جاتی اور دین میں عوام کے نزدیک خلل پڑ جاتا۔"[۴۰]

بقیہ حاشیہ ۳۸

کا انتقال ۱۲۳۹ھ میں ہوا ہے اور لفظ "شاہ" پر "رح" کی علامت ہے، لہٰذا یہ ترجمہ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ہوا ہے۔

۳۹۔ ترجمہ سر الشہادتین از خرم علی بلہوری (قلمی) مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، ص ۲، ۳

۴۰۔ ترجمہ سر الشہادتین از خرم علی بلہوری (مطبع احمدی دہلی۔ ۱۲۸۵ھ) ۲۔۳۔ یہاں یہ یاد رہے کہ شیخ حافظ محمد حسین ساکن جہانگیر آباد (ضلع میرٹھ) نے "سر الشہادتین" کا منظوم ترجمہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴۔۳۵ء) میں کیا، جو مطبع ہاشمی میرٹھ میں ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں طبع ہوا۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰۔۶۱ء) ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

آداب الحرمین

مولانا خرم علی نے ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ء) میں حج وزیارت مدینہ منورہ کے احکام و آداب میں یہ مختصر سا رسالہ اُردو زبان میں لکھا چنانچہ مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں:

"یہ رسالہ ہے آداب الحرمین، اس میں مسائل ضروری حج کے اور زیارت مدینہ منورہ کے، اُردو میں صاف صاف بیان ہیں۔ شرح وقایہ اور درالمختار وغیرہ سے بندہ عاجز خرم علی نے بموجب فرمائش سید میرک جان شاہ لکھنوی کے ۱۲۴۹ھ میں مرتب کیا۔ حق تعالیٰ مسلمین کو اس سے فائدہ بخشے۔" [۱]

رسالہ آداب الحرمین کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:

"پھر ہر ایک قبروں پر جاوے، اصحاب اور اہلِ بیت کی، اور سلام کرے، چنانچہ مشہور ہے اور مستحب ہے کہ مدینہ کی اور مساجد میں نماز پڑھے خصوصاً مسجد قبا میں، اور جبل احد کی اور وہاں کے شہیدوں کی زیارت کرے اور وہاں اپنے واسطے خدا سے دعائے خیر کرے۔ باقی آداب اور دعائیں وہاں کی معلم بتلادیتے ہیں، زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ الٰہی اپنے کرم اور فضل سے ہم کو بھی حرمین شریفین کی زیارت نصیب کر۔ آمین۔" [۲]

رسالہ آداب الحرمین مطبع محمدی لکھنؤ میں باہتمام محمد حسین طبع ہوا۔ محمد حسین نے رسالے کے آخر میں بعض دعاؤں کا اضافہ کر دیا ہے اور یہ حصہ بصراحت بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔ ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"بعد حج کے خالص نیت سے مدینہ منورہ کا قصد کرے اور راہ میں کثرت درود کی کرے۔ جب مدینے کے قریب پہنچے تو زیارت کی نیت سے غسل کرے اور

---

[۱] آداب الحرمین از خرم علی بلہوری۔ (مطبع لکھنؤ۔ ۱۲۵۷ھ) ص ۲

[۲] ایضاً۔ ص ۱۵

سفید کپڑے پہنے۔ اگر عطر میسر ہو تو بدن میں لگا دے اور جب مدینہ نمودار ہوے تو سواری سے اترے۔ اگر ہو سکے تو مسجد شریف تک پیادہ آوے، اور جب حرم شریف میں پہنچے تو حضرت کو سلام کر کے دعا پڑھے۔"[۴۳]

زبان و بیان

بعض مرکب مصادر کا استعمال مثلاً

اٹکل کرنا	جو وہاں کے دو عادل اس کی قیمت اٹکل کریں۔
گناہ ڈھانا	اسلام اگلے گناہوں کو ڈھاتا ہے۔
شکار مارنا	خشکی میں شکار نہ مارے۔

والا کا استعمال مثلاً

"جو آزاد اور تندرست اور مقدور والا ہو۔"

چند اور الفاظ کا استعمال مثلاً

ہمیانی	سی ہوئی ہمیانی کو کمر پر باندھنا جائز ہے۔
نرے	اگر نرے حج کی نیت کی ہو۔
پالو	پالو مرغی اور بط کو ذبح کرے۔
تلے	میزاب رحمت کے تلے دعا قبول ہوتی ہے۔

تحفۃ الاخیار (اردو ترجمہ مشارق الانوار)

مولانا خرم علی نے رضی الدین حسن صغانی (ف ۶۵۰ھ ۱۲۵۲ء) کی حدیث کی مشہور و متداول کتب "مشارق الانوار" کا ترجمہ و شرح "تحفۃ الاخیار" کے نام سے کیا جو ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ء) میں مکمل ہوا۔ برصغیر میں اس کتاب کو حدیث کے اردو تراجم میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

---

[۴۳] ایضاً ص ۱۴

مولانا بلہوری نے ترجمے سے پہلے مقدمۂ کتاب میں اصطلاحات حدیث کی تعریف، بخاری و مسلم اور مؤلف کتاب رضی الدین حسن صغانی کے مختصر سے حالات لکھے ہیں۔ مقدمے کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"حمد و نعت کے بعد دریافت کیا چاہیے کہ علم حدیث اشرف العلوم ہے اس واسطے کہ اشرف الناس کا کلام ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "کلام الملوک ملوک الکلام" اور سب علوم دینی اوس کے محتاج ہیں۔ علم تفسیر، بدون حدیث کے معتبر نہیں اور علم عقائد اور علم فقہ اور علم سلوک اور علم تاریخ بدون اس کے کچھ سند نہیں رکھتے) لیکن باوجود اس کے ہندوستان میں اس علم شریف کا چرچا نہیں عوام کا توذکر کیا ہے، اکثر علما کو خبر نہیں۔ اس واسطے نہایت مناسب معلوم ہوا کہ کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ عوام فہم اُردو زبان میں کیجیے، سو سب کتابوں میں "مشارق الانوار" حسن صغانی کی نہایت پسند آئی اس واسطے کہ مختصر کتاب ہے اور اس کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ کوئی اوس کی حدیث ایسی نہیں جو غیر معتبر ہو، بخلاف مشکوٰۃ کے کہ اس میں ہر جنس کی روایت ہے، صحیح بھی ضعیف بھی۔ بارے الحمدللہ کہ بارہ سو انچاس ہجری میں حسب دل خواہ ترجمہ تمام ہوا اور تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار اس کا نام مقرر کیا۔ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کتاب کو مقبول کرے اور اہل اسلام کو فائدہ عام بخشے اور بھول چوک کو معاف کرے۔"[۴۴]

مشارق الانوار کے متعلق لکھتے ہیں:

"مشارق الانوار میں مصنف نے عجیب و غریب نکات اور لطائف کی رعایت کی ہے۔ اول یہ کہ صحیحین کی احادیث سے صرف قولی حدیثوں پر کفایت کی ہے۔ حدیث فعلی اور حدیث تقریری کو مطلق نہیں لایا۔ طرفہ خوض کہ اون کے اصول

---

[۴۴] تحفۃ الاخیار (ترجمہ مشارق الانوار) از مولانا خرم علی بلہوری (مطبع محمدی لکھنؤ۔ ۱۲۵۲ھ) ص ۲

حدیث کو لایا، شواہد اور متابعات اور روایت بالمعنی کو ترک کیا، اور یہ نہیں کہ بے سبب بعضی حدیث کو لایا اور بعضی کو چھوڑا۔ اس دریافت اور تمیز کو کمال فہم اور بڑا علم چاہیے ہر عالم کا یہ کام نہیں۔ اسی سبب سے مصنف نے دیباچۂ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ کتاب صحت اور متانت میں میرے اور خدا کے درمیان حجت ہے، وہی خوب جانتا ہے کہ کس قدر محنت میں نے اس میں اٹھائی ہے، اور اس کتاب کی خوبی اور بزرگی ہر شخص نہیں دریافت کر سکتا۔ اس کی قدر علما جانتے ہیں اور علما سے بھی وہی عالم جانتے ہیں، جن کو علم حدیث میں بڑا ملکہ اور کمال مہارت ہے۔"[۴۵]

مولانا خرم علی نے ترجمے میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

(۱) "حدیث کا ترجمہ تحت لفظ نہیں کیا، اس واسطے کہ عرب کا محاورہ ہند کے محاورے سے اکثر مطابق نہیں، بلکہ محاورہ مقدم رکھا ہے۔ مرادی مطلب جا بجا لکھا اور باوجود اس کے حتی المقدور تحت لفظ ترجمے کی بھی رعایت کی ہے۔

(۲) اصل غرض اس سے یہ ہے کہ اہل اسلام کو فائدہ عام ہو، یہاں تک کہ حرف شناس اور عوام بھی محروم نہ رہیں۔ اس واسطے نہایت مشکل مطالب نہیں لکھے۔

(۳) مصنف نے کمال اختصار سے قصہ حدیث کا نہیں بیان کیا کہ حضرت نے یہ حدیث کس وقت اور کس تقریب سے فرمائی، تو اس کا مطلب بخوبی نہیں معلوم ہوتا۔ اس واسطے حدیث کے ترجمے کے بعد "فائدہ" میں اس کا پورا قصہ لکھ دیا، اور جہاں مطلب مجمل اور مشکل تھا اس کو مفصل کر دیا۔"[۴۶]

ایک حدیث کا ترجمہ مع فائدہ لکھا جاتا ہے (اس حدیث سے کتاب کا آغاز ہوا ہے)

"ابو ھریرہ من اٰمن باللہ ورسولہ واقام الصّلوٰۃ وصام

---

[۴۵] تحفۃ الاخیار۔ ص ۸

[۴۶] ایضاً۔ ص ۹

رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ ھاجر فی سبیل اللہ اوجلس فی ارضہ التی ولد فیھا۔

ترجمہ۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے سچے دل سے خدا کو اور اوس کے پیغمبر کو مانا اور نماز کو ٹھیک ادا کیا اور رمضان کا روزہ رکھا، کرم اور تفضل کی راہ سے ضرور ہوگیا، خدا پر اوس کا بہشت میں لے جانا۔ خواہ اپنا وطن اوس نے خدا کی راہ میں جہاد کے واسطے چھوڑا ہو یا اوس زمین میں ٹھہرا رہا ہو، جس میں پیدا ہوا ہو۔“

فائدہ۔ ”اس حدیث کی پوری روایت بخاری میں یوں ہے کہ اصحاب نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم لوگوں کو خوش خبری سنا دیویں کہ بہشت جہاد اور ہجرت پر موقوف نہیں، حضرتؐ نے فرمایا کہ بہشت میں سو سو درجے بلند ہیں کہ خدا نے نمازیوں کے واسطے مقرر کیے ہیں۔ ہر ایک درجے میں اتنا فرق ہے کہ جتنا آسمان اور زمین۔ سو جب تم خدا سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ فردوس سب بہشتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے اونچی۔ اور اوس کے اوپر خدا کا عرش ہے، اور اوسی بہشت سے سب نہریں نکلی ہیں، یعنی ہر چند جہاد پر بہشت موقوف نہیں، اصل نجات کے واسطے ایمان اور روزہ کفایت کرتا ہے، لیکن ہمت کو پست نہ کرو کہ صرف نجات پر قناعت کر دو بلکہ ہمت بلند اور جہاد کر دو تا کہ فردوس پاؤ، جس کے آگے سب بہشتیں پست ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں اور خدا کی کتابوں اور تقدیر اور قیامت کا ایمان لانا بیان نہیں فرمایا۔ اس واسطے کہ جب رسول کا ایمان لایا تو اون کا بھی ضرور ایمان لا دے گا کہ تمام قرآن اور حدیث میں اون کا بیان موجود ہے اور نماز روزے کے ساتھ زکوٰۃ اور حج کا ذکر نہیں فرمایا، اس واسطے کہ زکوٰۃ اور حج مالدار پر فرض ہے محتاج پر نہیں اور نماز روزہ سب پر فرض ہے، مالدار ہو یا محتاج۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں حکم عام بیان فرمانا منظور ہوا جو سب مسلمانوں کو شامل ہے۔ مصنف نے ایمان کی حدیث مقدم کی، اس واسطے کہ ایمان سب عبادت اور نیکیوں کی جڑ ہے۔ بدون ایمان کے کوئی

عبادت اور نیکی درست نہیں"[۴۷]

کتاب کا اختتام مندرجہ ذیل اشعار پر ہوا ہے:

شکر کہ انجام کو پہنچی کتاب — علم احادیث کی لُب لباب
جو کہ مطالب تھے بر اوج فلک — ترجمے سے آئے اتر ارض تک
یعنی کہ اُردو کی پہن کر قبا! — شاہد فاری ہوا جلوہ نما
گنج خفی دست بدست آ گیا — کیا ہی ہوا راز نہان برملا
دوستو، اب اس کا ادا حق کرو — خلق کو سمجھاؤ خود اس کو پڑھو
اس کو نہ جزدان میں رکھ چھوڑیو — ہاں کہیں ایسا نہ ستم کیجیو!
پیرو سنت ہی کا رہیو بجان — دل میں نہ بدعات کو دینا مکان[۴۸]

عبارت زیادہ تر سادہ اور سلیس ہے۔ دو نمونے درج ذیل ہیں:

"معلوم ہوا کہ جب تک حضرت کو اپنی جورو و اولاد در ماں باپ اور آقا اور پیر بلکہ خود اپنی جان سے زیادہ تر دوست نہ رکھے گا، اوس کا ایمان پکا نہیں کچا ہے۔ اور حضرت کی محبت کا پتہ یہ ہے کہ حضرت کی سنت پر چلے اور بدعت سے عداوت رکھے اور شریعت محمدی کے خلاف کسی کا کہنا نہ مانے اور جو شادی یا غمی میں برادری کے ڈر سے خلاف شرع رسمیں کرے یا نوکری چاکری میں آقا کی خاطر کو خلاف شرع کاموں میں مقدم رکھے، اوس کا ایمان پکا نہیں، وہ حضرت کی محبت میں کچا ہے۔ اور الٰہی اپنے کرم سے ہم کو اپنے حبیب کی محبت میں پکا کرے"۔[۴۹]

"ہندوستان میں نماز روزے کا جا بجا کچھ چرچا ہے، لیکن افسوس زکوٰۃ دینے کی عادت بالکل چھوٹ گئی۔ بعد برسوں دن کے چالیسواں حصہ نکالتے جان نکل

---

[۴۷] تحفۃ الاخیار۔ ص ۱۱

[۴۸] ایضاً۔ ص ۵۲۹

[۴۹] ایضاً۔ ص ۲۰۸

جاتی ہے، اور حالانکہ شادی غمی اور نام نشان کے کاموں میں ہزاروں روپے برباد کرتے ہیں، کیسا ہی بخیل کیوں نہ ہو لیکن کچھ نہ کچھ آخر اس کا بھی خرچ ہوتا ہے، لیکن زکوٰۃ کے نام سے روح قبض ہوتی ہے۔"[۵۰]

زبان وبیان

"دار" کلمہ بطور لاحقہ مثلاً

ٹونٹی دار۔	حوض میں اتنے ٹونٹی دار آبخورے ہیں۔
روح دار۔	نہ بناؤ روح دار چیز کو نشانہ۔
گانسے دار۔	تیر گانسے دار۔
شعور دار۔	اگر تھوڑا بھی شعور دار آدمی ہو۔
شیر دار	اونٹنی اور بکری شیر دار کا دودھ خیرات کرنے کے واسطے .... پسند فرمایا۔
امانت دار	امانت دار خزانچی اور بے داغ۔

"داری" لاحقہ سے اسم صفت بنانا مثلاً

صحبت داری	مرد عورت سے صحبت داری کرے۔
دلداری	کچھ سونا دیا ان کو دلداری کے واسطے۔
مہمان داری	مہمان داری کرنا مستحب ہے۔

"بے" سابقہ کا استعمال مثلاً

بے برکتی۔	وہاں قیامت تک خدا کی مار اور بے برکتی رہتی ہے۔
بے بندوبستی۔	اس میں گھر کی بے بندوبستی ہے۔

بعض مصادر کا استعمال مثلاً

غصہ بجھنا۔	یہ سن کر حضرت کا غصہ بجھا۔

---

۵۰ تحفۃ الاخیار، ص: ۳۵۷

مری پڑنا۔	تجھ پر مری پڑے۔
پکڑائی دینا۔	اونٹ پکڑائی نہ دیتا تھا
لگا چلا آنا۔	ایک شخص ہمارے ساتھ لگا چلا آیا۔
کھلی کرنا۔	کیا تو مجھ سے کھلی کرتا ہے یا تو مجھ سے ہنستا ہے۔

بعض ہندی الفاظ کا استعمال مثلاً

گابھا۔	مول لیوے کھجور کے درخت کو گابھا پیوند کرنے کے بعد
درددھار۔	تاکہ (جانور) بہت زرددھار معلوم ہووے۔
نپٹ۔	دوزخیوں میں نپٹ ہلکا عذاب والا وہ ہے۔
ڈگ (قدم)۔	تمہارے واسطے ہر ڈگ پر درجہ ہے۔
ڈھٹھہ بندی۔	ڈھٹھہ بندی سے آگ پانی معلوم ہوگا۔
نک سکھ۔	جب عورت دوسری عورت کی نکھ سکھ اپنے خاوند سے کہے گی تو اوس کو اوس کا شوق پیدا ہوگا۔
گھال میل	ان کی کتابوں میں عجب گھال میل ہے۔
بدلائی	گویا بدلائی کرتے ہیں۔
گانسا	میں بے پر اور بے گانسے کے تیر سے شکار کرتا ہوں۔
لیمار	جو مفلس اور لیمار نہیں ہے۔
دونی۔	ہماری بیماری اس غم سے دونی ہوگی۔
ڈھڈی۔	بدن کو زمین کھا جاتی ہے سوائے ڈھڈی کی ڈھڈی کے۔
ڈانڈ۔	اگر کسی کا جانور...... زخمی کرے تو اوس کے مالک پر ڈانڈ نہیں۔
لاڑباپن۔	دم دے کر قیمت نہ بڑھاؤ یعنی لاڑباپن نہ کرو۔

بعض پنجابی الفاظ کا استعمال مثلاً

جکنا۔	گھی بالکل جک گیا۔

چنگا۔	خدا نے مجھ کو چنگا کر دیا۔
تلے۔	بعضوں نے اوپر کا مکان پایا اور بعض نے تلے کا مکان پایا۔
جتی (بمعنی جتنے)	جتی آدمیوں کی دعوت ہو اتنے ہی جاویں۔
حلم کا ترجمہ غصہ کا بچاؤ اناء کا ترجمہ گرواڑ کیا ہے	خدا کو غصہ کا بچاؤ اور گرواڑ پسند ہے۔

قوم اور طلاق کو مذکر استعمال کیا ہے مثلاً

قوم۔	بنی مصطلق ایک کافروں کا قوم تھا۔
طلاق	اس کو تین بار طلاق دیا تھا۔

چہل حدیث

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے چالیس حدیثوں کا ایک مختصر سا مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔ یہ نہایت جامع و مانع انتخاب ہے۔ یہ احادیث عقائد، اعمال، اخلاق اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں مولانا خرم علی نے اس کا ترجمہ نہایت صاف، سلیس اور رواں کیا ہے اور حسبِ ضرورت مختصر سے حواشی بھی لکھے ہیں۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے (عربی سے ترجمہ)

"پیچھے تعریف خدا کی اور درود محمد مصطفیٰ کی یہ چالیس حدیثیں مسند ہاں صحیح مسند کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ ان کے بول تھوڑے ہیں اور مقصد بہت ہیں کہ پڑھے ان کو بھلی بات چاہنے والا، واسطے امیدواری اس کے کہ بیٹھے عالموں کے جتھے ہیں، بموجب فرمانے نبی کے اوپر درود اور ثنا جو یاد رکھے میری امت کے واسطے نفع کی چالیس حدیثیں دین کے مقدمہ میں، اٹھاوے گا اللہ تعالیٰ اوس کو فقیہ اور میں ہوں گا اوس کا قیامت کو سفارشی اور گواہ ۔ کہتا ہے فقیر ولی اللہ معاف ہو بھول چوک اوس کی، کہ میرے سامنے روایت کی ابو طاہر مدنی نے۔"[۱]

---

[۱] چہل حدیث مرتبہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اردو ترجمہ از مولانا خرم علی بلہوری (مطبع مصطفائی، لکھنؤ۔ ۱۲۵۵ھ) ص ۲۔۳

پانچ حدیثوں کا ترجمہ مع حواشی نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ لیس المخبر کالمعاینہ

خبر دیکھنے کے برابر نہیں۔

۲۔ الحرب خدعۃ

لڑائی دھوکے کا نام ہے۔

۳۔ المسلم مرأۃ المسلم

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

۴۔ المستشار مؤتمن

جس سے مشورت لی جاوے، اسے امانت داری لازم ہے۔

۵۔ الدال علی الخیر کفاعلہ

نیک کام کا بتانے والا ثواب میں کرنے والے کے برابر ہے۔

حواشی

اب احادیث سے حواشی ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ایک مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ

۳ یعنی روبرو اوس کے عیب جتا دیوے اور (پیٹھ) پیچھے اوس سے دل صاف رہے۔

۴ یعنی جو اوس کے حق میں بہتر ہو اوس کو کہہ دے اور اوس کے بھید سے کسی کو خبر نہ کرے۔[۵۲]

چہل حدیث کا یہ ترجمہ مترجم مولوی خرم علی کے نام کی صراحت کے ساتھ ۲۹۔رمضان ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) کو بہ تصحیح سعد الدین حیدر صاحب لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔ سرورق کی عبارت یہ ہے:[۵۳]

---

[۵۲] چہل حدیث مرتبہ شاہ ولی اللہ دہلوی اردو ترجمہ از مولانا خرم علی بلہوری (مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۵۵ھ) ص ۵

[۵۳] چہل حدیث کا یہی اُردو ترجمہ مترجم مولوی خرم علی کے نام کی صراحت کے بغیر مولوی عبد الحلیم چشتی

(بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

"چہل حدیث شاہ ولی اللہ دہلوی مع ترجمہ مولوی خرم علی بلہوری در مطبع مصطفائی محمد مصطفےٰ خان ولد محمد روشن خان طبع نمود۔"

غایۃ الاوطار (اردو ترجمہ در مختار)

فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب "در مختار" کا اُردو ترجمہ مولانا خرم علی نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار علی خان بہادر رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں کتاب النکاح سے شروع کیا۔ محرم ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) میں اختتام کے قریب پہنچا۔ مولانا خرم علی کے انتقال کے بعد مولانا محمد احسن نانوتوی نے مولوی الہ یار خان تاجر کتب بریلی کی تحریک پر اس ترجمے کو مولوی خرم علی کے ورثا سے اشاعت کی غرض سے خریدا اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا کتاب الصلوٰۃ مکمل کیا۔ جن مقامات کو مولوی خرم علی نے چھوڑ دیا تھا ان کو مکمل کیا۔ پورے ترجمے پر نظر ثانی کی اور اس ترجمے کو ہر طرح سے صحیح درست کر کے اس کا نام "غایۃ الاوطار" رکھا کہ جس سے ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) نکلتے ہیں اور یہ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) اور ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) کا درمیانی سال ہے۔

مولانا محمد احسن نانوتوی نے چند اصحاب کی شرکت میں پہلے چوتھی جلد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی، لیکن یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا اور انہوں نے اس سلسلے میں ایک اشتہار شائع کیا۔ نواب کلب علی خان رئیس رام پور (ف ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء) نے طباعت کے جملہ مصارف برداشت کیے۔ اس کتاب کی تصحیح و تکمیل میں مولانا محمد احسن کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی (ف ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء) صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور بھی شریک رہے۔ اس ضخیم اور گراں قدر کتاب کی چاروں جلدوں کی طباعت ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں مطبع صدیقی بریلی میں اتمام کو پہنچی۔

اس کا ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

بقیہ حاشیہ ۵۲

نے (الرحیم، حیدر آباد سندھ مئی ۱۹۶۷ء) میں شائع کر دیا اور اسی ترجمے مولانا عبد الماجد دریا آبادی مدیر "صدق جدید" لکھنؤ نے ۱۳۸۹ھ (۱۹۶۹ء) میں ایک کتابچے کی صورت میں چھاپ دیا ہے۔

"نماز فرض ہوئی معراج میں، شب شنبہ رمضان کی سترہویں تاریخ، ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے۔ اور معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں۔ ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر۔ اگرچہ واجب ہے، دس برس والے لڑکے کو، ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے، اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کو حکم کرو، جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور اون کو مارو جب کہ وہ دس برس کے ہوں۔ اور میں کہتا ہوں روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے میں، بنابر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا، اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اوس کو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے، اور نماز کا قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے۔ قید کیا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے۔ اس واسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے۔ حق العبد کے سبب سے، تو خدا کے حق میں حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے۔"[۵۴]

شفاء العلیل (اردو ترجمہ قول الجمیل)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب قول الجمیل (عربی) کا اردو ترجمہ مع مختصر شرح اردو زبان میں شفاء العلیل کے نام سے ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۵ء) میں مولانا خرم علی بلہوری نے کیا۔ اس کتاب میں کہیں کہیں مختصر حواشی شاہ عبد العزیز دہلوی اور نواب قطب الدین خان دہلوی نے لکھے ہیں۔ کتاب کے مقدمے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"عاجز بندہ گناہوں سے شرمندہ خرم علی عفی اللہ عنہ خدمات اہل دین میں عرض کرتا ہے کہ بعض مخلص احباب نے فرمائش کی کہ کتاب مستطاب قول الجمیل فی

---

۵۴ غایۃ الاوطار۔ (اردو ترجمہ درمختار) (مطبع نولکشور لکھنؤ۔ ۱۸۹۳ء) صفحہ ۱۶۵۔

بیان سواء السبیل تصنیف عالم ربانی، مرتاض حقانی، عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ اُردو میں کرے تا زمانہ اخیر میں کہ روز بروز جہل کی ترقی ہے، اہل دین حقیقت حال سے مطلع ہوں اور اصول طریقت اور شرائط اور احکام بیعت سے آگاہ ہو کر افراط و تفریط سے بچیں نہ مطلقاً انکار بیعت کا کریں نہ ہر اہل سے بیعت کرلیں۔ ہر چند مترجم بسبب کور باطنی اس کتاب عالی قدر کے ترجمہ کرنے کی کہ ذاکرین حق اور اولیائے طریقت کے اشغال میں ہے۔ لیاقت نہیں رکھتا۔ لیکن بقولائے اس حدیث صحیح کے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری اور مسلم میں ثابت ہے کہ ملائکہ ربانی اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ پھر جب ذاکرین کو پاتے ہیں تو ان کو اپنے پروں سے اول آسمان تک چھپالیتے ہیں۔ پھر جب حق تعالے فرشتوں کو شاہد کر کے فرماتا ہے کہ میں نے ان کو بخشا تو کوئی فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں تو فلانا بندہ گنہگار بھی ہے جو ان کی راہ پر نہیں، کسی کام کو آیا تھا، سو وہاں بیٹھ گیا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اوس کو بھی بخشا، وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس کا بیٹھنے والا شقی یعنی بے نصیب نہیں رہتا، ترجمہ اس کتاب کا وسیلہ نجات کا سمجھا اور کیوں نہ ہو کہ حدیث "من أحب قوماً فهو منهم" دستاویز قوی ہے۔[۵۵]

فاضل مترجم ترجمے کے متعلق لکھتے ہیں:

"اب معلوم کرنا چاہیے کہ ترجمے میں اس کتاب میں محاورہ مقدم رکھا، گو اصل کے تراجم الفاظ میں تقدیم و تاخیر واقع ہو۔ اس واسطے کہ ترجمہ کرنے سے سہولت فہم مقصود ہے، سو ترجمہ تحت اللفظ میں حاصل نہیں۔ اور جو حواشی مصنف قدس سرہ اور اون کے خلف الرشید علامہ عصر، مسند دہر مولانا شاہ عبدالعزیز کے اس کتاب پر صحیح پائے، مزید توضیح اور تکثیر فوائد کے واسطے اون کا ترجمہ بھی

---

۵۵ شفاء العلیل (اردو ترجمہ قول الجمیل) از خرم علی بلہوری (نظامی پریس کانپور ۱۲۹۱ھ) ص ۴-۵

ذیل قواعد میں مندرج کر دیا۔ جہاں کہیں مولانا کا لفظ آوے تو مولانا شاہ عبدالعزیز مراد ہوں گے، اور اس کا شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل نام رکھا۔ حق تعالیٰ اس ترجمے کو اپنے مزید کرم سے مقبول فرمائے اور مترجم اور صاحب فرمائش اور سائر اہل دین کو اس کتاب کی برکات سے فائدہ مند کرے۔"[۵۶]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"ہم کو چاہیے کہ بیعت کی گفتگو کریں کہ وہ کون قسم میں سے ہیں۔ سو بعضے لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بیعت منحصر ہے قبول خلافت اور سلطنت پر، اور وہ صوفیوں کی عادت ہے باہم اہل تصوف سے بیعت لینے کی، وہ شرعاً کچھ نہیں۔ اور یہ گمان فاسد ہے بدلیل اوس کے جو ہم مذکور کر چکے کہ مقرر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بیعت لیتے تھے، اقامت ارکان اسلام پر، اور گاہے تمسک بالسنہ پر، اور یہ حدیث بخاری کی گواہی دے رہی ہے، اس پر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جریرؓ پر شرط کی اور اون کی بیعت کے وقت فرمایا کہ خیر خواہی لازم ہے ہر مسلمان کے واسطے، اور حضرت نے بیعت لی قوم انصار سے سو یہ شرط کر لی کہ نہ ڈریں امر خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور حق ہی بات بولیں جہاں رہیں۔ سو ان میں سے بعضے لوگ امرا اور سلاطین پر کھل کر بلا خوف رد اور انکار کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کر لی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں۔ ان کے سوائے بہت امور میں بیعت ثابت ہے اور وہ سب امور از قسم تزکیہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔"[۵۷]

مولانا خرم علی بلہوری اختتام کتاب پر لکھتے ہیں:

---

[۵۶] شفاء العلیل۔ (اردو ترجمہ قول الجمیل) از خرم علی بلہوری (نظامی پریس کانپور ۱۲۹۱ھ) ص ۵-۶

[۵۷] ایضاً۔ ص ۱۰

"مترجم کہتا ہے الحمدللہ کہ اس کے حسن توفیق سے ترجمہ قول الجمیل کا چوبیسویں ربیع الآخر ۱۲۶۰ھ میں پورا ہو گیا۔ حق تعالیٰ میری بھول چوک اور کج فہمی کو بہ برکت ارواح طیبہ اولیائے کرام کے معاف کرے۔ اور ان حضرات کے نور باطن سے میرے ظلمت کدۂ دل کو نورانی فرماوے اور اہل اسلام کو اس ترجمے سے فائدہ بخشے اور کج فہمی سے پناہ میں رکھے۔"[۵۸]

○

مولانا سخاوت علی جونپوری

مولانا سخاوت علی جون پوری[۵۹]، سید احمد شہید کے خلیفہ، نامور عالم اور مبلغ تھے۔ انہوں نے

---

[۵۸] شفاء العلیل۔ص ۱۳۷

[۵۹] مولانا سخاوت علی ابن شیخ رعایت علی، قصبہ منڈیاہوں (مضاف جون پور) میں ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک قدیم علمی خاندان کے رکن تھے۔ ابتدائی تعلیم مولانا قدرت علی ردولوی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا احمد اللہ انامی، مولانا احمد علی چریا کوٹی اور مولوی فضل رسول بدایونی سے استفادہ کیا۔ مولانا عبدالحی بڑھانوی اور مولانا اسماعیل دہلوی سے تکمیل علوم کی۔ علم سے فراغ کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ مدت نواب ذوالفقار علی خاں رئیس باندہ کے یہاں ملازم رہے اور ان کے مدرسے میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ جون پور کی شاہی مسجد کو اہل تشیع کے قبضے سے واگزار کرایا اور اس میں قرآن کی تعلیم کے لیے "مدرسہ ربانیہ قرآنیہ" قائم کیا۔ اسی طرح منشی امام بخش رئیس جونپوری سے شہر میں علوم اسلامی کی ایک اعلیٰ درس گاہ قائم کرائی۔ ان اداروں سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ مولوی امیر علی کے واقعہ ہنومان گڑھی (نومبر ۱۸۵۵ء) کے بعد مولانا سخاوت علی

پورب میں کتاب وسنت کی دعوت کو عام کیا۔ ان کی تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزری۔ اُردو زبان کو اظہار و ابلاغ کا ذریعہ بنایا۔ ان کی مندرجہ ذیل تصانیف ہمیں دستیاب ہوئیں۔

۱۔ رسالہ وصول

۲۔ رسالہ کلمات کفر

۳۔ عقائد نامہ

۴۔ رسالہ عرفان الاوقات

۵۔ رسالہ ناسخ و منسوخ

۶۔ رسالہ تقویٰ

۷۔ ترجمہ فی احادیث النبی الکریم

یہ تمام کتابیں اُردو زبان میں ہیں۔

رسالہ وصول[۶۰]

مولانا سخاوت علی نے یہ رسالہ مسائل تصوف اور متعلقات بیعت وارشاد پر لکھا ہے۔ رسالے

بقیہ حاشیہ نمبر ۵۹

بہت دل گرفتہ ہو گئے اور انہوں نے حجاز ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے

چھوڑ کر ہندوستاں ملکِ عرب جاتے ہیں ہم

جا رہیں گے اس کے در پہ جس کے کہلاتے ہیں ہم

چنانچہ حجاز پہنچے۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور ۶۔ شوال ۱۲۷۴ھ (۲۰۔ مئی ۱۸۵۸ء) کو مکہ معظمہ میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ "داخل باب خلد" تاریخ انتقال ہے۔

۶۰۔ مولانا سخاوت علی جونپوری کے رسائل کا ایک مجموعہ مطبع صدیقی بنارس سے باہتمام محمد عبدالغنی صدیقی پریس لکھنؤ میں شائع ہوا ہے۔ اتفاق سے اس کا ایک ناقص الاوّل اور بوسیدہ نسخہ ہمیں ملا۔ اس مجموعے کا نام اور سنِ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔ اس رسالے کے مسلسل نمبر ہیں۔

کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے اس کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

"حمد خدا کو جو ہر چیز کا نور ہے۔ درود مصطفےٰ کو جو پہلا ظہور ہے۔ سلام آل واصحاب پر جس کا زمرہ اتباع نفس سے دور ہے۔ اس کے پیچھے عرض کرتا ہے فقیر، سراپا تقصیر سخاوت علی محمدی کہ پیچھے سے ملانا مخلوق کا ہے، خالق سے، اور یہ نہ حاصل نسبت حاصل کرنے سے ہوتا ہے، اور نسبت کی تحصیل زبان برکت نشان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک گھرانے دین میں چلی آئی ہے۔ فقیری درویشی اسی نسبت حاصل کرنے کا نام ہے۔ صوفی صاحب نسبت کو کہتے ہیں اصل صوفی کی صفا ہے، اہل صفا کی طرف نسبت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ترک دنیا کر کے تحصیل نسبت کے واسطے اور ترقی مدارج درویشی کے لیے صفہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑے رہتے تھے۔ کھانا مل جاتا تو کھا لیتے اور نہ ملتا تو کسی سے نہ مانگتے۔ بس اسے بار دا ایسی مقصود جس پر متروک ہو گئی، ہر شخص کو پیران طریقت کی خدمت میں حاضر رہنا اور گھر بار چھوڑ رہنا دشوار ہے اور پیران طریقت کا کامل میسر آنا بھی سہل کار نہیں۔ پھر بنظر خیر خواہی جمہور یہ بات دل خاطر میں آیا کہ کوئی ایسے دو چار ورق لکھے جس سے تحصیل ایک قسم کی نسبت کا حاصل ہوتا ہے، اور ہر کوئی اس کو دیکھ کچھ کچھ راہ چل سکے، اگو مرتبہ فقر درویشی کا ہونا نہایت مشکل ہے، مگر بالکل نادانی بھی خوب نہیں۔ اس واسطے یہ رسالہ چار وصل پر بنایا گیا تا لوگوں کو باعث وصل ہو اور نام وصول رکھا۔ خدا ہم کو اور سب مسلمانوں کو وصل نصیب کرے۔"[۱۶]

اس رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اس فقیر کو بیعت طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور مجددیہ اور محمدیہ، ہاتھ پر امیر المومنین سبط اکبر مجدد ثالث و عشر امام اوحد سید احمد دامت

---

۱۶ رسالہ وصول از مولانا سخاوت علی۔ مطبع صدیقی بنارس۔ ص ۲۹

برکاتہ، الی یوم الثنا ہے اور اجازت بیعت لینے کی بھی حاصل۔ اس ذکر کو بطریق تبرک وانتساب کے کیا۔ کوئی اہل اللہ اس گھر کا غلام سمجھ کر بدعا یاد کرے اور فقیر نجات پاوے، ورنہ ننگ فقیر و درویشی ہوں، فقیر کہاں اور یہ نسبت"۔[۶۲]

رسالہ کلماتِ کُفر

مولانا سخاوت علی نے یہ رسالہ کلمات کفر اور گناہوں کے بیان میں لکھا ہے، تاکہ اس نوع کی گفتگو اور ارتکاب گناہ سے لوگ باز رہیں۔ آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

"اے رب ہزار ہزار شکر تیرا کہ ہمیں کفر سے بچایا اور اسلام کی سیدھی راہ دکھلایا۔ اے رب ہزاروں درود بھیج اپنے حبیب خاص محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ہم کو کلمات کفر اور کبائر اور صغائر سے آگاہ کیا، اور اون کے آل و اصحاب پر جن کی محبت میں نجات ہے، اور اون کی عداوت میں ہلاک۔ الحمدللہ کہ ہم لوگوں کو عداوت سے کنارہ کر کے محبت دیا۔ بعد اس کے عرض کرتا ہے کہ فقیر سراپا تقصیر خادم بارگاہ احمد فقیر سخاوت علی محمدی کہ اس زمانے میں راہ راست کم یاب ہے اور زیادتی کمی دین میں پھیل پڑی۔ کوئی اس قدر دلیر ہے کہ گناہ سے نہیں ڈرتا، بل کلمات کفر کو بلا تکلف اپنی زبان پر جاری کرتا ہے، اور کسی کو یہاں تک شدت آئی کہ بمجرد سننے ایک کلمۂ کفر کے کہنے والوں کو کافر لقب دیا، اور بلا تکلف حکم کفر اوس پر جاری کیا، اور حالانکہ خدا اور رسول ص کو دونو ناپسند ہیں۔ ہر چیز اپنے موقع پر رہے اور حد سے تجاوز نہ ہو، نہ افراط کی جانب نہ تفریط کی طرف۔ بس بنظر اس افراط اور تفریط کے اس فقیر کو مناسب معلوم ہوا کہ دو چار ورق کلمات کفر اور گناہوں کے بیان میں لکھے جاویں تا لوگ راہ راست پر آویں اور افراط

۶۲ے رسالہ وصول از مولانا سخاوت علی، مطبع صدیقی بنارس۔

تفریط سے باز رہیں۔"[۶۳]

بطور نمونہ ایک مختصر سا اقتباس درج ذیل ہے:

"کلمۂ کفر نام اوس بات کا ہے جو مخالف ایمان کے ہو، اور پانچ چیز ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے۔ خدا پر اور فرشتوں اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور پچھلے دن پر۔ پس جو بات ایسی ہو کہ ان چیزوں کے ایمان میں اوس سے خلل ہوتا ہے، وہ کلمہ کفر ہے۔"[۶۴]

عقائد نامہ

مولانا سخاوت علی جونپوری نے اہلسنت کے عقائد میں یہ مختصر سا رسالہ بصورت سوال وجواب لکھا ہے۔ چنانچہ دو سوال مع جواب بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

سوال۔ ایمان کے کیا معنی ہیں۔

جواب۔ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کے پاس سے لائے، اوس کو دل سے سچ جاننا اور زبان سے اقرار کرنا۔

سوال: کسی کے ظلم اور جبر سے اگر زبان سے توحید کا اقرار نہ کرے اور دل سے سچ جانے تو مومن ہے یا نہیں۔

جواب۔ مومن ہے۔

سوال۔ اعمال یعنی کام جزو ایمان ہیں یا نہیں۔

جواب۔ جزوِ ایمان نہیں ہیں، بلکہ اعمال نیک سے ایمان کی رونق زیادہ ہوتی ہے۔[۶۵]

---

[۶۳] رسالہ کلمات کفر از مولانا سخاوت علی۔ (مطبع علوی لکھنوی ۱۲۶۴ھ) ص ۲-۳

[۶۴] رسالہ کلمات کفر۔ ص ۳

[۶۵] رسالہ عقائد نامہ (برحاشیہ رسالہ کلمات کفر) ص ۲

رسالہ عرفان الاوقات

مولانا سخاوت علی نے یہ رسالہ نماز پنجگانہ کے اوقات کے بیان میں لکھا ہے۔ اس رسالے کے آغاز میں اسباب تالیف پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

"حمد خدا کو، اس نے بندوں کا دربار پانچ وقت مقرر کیا۔ نعت مصطفےٰ کو جس نے امت کو رب کے حضور میں پہنچا دیا۔ سلام آل و اصحاب پر، جنہوں نے فیض صحبت مصطفےٰ کو کامل کیا۔ تب خادم بارگاہ احمدی فقیر سخاوت علی محمدی عرض کرتا ہے۔ سب جن و انس بندگی کو پیدا ہوئے، اور عمدہ ترین بندگیوں میں نماز ہے۔ پیغمبر کے صحابہ کسی نیکی کو چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے، مگر نماز کہ اس کے ترک کو کفر سمجھتے تھے۔ مسلمان ہو کر نماز نہ پڑھے تو نام کا مسلمان ہے، اور نماز تو خدا کی شکر گزاری ہے۔ نعمتیں خدا کی ہر وقت بندوں پر جاری رہتی ہیں۔ ہر وقت شکر گزاری چاہیے، مگر اوس میں بڑا حرج عظیم تھا، اس واسطے چند وقت خاص میں نماز فرض ہوئی اور باقی وقتیں اوس نماز کے اہتمام اور یادگاری اور انتظار میں بجائے نماز ہی کے ہوئے۔ پس اون وقتوں کو پہچاننا ضرور ہوا، اور بدون وقت پہچانے نماز قبول نہیں ہوتی۔ ہر کام وقت پر خوب ہوتا ہے، اور نماز کے اوقات خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس طرح بیان پائے کہ مقام شک و شبہ نہیں...... پس یہ فقیر اس رسالہ میں اوقات سب مفصل کہ عوام کو شبہ نہ رہے بیان کرتا ہے"[۶۶]

خاتمۂ کتاب میں لکھتے ہیں:

"امید مسلمانوں سے یوں کہ سستی دین میں چھوڑ دیں، اور اپنے دل کو نماز و سجدے سے لگا دیں، مقدور بھر مستحب وقتوں پر نماز ادا کریں، اور اگر غفلت سے ناخبر ہو جاوے، مکروہ تک نہ پہنچا دیں۔ نماز سے عمدہ کوئی عبادت نہیں خدا

۶۶؎ رسالہ عرفان الاوقات۔ مطبوعہ مطبع صدیقی بنارس۔ ص ۱۷

ہم کو اور مسلمان بھائیوں کو نماز کہ معراج مومنین کی ہے، بخوبی نصیب کرے اور اوس کی لذت دل میں دیوے۔" الخ[۷۷]

رسالہ ناسخ ومنسوخ

مولانا سخاوت علی نے یہ رسالہ "ناسخ ومنسوخ" کے بیان میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

"عرض کرتا ہے فقیر سخاوت علی فاروقی محمدی کہ بازارِ علم کا سد ہوا اور استعداد اہل زمانہ فاسد۔ نہ بات کہنے کو جی چاہتا ہے اور نہ کسی کا کلام سننے کو۔ علما نے کتب تفسیر وحدیث ہندی زبان میں کیا تا عوام ہدایت پاویں، اور محنت تحصیل عربی، فارسی نہ اٹھاویں۔ کیونکہ سستی پھیل پڑی اور دنیا غالب ہو گئی۔ پر غرض اون علما کی یہ تھی کہ محض ترجمہ احادیث وتفسیر ہندی زبان میں دیکھ کر بن پڑھے مطلب نکالنا شروع کریں، اور اپنی رائے کے موافق سمجھیں۔ بل مقصود یہ تھا کہ محنت تحصیل صرف ونحو سے آسانی ہو، ان ہی ہندی ترجموں کو علما سے پڑھ کر سمجھیں اور اوسی پر چلیں۔ سد یہاں مقصود بدل ڈالا اور اوس پر یہ لطف کہ قرآن کی تفسیر اور حدیث سے عالم بنے اور مجتہدانہ چال چلی، پر ناسخ ومنسوخ کی بھی واقفیت نہیں پیدا کیے، اور افسوس یہ کیا جانیں گے کہ کون حکم خدا اور رسول کے نزدیک عمل کا ہے اور کون نہیں۔ اس واسطے یہ عاجز رسالہ "ناسخ ومنسوخ" قرآن اور احادیث کا لکھتا ہے، جس میں لوگ واقف ہوں۔"[۷۸]

رسالہ ناسخ ومنسوخ سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"کوئی اپنے تئیں محدثین کا تابع خالص محمدی کہتا ہے، اور فقہ پر عمل

---

[۷۷] رسالہ عرفان الاوقات۔ ص ۲۵

[۷۸] رسالہ ناسخ ومنسوخ از مولانا سخاوت علی۔ مطبوعہ مطبع صدیقی۔ بنارس۔ ص ۵۲-۵۳

کرنے والوں کو بُرا سمجھتا ہے، اور فقہ کو مخالف حدیث جانتا ہے، حالانکہ مسائل فقہ کے سب قرآن وحدیث سے نکلے ہیں۔ اور اپنے وہم میں سمجھتا ہے کہ مقلدین تابع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں، عیاذاً باللہ، اتباع مجتہدوں کی بعینہ اتباع ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ سب جہالت ونادانی ہے حدیث وفقہ سے اور سمجھا کہ حنفی وشافعی، کہلانا بُرا ہے، اور یہ نہیں سمجھنے کہ جب مجتہد کی تابعداری اللہ رسول کے حکم سے درست ہوئی، نسبت اوس کی طرف کیوں نہ درست ہو۔ یہ نسبت واسطے امتیاز کے ہے، کچھ دین کا امر نہیں۔"[۶۹]

رسالہ تقویٰ

مولانا سخاوت علی نے تقویٰ کے موضوع پر یہ رسالہ لکھا ہے۔ آغاز کتاب میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یا اللہ تو بڑا کریم ہے کہ اپنے کرم سے رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی بھیجا، تیرا احمد کیسے ادا ہو، میں عاجز ہو کر دامن رحمت تیرے رسول کا تھامتا ہوں تو ہزاروں درود ایسے رحمۃ للعالمین پر بھیج اور ان کے آل واصحاب پر جنہوں نے راہ حق صاف صاف دکھایا اور ساری اُمت کو خیر خواہی مسلمانوں کا حکم فرمایا۔ اس کے پیچھے خیر خواہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار شرم سار بارگاہ احمدی فقیر سخاوت علی محمدی خیر خواہی کی راہ سے تمام کلمہ گویوں کی خدمت میں عرض لکھتا ہے اور طریق نجات کی جو ارشاد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے بتاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی بات خلاف احتیاط وسلامت نظر آوے از راہ مہربانی فقیر کے پاس آکر خبردار کریں اور مطلب فقیر کا سمجھ جاویں پھر پانچ

---

۶۹ رسالہ ناسخ ومنسوخ - صفحہ ۷۶

اصل پر بنا اس خیر خواہی کی رکھی گئی اور تقویٰ اس لکھے کا نام ہے[ؔ]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"دوسرے گروہ نے اہتمام کیا اور ایسے قاعدے مقرر کیے کہ کوئی بے طور مطلب نہ سمجھے اور بدعتوں کی تاویلیں برہم کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح جمع کر کے اس میں غور و فکر کر کے مسئلے نکالے اور کتابیں بنائیں مسلموں کو سہولت کے واسطے اپنی زبان میں ہر قسم کے جدا جدا لکھا، پھر کسی کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کا مطلب بگاڑنا آسان نہ رہا۔ یہ گروہ فقہا اور مجتہدین ہیں، اور یہ کتابیں فقہ کی ہیں، اور ان فقہا نے بھی اہتمام روایات صحیحہ کا کیا۔"

قویم فی احادیث النبی الکریم

مولانا سخاوت علی جون پوری نے احادیث کے اس انتخاب میں تمام مسائلِ فقہیہ کو احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مدلل کیا ہے اور ہر مسئلے سے متعلق احادیث نقل کی ہیں۔ احادیث کا یہ انتخاب صحاح ستہ وغیرہ سے کیا گیا ہے۔ متن حدیث کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ کہیں کہیں مولانا سخاوت علی نے مختصر سے حواشی بھی لکھے ہیں۔ ایک حدیث اور اس کا ترجمہ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

عن حمران ان عثمان رضی دعا بماءٍ فافرغ علی کفیه ثلث مرات ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض واستنثر ثم غسل وجهه ثلثا ویدیه الی المرفقین ثلث مرات الی الکعبین ثم قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم توضأ نحو وضوئی هذا ثم قال صلی اللہ علیه وسلم من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین ثم لا یحدث فیهما نفسه غفرله

[ؔ] رسالہ تقویٰ از مولانا سخاوت علی (مطبع صدیقی بنارس)۔ ص ۹۷-۹۸

حمران سے ہے کہ بے شک عثمان نے مانگا پانی، پھر ڈالا اپنے دونوں ہاتھ پر تین بار۔
پھر داخل کیا داھنا ہاتھ برتن میں، پھر کلی کیا اور ناک جھاڑا، پھر دھویا اپنا منہ تین بار، اور
دونوں ہاتھ دونوں کہنیوں تک تین بار۔ پھر مسح کیا اپنا سر، پھر دھویا اپنا دونوں پاؤں
تین بار ٹخنوں تک۔ پھر کہا میں نے دیکھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کیا
میری طرح کا وضو۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے میرا
سا وضو، پھر نماز پڑھے دو رکعت، پھر اپنے جی سے اس میں بات نہ کرے۔ بخشے
جادیں اوس کے جو اگلے گناہ ہوں۔ نکالا اس کو پانچوں نے، سوائے ترمذی
کے۔ اور یہ لفظ شیخین یعنی بخاری و مسلم کی ہے۔

مولانا سخاوت علی جونپوری اپنے مافی الضمیر کو سیدھی سادی اُردو زبان میں ادا کرنے پر
قادر ہیں۔

زبان و بیان

کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے۔ مثلاً

ہر چیز کا نور ہے۔
پہلا ظہور ہے، نقص سے دُور ہے۔
فقیر، سراپا تقصیر۔
بازار علم کا سرد، استعداد اہل زمانہ فاسد۔
گنہگار، شرمسار

کہیں کہیں ترجمے کا سا انداز ہے۔ مثلاً

ملانا مخلوق کا ہے خالق سے۔

بالعموم فعل مفعول کے مطابق نہیں ہے مثلاً

سیدھی راہ دیکھایا۔

محبت دبا

گلی کیا ناک جھاڑا

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے۔ مثلاً

مخالف ایمان کے۔

معراج مومنین کی۔

اہتمام روایات صحیحہ کا۔

کہیں کہیں حرف جار مقدم ہے مثلاً

بادرن وقت پہچانے۔

تذکیر و تانیث۔ مثلاً

حمد کو مذکر استعمال کیا ہے جیسے نبر احمد کیسے ادا ہو۔

راہ کو مذکر استعمال کیا ہے جیسے راہ حق صاف صاف دکھایا۔

مولانا سخاوت علی جون پوری کی مذکورہ بالا تصنیفات کے علاوہ بعض رسائل بھی ان سے یادگار ہیں۔ مثلاً رسالہ اسرار، رسالہ تعداد لغات، رسالہ اسلم، رسالہ عرض نیک اور جوابات سوالات تسعہ۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔

مولوی حافظ اکرام الدین واعظ دہلوی[1]

شاہ عبدالعزیز سے مستفیض اور سید احمد شہید کی تحریک سے وابستہ تھے۔ وعظ و تبلیغ

---

[1] مولوی حافظ اکرام الدین، دہلی کے قدیم باشندے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نہایت عقیدت کیش اور صحبت یافتہ تھے۔ ہمیشہ شاہ صاحب کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے، انہوں نے دو مرتبہ قرآن کریم کا مکمل درس شاہ صاحب کی زبان فیض ترجمان سے سنا۔ شاہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اصلاح و تذکیر کے فرائض انجام دیے۔ اردو زبان میں دو رسالے ان سے یادگار ہیں۔

طبِ نبوی

دہلی کے مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) کی خواہش پر انھوں نے اردو زبان میں طب نبوی سے متعلق ایک کتاب مرتب کی، چنانچہ کتاب کے آخر میں ایک نظم میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے مؤلف بس کر یہ بیان	فرصت دقت اب تجھے ہے کہاں
اس کی تالیف کا سبب یہ ہے	خانہ زادان حضرت سلطاں
لگے کہنے کہ ظل سبحانی	چاہتے ہیں کہ ہووے اردو زباں
طب نبوی کا حال سب بالکل	فائدہ تو اوٹھا دیں اس سے یہاں
سایۂ ایزدی ہے اکبر شاہ	ہے گناہ اوس کے عفو پہ نازاں
سو بفرمان حضرت والا	کیا میں نے مرتب از دل وجاں
طب نبوی رکھا ہے اس کا نام	حق تعالی کرے نہ اس کو نہاں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۷

عبدالقادر دہلوی سے بیعت وارادت رکھتے تھے۔ طب نبوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ علوم کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ ان کے اساتذہ میں وحید الدین پھلتی کا نام آتا ہے۔ طب میں خاص طور سے مہارت و ملکہ حاصل تھا شعروشاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) کے بعد دہلی سے چلے گئے تھے اور الہ آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ عطاری کی دکان تھی جب سید احمد شہید حج کو جاتے ہوئے الہ آباد پہنچے تو ان کے مشورے سے وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس سے مخلوق کو بہت فائدہ ہوا۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ ان کے بہت سے شاگرد تھے۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔ ملاحظہ ہو:

طب نبوی از حافظ اکرام الدین (مطبع انجم افروز دہلی ۱۲۸۳ھ) ص ۱۰۶،۱۰

فضل سے اوس کے ہو بہت مشہور — یاں نلک اوس کو کہیں انس وجان
اب زبان بند کر تو اے اکرام — دین تیرے کو حق رکھے بہ امان[۲۱]

طب نبوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"جاننا چاہیے بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ بات کہ اللہ صاحب نے انسان کو پیدا کیا ہے، اپنی بندگی کے واسطے، اور بندگی کرنا موقوف ہے بدن کی تندرستی پر اور تندرستی موقوف ہے بدن کی نگاہبانی پر، اور نگاہبانی بدن کی کبھی ہوتی ہے دعا سے اور کبھی ہوتی ہے دوا سے، اور کبھی کچھ ایک عمل کرنے سے، اور کبھی کسی عمل کرنے سے مگر حکمائے جسمانی کہ جن کی حکمت نری تجربہ ہی پر موقوف ہے، جیسے کہ جالینوس وغیرہ ہیں، وہ لوگ امراض جسمانی کے واسطے نری دعا کو مفید نہیں جانتے، بلکہ اہلِ اسلام پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ بے وقوف ہیں کہ دعا کے قائل ہوتے ہیں، کیونکہ دعا جو ہے ایک منہ کی بات ہے، بدن میں جاکر کیا اثر کرے گو، سو اس کا جواب یہ ہے کہ بات کی تاثیر کا انکار کرنا محض بے وقوفی ہے، کیونکہ بات کی تاثیر کرنے کا ہر کوئی قائل ہے۔ مثلاً کوئی کسی کو بُرا کہنے لگے، اور بُرا کہنا بھی ایک منہ کی بات ہے۔ مگر غور کرے تو ایسی بات ہے کہ اس نے بدن کو توڑ کر، دل میں جاکر غصہ کو پیدا کیا، اور اسی طرح بھلی بات دل میں جاکر اثر کیا اور غصہ کو پیدا کیا اور خوشی کو پیدا کیا، تو اللہ صاحب کے ناموں میں اور دعاؤں میں تاثیر نہ جاننا اس کی حماقت پر دلیل ہے۔"[۴۳]

طب نبوی کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"غرض حاصل کلام یہ ہے کہ طب نبوی سے فائدہ اوسی کو ہووے گا جو متقی و پرہیزگار ہووے، اور درجہ یقین کا اوس کو کماحقہ حاصل ہووے، اور

۴۲؎ طب نبوی۔ ص ۱۲۴

۴۳؎ ایضاً۔ ص ۲-۳

معالج بھی اوس بیمار کا تقوی اختیار کرے۔ کیونکہ یہ خاصیت سوا طب نبوی کے دوسری طب میں نہیں ہے کہ حکیم پرہیز کرے، اور بیمار کو شفا ہو جاوے۔ اگر کسی سے یہ بات کہی تو یکایک اوس کی عقل میں نہیں آنے کی ہے، بلکہ لگے گا اوس کا انکار کرنے۔ مگر جب غور کرے گا تو اوسے معلوم ہووے کہ بے شک یہ خاصہ سوا طب نبوی کے دوسری طب میں نہیں ہے کہ حکیم پرہیز کرے اور بیمار اچھا ہو جاوے۔"[۲۷]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض کے روبرو خوشی کی باتیں کہے کہ مریض کا دل ہلکا ہوتا رہے۔ مگر اتنا لحاظ کیا چاہیے کہ جھوٹا قصہ اور کہانی نہ کہا کرے کیونکہ اوس میں خود بھی گناہگار ہووے گا اور اوس مریض کو گناہگار کرے گا۔ ایسے وقت میں بیمار کو چاہیے کہ ہر وقت توبہ استغفار اور اپنے رب کی طرف ہر دم رجوع کرے، اور یہ وقت کہانیوں اور قصوں کا نہیں ہے۔ مگر کوئی شخص بطور مزاح کے کہ جس میں فحش نہ ہووے کبھی کبھی مریض کے دل کو خوش کیا کرے، تو کچھ مضایقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں مرض کو تخفیف ہوا کرتی ہے۔ مگر استہزا نہ کرے۔ استہزا ایک مرض روحانی ہے کہ آدمی واسطے طمع دنیا کے اپنی عزت کو امیروں کے پاس اور سرداروں میں کھوتا پھرتا ہے، اور امیر لوگ اوس کو مسخرہ جان کر اوس سے ہمیشہ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ایسا شخص نزدیک حق تعالے کے بدترین خلائق ہے، اور اوس کی صحبت سے دلوں کو زنگ لگتا ہے۔ سو

---

[۲۷] طب نبوی۔ ص ۱۲۳

طب نبوی کے اکثر نسخے فضائل درود پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر طب نبوی کامل ہے، جیسا کہ اس نسخے میں صراحت کی گئی ہے کہ اس کو مصنف کے قلمی نسخے سے مکمل کیا ہے (ص ۹۸) بعض نسخوں میں کتاب کے آخر میں ترکیب فاتحہ محبوب سبحانی کی بھی ملحق کر دی گئی ہے جس کا مصنف کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علاج اس مرض کا یہ ہے کہ طمع وحرص کو اپنے بیچ میں سے دفع کرے اور قناعت
کو اپنا شیوہ گردانے تا کہ ذلت کا بدلہ عزت حاصل ہو جاوے۔"۵۵

زبان و بیان

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے، مثلاً

وقت صحبت داری کے۔

مربہ سونٹھ کا۔

بعض جگہ حرف جار مقدم ہے مثلاً

بعد حمد و صلوٰۃ کے۔

واسطے جمیع طمع دنیا کے۔

کہیں کہیں عربی کے تتبع میں فعل کو فاعل سے مقدم لائے ہیں مثلاً

گر پڑے کوئی مکھی تمہارے کھانے پر۔

جمع کرتے تھے کوڑا اور گھورا اپنے صحنوں میں۔

ڈال دیا اوپر اوس کے۔

بعض الفاظ کا استعمال

نری	نری دعا
پھاٹک بندی	بعض چیزیں بطور پھاٹک بندی کے اسے سکھاتے ہیں
نہار منہ	ترنج شہد کے ساتھ نہار منہ قوت قلب میں پیدا کرتا ہے۔
جوت	نظر کی جوت زیادہ ہوتی ہے۔
بغل گند	بغل گند کو فائدہ ہوتا ہے۔

---

۵۵ طب نبوی ص ۴۷

ہریسہ	تم ہریسہ کھایا کرو۔
مسکہ	اوپر سے تھوڑا سا مسکہ لگا دیوے۔
سدہ	بکھور سے سدہ پیدا ہوتا ہے۔
کلا	دائی انگلی حلق میں ڈال کر زور سے کلا دباتی ہے۔
بدقدم	کوئی لونڈی غلام اور گھوڑے کو بدقدم جانتا ہے۔
لڑاک	عورت کی نحوست یہ ہے کہ لڑاک ہووے۔

بعض مصادر کا استعمال مثلاً

عدول کرنا	حکیم حاذق کے کہنے کو عدول نہ کرے۔
کو نچا دینا	جن لوگ کو نچا دیا کرتے ہیں آدمی کے بدن میں۔
تھفکار کرنا	جب کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھفکار دیوے۔
دھرنا	گویا اللہ کی کتاب میرے سامنے دھری ہے۔

تحفۃ الاسلام

مولوی حافظ اکرام الدین دہلوی نے محرم ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر اُردو زبان میں لکھی۔ انہوں نے اس کتاب میں جابجا مراسم و بدعات کا رد کیا ہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سب تعریفیں واسطے اللہ ہی کے ہیں کہ اپنے محض کرم سے ہم کو شرک اور کفر سے بچایا، اور قرآن شریف فضل سے آسان کر کے ہم کو سکھایا، اور ہزاروں درود و سلام اوس کے رسول پاک کو کہ اون کی زبان فیض ترجمان سے اپنے احکام ہدایت انتظام کو سنایا، اور تحیات بے شمار اون کی آل واطہار و اصحاب کبار پر کہ انہوں نے ہم کو طریقہ اوس رحمۃ للعالمین کا بتایا۔"[۱]

(حاشیہ ۱، اگلے صفحہ پر)

سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں :

" بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے بندہ ضعیف، حقیر، کمترین اکرام الدین محتاج الی رحمۃ للعالمین کہ اکثر مسلمان بھائی خصوصاً میر حسین علی نے اس بات پر رغبت دلائی کہ اگر سورۂ فاتحہ کے فوائد زبان ہندی میں بیان ہو جائیں تو سب مسلمانوں کو اپنی نماز کا مزہ حاصل ہو جاوے، کیونکہ ہر نماز میں اس سے کام ہے، اور سورۃ کا ام الکتاب نام ہے۔ اس واسطے اس کا بیان کرنا بہت ضروری ہے۔ اور تمام قرآن کا بیان کرنا کس کا مقدور ہے۔ بعد اصرار ان لوگوں کے جس قدر نکات ام الکتاب کے اس فقیر کے خیال میں سمائے، وہ ان اوراق پر لکھنے میں آئے، اور اکثر اقوال تفسیر عزیزیہ کے اس میں آئے ہیں۔ اس واسطے کہ اس فقیر کو وہ اقوال بہت بھائے...... اور آخر رسالہ میں ام الکتاب کی فضیلت اور نام ہے اور اس مختصر رسالے کا نام تحفۃ الاسلام ہے بارے الحمد للہ کہ رسالہ سن بارہ سو بیالیس ہجری غرہ محرم الحرام میں تمام ہوا اور فضل و کرم الٰہی سے مقبول خاص و عام ہوا"[۷۶]

مالک یوم الدین کی تفسیر کا اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

" یعنی خاوند ہے دن جزا کا، اور بعضے قاریوں نے ملک یوم الدین بھی پڑھا ہے، یعنی بادشاہ دن جزا کا۔ سو جاننا چاہیے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے چند روز کے واسطے لوگوں کو املاک پر قبضہ دیا ہے، سو اس پر نازاں ہو کر کوئی کہتا ہے کہ یہ ملک میری ہے، کوئی کہتا ہے تیری کہاں سے آئی، یہ تو میرے باپ اور دادے کی ہے۔ غرض کوئی چودھری اور کوئی زمیندار اور کوئی راجہ اور کوئی بادشاہ، صاحب ملک کہلاتا ہے۔ غرض ہر ہر شخص اپنا اپنا دعوے کرتے ہیں۔ اس واسطے اس دن کی خاوندی اور بادشاہی کو اپنے واسطے فرمایا کہ اے بندو! اس دعوے پر اپنی اوقات

---

۷۶ تحفۃ الاسلام از حافظ اکرام الدین۔ (مطبع نظامی کانپور، ۱۲۸۱ھ) ص ۲

۷۷ ایضاً، ص ۲-۳

کو نہ کھو اور ہماری یاد سے ہرگز غافل نہ ہو اور یہ جو چند روز تمہارے قبضے میں کچھ املاک ہے، اس کو خواب و خیال سمجھو۔ ایک روز ایسا آوے گا کہ تمہارے سب دعوے غلط ہو جاویں گے اور ہر چیز ہماری کہلانے لگی گی، اور معمول بھی یوں ہی ہے کہ کسی جگہ کا جو زمیندار ہوتا ہے، وہ اوس زمین کو اور وہاں کے لوگوں کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ وہ لوگ میری رعیت ہیں اور وہ زمین میری ملک میں ہے، اور جب وہ زمیندار اور بادشاہ کے روبرو جاتا ہے تو ہرگز اپنی طرف نسبت نہیں کرتا ہے، اور یہی کہتا ہے کہ میں رعیت اور پروردہ قدیم حضور کا ہوں، اور اگر بادشاہ کے روبرو یہ کلمہ کہے کہ وہ رعیت لوگ میرے ہیں، اور وہ زمین ملک میری ہے، تو بادشاہ اوس سے ناخوش ہو اور نقیب اور چوب دار اوس کو گستاخ اور بے ادب جان کر ذلیل کر کے نکال دیویں گے۔ سو حق تعالیٰ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، قیامت کے دن کوئی نہ کہے گا کہ یہ ملک یا یہ قلعہ یا یہ مکان میرا تھا۔ کوئی شخص دعوے نہ کرے گا اور کچھ نہ کہہ سکے گا"[۸۸]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"تمام ہوئی تفسیر سورۂ فاتحہ کی۔ حق تعالیٰ ہم کو اور سب بھائی مسلمانوں کو اس کا فائدہ نصیب کرے، اور قرآن شریف کے معنی ہم سب کو سمجھاوے اور شرک اور بدعت سے باز رکھے اور اپنے بندوں کے گروہ ہیں ہم کو داخل کرے اور سلف کے طریقے کی ہم کو راہ دکھاوے۔"[۸۹]

مولوی حافظ اکرام الدین تقویۃ الایمان کے افکار و خیالات سے متاثر ہیں اور تحفۃ الاسلام میں جا بجا اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

زبان و بیان

بعض جگہ مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً

۸۸۔ تحفۃ الاسلام ص ۲۲-۲۳

۸۹۔ ایضاً۔ ص ۵۹

کام بندے کا۔

خلاف مروت کے۔

نام اوس کا۔

کہیں کہیں حرف جار مقدم ہے مثلاً

ساتھ ایک شخص کے۔

بقدر عظمت اوس دروازے کے۔

واسطے زیارت بزرگوں کے۔

بدون مزامیر کے۔

بسبب آزاد ہونے کے۔

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے غرض۔	وہ بے غرض انعام فرماتا ہے۔
بے حکم۔	بے حکم خداتعالیٰ کے۔
بے قید۔	بے قید ہو کر جو چاہو کرو۔

بعض مرکب الفاظ کا استعمال مثلاً

عیب دار۔	ہر چیز عیب دار ہے۔
ناچاری۔	موت سے ناچاری ہے۔
دو نکاحی۔	بی بی (فاطمہ) کا کھانا لونڈی پر اور دو نکاحی عورت پر حرام جانتے ہیں۔
دو خصمی۔	جو دو خصمی ہو، اوس کو کھانا دیتے ہیں۔
چہل منبری۔	عورتیں........ منت مان کر ساری رات چہل منبری کرتی ہیں۔

کچھ مفرد الفاظ کا استعمال مثلاً

بھیروں۔	(ہندوؤں) کا دیوتا۔

جوالا۔ — (ہندوؤں) کا دیوتا۔

پچھتر۔ — کوئی اون سے پچھتر کو پوچھتا ہے۔

چرکین۔ — مشک اور چرکین اوس کے نزدیک برابر ہوتی ہے۔

کیلوس۔ — غذا بعد پکنے کے کیلوس ہو کر رگوں سے کلیجہ کو پہنچتی ہے

خاوند (آقا)۔ — خاوند ہے دن جزا کا۔

بھوانی — ہندوؤں کی دیوی

تلے — جڑ اوس کی ساتویں دوزخ کے تلے ہے۔

گونا — ہندوؤں کی طرح گونا مقرر کرتے ہیں۔

بعض مصادر کا استعمال مثلاً

نظری کرنا۔ — بادشاہ .... ضعیفوں اور بیماروں کو نظری کرتا ہے

سویاں بٹنا — سال بھر تک سویاں نہیں بٹتے ہیں۔

قبولنا۔ — ان کی نذریں اور منتیں قبولتے ہیں۔

تعلیم کرنا — اس واسطے ان تین ناموں کے ساتھ تعلیم کیا۔

جمع الجمع مثلاً

اشرافوں — اشرافوں اور نیک بختوں کے حق میں اس سے زیادہ کوئی رسوائی نہیں ہے۔

افعالوں — جب بالکل افعالوں کے موجد ہم ہوئے۔

اولیاؤں — بعض اولیاؤں اور رسولوں سے مانگتے ہیں۔

ارکانوں — نماز کے ارکانوں میں سات رکن بہت بڑے ہیں۔

لالچ کو مونث استعمال کیا ہے۔

مجھے ان چیزوں کی لالچ نہیں ہے۔

مولوی خیر الدین شیر کوٹی

مولوی خیر الدین[۱۸۰] مجاہد، شجاع، باتدبیر سفیر اور سید احمد شہید کے معتمد جرنیل تھے۔ انہوں نے سفارت و نظامت کے باب میں اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ وہ زمرۂ مصنفین میں اختصاص و امتیاز کے مالک ہیں[۱۸۱] شرک و بدعات کے رد میں ان کا ایک اُردو رسالہ ہمیں دستیاب ہوا ہے[۱۸۲]

---

۱۸۰ مولوی خیر الدین، شیر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ ان کے ابتدائی حالات پردۂ خفا میں ہیں مگر وہ نہایت اہم شخصیت کے مالک تھے۔ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور کے مشہور فرانسیسی جرنیل ونتورہ کے پاس سید احمد شہید کے طرف سے مولوی خیر الدین سفیر بن کر گئے تھے اور انہوں نے وہاں نہایت جرأت و قابلیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ سید احمد شہید کی شہادت کے بعد ٹونک کے رئیس نواب وزیر الدولہ (متوفی ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء) نے صفر ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹونک بلا لیا تھا۔ وہ ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ء) میں سرونج کے ناظم مقرر کیے گئے اور ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) تک چار بار سرونج کے عامل و ناظم مقرر ہوئے۔ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) میں تانتیا ٹوپے، شہزادہ فیروز شاہ اور نواب باندہ وغیرہ عادل خان کے اغوا سے سرونج کے علاقے میں پہنچے تو مولوی خیر الدین نے مقابلہ کیا اور ان کو پسپا کر کے بھگا دیا۔

مولوی خیر الدین کی تاریخ انتقال معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے لائق فرزند مدقق العلما مولوی نور الحق المتخلص بہ خستہ (ف ۱۳۳۶ھ/۱۸۔۱۹۱۷ء) اور ان کے پوتے منشی بدر الدین مجسٹریٹ ٹونک تھے۔ ملاحظہ ہو:

آثار مالوہ از سید احمد مرتضیٰ (برقی پریس دہلی۔ ۱۹۳۶ء) ص ۲۷۵۔۲۷۹۔

۱۸۱ مولوی خیر الدین نے کئی رسالے لکھے تھے، جن کا حوالہ مولانا حیدر علی ٹونکی بنام نواب صدیق حسن قنوجی میں ملتا ہے (دیکھئے رسالہ سرحد، جون، جولائی، ۱۹۷۴ء) ص ۶۰

۱۸۲ رسالہ ہندی (قلمی) (مملوکہ مولوی عبد الخالق قدوسی مالک مکتبۂ قدوسیہ لاہور)

رسالہ ہندوی

مولوی خیر الدین شیر کوٹی[۸۳] نے شرک و بدعات کے رد میں یہ رسالہ لکھا۔ اس میں تین فصلیں ہیں

رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"اللہ ہمارا بہت دور ہے شریکوں سے، اگرچہ لوگ اپنی عقل میں آدم مشت خاک کو اوس مالک عرش و افلاک کا شریک جانتے ہیں اور اس غبار ناپائیدار کی تعظیم برابر اوس پاک پروردگار کے کرتے ہیں کہ جس کے کام میں نبی اور ولی کو بھی دخل نہیں اور جس کے حکم میں فرشتوں کو دم مارنے کی بات نہیں، قولہ تعالیٰ فعال لما یرید یعنی جب کام کا ارادہ کرے اوس کو کر چھوڑے اور کسی کے روکنے سے نہ رکے۔

بیت

بڑے چھوٹے ہیں سارے بے اختیار　　جو چاہے کرے میرا پروردگار

بیت

مقدر کسے ہے ترے وصفوں کے رقم کا　　حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اور ہزاروں درود اور صلوات اوس سچے پیغمبر پر کہ جس نے احوال اپنا قسم کھا کر صاف فرمایا۔ الحدیث واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم یعنی مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی ہے قسم اور جو نہ اعتبار کرے تو پھر خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہیں جانتا باوجودیکہ رسول ہوں کہ قیامت کے دن کیا معاملہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کرے گا اور کیا تم سے کرے گا۔ خدا سے بہت خوف کیا چاہیے۔

بیت

---

۸۳ شیر کوٹ دو ہیں، ایک ضلع بجنور (یوپی انڈیا) میں ہے اور دوسرا صوبہ سرحد میں ہے (مکاتیب سید احمد شہید۔ ص ۱۰۰ (لاہور ۱۹۷۵ء)

یہ سرائے سونے کی جاگہ نہیں، ہوشیار ہو
ہم نے کر دی ہے خبر تم کو خبردار ہو

اور درود اوس کے آل پر کہ اون بزرگوں نے اپنی جان اور مال صرف کی اور بڑی بڑی تکلیف اٹھائی، اس لیے کہ خدا کرے کہیں عالم سے شرک دور ہو، اور درود و رحمت ائمہ مجاہدین پر کہ بعد مدت مدید کے سوتوں کو جگاتے ہیں اور بھولوں کو راہ پر لگاتے ہیں۔ اب آگے عرض یہ ہے کہ اس رسالے میں تین فصلیں ہیں۔ شرک میں اور بدعت میں[۸۴]

پہلی فصل کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سنو صاحب پیروں کا اور پیغمبروں کا تو کیا کہنا ہے اور کرامت ولیوں کی بھی حق ہے، اور جو اوس کا انکار کرے بڑا احمق ہے۔ سعادت مندوں کو لازم ہے کہ بزرگوں کو اپنا پیشوا سمجھیں اور اون کی جناب میں بے ادبی نہ کریں۔ اور اپنے دل میں اون کی نہایت محبت اور تعظیم رکھیں اور اون کا نام ادب سے لیا کریں۔ مثل مشہور ہے با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب۔ لیکن اونہیں خدا کے برابر نہ کریں اور مسلمانوں کو ضرور ہے کہ خدا رسول کے فرمان آنکھوں (سے لگائیں) اور بدل و جان قبول کریں، اور جو اوس کلام پاک کے مخالف ہو اوس پر ہرگز کان نہ لگائیں۔ بعضے شخصوں کی جان پر خدا اور رسول کے حکم پر چلنا دشوار ہوتا ہے تو وہ یوں باتیں بھیلاتے ہیں کہ قرآن و حدیث مشکل بہت ہے، بھلا مجھ کو کہاں اتنا علم ہے کہ اسے سمجھوں"[۸۵]

رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اسی طرح پر جاہل لوگ اپنے بزرگوں سے معاملہ کرتے ہیں کہ ایک مکان کو صاف کروا کر اوس میں کھانا اور مٹھائی لا دھرتے ہیں، اور اوس کے آگے لوبان جلا کر

---

۸۴ رسالہ ہندوی (قلمی) ص ۱-۴

۸۵ ایضاً ص ۴-۵

کے بڑے مُلّا سے اوس پر فاتحہ پڑھواتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اوس وقت بزرگوں کی ارواح آئی اور کھانے کو سونگھ کر خوشبو لے گئی۔ پھر جب فاتحہ پڑھا لیا تب اوس کو بزرگوں کا تبرک کہہ کر آپس میں بانٹتے ہیں۔ اس واسطے مسلمانوں کو ضرور ہے کہ یہ قیدیں موقوف کریں، ثواب بخشنے چاہتے ہیں تو قیدوں کی کچھ ضرورت نہیں۔[۵۹]

کتاب کے بالکل آخر میں یہ الفاظ درج ہیں :

"تمام شد رسالہ متبرکہ ہندوی از تصنیف مولوی خیرالدین دستخط فقیر الحقیر قاضی محض برائے سردار عالی مقدار سردار فتح علی خان تحریر یافت بتاریخ ۳ ماہ صفر ۱۲۵۱ھ۔"

زبان و بیان

رسالہ سلیس بلکہ سپاٹ زبان میں تحریر ہوا ہے

کہیں کہیں مضاف، مضاف الیہ سے پہلے مثلاً

اللہ ہمارا

احوال اپنا

کرامت ولیوں کی

کہیں کہیں مقفّیٰ عبارت ہے مثلاً

آدم مشت خاک	مالک فرش و افلاک
غبار ناپائیدار	پاک پروردگار

---

[۵۹] رسالہ ہندی ص۔ آخر

باب سوم

سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک کے علما

(۲)

مولوی سیّد عبد اللہ حُسینی

مولوی سید عبد اللہ بن میر بہادر علی حسینی[1]، سید احمد شہید کی تحریک کی ایک نہایت اہم در فعال شخصیت تھے۔ انہوں نے نشر و اشاعت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ سید احمد شہید

---

[1] مولوی سید عبد اللہ بن بہادر علی حسینی قصبہ سوانہ متصل تھا نیسر (پنجاب) میں پیدا ہوئے[2]۔ ان کے والد بہادر علی حسینی ترکِ وطن کر کے کلکتہ پہنچے۔ یہ بھی ان کے ہمراہ گئے[2]۔ مولوی عبد اللہ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ حدیث پر گہری نظر تھی۔ سید احمد شہید سے ارادت و خلافت حاصل کی۔ سید صاحب کے ہمراہ حج کو گئے۔ (۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء) تا (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) مکہ معظمہ میں سید احمد علی (خواہر زادہ سید صاحب) سے شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمہ قرآن کی نقل برائے طباعت حاصل کی۔ سفرِ حج سے واپسی (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) کے بعد مولانا عبد الحی، شاہ محمد اسحاق اور مولانا حسن علی لکھنوی کے مشورہ و صلاح سے اس ترجمہ قرآن کی طباعت کا انتظام کیا۔ ہمارا خیال ہے کہ سفرِ حج کے بعد ہی انہوں نے مطبع احمدی قائم کیا جو ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ مولوی عبد اللہ کے علمائے بنگال و بہار سے خصوصی تعلقات تھے۔ ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء) میں مولوی عبد اللہ کا انتقال ہوا۔ مولوی عبد اللہ طبع موزوں رکھتے تھے۔ بعض کتابوں میں ان کے اشعار بھی ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۸۷ و ۳۰۵۔ ۳۰۹

۲۔ سید احمد شہید کی تحریک کا اثر اردو ادب پر" از مولوی عبد العلیم چشتی (الرحیم، حیدر آباد سندھ فروری ۱۹۶۶ء) ص ۴۵۲ - ۴۵۶۔

کے نام پر نواح کلکتہ میں "مطبع احمدی"[1] کے نام سے ٹائپ کا ایک پریس قائم کیا، جس سے اس تحریک کا بہت سا لٹریچر شائع ہوا۔ یہ لٹریچر تمام تر اردو زبان میں ہے۔ مولوی عبداللہ نے خود بھی ترجمہ و تالیف کا کام کیا۔ اکثر کتابیں ان کی تصحیح و تہذیب سے شائع ہوئیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ان کے والد میر بہادر علی بن سید حسن فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) سے متعلق تھے اور وہاں کے نامور مؤلف و مترجم تھے۔ لہٰذا تصنیف و تالیف، طباعت و اشاعت اور پروپیگنڈے کی اہمیت سے وہ براہِ راست واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے تبلیغ و اشاعت کے لیے پریس ضروری سمجھا۔ اور اپنے مطبع احمدی سے سید احمد شہید کے علما و مصنفین کی کتابیں بالخصوص قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر، احادیث کے تراجم اور دوسری اصلاحی و مذہبی کتابیں شائع کیں۔

اب ہم مولوی سید عبداللہ کی اردو تالیفات و تراجم کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ داب الآخرت (۱۲۳۹ھ / ۲۴-۱۸۲۳ء)

۲۔ تنبیہ الغافلین (۱۲۴۴ھ / ۲۸-۱۸۲۷ء)

۳۔ تفسیر مقبول (۱۲۵۰ھ / ۳۵-۱۸۳۴ء)

۴۔ چہل احادیث (۱۲۵۰ھ / ۳۵-۱۸۳۴ء)

۵۔ مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین (قبل ۱۲۶۵ھ / ۴۹-۱۸۴۸ء)

۶۔ فساداے ہندی

---

[1] مطبع احمدی کا تجزیہ (چھپیہ؟) تعلق ہوگلی میں تھا جیسا کہ اس مطبع کی تمام مطبوعات سے واضح ہوتا ہے، مگر غلام رسول مہر صاحب نے اس مطبع کو سرام پور میں اور سید صاحب کا نام "عبداللہ سرام پوری" لکھا ہے (جماعت مجاہدین، ص ۲۸۶، ۳۰۵، ۳۰۳) حالانکہ "سری رام پوری" کی نسبت مطبع احمدی کی کسی مطبوعات میں نہیں ہے۔

مولوی سید محمد مؤلف "ارباب نثر اردو" (ص ۱۱۱) نے سید عبداللہ کو میر بہادر علی کا باپ لکھ دیا ہے اور اس غلطی کو [illegible] "[illegible] المصنفین" (ص ۷۶) اور پروفیسر حامد حسن قادری مؤلف "داستان تاریخ اردو" (ص [illegible]) نے [illegible] دہرایا ہے۔

مندرجہ بالا کتب ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان کے علاوہ میلاد شریف (جندری) اور خلاصہ ما لا بد منہ[۳۳] (اُردو) وغیرہ بھی ان سے یادگار ہیں۔ مطبع احمدی کی بہت سی مطبوعات مثلاً تنبیہ الغافلین وہدایت الصالحین وترجمہ قرآن شاہ عبد القادر دہلوی رسالہ نکاح ثانی (مولوی ولایت علی) بلوغ المرام (اُردو ترجمہ) از عنایت علی۔ وغیرہ مولوی سید عبد اللہ کی تصحیح و تہذیب سے شائع ہوئیں۔

داب الآخرت

شاہ رفیع الدین نے بعض اعزہ واحباب اور خاندان تیموریہ کے معزز ارکان کی تحریک سے "قیامت نامہ" کے نام سے ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا تھا[۳۴]۔ مولوی سید عبد اللہ نے اس رسالے کا ۱۲۳۹ھ (۲۴-۱۸۲۳ء) میں "داب الآخرت" کے تاریخی نام سے عامۃ المسلمین کی ہدایت کے لیے اُردو زبان میں ترجمہ کیا جیسا کہ مولوی سید عبد اللہ کے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ سے ظاہر ہے۔

جب ہوا تعمیر یہ اس قصر کی فارغ قلم
جس میں ہر جانب کو ہے مفتوح باب الآخرت
عقل نے دیکھ اس میں آئین قیامت آشکار
رکھ دیا نام اس کا با تاریخ "داب الآخرت"[۳۵]

(۱۲۳۹ھ)

---

۳۳ فہرست اردو مخطوطات، رضا لائبریری رامپور از امتیاز علی عرشی، ص ۹۴

۳۴ قیامت نامہ (فارسی) از شاہ رفیع الدین (مطبع مجتبائی دہلی) ص ۲

۳۵ داب الآخرت کا ایک ایڈیشن "قیامت نامہ" کے نام سے مطبع مرات الاخبار کلکتہ سے ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں شائع ہوا جس میں دوسرے شعر کے [illegible] باب الآخرت [illegible] چھپ گیا ہے۔ [illegible]

آغاز کتاب میں سبب ترجمہ کے متعلق مترجم لکھتے ہیں :[۶]

"لطف اور احسان اوس رب الناس کا بے حد و بے قیاس ہے کہ جس نے ہماری ہدایت کے لیے اپنے حبیب خاص محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اپنی رضامندی کے لیے اور بھی امر سے مامور و مکلف فرمایا۔ پھر اوس رسول پاک صاحب لولاک نے انواع ضلالت و بطلان کے خارستان سے ایمان دار و ارکان کے گلستان میں ہم کو پہنچایا اور ہم عاصیوں گمراہ کی تنبیہ کے لیے آثارِ قیامت اور نفخِ صور کو قبل ظہور کے جتایا تھا کہ ہم مسلمان صاحبِ ایمان افضالِ الٰہی سے امیدوار رہیں اور عذاب آخرت سے ڈریں اور حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی خوشنودی ہر ایک عبادت اور عادت کا جزو اعظم جانیں اور سب اعمال اور اقوال پر مقدم سمجھیں۔ ایک روز خاکسار بے مقدار محمد عبداللہ عفی عنہ کے خاطر میں یوں گزرا کہ یہ قیامت نامہ جس کو مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی نے عبارت فارسی میں تالیف کیا ہے، زبان ریختہ ہندی میں ہو تو ہر ایک خاص و عام کی سمجھ میں آوے اور جسے خدا تعالیٰ توفیق بخشے۔ وہ قیامت کے سال سے واقف ہو کر راہ راست کی پاوے۔ ہر چند اس کم استعداد کو محاورہ ہندی میں مہارت تام نہیں، لیکن خدا کی توفیق و اعانت پہ نظر کر کے موافق اپنے حوصلہ ناتمام و فہم کے لکھا ہے اور صاحبان زبان دان کی خدمت شریف میں یہ التماس رکھتا ہے

---

۶ نثری عبارت سے پہلے مولوی سید عبداللہ نے مندرجہ ذیل دو شعر لکھے ہیں:

حد سے باہر ہیںگے انعام خدا
کس سے ہو سکتا ہے شکر اس کا ادا
کی عطا جس نے ہے اپنے لطف سے
کل شئی خلقہ ثم ھدا

کہ اُس کے سہو کو صحیح فرما دیں اور بلحاظ فائدہ عام عبارت خام دامن عطا سے چھپا دیں"۔[۷]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ جمیع مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کا خاتمہ بالخیر کرے اور عذاب قبر و عذاب حشر سے محفوظ رکھ کر جنت میں پہنچاوے اور وہاں اپنے دیدار لایدرکہ ابصار سے مشرف کر کے مقام رضا میں ابدالآباد مستقر و برقرار رکھے، بصدقہ صاحب لولاک اور اُس کی آل پاک کا۔"[۸]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"کہتے ہیں جب مومنین پل صراط کے پار ہو جائیں گے تب منافقین اندھیرے میں شور و فریاد مچائیں گے کہ اے یارو! ذرا ٹھیر جاؤ، بھلا ہم بھی تمہاری روشنی کے سبب سے اتنی راہ چلے آئیں۔ وہ جواب دیں گے کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور جہاں سے ہم کو یہ روشنی ملی ہے تم بھی وہاں سے لے آؤ۔ جب یہ پیچھے کو رُخ کریں گے اور اُس سے زیادہ اندھیرے میں جا پڑیں گے۔ سخت گھبرا کر اِدھر اُدھر ٹٹولنے لگیں گے، پھر پل کے کنارے ایک بڑی سی دیوار حائل ہو گی اور دروازہ اُس کا بند رہے گا، تب تو یہ رو رو کر چلائیں گے کیا یارو ہم تمہارے ساتھ نہ تھے کہ اس طرح مصیبت میں ہم کو چھوڑے چلے جاتے ہو۔ اہل اسلام کہیں گے تم بظاہر ہمارے ہمراہ تھے پر دل میں شک و شبہ، بعض دین کی عداوت سے ہمارے حق میں پھرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور کفار کی عزت، تعظیم، اطاعت، خوشامد کیا کرتے تھے، اب ان ہی جا ملو۔ اتنے میں دوزخ کی آگ ان کو کھینچ کر نیچے کے طبقے میں ڈال دے گی، پھر وہ گروہ پل سے برق

۷۔ داب الآخرت (قلمی) مخزونہ رضا لائبریری رام پور، ص ۲-۳

۸۔ ایضاً، ص ۱۸۰

اور طوفان کی طرح گزر جائیں گے۔ آپس میں یہ کہیں گے کہ ہم سُنا کرتے تھے کہ بہشت کے اور دوزخ کے مابین ایک بڑا سا پل ہوگا، وہ تو کچھ نہ دیکھا اتنے میں وہ پیچھے آنے والے بھی ان میں آملیں گے۔ سب اکٹھے ہو کر پل پر سے ایک میدان میں جا کھڑے ہوں گے۔ اس وقت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین اپنے دستِ مبارک سے بہشت کے دروازے کھول کر ان لوگوں کو داخل کریں گے۔[1]"

زبان نہایت سلیس اور رواں ہے۔

مولوی سید عبد اللہ کے مطبع احمدی سے رسالہ داب الآخرت ۱۲۵۴ھ (۳۹-۱۸۳۸ء) میں شائع ہوا تھا۔ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۶ء) میں یہ کتاب مطبع مرآت الاخبار کلکتہ سے بھی شائع ہوئی جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے:

"ناظرین پر واضح ہو جیو کہ جناب مولوی عبد اللہ صاحب عفی اللہ عنہ نے پہلے اس کتاب مستطاب جو مسمّی بقیامت نامہ تالیف مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کی ہے، ۱۲۵۴ ہجری قدسی میں لغات فارسی سے زبان سلیس ریختہ اردو میں ترجمہ فرمایا تھا اور چونکہ یہ شاہد زیبا بہر حال مقبول دلہائے خاص و عام ہے، اس واسطے کئی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر اپنے جلوۂ جمال سے شائقان باکمال کے دل بے قرار کو تسکین بخشی تھی اور بالفعل بسبب محجوب ہونے حجاب نایابی میں اکثر لوگ دوبارہ طالب دیدار اس رعنائے روزگار کے ہوئے، اس لیے خاکسار...... محمد تقی اور عاصی ہیچمدان محمد پارس اور راجی برحمت سرمدی مرزا عنایت علی لکھنوی نے باہتمام منشی غلام حسین اور منشی نرجام علی منشیان مطبع موصوف کے باکمال صحت اور تحقیقات کے بھر اس دُرِ یکتائے دریائے حسن و خوبی کو شہر ذی حجہ ۱۲۶۲ ہجری میں...... مطبع

---

[1] داب الآخرت۔ ص ۵-۱۵ (قلمی)

مرآت الاخبار میں لباس طبع کا پہنایا کہ ناظرین وقار آئین ہر کوئی مطابق اپنے اپنے حوصلہ کے بدریافت مطالب علیا اور مقاصد بہیہ اس کے سے سعادت داریں سے بہرہ یاب و کامیاب ہوں۔[۱۰]

تنبیہہ الغافلین

تنبیہہ الغافلین، اصلاح معاشرت اور تصحیح عقائد کی غرض سے فارسی زبان میں تالیف ہوئی، صرف بینی نرائن[۱۱] نے اس کتاب کے اردو ترجمے کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء تا ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) نے سید احمد شہید (۱۲۰۱ھ ۸۷-۱۷۸۶ء تا ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء) کی درخواست پر تالیف کی۔ شاہ رفیع الدین کے کسی تذکرہ نگار نے ان کی مولفات میں تنبیہہ الغافلین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر یہ شاہ رفیع الدین کی مولفہ ہے بھی تو یہ یقینی بات ہے کہ سید احمد شہید کی درخواست پر تالیف نہیں ہوئی کیونکہ آدم مدراسی (ف ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) نے زواجر ہندی (اردو ترجمہ آدم فی حدیث) میں واضح طور سے لکھا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کے پانچویں اور چھٹے باب

---

[۱۰] قیامت نامہ (داب الآخرت) مطبع مرآت الاخبار کلکتہ ۱۲۶۲ھ - ص ۱۰۳۔

[۱۱] انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں تنبیہہ الغافلین (بینی نرائن جہاں) کا مخطوط محفوظ ہے۔ مرتب فہرست بلوم ہارٹ نے تنبیہہ الغافلین کے تعارف میں لکھا ہے کہ

Beni Narayan states in the preamble that Tanbih-al_ Ghafilin was compiled in Persian by Shah Rafi-ud-Din a the request of Saiyid Ahmad of Bareilly.
(Catalogue of the Hindustani Ms. London, 1926, p. 8).

(در حقوق خاوند و زوجہ) تنبیہ الغافلین سے لیے ہیں [۱۲] اور زواجر ہندی کی ترتیب نواب امیر الملک معین الدولہ محمد علی حسین خان بہادر ظفر جنگ (رئیس ارکاٹ) (ف ۱۲۱۶ھ ـ ۱۸۰۱-۲ء) کے عہد طالب علمی میں ان کی درخواست پر مولوی آدم مدراسی نے کی۔ ظاہر ہے کہ نواب علی حسین خان کا عہد طالب علمی بارہویں صدی ہجری ہوگا [۱۳] گویا زواجر ہندی بارہویں صدی ہجری یعنی سید احمد شہید کی پیدائش (۱۲۰۱ھ ۱۷۸۶ء) سے پہلے مرتب ہوئی اور چونکہ زواجر ہندی کا ایک اہم ماخذ تنبیہ الغافلین بھی ہے۔ لہذا تنبیہ الغافلین تو اس سے اور بھی پہلے تالیف ہوئی ہوگی۔

تعجب ہے کہ تنبیہ الغافلین کا تعارف سب سے پہلے بینی نرائن جہان کے ذریعے ہوتا ہے [۱۴] اس کو تنبیہ الغافلین کا اردو ترجمہ ہاتھ لگتا ہے جو بقول اس کے خلاف محاورہ اور غلط

---

[۱۲] زواجر ہندی از مولوی آدم مدراسی (مطبع مصطفائی لاہور ۔ ۱۳۱۰ھ) ص ۳ و تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو جلد پنجم از محی الدین قادری زور (حیدرآباد دکن ۔ ۱۹۵۹ء) ص ۲۵۰، زواجر ہندی کے پانچویں اور چھٹے باب اور تنبیہ الغافلین کے متعلقہ باب سولہ (تنبیہ الغافلین مطبوعہ مطبع احمدی کلکتہ ۱۲۷۹ھ ص ۲۸۶) کا ہم نے مقابلہ کیا اور یہ بات درست پائی۔

[۱۳] نواب محمد علی حسین خان رئیس ارکاٹ کا انتقال ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱-۲ء) میں ہوا (توزک والا جاہی مدراس ۱۹۵۷ء ص ۲۵) لہذا انتقال کے وقت ان کی عمر سولہ سال سے یقیناً زیادہ ہوگی اس طرح اس کتاب کی ترتیب بارہویں صدی ہجری میں ہوئی ہوگی۔

[۱۴] بینی نرائن جہان ابن سدرشت نرائن ابن لکشمی نرائن، لاہور کے رہنے والے تھے۔ گردش دوراں سے کلکتہ پہنچے، پریشان حالی اور عسرت سے سابقہ پڑا، مگر کلکتہ میں حیدر بخش حیدری نے تھامس روبک سے تعارف کرا دیا۔ جس سے ان کی حالت قدرے درست ہوگئی اور روبک کی فرمائش پر بینی نرائن نے اردو شعرا کا انتخاب "دیوان جہان" کے نام سے مرتب کیا اور اس سے دوسری کتاب چہار گلشن یادگار ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) دیوان جہان (تمہید) از بینی نرائن جہان مرتبہ کلیم الدین احمد (پٹنہ ۱۹۵۹ء) (۲) ارباب نثر اردو ص: ۲۴۹-۲۵۹ (۳) داستان تاریخ اردو ۔ ص ۱۳۴-۱۳۷ گارساں دتاسی نے بینی نرائن کے متعلق خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا تھا (خطبات گارساں دتاسی ص ۹۱)۔

تھا۔ مترجم کا وہ نام نہیں بتاتا۔ یعنی نرائن اپنے دوستوں کی فرمائش پر اس ترجمے کی پورے طور سے نظر ثانی کرتا ہے[۵]۔ بینی نرائن کا یہ نظر ثانی شدہ یا درست کردہ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس نے یہ کام ۱۲۴۵ھ (۳۰-۱۸۲۹ء) میں انجام دیا[۶] اسی زمانے (۱۲۴۶ھ / ۳۱-۱۸۳۰) میں مولوی سید عبداللہ ابن بہادر علی حسینی کلکتہ سے شائع کرتے ہیں۔ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے کہ مولوی عبداللہ نے یہ کام ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) میں انجام کو پہنچایا[۷] اگر یہ بات درست ہے تو مولوی سید عبداللہ کا کام بینی نرائن جہان سے مقدّم ہوا۔ مولوی عبداللہ نے بھی اپنی کتاب کے مقدمے میں مترجم اوّل کا نام نہیں بتایا ہے، مگر انھوں نے بھی ترجمے کو نادرست اور خلافِ محاورہ کہا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن ۱۲۴۹ھ (۳۴-۱۸۳۳ء) میں مولوی عبداللہ لکھتے ہیں:

> "احوال اس کتاب کا یوں ہے کہ پہلے کسی شخص نے اس کو جس میں بیس باب تھے فارسی سے ہندی زبان میں ترجمہ کیا تھا، لیکن اکثر الفاظ اس کے بے محاورہ اور نادرست تھے اور آیتیں اور حدیثیں غلط چنانچہ اس خاکسار خیر خواہ خلق اللہ عبداللہ ولد سید بہادر علی مرحوم نے اس کی عبارت اور آیتیں اور حدیثیں صحیح کر کے بلکہ کچھ اور بھی آیتیں اور حدیثیں داخل کر کے بیان اور قصے جہاں جس مقام کے مناسب جانا، زیادہ کر کے سن بارہ سو چھیالیس ہجری

The work had been originally translated into Rekhtah, but was un-idiomatic and in places unintelligible. He had, therefore, at the request of his friends made a complete revision of the translation. (Blumhurdt, p.8).

[۶] ارباب نثر اردو۔ ص ۲۵۱۔

[۷]

میں چھپوایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکثر مسلمانوں کو اس سے دینی فائدہ پہنچا اور اس کے پڑھنے اور سننے والوں کو راہِ راست نصیب ہوئی۔ چنانچہ جس قدر کتابیں چھاپہ ہوئی تھیں سب بٹ گئیں اور پھر بھی اور لوگ خواہش مند باقی رہے، اس لیے اس نالائق نے کئی باب اور کتنے فائدے جو اس کتاب میں ضروری جانے بڑھا کر اب پھر چھپوایا[۱]۔"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی سید عبداللہ کو بھی مترجم اول کا نادرست اور خلاف محاورہ ترجمہ ملا تھا، جس کو انہوں نے درست کیا۔ پہلے ایڈیشن (طبع ۱۲۴۶ھ) میں کسی باب کا اضافہ نہیں کیا اور دوسرے ایڈیشن (طبع ۱۲۴۹ھ ۳۴-۱۸۳۳ء) میں انہوں نے کئی باب کا اضافہ کر دیا۔ اصل کتاب میں مندرجہ ذیل بیس ابواب تھے:

پہلا باب	دنیا کی دوستی کے بیان میں۔
دوسرا باب،	قیامت کے بیان میں۔
تیسرا باب	دوزخ کے بیان میں۔
چوتھا باب	بہشت کے بیان میں۔
پانچواں باب	ماں باپ اور ہمسایوں کے حقوق کے بیان میں۔
چھٹا باب	سود کھانے والوں کے بیان میں۔
ساتواں باب	زکوٰۃ و عشر کے بیان میں۔
آٹھواں باب	نشہ استعمال کرنے والوں کے بیان میں۔
نواں باب	نماز کے بیان میں۔
دسواں باب	قرآن شریف کی تلاوت کرنے والوں کے بیان میں۔
گیارھواں باب	رمضان المبارک کے بیان میں۔
بارھواں باب	میاں بیوی کے بیان میں۔

---

[۱] تنبیہ الغافلین از مولوی سید عبداللہ (مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۴۹ھ) ص ۲۔

تیرہواں باب	جھوٹ اور سچ کے بیان میں۔
چودہواں باب	غیبت اور چغل خوری کے بیان میں۔
پندرہواں باب	حسد، دشمنی اور ریاکارانہ عبادتوں کے بیان میں۔
سولہواں باب	اخلاق حسنہ کے بیان میں۔
سترہواں باب	تحمل اور برداشت کے بیان میں۔
اٹھارہواں باب	نیکوں کے واقعات کے بیان میں۔
انیسواں باب	الوشمحہ کے بیان میں
بیسواں باب	ماتم و نوحہ کے بیان میں

مولوی سید عبداللہ نے طبع دوم ۱۲۴۹ھ ۳۴-۱۸۳۳ء) میں مندرجہ ذیل چار ابواب کا اضافہ کیا:

۱۔ ایمان کے بیان میں۔

۲۔ سنت کے بیان میں۔

۳۔ علم کے بیان میں۔

۴۔ حج کے بیان میں۔

۵۔ متفرق احادیث کے بیان میں[۹۱]

یہ کتاب نہایت مقبول ہوئی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے جلب زر کی نیت سے نہایت بے احتیاطی سے غلط سلط چھاپ دی، لہذا بعض احباب نے مولوی سید عبداللہ کو پھر صحت و درستی کی تکلیف دی جیسا کہ اس کتاب کے خاتمۃ الطبع سے معلوم ہوتا ہے۔

"عاصی پروردالدین نے اس کتاب کو بڑی جانفشانی اور کوشش سے پھر ابتدا سے انتہا تک نئے سرے سے مطابق اصول کے تصحیح کروا کر مطبع احمدی میں حاجی سید عبداللہ مرحوم و مغفور کے چھپوایا: تاکہ لوگوں کو اس کے

---

۹۱ پہلے تین باب شروع میں اضافہ کیے ہیں اور چوتھا باب متعلق حج چودھویں باب کے بعد شامل کیا ہے۔

پڑھنے سے ہدایت نصیب ہو اور اس عاجز کے حق میں دعائے خیر اور اس کتاب کے مصنف کو دعائے مغفرت کریں، تاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۲۶۵ ہجری قدسی؛[20]

اس سلسلے میں مولوی سید عبداللہ بوضاحت لکھتے ہیں:

"پھر خواہش لوگوں کی ویسی ہی باقی رہی، ارادہ تھا پھر چھپواؤں، اس بیں بیں کئی شخص ناحق شناس حاسدوں، دنیا کے لالچیوں نے اپنے نام کو لوگوں میں اس وسیلے سے مشہور کرکے واسطے ایک باب آخر میں کلمات کفر کا کہ اس کتاب سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، بلکہ وہ باب قصہ کی کتاب میں چاہیے لکھ کے بنگلہ ناقص کاغذ پر چھپوایا اور اس فقیر کو بہت تکلیف اور رنج دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا ان لوگوں کو ان کے عمل کے موافق دنیا اور آخرت میں دیوے۔ غرض اسی کو اصل بنا کے کئی دفعہ لوگوں نے چھپوا دیا۔ اب جو وہ کتاب اس فقیر کے نظر پڑی اور دو چار ورق اس کے پڑھنے میں آئے تو دیکھا کہ عجیب طرح کا خلط ملط کر دیا ہے اور اکثر مقام میں غلط چھاپا ہے۔ اس کو دیکھنے سے اس خاکسار کے دل میں بہت افسوس گزرا اور یوں خیال میں آیا کہ اگر اسی طرح دو ایک مرتبہ ناداموں کے اہتمام سے یہ کتاب چھاپی جاوے گی تو بالکل غلط اور خراب اور مسخ ہو جائے گی اور اس فقیر کی محنت اور جانفشانی تمام برباد ہو جائے گی۔ بلحاظ اس کے اور قدر دانوں کے اصرار سے پھر کمر ہمت باندھی اور اچھے صاف کاغذ پر فارسی حروف سے خوب تصحیح کر کے چھپوا دیا۔"[21]

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کتاب کی مقبولیت کی وجہ سے سید محمد اور محمد طیب وغیرہ نے اس کتاب میں ایک باب کا مزید اضافہ اور ترمیم و تنسیخ کر کے غیر معیاری کاغذ پر چھپوا دیا۔[22]

۲۰۔ تنبیہ الغافلین۔ مطبوعہ مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۶۵۔ ص ۲۶۶۔

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ بعض فہرستوں میں ذکر ملتا ہے کہ یہ اڈیشن ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں چھپا اور مطبع دارالسلام

(بقیہ حاشیہ ۲۲ اگلے صفحہ پر)

جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے۔

"ان دنوں حاصی سید محمد اور محمد طیب اور امین الدین اور محمد تقی خیر خواہانِ خلق اللہ نے جب دیکھا کہ لوگوں کی خواہش اس کتاب کی طرف عربی خط کے سبب سے کم ہے، اس واسطے ان صاحبوں نے اعانت اور تصحیح سے جناب حضرت مولوی عبد العزیز اور جناب مولوی امیر الدین صاحب کے اس کتاب کو جو سبب ہدایت گمراہوں کے اور باعث رہنمائی فاسقوں کے ہے کچھ اور بھی اپنی طرف سے مسائل زیادہ کر کے پچیس باب اور خاتمہ میں فارسی خط سے واسطے عوام کے چھپوایا۔[۲۳]"

دیباچے کے بعد اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"اب جاننا چاہیے کہ سب سے زیادہ مسلمانوں کے حق میں ایمان کی دولت ہے۔ جس شخص کا ایمان درست ہے اور یقین کمال کو پہنچا، اوس شخص کا ہر ایک کام دین اور دُنیا کا ٹھیک ہو گیا اور اچھا بنا، کیونکہ یہ بڑی نعمت ہے اور دونوں جہان کی دولت۔ پس سب لوگوں کو چاہیے کہ رات دن ایسی باتوں میں، جس سے دین اور ایمان قوت پکڑے اور خوب مضبوط ہو جاوے، لگے رہیں۔ آخرت میں اپنے خاوند کے پاس سرخروئی حاصل کریں اور بڑے بڑے درجوں کو پہنچیں۔ پھر جن باتوں سے اللہ اور رسول کی راہ سے دور ہو جائیں، بچتے رہیں کہ شیطان اور نفس آدمی کو ہمیشہ بُری راہ

(بقیہ حاشیہ ۲۲)
دہلی میں ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) میں شائع ہوا جس کی ایک عکسی نقل ہمارے پیش نظر رہی ہے۔ بعد میں مختلف مطابع سے یہ اڈیشن چھپتا رہا ہے۔ صرف ۱۸۹۶ء تک نولکشور پریس، کانپور سے اس کے پانچ اڈیشن شائع ہوئے۔ بمبئی کے مختلف مطابع نے اس کتاب کو تحفۃ الواعظین المعروف بہ تنبیہ الغافلین کے نام سے شائع کیا۔

۲۳ تنبیہ الغافلین (مطبوعہ نولکشور پریس کانپور۔ ۱۸۹۶ء) ص ۲۔۳

بس لے جاتا ہے، اور نیک راہ سے بدراہ کرتا ہے۔ پھر جب انسان بعد موت کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتا ہے اوس وقت سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ کام نہیں آتا۔[۲۴]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"کہا عمر رضی اللہ عنہ نے، فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ فاسق کی دعوت قبول نہ کرو یعنی اوس کے یہاں نہ جاؤ۔ کھانا نہ کھاؤ، کیونکہ وہ اپنے کھانے میں حرام سے احتیاط نہیں کرتا، اور کبھی ایسا ہے کہ وہ ظالم بھی ہوتا ہے تو باتفاق اوس کا کھانا درست نہیں، کیونکہ وہ لوگوں کا مال ظلم سے لیتا ہے، جیسا حاکم کے دفتر کے عملے اور اوس کے نوکر کہ مسلمانوں کا مال فریب اور ظلم سے لیتے ہیں۔ اگر مسلمان اون کی دعوت قبول کریں گے تو اون کی حرمت اور عزت بڑھے گی اور عوام کو کھا لینے کی دستاویز ہوگی۔"[۲۵]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"یہ بھی شعبہ ایمان کا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنی اور اوس کے دوستوں سے، اور بغض رکھنا اوس کے دشمنوں سے اور محبت رکھنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اون کی تعظیم کرنی اور اون پر درود بھیجنا، اور اون کے یاروں سے دوستی رکھنی اور اون کے آل و اولاد کے ساتھ محبت کرنی اور اون کی سنتوں کی پیروی کرنی یعنی اون کے طریق پر چلنا اور اوس کو رواج دینا، یہ سب رسول کی محبت میں داخل ہے۔ غرض اللہ اور رسول کی محبت ایسی رکھے کہ ایک مقام کیا سارا جہان ایک طرف ہو اور اللہ اور رسول کی متابعت ایک طرف ہو تو اللہ اور رسول کا جو محب ہے بے پروا، کسی کی رعایت نہ

---

۲۴ تنبیہہ الغافلین۔ مرتبہ مولوی سید عبداللہ۔ (مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۴۹ھ) ص ۲-۳۔

۲۵ ایضاً ص ۷۴

کرے، جس میں اللہ و رسول کی رضامندی سمجھے اوس کو عمل میں لاوے، وہی تو سچا محب ہے، اور جس نے یہ نہ کیا اور جس قدر اون کے احکام سے اوس نے چشم پوشی کی اوسی قدر اوس کے ایمان میں خلل پڑا، اور دوستی کے دعوی میں جھوٹا ٹھیرا۔ اور شعبہ ایمان کا یہ ہے کہ جو عمل کرے اللہ کی رضامندی کے واسطے کرے، دوسرے کی طرف نگاہ نہ رکھے یا دکھانے کو نہ کرے، خواہ وہ عمل ہاتھ کا ہو یا بدن کا زبان کا یا دل کا یا اعتقاد کا۔[۲۶]''

عبارت عام طور سے نہایت سادہ اور سلیس ہے مثلاً

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیروی خلفائے راشدین کی عین پیروی رسول اللہ کی ہے، اور جن کاموں نے رواج پایا اون کے ایام میں، وہ حضرت ہی کی سنت ہے، اگرچہ اون کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خلیفوں کی سنت پر لوگوں کو شبہ پڑے گا گفتگو کریں گے اور بہک جاویں گے، اس لیے اوّل ہی سنا دیا اور خبردار کر دیا کہ ایسا مت کیجئو، اون کی پیروی سے منہ نہ موڑیو۔ اب جو کوئی خلاف اوس کے کرے گا اور اون کی سنتوں کو ترک کرے گا یا اور کام اپنی خواہش سے زیادہ بڑھاوے گا، وہ نبی کی پیروی اور حکم برداری سے محروم رہے گا۔[۲۷]''

زبان و بیان

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

باسن	جب تک ہندوؤں کی طرح نئے باسنوں میں نہ پکاوے یا
پھول پان	پھول پان پانی کھانے کے ساتھ رکھے۔ ص ۵۴

---

[۲۶] تنبیہ الغافلین، ص ۴۰

[۲۷] تنبیہ الغافلین۔ (مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۴۹ھ) ص ۳۸۔

روپا	سونے اور روپے کے باسن میں کھانا پینا۔	۶۴
ٹھاکر پرشاد	ان چیزوں نے .... ہندوؤں کے ٹھاکر پرشاد	
	کی صورت پکڑی۔	۶۷
بیری گھیرا	مرد کا بیری گھیرا سر پر لکھنا۔	۶۹
اماوس	اماوس کی اندھیری سے زیادہ اندھیری ہو گی	۱۰۲
اور چھور	اور چھور نہ لگے۔	۱۳۰
بھیتر	حضرت بی بی بھیتر چلی گئیں۔	۱۳۲
بھیانی	دوزخ کے پیادے ہیبت ناک بھیانی صورت	
	سے بیٹھے ہیں۔	۱۳۴
پالان پاکھر	گھوڑوں کو ...... پالان پاکھر سے کس کو حاضر کریں گے۔	۱۴۰
چکچوندھی	آنکھوں میں چکچوندھی لگ جاوے گی۔	۱۴۰
جھاڑو بہارو	جھاڑو بہارو دینی۔	۱۸۲
لترا	پکا لترا بنا۔	۱۹۲
بھگ جگنی	جیسے بھگ جگنی کا کیڑا ازراروشن ہوا۔	۱۹۴
گھوس	رشوت گھوس کسی کی قبول نہ ہو گی۔	۲۱۷
ادھر	مسلمان کی روح ادھر میں رہتی ہے۔	۲۴۹
دبدھا	دل میں دین کے کام پر دبدھا ڈالے۔	۲۰۱

بعض اسما کا استعمال

خاوندی	اوس پروردگار نے اپنی خاوندی کی رو سے کرنے	
	اور نہ کرنے کا حکم جاری کیا۔	۳۸
ملن ساری	اپنی تکبری کے سبب کسی کے ساتھ ملن ساری نہ رکھتے	۱۱۸
بھائی گری	بھائی بھی وہاں بھائی گری سے منکر ہو جائے گا۔	۱۲۵
تکبر تکبری	سرکشی اور تکبری کے ساتھ رہتے تھے۔	۱۳۱

دیر کی بجائے دیری یہود اور نصاریٰ دیری کرتے ہیں۔ ۱۷۲

انکسار انکساری بہت عاجزی اور انکساری سے کہا۔ ۲۲۴

بعض مصادر کا استعمال

دھرنا — اوس پر کوزے دھرے ہیں۔ ۱۰

پھٹکار کرنا — کوسنا اور پھٹکارنا بہت بُرا ہے۔ ۲۰

کٹّا پا کرنا — کٹّا پا کرنا فاسقوں اور بدعتوں کے لیے۔ ۳۲

لکنا — چھپی لکی سب بات کھل جائے گی۔ ۱۱۲

کھنڈانا — علم سیکھا اور کھنڈایا اوس کو لوگوں میں۔ ۹۴

پسارنا — دوزخ اپنا منہ اون کی طرف پسار کر دوڑے گی۔ ۱۳۴

کلپنا — اوس کی ماں روتی کلپتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ۱۸۴

تس کا استعمال

تس جیسے پھونکتا ہے اوس میں روح۔ ۳۵

کاہے کو بجائے کیوں

آج کاہے کو دکھ اور درد میں پڑتے۔ ۱۳۴

کدھی بجائے کبھی

کدھی بد رنگ .... نہ ہوگا۔ ۱۳۹

نبی صاحب، پیغمبر صاحب، اللہ صاحب کا عام استعمال ہے۔

جمع الجمع

مشائخوں — مشائخوں کے اچھے کلاموں سے ..... لکھا جاتا ہے ۲

اصحابوں — ابوبکر اور اصحابوں سے افضل ہیں۔ ۱۱

اسبابوں — ان اسبابوں کے وسیلے سے ...... پیدا کرے۔ ۴۳

آباتوں — یہاں اون آباتوں کا تو ذکر کیا جاتا ہے۔ ۵۵

علماؤں — علماؤں نے کہا۔ ۷۲

اقرباؤں	اون کے اقرباؤں پر عیب لگایا	۸۰
اشرافوں	اور اشرافوں سے عرب کے جن بیبیوں کا نکاح ہوا	۸۱
امراؤں	امراؤں کی طرح ...... کے سبب کہا ہے۔	۹۸
اولیاؤں	اولیاؤں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔	۲۴۵

تنبیہ الغافلین کے تینوں ایڈیشن (بینی نرائن جہان، مولوی سید عبداللہ اور سید محمد و محمد طیب وغیرہ) زیر بحث رہے۔ لہذا ذیل میں ہم تینوں اڈیشنوں سے مختلف عبارتیں بطور مقابلہ پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس قسم کی تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے۔

بینی نرائن جہان	مولوی سید عبداللہ	سید محمد و محمد طیب وغیرہ
اچھی اچھی صفتیں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ثابت ہیں کہ خدا تعالیٰ پیدا کرنے والا اور پالنے والا تمام خلق و عالم کا ہے اور درود نامحدود اوس کے پیغمبر کے اوپر (کیٹلاگ بلوم ہارٹ، ص ۷)	اچھی اچھی تعریفیں اور صفتیں اللہ تعالیٰ کو ثابت ہیں جو پیدا کرنے والا اور پالنے ہارا تمام خلق اور عالم کا ہے اور صلوٰۃ اور درود اوس کے پیغمبروں پر خصوصاً محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم انبیا سرور اصفیا ہدایت کرنے والے گمراہوں کے اور بخشانے والے گناہ گاروں کے صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱)	اچھی اچھی تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ثابت ہیں جو پیدا کرنے والا اور پالنے والا تمام خلق اور عالم کا ہے اور صلوٰۃ اور درود اوس کے پیغمبروں پر خصوصاً محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم انبیا، سرور اصفیا ہدایت کرنے والے گمراہوں کے، بخشانے والے گنہگاروں کے، صلی اللہ علیہ وسلم پر، (تنبیہ الغافلین۔ ص ۱)
بنی اسرائیل سے ایک جگہ تین بھائی تھے، ان میں ایک بڑا دانا تھا، اس نے اپنے بھائیوں	نقل ہے کہ بنی اسرائیل میں تین بھائی تھے، باپ اون کا بہت بوڑھا۔ بڑے بھائی نے دونوں	نقل ہے کہ بنی اسرائیل میں تین بھائی تھے، باپ اون کا بہت بوڑھا۔ بڑے بھائی نے دونوں

سے کہا اے بھائیو ماں باپ کی
خدمت ہم کو سپرد کرو تو ہم بجا لائیں
بعد مرنے کے جب میراث ان کی
ملے گی تم دونوں ہی بانٹ لیجیو
یہ بات سن کے وہ بہت خوش
ہوئے اور ایسا ہی کیا۔ الغرض وہ
اکیلا خدمت ان کی کرنے لگا جب
ماں باپ ان کے مر گئے، یہ دونوں
بھائی ورثہ ان کا پا کر خوشی گذران
کرنے لگے اور بڑے بھائی کو اس
مال سے کچھ نہ دیا۔ اس نے چھوٹے
بھائیوں سے کہا اے بھائیو جیسا
ماں باپ کے وقت میں کھانے
پینے کو پاتا تھا، ایسا ہی اب مجھ کو
دو۔ اس کی رنڈی یہ بات سن
کے فضیحت کرنے لگی۔ ایک رات
اس بیچارے نے خواب میں
دیکھا کہ ایک آدمی کہتا ہے فلانی
جگہ سو دینار سونے کے گڑے
ہیں نکال لے۔ اس نے اعتبار
نہ کیا۔ آخر یہی بات تین رات
پیہم خواب میں دیکھا کیا۔ بعد
اس کے اس جگہ کو کھودا تو وہ

بھائیوں سے کہا کہ باپ کی خدمت
میں مجھے رہنے دو، تم دونوں گھر بار
سنبھالو۔ کچھ کھانے کپڑے کو جو
ضرور ہو مجھ کو دیا کرو جب باپ مر
جاوے اوس کا ترکہ بھی تمہیں
دونوں بانٹ لیجیو۔ یہ بات سن
کر دونوں خوش ہوئے عیش و
عشرت کرنے لگے۔ وہ باپ کی
خدمت میں مشغول ہوا۔ بعد چند
روز کے اوس کا باپ مر گیا۔
جو مال اسباب تھا، دونوں
بھائیوں نے بانٹ لیا۔ بڑے
نے کہا جس طرح باپ کے جیتے جی
ہماری اور ہمارے لڑکے بالوں
کی خبر لیتے تھے، لیا کرو۔ انہوں
نے نہ سنا، ناخوش ہو کر اسے
جواب دے دیا۔ بیچارہ بڑی حیرانی
میں پڑا۔ رات کو سوتے ہوئے
خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اوس
کو کہتا ہے کہ فلانے مقام میں
سو دینار سونے کے گڑے ہیں،
نکال لے۔ خواب بخیال کو خاطر
میں نہ لایا۔ پھر دو رات پیہم اوس

بھائیوں سے کہا کہ باپ کی خدمت
میں مجھے رہنے دو، تم دونوں گھر بار
سنبھالو، کچھ کھانے کپڑے کو جو
ضرور ہو مجھ کو دیا کرو۔ جب باپ
مر جاوے اوس کا ترکہ بھی تمہیں
دونوں بانٹ لیجیو۔ یہ بات سن
کر دونوں خوش ہوئے، عیش و
عشرت کرنے لگے، وہ باپ کی
خدمت میں مشغول ہوا۔ بعد چند
روز کے اس کا باپ مر گیا، جو
مال واسباب تھا دونوں
بھائیوں نے بانٹ لیا۔ بڑے
نے کہا جس طرح باپ کے جیتے جی
ہماری اور ہمارے لڑکے بالوں کی
خبر لیتے تھے، لیا کرو۔ اونہوں
نے نہ سنا۔ ناخوش ہو کر اسے
جواب دیا۔ یہ بیچارہ بڑی حیرانی
میں پڑا۔ رات کو سوتے ہوئے
خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص
اوس کو کہتا ہے کہ فلانے مقام میں
سو دینار سونے کے گڑے ہیں،
نکال لے۔ یہ خواب و خیال سمجھ
کر خاطر میں نہ لایا۔ پھر دو رات

پیہم اوس نے یہی خواب دیکھا تیسرے دن صبح اوٹھ کر وہ جگہ کھودی وہاں وہ دولت پائی۔ (تنبیہ الغافلین ص ۲۲۱۔۲۲۲)	نے یہی خواب دیکھا۔ تیسرے دن صبح کو اٹھ کر وہ جگہ کھودی، وہاں وہ دولت پائی۔ (تنبیہ الغافلین ص ۳۲۹۔۳۳۰)	دینار پائے۔ (ارباب نثر اردو ص ۲۵۹)[28]

تنبیہ الغافلین کے نام سے ایک مختصر سا فارسی رسالہ سید احمد شہید نے بھی لکھا ہے جس میں اسلامی تعلیم پر زور دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۲۶ x ۲۰ سائز کے ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع محمدی لاہور میں باہتمام فقیر اللہ وغیرہ طبع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ مولانا ولایت علی عظیم آبادی کا رسالہ عمل بالحدیث بھی چھپا ہے، سن طباعت درج نہیں ہے۔ خوش قسمتی سے یہ نادر و نایاب فارسی رسالہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس فارسی رسالہ تنبیہ الغافلین (مؤلفہ سید احمد شہید) کا بھی اردو ترجمہ مولوی سید عبداللہ نے کیا ہے، جس کا خطی نسخہ نواب سالار جنگ مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے[29]۔ اتفاق سے بعض مصنفین نے اوّل الذکر ضخیم تنبیہ الغافلین (مرتبہ بینی نرائن جہان اور مرتبہ مولوی سید عبداللہ) اور اس مختصر تنبیہ الغافلین کو ایک ہی سمجھ لیا ہے اور پھر مختلف قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے[30]۔ اب ہم تنبیہ الغافلین مؤلفہ سید احمد شہید کا آغاز و اختتام

۲۸۔ مؤلف ارباب نثر اردو نے یہ سطور ڈاکٹر محی الدین زور مرحوم کے ذریعے انڈیا آفس لائبریری کے نسخے (بینی نرائن جہان) سے حاصل کی تھیں۔

۲۹۔ فہرست اردو قلمی کتب (کتب خانہ نواب سالار جنگ) مرتبہ نصیر الدین ہاشمی (حیدرآباد دکن ۱۹۵۷ء) ص ۱۰۵

۳۰۔ فہرست اردو مخطوطات رضا لائبریری رامپور مرتبہ امتیاز علی عرشی۔ ص ۶۱۔۶۲ و سید احمد شہید کی تحریک کا اثر اردو ادب پر از مولوی عبدالحلیم چشتی (الرحیم، حیدرآباد سندھ، فروری ۱۹۶۶ء) ص ۶۵۱۔

مع اصل فارسی ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ کتب خانہ سالار جنگ میں جو تنبیہ الغافلین کا اردو ترجمہ ہے، وہ دوسری کتاب ہے اور اس کا اول الذکر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آغاز:

حمد بے حد اس منعم حقیقی کو سزاوار ہے جس کی نعمت عام اس کے ماسوا تمام جہان پر چھاگئی اور شکر بے انتہا اس ہادی مطلق کو لائق ہے جس کی ہدایت نے مومنین کے دلوں کو ایمان کی حلاوت بخشی۔

اختتام:

یا اللہ یا کریم تو اپنے فضل و کرم کے باعث میرے اور سب مومنوں کے دل پر سے اس دنیائے ناپائدار کی محبت اٹھا اور ہم کو اپنی رضامندی کی باتوں پر مضبوط رکھ اور چلا اور نارضامندی کی باتوں سے خوب بچا۔

آغاز:

حمد بے مر منعمے را سلطنت نعماء کہ انعام علم او ماسوایش را محیط گشتہ و شکر بے پایاں مر ہادی مطلق را تبارک و تعالیٰ کہ ہدایت او تعالیٰ قلب مومنین را حلاوت ایمانی ارزانی فرمودہ[۱۳۱]

اختتام:

آں ارحم الراحمین ہمہ مومنین را از نامرضیات محفوظ داشتہ بمرضیات خود مصروف دارد[۱۳۲]

تنبیہ الغافلین کے درمیان میں بھی سید احمد شہید نے اپنا نام بحیثیت مؤلف اس طرح لکھا ہے۔

"پس غرض ازیں تمہید عرض فقیر سید احمد است کہ حق تعالیٰ او را بکرم عمیم خود بسعی در تحصیل رضائے خود و ایثار آں بر تمام عالم بنواختہ"[۱۳۳]

---

۱۳۱ تنبیہ الغافلین از سید احمد شہید (مع رسالہ عمل بالحدیث) (مطبع محمدی لاہور)، ص ۲

۱۳۲ تنبیہ الغافلین۔ از سید احمد شہید۔ ص ۱۵

۱۳۳ تنبیہ الغافلین۔ از سید احمد شہید۔ ص ۷

یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا اور ضروری ہے کہ تنبیہ الغافلین (مرتبہ بینی نرائن جہان و مرتبہ مولوی سید عبداللہ) یقیناً سید احمد شہید کی درخواست پر تالیف نہیں ہوئی تھی کیونکہ اگر ان کی تحریک و درخواست پر یہ کتاب لکھی جاتی تو سید احمد شہید اسی نام سے اپنی کتاب کیوں لکھتے۔

تفسیر مقبول

مولوی سید عبداللہ نے آٹھ سورتوں سورہ یٰس، سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ، سورہ ملک، سورہ نوح، سورہ عم، سورہ مزمل اور سورہ جن کی عام فہم تفسیر اردو زبان میں لکھی اور اس کا نام "تفسیر مقبول" رکھا۔ "تفسیر مقبول" کا پہلا اڈیشن ۱۲۵۰ھ (۳۵-۱۸۳۴ء) میں شائع ہوا، جیسا کہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کے مطبوعہ ایڈیشن کی خاتمۃ الطبع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

"الحمد للہ کہ یہ کتاب تمام ہوئی۔ دو مرتبہ یہ تفسیر ۱۲۵۰ھ اور ۱۲۵۴ھ میں چھپی تھی۔ اب میسر نہیں اور خواہش لوگوں کی بہت ہے۔ اس لیے اس فقیر ناائق عبداللہ ولد سید بہادر علی عفی اللہ عنہما اس کے مؤلف نے اس کو پھر سے تصحیح کر کے اور کہیں کہیں لفظوں کو بدل کے اور کچھ عبارت موقع کی بڑھا کے چھپوا دی۔ اللہ تعالیٰ مخلصین کو اس کی فہمید سے بہرہ اندوز کرے اور اس ضعیف کو دین و دنیا میں اپنے حفظ و امان کے ساتھ رکھے اور حاسدوں کے حسد سے بچا دے اور یہاں خاتمہ بخیر کرے اور وہاں گناہوں سے نجات۔"[۳۴]

طبع اول کے اختتام[۳۵] پر مندرجہ ذیل عبارت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تفسیر مقبول کی

---

۳۴ تفسیر مقبول از مولوی سید عبداللہ (مطبوعہ بمبئی ۱۲۵۹ھ) ص ۱۵۹۔

۳۵ ایضاً (مطبع احمدی کلکتہ ۱۲۵۰ھ) ص ۱۵۷

تالیف سید احمد شہید کی شہادت ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) سے پہلے ہو چکی تھی۔

"یہ دعا ہے کہ مومنین مخلصین کی کہ بعد پنج وقتی نماز کے دل کو رجوع کر کے باصدق نیت و ادب تمام اس خالق ارض و سموات کے حضور ہمیشہ مانگا کریں.....

اور سید احمد شہید ہمارے پیر و مرشد کے مطالب دلی جلد بر لا خصوصاً مقدمہ جہاد میں ان کو اور سلطان روم اور سلطان بخارا کو قوت دے، نصرت دے اور ان کے ہمراہیوں کو۔ یا اللہ کافروں، فاسقوں، مبتدعوں، معاندوں کو مخذول و مردود و مقہور و مغلوب کر یا ہدایت دے"۔[۴۶]

تفسیر مقبول کا آغاز تفسیر سورہ یٰس سے اس طرح ہوتا ہے:

"سورہ یٰس مکی ہے، اس میں تراسی آیتیں ہیں اور کوفیوں کے نزدیک، سات سو ستائیس کلمے اور تین ہزار حرف، پانچ رکوع اور یٰس میں دو حرف ہیں۔ س پر مد ہے۔ یہ حرف مقطعات سے ہیں۔ ینابیع میں لکھا ہے کہ مقطعات کے ہر حرف میں ایک بھید ہے غیب کے خزانے سے کہ اس عالم الغیب نے پہلے اپنے حبیب کو اس بھید سے آگاہ فرمایا۔ پھر بواسطہ حضرت جبرئیل اسے ان پر نازل کیا اور کسی کو اس پر اطلاع نہیں۔ بعضے عالموں نے کہا ہے کہ یہ ایک نام ہے قرآن مجید کا، حقائق سلمی میں لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے"۔[۴۷]

۴۶ـ مطبع احمدی کے مطبوعہ نسخوں میں تفسیر کے بعد چہل احادیث (شاہ ولی اللہ) مترجمہ سید عبداللہ اور خطبۂ جمعہ ہے۔ جمعہ کے خطبے میں ایک نظم بھی شامل ہے جس کے ایک شعر ابتدا میں ہے اور ایک آخر میں۔ وہ دونوں شعر یہ ہیں۔

اب صدق دل سے مومنو اللہ کی باتیں سنو
حاضر خدا کو جانو تم مت بھولو اس کو ایک دم

کوئی نہ کام آوے وہاں غیر از عمل اے مومناں
یا مصطفےٰ ہووے شفیع یا بخشے مولا از کرم

۴۷ـ تفسیر مقبول (مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۵۰ھ) ص ۱

نمونہ

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

(سورۃ ملک - آیت ۲)

تفسیر:

وہ ایسا خاوند ہے جس نے پیدا کیا موت کو اور حیات کو، مراد یہاں آدمیوں کی موت سے جو دنیا میں ہوتی ہے اور حیات ان کی جو آخرت میں ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ موت کو پیدا کیا ہے ایک ابلق بھیڑ کی صورت پر اور وہ جس چیز کے پاس پہنچتی ہے اور اس کی بو جسے لگتی ہے وہ مر جاتا ہے، اور حیات کو پیدا کیا ابلق گھوڑے کی صورت اور وہ جس پر گزر کرتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ موت اور حیات سے مراد ہے دنیا اور آخرت، یعنی اس نے دنیا و آخرت کو پیدا کیا ہے، اس لیے کہ جانچے تم کو یعنی تمہارے ساتھ ایسی آزمائش کرے کہ اس دنیا میں کہ تکلیف کا مقام ہے، کون تم میں سے اچھا کرتا ہے کام، یعنی اخلاص اور محبت سے حکم بجا لاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کون زیادہ نیک ہے عقل کی رو سے اور زیادہ پرہیز گار ہے منع کی باتوں سے، اور زیادہ سعی کرنے والا ہے حکم برداری میں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ کون زیادہ یاد کرنے والا ہے موت کا اور ڈرنے والا اس سے، اور اپنے کاموں کو درست کرنے والا ہے اس کے واسطے۔[۳۸]

چہل احادیث

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے چالیس احادیث کا انتخاب فرمایا تھا۔ یہ احادیث زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں۔ مولوی سید عبداللہ وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے

---

[۳۸] ایضاً۔ ص ۸۱۔ ۸۲

چہل احادیث (شاہ ولی اللہ) کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ کیا۔
کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے (عربی سے ترجمہ)

"پیچھے حمد اور درود کے یہ چالیس حدیثیں ہیں سند سچی سے پہنچتی ہیں نبی کو۔ رحمت بھیجی اللہ نے اور سلام۔ بول اون کے تھوڑے اور معنی اون کے بہت، اس لیے کہ پڑھاوے اون کو جاننے والا ہیکی کا، اس امید پہ کہ داخل ہو جماعت میں علما کی بسبب فرمانے نبی کے اون پر تحفہ انڈیو۔ اور تعریف، جس نے یاد کر کے پہنچائیں میری امت کو چالیس حدیثیں اون کے دین کے مقدمہ میں، اٹھاوے گا اوس کو اللہ فقیہہ کامل، اور ہوں گا میں اوس کے واسطے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا۔ اور گواہی دینے والا۔ کہا فقیر ولی اللہ نے درگزر کی جاوے اوس سے اور روایت کی مجھے ابوطاہر مدنی نے"[39]

پانچ حدیثوں کا اردو ترجمہ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

لیس الخبر کالمعاینۃ	نہیں سنی بات جیسی آنکھ دیکھی
الحرب خدعۃ	لڑائی بن پڑے دغا سے
المسلم مرآۃ المسلم	مسلمان آئینہ ہے مسلمان کا
المستشار مؤتمن	جس سے مشورہ پوچھے وہ امانت دار ہو یعنی بہتر بات بتاوے اور بھید اوس کا چھپاوے۔
الدال علی الخیر کفاعلہ[40]	نیکی بتانے والا کسی کو جیسے اوس نے خود کی۔

○

[39] چہل احادیث (شاہ ولی اللہ) مشمولہ تفسیر مقبول (مطبع احمدی کلکتہ ۱۲۵۰ھ) ص ۱۴۲۔
[40] ایضاً ص ۱۴۴

مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین

بھیکم پور ضلع علی گڑھ (یو۔ پی انڈیا) کے شروانی خاندان کے ایک بزرگ خان محمد زمان ولد محمد باز خان مرحوم نے شادی غمی نیز دیگر مراسم مروّجہ سے متعلق پینتیس سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا، چونکہ خان صاحب، شاہ عبدالعزیز دہلوی سے تعلقِ ارادت رکھتے تھے، اس لیے وہ یہ سوالات لے کر شاہ صاحب کے جانشین شاہ محمد اسحاق دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سوالوں کے جواب لکھنے کی درخواست کی۔ شاہ محمد اسحاق نے ان مسائل کے جواب لکھوائے[1] اور ان سوالوں کے جواب کی کتابت کے فرائض ان کے تلمیذ رشید مولانا امین الدین ابو محمد جالیسری[2] نے انجام دیے، جیسا کہ آغاز کتاب میں تحریر ہے:

"ان دنوں کہ بارہ سو پچپن ہجری ہے، سلالہ خاندان عالی شان خلاصہ دودمان عالی مکان محمد زمان خان منجھلے بیٹے محمد باز خان مرحوم کے، رہنے والے بھیکم پور پرگنہ اترولی ضلع کول علی گڑھ کے، دارالحکومت شاہجہان آباد میں آ کر پینتیس مسئلے بطریق استفتا کے جناب مستطاب سند الفقہا و المحدثین قدوۃ عباد واللہ اہدین مولانا و بالفضل اولانا ابو سلیمان محمد اسحاق

---

[1] مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین (اردو ترجمہ) مطبع حسینی بمبئی ۱۲۸۹ھ) ص ۲۔۳

[2] سید امین الدین ولد کریم الدین، ایک علمی و روحانی خانوادہ کے رکن تھے۔ انھوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار عالم تھے۔ مولانا اولاد حسن قنوجی (ف ۱۲۵۳ھ / ۳۸۔۱۸۳۷ء) سے ان کے خصوصی تعلقات تھے، چنانچہ قنوجی کی تاریخ انتقال کا مادہ انھوں نے مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے جملہ "مات بخیر" سے نکالا۔ ملاحظہ ہو: عہد بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ۔ ص ۲۷۲۔ نیز دیکھیے۔ مآثر صدیقی۔ حصہ اول۔ ص ۲۷

ابقاہ اللہ علی رؤس اہل الحق والاحقاق، نانی مولانا حضرت شیخ عبدالعزیز محدث مفسر دہلوی غفر اللہ لہ کی خدمت میں لکھ کر در پیش کیا، اور سید ابو محمد جالبیسری عفی اللہ عنہ کہ اس شہر میں چند روز سے رہتے تھے، ان مسئلوں کے جوابوں کے لکھنے کے واسطے مقرر کیا، چونکہ ایسے سوالات کے جواب بلحاظ ہدایت و ارشاد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر علمائے ربانیین کو دینے واجب ضرور ہیں بحکم آیۂ کریمہ واما بنعمۃ ربک فحدث ہ مولانا ممدوح (شاہ محمد اسحاق نے) کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کام کی جزا دیوے عنا وعن سائر المسترشدین باوصف اس کے کہ عوارض جسمانی اور روحانی ان کو لاحق تھے، معتبر کتابوں سے ان مسئلوں کے جوابوں کو تلاش فرما کے نکال کے لکھوائے کہ ہر ایک مسلمان دین محمدی کے خواہاں کو شادی وغمی میں وسیلہ و دستاویز ہووے اور ان کو وہ اپنا دستور العمل کرے۔ بعد اس کے کہ سید ابو محمد موصوف نے اور پانچ سوال اس میں بڑھا کر مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین نام رکھا"[۴۳]

مولوی سید عبداللہ نے اس اصلاحی دستاویز کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جیسا کہ مسائل اربعین کے ایک خطی نسخے سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ کے رسالہ منیفہ مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین کا اردو ترجمہ عالم نبیل فاضل جلیل حاجی سید عبداللہ دلد بہادر علی حسینی کلکتہ والے نے کیا اور اوس کی نقل مطابق اصل بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ہجری نبوی کو بیت السلطنت لکھنؤ میں فقیر عزیز الدین نے اتمام کو پہنچائی۔"[۴۴]

---

[۴۳] مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین (اردو ترجمہ) ص ۲، ۳۔ گارساں دتاسی کا بیان ہے کہ یہ کلکتہ سے ۱۸۴۳ء میں شائع ہوا۔ (تاریخ ادبیات ہندوستانی) جلد اول ص ۷۶۔

[۴۴] مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانے میں یہ نسخہ موجود ہے۔

مسائل اربعین کا یہ نسخہ ۱۲۶۵ھ ہجری میں مطبع محمدیؐ بمبئی اور ۱۲۸۹ھ میں مطبع حسینی بمبئی میں بہ تصحیح مولوی جلال الدین شائع ہوا جس کے سرورق پر بحیثیت مترجم مولوی سید عبد اللہ کا نام نہیں ہے۔ اس کے آخر میں فتاوائے ہندی (سوالات مولوی سراج الدین مع جوابات) شامل ہے۔ اس میں مترجم کی حیثیت سے مولوی سید عبد اللہ کا نام موجود ہے کتاب آخر سے ناقص ہے۔ ممکن ہے خاتمۃ الطبع میں ذکر کیا ہو۔ تمہید کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"ہر مسلمان پر واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین اور آئمہ مجتہدین کے طریقے کو جو اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں لکھے ہیں دریافت کر کے اپنی شادی اور غمی کے وقت اس پر عمل کرے۔ کسی نادان کی ملامت کا اندیشہ نہ رکھے"[۲۶]

مسئلہ نمبر ۳ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

مسئلہ نمبر ۳۔ لڑکے تولد ہونے سے جو دستور ہے کہ حجام اہلِ قرابت کو اس لڑکے کی مبارک بادی دیتا ہے اور وہ لوگ اس حجام کو از قسم کپڑے اور نقد کے دیتے ہیں۔ یہ دستور جائز ہے یا نہیں۔

جواب:

"ظاہر النقد اور کپڑا حجام کو دینا مبارک بادی کے صلہ میں جائز ہے" کس واسطے کہ ایسے وقت میں دنیا خوشخبری دینے والے کو صحابہ سے پیغمبر علیہ السلام کے بھی ثابت ہوا ہے، چنانچہ کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ نے نزول آیہ توبہ کے وقت اس کی خوشخبری سنانے والے کو ملبوسِ خاص

---

۲۵ کتب خانہ آصفیہ کے اُردو مخطوطات از نصیر الدین ہاشمی۔ جلد دوم (حیدرآباد دکن۔ ۱۹۶۱ء) ص ۱۵۱۔

۲۶ مسائل اربعین (اردو ترجمہ) صفحہ ۳

دیا ہے۔ اسی طرح سے صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ لیکن مبشر کو انعام لینے
کا دعویٰ شرع شریف کی رو سے ثابت نہیں۔ مگر دینا ایسے وقت میں دینے
والے کا احسان ہے یعنی احسان کرنے والے پر جبر نہیں۔
ولاجبر علی المتبرع۔ کذافی کتب الفقہ۔ لیکن اگر خوشخبری سنانے والا گھاس
کے سبز پتے آگے رکھ کر مبارک بادی دیوے جیسا رسم کفار ہند کا ہے تو اس
صورت میں اس خبر دینے والے کو انعام کے عوض جھڑکی دینا چاہیے۔ واللہ اعلم[۲۴۲]

زبان و بیان

بعض الفاظ کا استعمال

نانی	محمد اسحاق ......نانی[۲۴۳] مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں لکھ کر پیش کیے۔	ص ۲
کن چھیدن	کن چھیدن میں شیرینی اور کھانا تقسیم کرتے ہیں۔	۱۱
لتہ	سرسوں...... ایک لتہ میں باندھتے ہیں۔	۲۳
ناڑا	جلوہ کے وقت لال ناڑا نوشہ کے گلے میں ڈال کے	۲۴
باسن	حضرت نے ایک باسن میں کھجوریں (منگوائیں)	۳۳
ڈانڈ	شادی میں ڈانڈ دلوایا جائے گا۔	۴۳

چند اور الفاظ کا استعمال

بے مقدوری	بسبب تنگ دستی اور بے مقدوری کے اس روز بھی نہ ہو سکے تو ناچاری ہے۔	۸
طعام داری	مکروہ ہے طعام داری پہلے دن	۵۲

---

[۲۴۲] ایضاً۔ ص ۶، ۷۔

[۲۴۳] شاہ محمد اسحاق، حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے۔

بدکام — جو بدکام کرتا ہے۔ — ص ۷۴

"وے" کا استعمال عام ہے۔

وے لوگ اس حجام کو از قسم کپڑے اور نقد کے دیتے ہیں۔ — ۶

فتاوائے ہندی

مولوی سراج الدین نے کچھ سوالات در بارۂ بدعت و مراسم مرتب کر کے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے علماء کے سامنے پیش کیے، جن کے جوابات انہوں نے فارسی زبان میں لکھے۔ مولوی سید عبداللہ نے افادۂ عام کی غرض سے ان سوالات کا ترجمہ کر دیا جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے:

"یہ وے سوالات ہیں جن کو مولوی سراج الدین نے درست کر کے علمائے مدرسہ کلکتہ وغیرہ کے دستخط ان پر کروائے تھے۔ اب ان کو حاجی سید عبداللہ صاحب غفر اللہ ولوالدیہ نے ہندی عبارت میں عوام لوگوں کی سمجھ کے لیے ترجمہ کر کے چھپوا دیے"[۹۹]

سوال نمبر ۱۷، مع جواب بطور نمونہ درج ذیل ہے:

سوال: "ثواب پہنچانا بدنی یا مالی عبادت کا جیسے نماز اور روزہ و تلاوت قرآن اور حج و عمرہ اور کھانا کھلانا یا نقد دینا مال کا یا وقف کرنا یا کنواں کھدوا دینا یا تالاب یا مکان بنوا دینا اور ان چیزوں کا ثواب انبیا اور اولیا اور مومنین کی ارواح کو بخشنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

جواب: ثواب پہنچانا بدنی اور مالی عبادتوں کا اور اعمال نیک کا جس کا ذکر

---

[۹۹] یہ سوالات اور ان کے جوابات مسائل اربعین (اردو ترجمہ مولوی سید عبداللہ) کے ساتھ آخر میں شامل ہیں۔

سوال میں آیا ہے، شرعاً درست ہے۔ حلبی میں لکھا ہے کہ جو کوئی عاجز ہو حج کرنے سے اور اس کی طرف سے دوسرا حج کرے تو درست ہے اور اتر جائے گا یہ عاجز کے سر سے۔ جانو تم کہ اصل اس بات میں یہ ہے کہ پہنچتا ہے انسان کو کہ ثواب دیوے اپنے عمل کا جیسے نماز، روزہ، حج و صدقہ و تلاوت قرآن وغیرہ دوسرے کو اور پہنچتا ہے وہ ثواب میت کو اور نفع بخشتا ہے اس کو۔ بحر الدقائق میں ہے اور ایسا ہی ہدایہ اور در المختار کے باب الحج میں جو غیر کی طرف سے کرتے ہیں اصل اس میں یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کا ثواب جیسے نماز، روزہ، صدقہ، قرات قرآن، ذکر طواف و حج دوسرے کو دیوے وہ زندہ ہو یا مردہ درست ہے۔ اور فتاوائے عالمگیری میں بھی اس طرح پر لکھا ہے کہ اور نماز روزہ وغیرہ کے سوائے انبیا اور شہدا اور اولیا اور مومنین صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردے کی تجہیز و تکفین اور ہر طرح کی نیکی کے کاموں کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیارت کرنی ان بزرگوں کی سچی قبروں کی درست ہے۔ اور زاد الآخرہ میں لکھا ہے کہ مومنین کی قبروں کی زیارت و دعا کرنے کو ان کے حق میں درست ہے اور یہ بھی اس میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اپنے دل کی سختی کا شکوہ کیا حضرت نے فرمایا کہ زیارت کرو قبروں کی کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور دل نرم ہوتے ہیں۔[۵۰]

زبان و بیان

چند الفاظ کا استعمال

مسلمانی	بری باتوں سے دور رکھے مسلمانی کے کاموں میں	ص ۸۴

---

۵۰ مسائل اربعین (اردو ترجمہ) ص ۶،۷۔

ٹھاکر	یہ چیز ہمارے ٹھاکروں کے لیے ہے۔	ص ۸۵
بھوگ	مروج ناپاک..... کے نام سے یہ بھوگ چڑھاویں	۸۷
رت جگا		
کندوری	رت جگا اور بی بی کی کندوری کرنی..... مروج ہے	۹۳

○

مولانا ولایت علی صادق پوری[۵۱]

اصحاب صادق پور، سید احمد شہید کی تحریک کے نامور ارکان تھے اس خاندان نے سید صاحب کی امارت و قیادت میں تحریک جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور سید صاحب کی دعوت کو عام کیا۔ سید صاحب کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بعد تحریک کی قیادت بڑی حد تک اسی خاندان میں منتقل ہو گئی اور قائد و رہنما مولانا ولایت علی قرار پائے۔ انھوں نے تحریک کو آگے بڑھایا۔ اس کے اثرات بنگال و دکن تک پہنچے۔ سیاسی مسائل اور فوجی مہمات کے ساتھ ساتھ تبلیغ و تذکیر کے فرائض بھی انجام دیے۔ تبلیغی نقطۂ نظر سے چھوٹے چھوٹے چند رسالے بھی لکھے۔ مولانا کے یہ رسالے بہار و شمالی ہند[۵۲] سے مدراس تک پہنچے[۵۳]

---

۵۱ مولانا ولایت علی ولد فتح علی ۱۲۰۵ھ (۹۱ - ۱۷۹۰ء) کو پٹنہ کے محلہ صادق پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر رمضان علی (پٹنہ) اور مولانا محمد اشرف (لکھنؤ) کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ سید احمد شہید سے بیعت ہوئے اور ان کی تحریک کے اساس و اثاثہ قرار پائے۔ ۲۲ محرم ۱۲۶۹ھ (۵ نومبر ۱۸۵۲ء) کو یاغستان میں انتقال فرمایا۔ ملاحظہ ہو: تذکرۂ صادقہ از مولوی عبدالرحیم (پٹنہ ۱۹۶۴ء) ۱۴۸ - ۱۸۳

۵۲ مولانا ولایت علی کا رسالہ تیسیر الصلوٰۃ کا ایک خطی نسخہ راقم الحروف کے ذخیرے میں ہے جسے

(بقیہ حواشی ۵۲، ۵۳ اگلے صفحہ پر)

"مجموعہ رسائل تسعہ مولانا ولایت علی وغیرہ" کے عنوان سے نو رسالوں کا ایک مجموعہ مولوی عبدالرحیم صادق پوری (ف ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۲ء) کے حسن انتظام سے مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ ان رسائل کے صفحات مسلسل ہیں۔ اس مجموعے میں بصراحت ذیل مندرجہ تحت رسالے شامل ہیں:

۱۔ رسالہ ردشرک (فارسی) از مولوی ولایت علی (ص ۲ - ۲۹)

۲۔ رسالہ عمل بالحدیث (فارسی) از مولوی ولایت علی (ص ۳۰-۴۵)

۳۔ رسالہ اربعین فی المہدیین (عربی) از مولوی ولایت علی (ص ۴۶ - ۶۳)

۴۔ رسالہ دعوت (اردو) از مولوی ولایت علی (ص ۶۳ - ۷۸)

۵۔ رسالہ تیسیر الصلوٰۃ (اردو) از مولوی ولایت علی (ص ۷۹ - ۸۷)

۶۔ رسالہ شجرہ باثمرہ (اردو) از مولوی ولایت علی (ص ۸۸ - ۹۴)

۷۔ رسالہ بت شکن (اردو) از مولوی عنایت علی (ص ۹۴ - ۱۰۶)

۸۔ رسالہ فیض الفیوض (فارسی) از مولوی فیاض علی (ص ۱۰۶ - ۱۴۱)

۹۔ رسالہ تبیان الشرک (اردو) از مولوی ولایت علی (ص ۱۴۲ - ۱۵۶)

مندرجہ بالا رسائل میں سات رسالے مولانا ولایت علی کی تالیف ہیں جن میں سے اول الذکر دو رسالے فارسی[54] میں، تیسرا رسالہ عربی[55] میں اور بقیہ چار رسالے رسالہ دعوت، رسالہ تیسیر الصلوٰۃ، رسالہ شجرہ باثمرہ اور رسالہ تبیان الشرک اردو زبان میں ہیں۔ اس مجموعے

(بقیہ حواشی ۵۲-۵۳)

مولوی عطا حسین بدایونی نے ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ میں نقل کیا۔

۵۳ خانوادۂ قاضی بدرالدولہ (جلد اول) محمد یوسف کوکن عمری۔ دارالتصنیف مدراس۔ ۱۹۶۳ء
ص ۳۶۶۔

۵۴ ان فارسی و عربی رسالوں کا ترجمہ مولوی الٰہی بخش بڑاکری عظیم آبادی (ف ۱۳۳۴ھ) نے مولوی عبدالرحیم کی تحریک پر کیا۔

۵۵ رسالہ اربعین میں خروج مہدی کے متعلق حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ مگر سید احمد کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

میں رسالہ بت شکن مولفہ مولوی عنایت علی بھی اردو زبان میں ہے۔ ڈاکٹر اختر اورینوی کو مولانا مولانا ولایت علی کا زبان میں ایک اور رسالہ بدعت بھی ملا ہے۔ مولانا ولایت علی کا ایک "رسالہ نکاح ثانی" بھی کلکتہ کے مطبع احمدی سے شائع ہوا تھا۔

رسالہ دعوت

مولانا ولایت علی نے تحریک کی دعوت کو عام کرنے کی غرض سے یہ رسالہ لکھا اس میں مولانا نے ان اعتراضوں کے جواب دیے ہیں جو مختلف گروہوں کی طرف سے تحریک جہاد اور اس کے طریق کار پر کیے جاتے تھے۔ رسالے کے آغاز میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

"اے اللہ تجھ کو سب قدرت ہے تو ایسا کرم کر کہ اس رسالہ کو سن کر ہمارے جتنے بھائی مسلمان ہیں ان کے دل میں شبہے اور وسواس سب جاتے رہیں اور گروہ محمدی میں داخل ہو جاویں کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی راہ نجات کی ان کے ہاتھ لگے اور درود ایسے نبی پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔۔۔۔۔۔ جو لوگ ہوشیار ہیں وے جو کام کرتے ہیں پہلے اس کے اول و آخر، ابتدا انتہا کو سوچ لیتے ہیں اور ہر جگہ موافقت و مخالفت لڑنے مارنے میں بے تکلف قدم نہیں رکھتے۔ ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ بعضے شخصوں کی عادت ہے کہ صاحب دعوت کی بات کو اس کے روبرو قبول نہیں کرتے۔ ان کے واسطے یہ رسالہ لکھا گیا کہ تنہائی میں اس کو خوب انصاف اور تامل کی نظر سے دیکھیں۔ اگر کچھ اپنے کام کا پاویں اور اپنے دین و دنیا کی منفعت سمجھیں تو اس پر چلیں۔ ایسا نہ کریں کہ مارے خفگی کے پورا نہ دیکھیں۔ کیونکہ عاقلوں کا قول ہے کہ بات دشمن کی بھی سن لینی چاہیے۔ پھر اگر پسند نہ آوے تو ماننے نہ ماننے کا اختیار اپنے ہاتھ ہے ایسا نہ ہو کہ کسی وقت

پہنچا دیں کہ فلانے کی بات کیوں نہ سنی، اور یہ باتیں محض خلق کی خیر خواہی کو لکھی ہیں کہ لوگوں کو فائدہ ہووے اور ہمیں ثواب ملے اور کسی کا دل تنگ نہ ہو کہ اس میں باتیں دعوے اور حکومت کی نہیں، موقوف سننے والے کی مرضی پر ہے اور بحث و تکرار کے لائق بھی باتیں نہیں ہیں، دل ہی میں انصاف اور تامل کے لائق ہیں اس رسالے میں تھوڑا سا وہ احوال امام وقت کا ہے کہ جس کی تحقیق کے واسطے حضرت کے حضور میں جانا کچھ ضرور نہیں، بلکہ اپنے شہر و دیار میں جہاں ہووے اور اس کو تحقیق و تامل کرے۔ یہ باتیں موجود پا دے گا لیکن انصاف شرط ہے"۔[۵۶]

ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"جو شخص اعتقاد کے ساتھ اس گروہ میں داخل ہوا اور اس نے بیعت کی، اسی وقت سے اس کو دنیا سے نفرت اور عاقبت کا خوف پیدا ہوتا ہے اور دن بدن یہ حالت بڑھتی جاتی ہے اور شرک و بدعت سے محض پاک ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی محبت اور عظمت، شرع کی تعظیم و توقیر، نماز کا شوق سب اس کے دل میں جگہ پکڑتے ہیں۔ اللہ کے مخالف اس کو برے لگتے ہیں، اگرچہ باپ دادا ہوں یا بیٹا بیٹی یا پھر استاد۔ اللہ کا خوف کچھ ایسا دل میں آ جاتا ہے کہ ان کی مروت ہرگز باقی نہیں رہتی۔ اکثر لوگوں نے عمدہ نوکریاں چھوڑ دی ہیں، حرام پیشے ترک کر دیے اور کتنے خاندان سے ہاتھ اٹھا کر محض اللہ کے واسطے نکل پڑے اور اس گروہ کے سبب ایک عالم نمازی ہوا"۔[۵۷]

زبان و بیان

بعض محاورات و روزمرہ کا استعمال

---

۵۶ رسالہ دعوت (مشمولہ رسائل تسعہ) ص ۶۳۔ ۶۴

۵۷ رسالہ دعوت۔ ص ۶۷۔ ۶۸

یہ لوگ دیکھا دیکھی شرماشری کرنے لگے۔ — ص ۶۸

سو سیانے ایک مت اور سو دیوانے سو مت — ۶۸

بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیجیے۔ — ۶۹

بہ شان و گمان ان کی سرسبزی کا سامان باندھ دیتا ہے۔ — ۶۹

چور چھوٹنے سے چڑھا، لگا گھبرا کر بورنے۔ — ۷۰

بات کے لب و لہجہ اور چہرے کی آنکھوں سے تاڑے جاتے ہیں۔ — ۷۰

نکٹے کو کوئی نکٹا کہے تو وہ خفا ہو کر اپنا ہاتھ کاٹ کھاتا ہے۔

آگے تو فقط نکٹا تھا، اب حسد کے مارے لنجا بھی ہوا۔ — ۷۱

اللہ کے دربار کا چور بنا۔ — ۷۲

بعض الفاظ کا استعمال

لفظ	مثال	ص
کنجنی	کنجنیوں سے کچھ لینے میں مضائقہ نہیں کرتے۔	۷۳
گانجہ کش	چند روز دو چار گانجہ کش ...... تمہارے پاس فقیر ہونے آویں گے۔	۷۳
شراکت	دوزخ کی باتوں میں شراکت کرتے ہیں۔	۷۴
منہ زوری	فریب و دغا بازی .... منہ زوری..... یہ سب جاتی رہیں گی۔	۷۶

"بے"، "ان" اور "نا" نافیہ بطور سابقہ

لفظ	مثال	ص
بے شرکت	بے شرکت کسی امر کے۔	ص ۶۴
بے حکم	تمام ملک یوسف زئی بے حکم طوائف الملوک تھا۔	۶۶
بے مروتی	اللہ رسول کے ساتھ بے مروتی کرتے ہو۔	۷۴
بے سوچے سمجھے	بے سوچے سمجھے نہ جانا۔	۷۶

"ان" نافیہ

لفظ	مثال	ص
ان پڑھ	ہر ایک پڑھے ان پڑھے کو احوال معلوم ہو گیا۔	۷۱

"لا" نافیہ

لاچاری	لاچاری کو جھوٹے خط جھوٹے کاغذ بناتے ہیں۔	ص ۷۰

"والا" کا استعمال بطور لاحقہ

حق والا	بھلا حق والا بھی کہیں آج تک تقریر میں غصہ کرتا ہے۔	۶۸
راہ والا	وہ دشمنوں کو دیتا ہے کیا اپنی راہ والوں کو نہ دے گا۔	۷۳
شرع والا	شرع والوں کے خلاف کوئی دوسرا مذہب اپنا بتاتے ہو۔	۷۳
گروہ والا	سوائے اس گروہ والے کے اچھا، شرک و بدعت سے پاک پیر ملنا بہت دشوار ہے۔	۷۸

تیسیر الصلوٰۃ

مولانا ولایت علی نے یہ مختصر سا رسالہ نماز کی ترغیب دلانے اور مسائل سے متعلق لکھا ہے اور نماز کے بارے میں ضروری باتیں عام فہم زبان میں جمع کر دی ہیں اور بقول ان کے لوگ نماز کو مشکل بتلاتے ہیں۔ انہوں نے اس کو سہل کر دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تیسیر الصلوٰۃ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"اللہ کا بہت ہی بڑا رحم آدم پر ہوا کہ اس کی ہدایت کے واسطے ایسا رسول مقبول بھیجا کہ جب وہ معراج سے مشرف ہوئے تو نماز پنجگانہ کہ پرتو معراج کا رکھتی ہے، ہمارے واسطے بھی حصہ لیتے آئے اور درود و سلام ایسے نبی پر اور ان کے آل اور اصحاب پر ..... خلقت بہت بے نمازی ہو گئی، سو اس میں دو قسم کے لوگ پکڑے جاویں گے۔ ایک تو وہ لوگ جو دنیا کے سارے کام کریں لیکن نماز میں ان کی کمر ٹوٹتی ہے۔ دوسرے اس میں بعضے ملّا بھی پکڑے جاویں گے جنھوں نے نماز میں سینکڑوں طرح کی شکلیں

ایجاد کر کے ان پڑھے کام کاجی لوگوں پر نماز بھاری کردی۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ نماز کی آسانی کے مسئلے لکھ دیجیے کہ کسی وقت تنگی میں کسی سے نماز نہ چھوٹے اور ایمان نہ جاوے۔ نام اس کتاب کا تیسیر الصلوٰۃ رکھا گیا۔"[۸۵]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"جب جنازہ کے سامنے کھڑا ہووے تو بے اختیار اللہ کی قدرت کو دیکھ کر ڈرے، اللہ کی بڑائی بیان کرے کہ یہ شخص ابھی کیسی حکومت کی باتیں کرتا تھا اور کیا کیا خیال باندھتا تھا، کیسے ہنر ظاہر کرتا تھا، موت سے کیسا ڈرتا تھا، تکلیف سے کیسا چھپتا تھا، اس کو بات کی برداشت نہ تھی۔ مال و اسباب کو بہت عزیز رکھتا تھا، کچھ دیر نہیں لگی کہ لاچار محض ہو گیا۔ آرزوئیں دل کی سب جاتی رہیں۔ اپنے بیگانے سب سے ناتا ٹوٹا۔ ہمارا بھی ایک دن ایسا ہی حال ہوگا۔ بس اللہ ہی قدرت والا ہے اور ہم سب عاجز اور کم تر ہیں، وہی بڑا ہے اور بلند مرتبہ والا برتر ہے۔"[۸۹]

زبان و بیان

بعض محاورات و روزمرہ کا استعمال

بے نمازی کا ایمان کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی۔	ص ۸۰
نماز میں ان کی کمر ٹوٹتی ہے۔	۸۰
جن کے بخت اس وقت سو جایا کریں۔	۸۴
خلقت کو بہت تنگی ہوتی ہے۔	۸۰

بعض الفاظ کا استعمال

کام کاجی (مشغول) ان پڑھے کام کاجی لوگوں پر نماز بھاری کردی۔	۸۰

[۸۸] رسالہ تیسیر الصلوٰۃ (مشمولہ۔ رسائل تسعہ) ص ۷۹

[۸۹] تیسیر الصلوٰۃ (مطبوعہ) ص ۸۷۔

خلاصی	دوزخ سے خلاصی پاکر جنت کو چلے جائیں۔ ص	۸۵
پکھال	اگر دو پکھال سے کم ہو۔	۸۰
وسواسی	بعض وسواسی ..... نماز کھوتے ہیں۔	۸۰
میانی	ایک چلو پانی میانی پر چھڑک	۸۱
نوسکہ (نوسکھا)	اگر نمازی نوسکہ ہو۔	۸۱
چھتری بال	جس کے سر پر چھتری بال (نھے)	۸۵

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے نمازی	خلقت بہت بے نمازی ہوگئی۔	۸۰
بے سنت	نماز بے سنت کے تمام نہیں ہوتی۔	۸۴

رسالہ شجرہ باثمرہ

مولانا ولایت علی نے جب دیکھا کہ لوگ پیری مریدی اور شجرہ کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں تو انھوں نے یہ رسالہ "شجرہ باثمرہ" لکھا۔ اس میں شجرہ کی اصل حقیقت اور نقشبندیہ سلسلے کے بعض اوراد و اشغال بھی لکھے ہیں اور آخر میں قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے شجرے بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب صادق پور مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولوی فرحت حسین اور شاہ محمد حسین وغیرہ سید احمد شہید کے توسط سے ان سلسلوں میں رواجی بیعت کرتے تھے[۲۰]۔ مولانا ولایت علی رسالہ شجرہ باثمرہ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"اللہ کے طالب کو معلوم ہو کہ لوگ گروہ میں حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب کے بہت داخل ہوئے۔ اکثر بسبب رواج کے شجرہ

---

[۲۰] رسالہ شجرہ باثمرہ (مشمولہ رسائل تسعہ) ص ۹۲

مانگتے ہیں، مگر بعضے ناواقفوں نے اس کی تعظیم میں افراط کر دی کہ نوبت شرک و بدعت کی پہنچی۔ اب ضرور ہوا کہ اوّلاً لوگوں کو اس کے احوال سے آگاہ کیجیے اور جو اُن کے کام آوے وہ بات بتایے۔ پھر شجرہ مع ثمرہ اور ذکر اور شغل طریقہ نقشبندیہ بھی مختصر اً لکھ دیجیے کہ ان کو مطلب تک پہنچا دے۔ پہلی بات یہ سنیے کہ نادانوں کے خیال میں یہ بات جمی ہے کہ جب تک مرید نہیں ہوں گے ہمارے گناہوں کی پوچھ ہم سے ہووے گی، بعد اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ پیر بخشوالیں گے، اور قیامت میں ان کے جھنڈے تلے جانے سے کوئی ہمارے گناہ ہم سے نہ پوچھے گا، بلکہ ہمارے پیر سے پوچھیں گے۔ وہ جو کچھ جانیں گے بتاویں گے۔ ہم کو اتنا ہی چاہیے کہ پیروں کی جناب میں اپنا اعتقاد مضبوط رکھیں۔ غرض پیر کو عاقبت کا گدھا گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ٹھیرایا ہے۔ اس خیال سے شجرے کو اپنا ایمان جانتے ہیں اور اس کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے ہیں۔ بعضے اس اس کو بجائے قرآن ہر روز پڑھتے ہیں۔"[۱]

ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"اول انسان کو ایمان کی تحقیق ضرور ہے۔ ایمان کی اصل بات یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنے معلوم کر کے اس پر اعتقاد لاوے۔ معنے یہ ہیں کہ نہیں کوئی پوجنے کے لائق اللہ کے سوا۔ پس اپنا نفع و نقصان فقط اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمان کو بے ستون کھڑا کیا۔ چاند سورج کو ہمارے واسطے اپنا تابعدار بنایا کہ وے بندھی چال چلتے ہیں اور اللہ کی پاکی بولتے ہیں۔ آسمان سے مینہ اتارا کہ اس سے درخت اور گھاس و گل و بوٹے اُگنے لگے۔ اور ہزاروں زبان سے اللہ کی تعریف اور خوبیوں

---

[۱] ایضاً ص ۸۸

کے دفتر کھولے اور جو فقیروں، غریبوں کو بادشاہ ملک و مال اور فوج و سامان والا کرتا ہے اور بڑے بڑے لشکر والوں کو تھوڑے عرصہ میں بے نام و نشان رکھتا ہے، سچ ہے کہ وہ بلند رتبہ اور بڑی عظمت و شان رکھتا ہے۔ لوگوں کے دلوں کو وہی پھیرتا ہے۔ بیماری کو کھوتا ہے، بیٹا بیٹی، روزی رزق دیتا ہے۔ پتا پتا، بوٹا بوٹا یہاں کا جانتا ہے۔ دلوں کی خبر رکھتا ہے۔ پس اسی کا ڈر اور اسی سے طمع رکھو۔ اسی کی خوشامد کرو، اور جب یہ حال دل کا اللہ تعالی کے ساتھ ہو جاوے تو اس کی صفت اور قدرت جو مذکور ہوئی، رات دن اسی میں غور کرو، چند روز میں جلد حال بدل جائے گا۔ اس کے سوا کسی نبی، ولی غوث قطب سے بیٹا بیٹی، روزی رزق نہ مانگو۔ ان کی قبر پر پھول، مٹھائی، پکوان، نذر، نیاز نہ لے جاؤ، نہ ان سے کچھ چاہو، نہ ان کی منت مانو، یہ باتیں شرک و کفر کی ہیں''۔[۶۲]

زبان و بیان

محاورات و روزمرہ کا استعمال

غرض پیر گو عاقبت کا گدھا، گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ٹھہرتا ہے۔ ص ۸۸

بنگالے میں بعض عورتیں اس (شجرہ) کو جگاتی ہیں۔ ۸۸

برا کھیت مول کا ایک دفعہ اکھاڑنے سے میدان ہو جاوے

بھلا کھیت ساگ کا جوں جوں کاٹو توں توں بڑھے۔ ۸۹

بعض الفاظ کا استعمال

خاوند (بمعنی آقا) جس نے تمام دنیا دیکھی مگر اپنے خاوند کا در نہ دیکھا۔ ۹۰

مکتب خانہ (بجائے مکتب) مکتب خود اسم ظرف مکان ہے۔

مکتب خانے میں سینکڑوں لڑکے پڑھتے ہیں ۹۱

---

[۶۲] ایضاً ص ۹۰

فارسی و ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ
گھاس و گل و بوٹے اُگنے لگے ص ۸۹

تبیان الشرک

مولانا ولایت علی نے ردِ شرک و بدعت میں فارسی زبان میں ایک رسالہ ردِ شرک لکھا اور اردو زبان میں اسی موضوع پر انہوں نے ایک اور رسالہ "تبیان الشرک" کے نام سے لکھا۔ اس رسالے میں انہوں نے شرک کی برائیاں اور بدعت کی گمراہیاں بیان کی ہیں۔ اس رسالے کی اساس تمام تر تقویۃ الایمان پر ہے، بلکہ ہم اس کو تقویۃ الایمان کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔

رسالہ تبیان الشرک کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"اللہ ہمارا بہت دور ہے شریکوں سے، اگرچہ لوگ اپنی عقل میں آدم مشت خاک کو اس مالک عرش و افلاک کا شریک جانتے ہیں اور اس غبار ناپائدار کی تعظیم برابر اس پاک پروردگار کے کرتے ہیں کہ جس کے کام میں نبی اور ولی کو دخل نہیں اور جس کے حکم میں فرشتوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں اور ہزاروں درود اور صلوٰۃ اس سچے پیغمبر پر کہ جس نے احوال اپنا قسم کھا کر صاف فرما دیا......... اور درود اس کی آل و اصحاب پر کہ ان بزرگوں نے اپنی جان اور مال صرف کیے اور بڑی بڑی تکلیف اٹھائی، اس لیے خدا کرے کہیں عالم سے شرک دور ہو، اور درود اور رحمت آئمہ مجاہدین پر کہ بعد مدت مدید کے سوتوں کو جگاتے ہیں اور بھولوں کو راہ پر لگاتے ہیں۔ اب آگے عرض یوں ہے کہ اس رسالہ میں دو باب ہیں، پہلا شرک میں اور دوسرا بدعت میں۔"[۹۳]

---

۹۳ رسالہ تبیان الشرک (مشمولہ رسائل تسعہ) ص ۱۴۲

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"معلوم ہوا کہ اس طرح عاجزوں کی صورت بنانی اللہ کو بہت بھائی۔ اب جو کوئی کسی قبر کا یا چلے کا یا کسی اور مکان کی زیارت کو دور دور سے جاوے پھر خواہ تعظیم کے واسطے پیادہ ہو جاوے خواہ مرے لوٹے جانوروں پر جاوے اور نزدیک اس مکان کے جا کر اپنے ہاتھ پاؤں دھووے اور یوں سمجھے کہ ہمیں یہاں آنے سے کچھ دین و دنیا کا فائدہ ہووے گا، یا کسی مکان یا قبر پر جانور لے جا کر ذبح کرے یا کسی جگہ جا کر نذرانہ ادا کرے یا کسی اور کی منت مانے یا کسی قبر یا مکان کے گرد پھرے اور اپنی جان کو قربان کرے۔ سو وہ شخص بے شک شرک میں گرفتار ہووے گا۔ یہ سب تعظیم اللہ نے اپنے ہی واسطے مقرر کی ہے۔ اللہ کے نام پر محتاج کو پیسا ٹکا دیں یا بھوکے کو کھانا کھلائیں یا ننگے کو کپڑا پہنا دیں یا جانور ذبح کریں یا شال کے وقت منت مانیں تو یہ بڑی عبادت ہے۔"[۲۲]

زبان و بیان

محاورات و روزمرہ کا استعمال

اپنی کرے اور کی نہ سنے	ص ۱۴۳
کتنوں کے طوطے غفلت میں اڑ گئے اور خالی پنجرا لیے پھرتے ہیں مگر ان کو کچھ خبر نہیں۔	۱۴۴
تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔	۱۴۴
اور دل کی قلعی کھل جاوے۔	۱۴۵
آنکھوں دیکھ کر کیوں مکھی کھاتے ہو۔	۱۴۵

---

[۲۲] ایضاً ص ۱۴۷۔

اے بڑے پیر تم کو چڑھاؤں میں کھیر — ص ۱۴۶

بڑوں سے بڑی چیز لیجیے اور چھوٹوں سے چھوٹی۔ — ۱۴۶

جو لوگ جابک سوار کی عقل پر گھوڑا خرید اکرتے ہیں وے دغا بھی بہتیرا پاتے ہیں۔ — ۱۵۰

اصحاب کی بی بیوں کا نکاح لوہے کے چھلے اور قرآن کی سورتوں پہ ہوتا تھا۔ — ۱۵۵

جہاں نکاح ہو گیا تو گلے بندھ جائے گی۔ — ۱۵۵

وہ لاکھوں روپے اور مچھر کی چربی اور رگاڑی کی چون چوں باندھتے ہیں۔ — ۱۵۵

بعض الفاظ کا استعمال

سون	داداجان کی ارواح کی سون۔	۱۵۱
ہامی کار	وے اس کے ہامی کار رہا کریں گے۔	۱۵۱
میاں (آقا)	نہ کیے زرخرید اپنے میاں کو .... مری۔	۱۵۲
گوگل، باہمن (برہمن)، اسلوک	لوبان یا گوگل جلاتے ہیں اور کسی اچھے پڑھے باہمن کو بلوا کر اس پر اسلوک پڑھواتے ہیں۔	۱۵۳
پرشاد	اس کھانے کو دیوتا کا پرشاد نام رکھ کر آپس میں بانٹتے ہیں۔	۱۵۴
گہنا، باسن	وہ .... گہنے باسن پلنگ چوکی میں اٹھاتے ہیں۔	۱۵۵
قبرگاہ	اے قبرگاہ کے ہیرو، اے جنگل کے شہیدو دوڑیو۔	۱۴۵

سنگھ (مقابل۔ روبرو) شبخوں مارے یا سنگھ ہو کر لڑے۔ — ۱۵۲

قافیہ آرائی کی رعایت

آدم مشت خاک ، مالک عرش و افلاک ۔ ص ۱۴۲

غبار نا پائدار ، پاک پروردگار ۔ ۱۴۲

سوتوں کو جگاتے ہیں ، بھولوں کو راہ پر لگاتے ہیں ۔ ۱۴۲

کرامت ولیوں کی بھی حق ہے جو اس کا انکار کرے وہ بڑا احمق ہے ۔ ۱۴۲

رسالہ بدعت

صراطِ مستقیم (ملفوظات سید احمد شہید) کی بعض عبارتوں پر لوگ معترض تھے اور بدعت کے متعلق بھی مولانا ولایت علی سے لوگ استفسار کرتے تھے ، لہذا انہوں نے شاہ اسماعیل شہید کی کتاب "ایضاح الحق" کی روشنی میں بدعت کے بیان میں یہ رسالہ مرتب کیا ، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں :

"بعد اس کے سنا چاہیے کہ کتنے لوگ صراطِ مستقیم پر بلکہ جناب امام حضرت سید احمد صاحب پر اعتراض اور نسبت بدعت کی کرتے ہیں ۔ وجہ یہ کہ مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کا رسالہ جس کا نام ایضاح الحق ہے ، بدعت کے باب میں فارسی زبان میں جو تصنیف فرمایا ، اس کے سمجھنے کی اکثر لوگوں کو لیاقت نہیں ۔ اس سبب اس عاجز سے بدعت کے باب میں آکر پوچھتے اور تنگ کرتے ہیں ، اس واسطے ہندی زبان میں تھوڑی سی تقریر بدعت کی جو آسان اور سہل اور سوائے تقریر مولانا ممدوح کے ہے ، لکھ دیا کہ ہر کسی کی سمجھ میں آوے اور آیت سے اس کو مدلل کر دیا ، سیدھی سمجھ والے کو بہت ہے"[۶۵]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

---

۶۵ ۔ ۴۷ ۔ رسالہ بدعت ص ۱ ، بحوالہ "بہار میں زبان و ادب کا ارتقا" ص ۴۰۴ ۔ ۴۰۵

"اور جس کے بتانے کے واسطے حضرت آئے مثلاً حضرت اس واسطے مبعوث ہوئے کہ اُمت کو منع کریں کہ جس چیز سے غفلت پیدا ہو اور دنیا میں تنگی ہو وہ نہ کریں۔ چنانچہ مکان، کھانے، کپڑے میں حد باندھ دی کہ بہت اسراف نہ کریں، حرام چیزیں نہ کھاویں۔ ریشمی، زرین اور کوسم زعفران کا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنیں، اور امت کو حکم کریں کہ جن ہاتھوں سے خدا کا دھیان بڑھے اور دنیا کا انتظام درست ہو وہ کریں۔"[۶۶]

اس رسالے میں اشغال، مراقبہ، خواب، رویائے صالحین، الہام و وحی اور اقسام الہام سے بحث کی گئی ہے۔ رسالہ بدعت، ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور کلکتہ میں طبع ہوا ہے۔ اس رسالے کی نقل ڈاکٹر اختر اورینوی کی نظر سے گزری ہے۔[۶۷]

رسالہ نکاحِ ثانی

ہندوستان کے مسلمان، ہندو معاشرے کے اثر سے نکاحِ ثانی کو معیوب سمجھتے تھے، سید احمد شہید اور ان کی تحریک کے دوسرے ارکان نے نکاحِ ثانی کو رواج دینے کی بہت کوشش کی اور اس سلسلے میں عملی مثالیں بھی قائم کیں۔ مولانا ولایت علی نے اس موضوع پر رسالہ "نکاحِ ثانی" ترتیب دیا۔ یہ رسالہ مولوی سید عبداللہ نے اپنے مطبع احمدی سے شائع کیا تھا۔ مولانا ولایت علی، رسالے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

"سب خوبیاں اللہ ہی میں ہیں اور اللہ کے ہوتے دوسرے کی تعریف کرنی اللہ کی قدر دانی سے بعید ہے، اور درود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُن کی آل و اصحاب کو کہ سوائے ان کی پیروی کے کسی طرح نجات نہیں۔

---

۶۶ ایضاً ص ۴۰۵

۶۷ ایضاً ص ۴۰۴

بعد اس کے التماس یوں ہے کہ اول انسان کو لازم ہے کہ دنیا کی حقیقت کو سمجھے کہ اگلے لوگ دنیا سے کیا لے گئے؟ کوئی عزت و آبرو کی تلاش میں رہا اور کسی نے ہاتھی گھوڑے کی فکر میں عمر کھوئی اور نام و نشان کی طلب میں مرا۔ مگر کوئی چیز ان کے ساتھ نہ گئی۔ اگر دنیا کچھ اچھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرعون و ہامان کو کیوں دنیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تکلیف ہوتی۔ اگر نام و نشان کچھ اچھا ہوتا تو بہت سے پیغمبروں کو کیوں گم نام کرتا اور شیطان کا نام کیوں عالم میں مشہور ہوتا۔ دنیا کی تلاش کافروں کو مناسب ہے کہ ان کو دوزخ میں جانا ہے، جو دنیا میں آرام اٹھا دیں گے وہی غنیمت ہے۔ مسلمان کو ضرور ہے کہ سامان اللہ کے پاس چلنے کا درست کرے اور اپنے اللہ ہی سے کام رکھے، کسی کے بھلا اور برا کہنے پر دھیان نہ کرے، اور لوگوں سے کچھ کام پڑتا نہیں ہے۔ یہ لوگ بھلا برا کہتے رہ جائیں گے اور آدمی اللہ کے پاس چل بسے گا اور قبر میں اکیلے جواب سوال ہووے گا۔ مناسب ہے کہ دنیا کی زندگی کو غنیمت جانے اور اس میں اللہ کی رضامندی کماوے، کہ مرنے کے بعد پھر نیکی کرنے کو نہ آوے گا اور دل کے ارمان دل ہی میں رہ جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے طور پر چلنے میں راضی نہیں ہے۔"

موضوع کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان دنوں میں ہندوؤں کی رسموں میں سے ایک رسم مسلمانوں میں بہت بڑی پھیلی ہے۔ کہ جہاں عورت کا شوہر مرا تو اس کا نکاح نہیں کر دیتے بلکہ اُس کے نکاح کو عیب سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے نکاح کو قرآن میں بہت تاکید سے فرمایا اور اس کی تعریف کی۔ پہلے نکاح کو بلکہ تاکید سے نہیں فرمایا جتنا دوسرے نکاح کو فرمایا، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

---

۶۸ رسالہ نکاح ثانی (از مولانا ولایت علی) (مطبع احمدی کلکتہ) ص ۱۔۲

کی بیٹیوں کا دوسرا نکاح ہوا۔ اس کو عیب ٹھیرانا رسول خدا کے خاندان کو بٹا لگانا ہے۔ یہ کیسی مسلمانی ہے کہ رسول خدا کی بیٹیوں کو عیب لگادیں اور آپ اشراف کہلادیں، اور مکے مدینے ہیں کہ جہاں شرافت کی جڑ ہے وہاں یہ باتیں رائج ہیں۔ کیا وہاں کے اشراف بھلے آدمی نہیں؟[۹۶]

○

مولوی عنایت علی صادق پوری[۹۷]

اصحاب صادق پور میں ممتاز مولانا ولایت علی کے چھوٹے بھائی دست راست اور جانشین تھے۔ انتظامی، جنگی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود انھوں نے شرک و بدعت کے رد میں ایک رسالہ "بت شکن" لکھا جو مجموعہ رسائل تسعہ میں شامل ہے۔

بُت شکن

مولوی عنایت علی نے یہ رسالہ تعزیہ داری اور مراسم محرم کے رد میں لکھا ہے اور لوگوں کو

---

۹۶ ایضاً ص ۹، ۱۰

۹۷ مولوی عنایت علی ولد فتح علی ۸ - ۷ - ۱۲۰۷ھ (۹۴ - ۱۷۹۳ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں سید محمد مسافر (پٹنہ) سے تحصیل علم کی۔ سید احمد شہید کے مرید ہوئے۔ مشرقی اصلاع اور بنگال میں تنظیم جہاد اور تبلیغ کا کام کیا۔ اپنے بڑے بھائی ولایت علی کے انتقال کے بعد امارت کے فرائض انجام دیے۔ انگریزی فوجوں سے مقابلے بھی ہوئے۔ شعبان ۱۲۷۴ھ (مارچ ۱۸۵۸ء) میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ صادقہ۔ ص ۱۸۵ - ۱۹۵)

ہدایت کی ہے کہ وہ ان برائیوں سے محترز رہیں۔ انہوں نے یہ رسالہ سید احمد شہید کی شہادت (۱۸۳۱ء) سے قبل ان کی زندگی میں لکھا تھا۔ رسالے میں سید صاحب کو "دامت برکاتہ" لکھا گیا ہے۔ مولوی عنایت علی آغاز رسالہ میں اس کا سبب تالیف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"کہاں تک حمد و شکر اس رب العالمین کا اس قلم چوبیں سے ادا ہو سکے کہ جس کے لکھنے میں لوح و قلم عاجز ہیں، اور تحفہ درود کا اس خاتم النبیین اور رحمت موجودات پر کیوں کر بھیج سکوں جس پر بھیجنے میں دلائل الخیرات قاصر ہے۔ اے پروردگار تو آپ اس پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس کے نائبوں پر لاکھ لاکھ درود اور سلام بھیج اور مجھ کو اس کے پس رووں میں دنیا سے اٹھا، آمین ثم آمین۔ بعد اس کے سنا چاہیے کہ چرچا وعظ و نصیحت کا قدم کی برکت سے حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب دامت برکاتہ کے جہان میں پھیل گیا۔ اکثر لوگ وعظ اور نصیحت سن سن کر مضامین حقہ کو سمجھنے لگے اور لاکھوں اپنے خدا سے لگ گئے اور گمراہیاں چھوڑ دیں۔ لیکن جن کو مجلس وعظ میں حاضر ہونے کی فرصت دنیا نہیں دیتی، ان کے واسطے بعضے لوگوں نے فقیر سے درخواست کی کہ اگرچہ بہت لوگوں نے خدا کے فضل سے ہدایت پائی پر ابھی لاکھوں شرک میں گرفتار ہیں خصوصاً تعزیہ پرستی جو کھلی بت پرستی ہے اور اچھے اچھے لوگ پڑھے لکھے اس میں پڑے ہیں اور ہر کسی کے سمجھانے پہ کان نہیں دھرتے، ہمیشہ نئی طرح کے وعظ کے محتاج ہیں۔ اگر تو قرآن اور حدیث اور عقل اور نقل سے اس کی برائی لکھ دیوے تو اللہ سے امید ہے کہ لوگوں کو بہت فائدہ دے گا۔"[۱]

زبان و بیان

محاورات و روزمرّہ کے استعمال

۱؎ رسالہ بت شکن (مشمولہ رسائل تسعہ) ص ۹۴۔

لاکھوں اپنے خدا سے لگ گئے۔ — ص ۹۴

ہر کسی کے سمجھانے پر کان نہیں دھرتے۔ — ۹۴

مردود ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دست و قے میں سڑ کر مرا۔ — ۹۵

جس کے شعلے آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ — ۹۷

دلی کا بادشاہ ہوا۔ — ۹۸

...... کا منہ کالا ہوا۔ — ۹۸

جس کا دل ایسا ہی پتھر ہو تو نہ پسیجے۔ — ۹۸

کھانا سونا خواب و خیال ہو گیا۔ — ۹۹

جس کے جی کو لگتی ہے وہی جانے۔ — ۹۹

بنی بنائی بگاڑ کی۔ — ۱۰۰

جیسی نیت ہو ویسا ہی پھل ملے۔ — ۱۰۲

اسی کو کہتے ہیں ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری۔ — ۱۰۲

گھڑی گھڑی آتے اور پھر پھر جاتے ہیں۔ — ۱۰۲

کبھی اس پر جوتی پیزار کراتے ہو۔ — ۱۰۳

رستے ہی میں دونوں کے ڈھیر ہو گئے۔ — ۱۰۳

بعض الفاظ کا استعمال:

لفظ	مثال	صفحہ
نہالچہ	ایک نہالچہ تکیہ پر رکھے۔	۹۸
تخت کی رات	آج تخت کی رات تم نے کہاں کی بات کو یاد کر کے رونا مچا دیا ہے۔	۹۹
چنگا	مرہم پٹی ہوتے ہوتے زخم چنگا ہوا۔	۹۹
دہیز (جہیز)	خوبصورت دلہن کو بہت دان دہیز سے گھر میں لایا۔	۹۹
حاجتی (حاجتمند)	اول حاجتی لوگ شام سے منتظر رہتے ہیں۔	۱۰۲

نل چاؤلی	نل چاؤلی ے جاکر حاضر کریں۔	ص ۱۰۲
ٹھاکر	ہندو کہنے لگے کہ ہمارا ٹھاکر چلا آتا ہے۔	۱۰۵

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے ڈھول	کہتے ہیں بے ڈھول شادی حرام ہے۔	۱۰۱

"دار" کا استعمال بطور لاحقہ

زہر دار (زہریلا)	سانپ بچھو بے شمار ایسے زہر دار (ہیں)	۹۷
عزت دار	بڑے عزت دار اور بڑے غیرت مند معلوم ہوتے ہیں۔	۱۰۳

مولانا غلام رسول مہر اس رسالہ بت شکن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کی زبان بہت سادہ ہے۔ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس میں حضرت امام حسین کی شہادت اور اہل بیت کے مصائب بڑے پُر تاثیر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔"[۲۲]

بلوغ المرام (اُردو ترجمہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی (ف ذی قعدہ ۸۵۲ھ (۱۴۴۸ء)) کی مشہور کتاب "بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام" احادیث نبوی کا بہترین انتخاب ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مولوی سید عبداللہ کی تحریک پر مولوی عنایت علی عظیم آبادی نے اس کا اُردو ترجمہ کیا جسے مولوی سید عبداللہ نے اپنے مطبع احمدی (کلکتہ) سے شائع کیا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتاب خانہ خاص انجمن ترقی اُردو (کراچی) میں محفوظ ہے۔ بعد ازاں مولوی سید عبداللہ نے بلوغ المرام کا ایک انتخاب بھی شائع کیا۔ اس انتخاب کے خاتمۃ الطبع سے بعض ضروری امور پہ روشنی پڑتی ہے۔ مولوی سید عبداللہ لکھتے ہیں:

---

۲۲ سرگزشت مجاہدین، ص: ۳۰۳

"خیر خواہ خلق اللہ سید عبداللہ ولد سید بہادر علی عفا اللہ عنہما سب مومنوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جو تلاش کیا تو کوئی کتاب بلوغ المرام سے زیادہ معتبر اور احکام عبادات اور معاملات کے دریافت کرنے میں یہاں نظر نہیں آئی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اس کا درس ہوتا ہے، مگر ایسی کتاب کے ہندوستان میں نایاب ہونے کا نہایت افسوس تھا جس سے ہر خاص و عام کو نفع کمال پہنچے۔ اس واسطے مولوی عنایت علی صاحب عظیم آبادی کو جو خلیفہ حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب کے ہیں ہم لوگوں نے تکلیف دی کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کریں تو ہم لوگ اس کو چھپوا دیں کہ ہر شخص کو نفع پائندار پہنچے۔ ہر چند مولوی صاحب موصوف نے عذر کیا کہ یہ بار عظیم ہے بے مدد و مواد تصحیح کے مثل شرح وغیرہ اس کا اٹھانا دشوار ہے۔ علاوہ اصل نسخہ بھی بعد تلاش کے ایک دو سے زیادہ بہم نہ پہنچا، تو کیونکر یہ کام انجام کو پہنچے۔ آخر مجھ نے اپنے بڑے بھائی مولوی ولایت علی صاحب کے لاچار ہو کر قبول کیا اور چار پہینے کے عرصے میں انجام کو پہنچایا۔ بعدہ اس منتخب بلوغ المرام کا ترجمہ اس کے ترجمے سے منتخب ہوا۔ ادھر مولوی صاحب موصوف ضلع جسر وغیرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوبارہ نظر ثانی کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ اب طبع ان کا تصحیح سے اس فقیر اور مولوی زین العابدین صاحب حیدر آبادی کے جو مدینہ منورہ سے حامل سند حدیث کی کر کے کلکتہ میں وارد ہیں مطبع احمدی میں انجام کو پہنچا۔ بشریت کی راہ سے دو ایک جگہ اس میں غلطی ہو گئی تھی۔ وہ غلطی جب یہ منتخب چھاپی گئی اس میں سے دور ہوئی۔ اگر کسی کو اصل بلوغ المرام کی کسی حدیث میں کچھ غلطی نظر آوے تو چاہیے کہ اس منتخب سے اسے صحیح کر لے۔"[۴۳]

---

۴۳ بلوغ المرام (منتخب) اردو ترجمہ از مولوی عنایت علی۔ مطبوعہ مطبع احمدی۔ کلکتہ۔ ص ۳۵۹-۳۶۰

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"سب تعریف اللہ کو ہے، اس کی کھلی اور چھپی نعمتوں پر جو پرانی ہیں اور نئی، اور رحمت اور سلام اس کے نبی اور رسول پر جو محمدؐ ہیں، اور اس کے آل اور اصحاب پر جو سیر کر گئے اس کے دین کی مدد میں جلدی کی سیر، اور ان کے پیچھے چلنے والوں پر جو وارث ہوئے ان کے علم کے، اور عالم لوگ نائب ہیں نبیوں کے، کیا بزرگ ہیں وے میراث پانے والے اور میراث دیے گئے۔ لیکن حمد اور صلوٰۃ کے بعد یہ ایک مختصر ہے جو مشتمل ہے قاعدوں پر حدیث والی دلیلوں کے شرع کے حکموں کے واسطے لکھا میں نے اس مختصر کو کمال بلاغت سے تا کہ ہو جاوے جو یاد کرے اس کو اپنے ساتھ والوں میں سے ماہر، اور مدد دے ان سے طالب علم مبتدی، اور بے پرواہ رہے اس سے خواہش والا منتہی۔"

باب عقیقہ سے تین حدیثوں کا اردو ترجمہ بطورِ نمونہ درج ذیل ہے:

"روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، مقرر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا حسن رضؓ اور حسینؓ کا ایک دُنبے سے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور صحیح کہا اس کو ابن خزیمہ اور ابن جارود نے، لیکن ترجیح دیا ابو حاتم نے ارسال کو اس کے، اور نکالا ابنِ حبان نے حدیث سے انس کی۔

اسی طرح اور روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، مقرر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ان کو کہ عقیقہ کیا جاوے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو اور نکالا اس کو احمد اور چاروں نے ام کرز کعبیہ سے۔

اسی طرح اور روایت ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے مقرر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لڑکے گرو ہیں عقیقہ میں اپنے، ذبح کیا جاتا

---

[۱] ایضاً۔ ص ۲

ہے اس کے لیے ساتویں دن اس کے، اور سر منڈایا جاتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے
روایت کیا اس کو احمد اور چاروں نے اور صحیح کہا اس کو ترمذی نے"[۶۵]
ترجمہ بڑی حد تک لفظی ہے اور اصل کی پوری پوری رعایت رکھی گئی ہے[۶۶]

○

مولانا کرامت علی جون پوری

مولانا کرامت علی[۶۷]، اپنے دور کے ممتاز عالم، فقیہہ، مناظر، شیخ طریقت، مبلغ اور مصنف تھے۔ انہوں نے تبلیغ و اصلاح کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ ان کی اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں کے علاقے زیادہ تر مشرقی یوپی اور بنگال و آسام رہے۔ بنگال میں مولانا کشتی کے ذریعے گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے۔ انہوں نے بنگال میں اسلامی تہذیب و معاشرت کا احیا کیا۔ بہت سے مدرسے اور تعلیمی ادارے قائم کیے۔

۶۵۔ ایضاً، ص ۴۴۷ - ۴۴۸

۶۶۔ بلوغ المرام کا یہ اردو ترجمہ مترجم کے نام کی صراحت کے بغیر مطبع محمدی لاہور سے بھی شیخ محی الدین تاجر کتب کشمیری بازار نے شائع کیا تھا۔ جس کا ایک نسخہ ہمارے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۶۷۔ مولانا کرامت علی بن شیخ امام بخش ۱۸ محرم ۱۲۱۵ھ (۱۱ جون ۱۸۰۰ء) کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل شیخ احمد علی چریا کوٹی، مولوی احمد اللہ انامی اور مولوی قدرت اللہ رودولوی سے کی۔ علم قرأت و تجوید ابراہیم مدنی سے حاصل کیا۔ فن خوشنویسی اپنے والد اور دوسرے ممتاز خطاط عبدالغنی اور رجب علی سے سیکھا، سید احمد شہید سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ ۳ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کو رنگ پور میں انتقال ہوا۔ (تجلی نور ص ۱۳۵ - ۱۳۶)

مولانا کرامت علی نے پچاس سے زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔ ان کی کتابوں کا موضوع زیادہ تر عقائد، فقہ اور تصوف ہے۔ دو چار کتابوں کے علاوہ مولانا موصوف کی تمام تر کتابیں اردو زبان میں ہیں۔ ان کا طرز تحریر نہایت صاف، سادہ اور سلیس ہے ان کی چند کتابوں کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

مفتاح الجنتہ

مولانا کرامت علی نے یہ رسالہ نماز اور متعلقاتِ نماز کے مسائل پر لکھا ہے۔ خود انہی نے ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) سے بہت پہلے یہ رسالہ چھپوایا تھا جیسا کہ خاتمۂ کتاب کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

"کہ اس فقیر گنہگار نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے کئی برس بعد حج کے سفر سے پھرتے ہوئے ۱۲۴۳ھ میں چھپوایا تھا۔ سو اب بعضے مقام پر مضمون صاف ہونے کے لیے کچھ لفظیں زیادہ و کم کیں اور دو چار مسئلے ضروری جو چھوٹ گئے تھے، سو اون کو اون کے مقام پر داخل کیا۔ اب جس کے پاس یہ کتاب ہووے وہ اوس کے موافق اپنی کتاب کو درست کرے"[۶۰]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہے اور وہی ہے حمد اور ثنا کے لائق جو تمام عالم کا پالنے والا ہے اور وہ بڑا مہربان ہے اور نہایت مہربانی کرنے والا، اور اپنے مسلمان بندوں کو جو اوس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اوس کے حکم کے موافق کام کرتے اور اوس کے فرمانے کو برحق جانتے ہیں بہشت میں لے جانے والا اور اون کو وہاں نعمتیں بخشے گا کہ جس کا بیان کرنا

---

[۶۰] مفتاح الجنتہ از مولانا کرامت علی جونپوری۔ (مطبع مجیدی کانپور ۱۳۱۹ء) ص ۱۱۸

نہایت مشکل ہے۔ غرض یہ کہ وہ نہایت خوش رہیں گے۔ وہ اللہ سے اور اللہ اون سے راضی رہے گا اور وہ جو وہاں چاہیں گے اون کو وہاں سب کچھ ملے گا مگر اوس میں سے تھوڑا سا مسلمانوں کی خوشی کے واسطے ہم بیان کرتے ہیں۔"[۶۹]

سببِ تالیف کے متعلق مولانا لکھتے ہیں:

"اب بعد اس کے بیان کرتا ہے فقیر گناہ گار اپنے گناہوں سے شرمسار اور اللہ کی رحمت اور پیغمبر کی شفاعت کا امیدوار خاکسار علی حنفی جونپوری مشہور کرامت علی اللہ بخشے اوس کے گناہوں کو جو اوس نے کیے ہوں اور توفیق دے توبہ کی اور اب گناہ نہ کرنے کی، اور خوش رہے اللہ تعالیٰ اوس کے والدین اور اوس کے استادوں سے جنھوں کے سبب سے دین کا علم آیا، اور اوس کے پیر سے جو نائب رسول رب العالمین کے اور دین محمدی کے گھر کے چراغ روشن ہیں، حضرت سید احمد، جن کے چہرے کی روشنی سے کفر کی تاریکی ایسی بھاگتی ہے جیسے کہ صبح ہونے سے رات ...... جب اس فقیر عاجز نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور اپنی طاقت کے موافق معنی قرآن شریف اور حدیث کے بیان کرنے شروع کیے، تب اللہ تعالیٰ کے کلام کے اثر سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی برکت سے بہت سے مسلمان دین پر مضبوط ہوئے اور اذان اور نماز خوب ہونے لگی، اور مسلمانوں کی عورتیں بھی بہت سی اللہ کی ہدایت سے نماز پڑھنے لگیں۔ تب اس فقیر علی نے چاہا کہ ایک رسالہ چھوٹا سا جس میں مسئلے ضروری روزے نماز کے سب ہوویں، زبان ہندی میں جو آسانی سے عورتوں اور مردوں کی سمجھ میں آویں، لکھا چاہیے اور اس بات کو موجب بہتری اپنی کا اور پڑھنے والوں کا سمجھ کے، اس کے اس رسالہ کے تیئیں معتبر کتابوں سے جس طرح شرح وقایہ اور فتاویٰ محیط اور ہدایہ اور فتاویٰ

---

۶۹ مفتاح الجنۃ از مولانا کرامت علی جونپوری (مطبع مجیدی کانپور ۱۹۱۳ء) ص ۱۱۸

مختصر شافی اور مختصر قدوری اور کنز اور شرح اوراد وغیرہ سے خوب تحقیق کر کے ان کتابوں میں سے نکال کر اس رسالہ میں لکھا ہے، اور اس رسالہ کو نہایت ہندی سیدھی زبان میں، جو عورت مرد کی سمجھ میں آوے بیان کیا۔ اور کچھ فقیر کو غرض ریختہ اور رنگینی سے نہیں ہے، اور نہ فقیر شاعروں کے زمرے میں ہے۔ اس واسطے فقیر نے اپنے شہر کی زبان میں لکھا، جس میں کسی کو مشکل نہ ہووے اور اس کتاب کا نام مفتاح الجنۃ رکھا۔"[۸۰]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"جانو تم سب اے یارو کہ ایمان سر ہے سب نیکیوں کا اور جڑ ہے سب عبادتوں کی، اور کوئی نیکی اور عبادت بغیر درستی ایمان کے درست نہیں ہے اور ایمان کے دو رکن ہیں اقرار کرنا زبان سے اور دل سے سچ بوجھنا، ان سب چیزوں کو کہ پیغمبر ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ کے پاس سے لائے ہیں کہ وہ سب سچ اور درست ہے، اور ایمان دو طرح پر ہے، ایمان مجمل اور ایمان مفصل۔ ایمان مجمل یہ ہے .... کہ ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور قبول کیا میں نے اوس کے حکموں کو۔ اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبول کیا میں نے دین مسلمانی کو اور جو کچھ اوس میں ہے، اور بیزار ہوا میں کفر اور کافری سے اور جو کچھ کہ اوس میں ہے، اور دین مسلمانی حق ہے اور دین کفر جھوٹا۔"[۸۱]

زبان و بیان

بعض الفاظ کا استعمال

---

۸۰ ایضاً۔ ص ۶-۷

۸۱ مفتاح الجنۃ۔ ص ۸-۹

تلے	درختوں تلے	ص ۲
دل بھائی	بہشت میں نہ تو گرمی ہووے نہ جاڑا وہاں ہے خاصی دل بھائی ۔	۴
ٹھونی (رکن کا ترجمہ)	نماز دین کی ٹھونی ہے ۔	۱۰
لہر	ایک کان کی لہر سے دوسرے کان کی لہر تک یک ہڈی ہے پاؤں اور ٹنگری کے جوڑ پر باہر اُبھری ہوئی ۔	۱۱
نکھٹی	مسح کرنا نکھٹی پر جو ٹوٹے عضو پر باندھی جاتی ہے ، درست ہے ۔	۲۵
چنگا	زخم چنگا ہونا ۔	۲۵
چارگانی، دوگانی، آبادانی	مسافر کے حق میں چارگانی نماز فی الفور آبادانی کے چھوڑتے ہی دوگانی ہو جاتی ہے ۔	۸۸

بعض اسمائے صفت

مسلمانی، کافری	قبول کیا میں نے دینِ مسلمانی کو ، بیزار ہوا میں کفر اور کافری سے	۸
صاحبی	وہ اپنی صاحبی میں اکیلا ہے ۔	۹

قول الامین

مولانا کرامت علی کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں دودا میاں[۸۲] (فرزند حاجی شریعت اللہ

---

۸۲ محسن الدین احمد عرف دودا میاں (پیدائش ۱۸۱۹ء وفات ۱۸۶۲ء)

فرائضی ف۔ ۱۸۴۰ء) کا رد کیا گیا ہے اور مذہب حنفی کی بالخصوص تائید کی گئی ہے۔ اس رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"فقیر کرامت علی جون پوری کی طرف سے سارے دینی بھائیوں کی خدمت شریف ہیں، جو اس فقیر سے حاضرانہ اور غائبانہ محبت رکھتے ہیں بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح ہو کہ لامذہب لوگ اور دودامیاں کے گروہ جو فرائضی کہلاتے ہیں، یہ اہل سنت و جماعت ہرگز نہیں ہیں، بلکہ یہ لوگ سارے اہل سنت و جماعت سے خصوصاً حرمین شریفین کے لوگوں سے بڑی عداوت رکھتے ہیں، اور مکہ مدینہ کا نام لینے سے جل کر خاک ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کا ان کا عیب بیان کرتے ہیں، جو کوئی چاہے آزمالے، اور یہ سب لوگ اپنے گروہ کے سوائے سب کو مشرک جانتے ہیں۔"[۲۳]

رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نفس کی اصلاح کی توفیق دے۔ آمین! اور نماز مومنوں کی معراج ہے، اس کے سبب سے بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مکان میں پہنچ جاتا ہے، اور نماز اللہ تعالیٰ کے دیدار کے مقام کی خبر دیتی ہے، اور نماز میں اس کے دیدار کی بو آتی ہے، اور یہ بات کسی عبادت میں حاصل نہیں۔"[۲۴]

تقویۃ المومنین ہدایۃ الرافضین

مولانا کرامت علی نے لکھا کہ بعض علمائے شیعہ نے ان سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور رسالے

---

۲۳ قول الامین از مولانا کرامت علی جونپوری (مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۱ھ) ص ۲

۲۴ قول الامین۔ ص ۱۲

لکھے تو انھوں نے یہ رسالہ تقویۃ المومنین بصورت سوال جواب ۱۲۴۲ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں لکھا۔ رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"جس طرح کا حمد کہ بارگاہ بے نیاز مطلق کی شان کے لائق ہے کسی مخلوق کو طاقت بیان نہیں، اور نعمتیں بے شمار جو ہر لمحہ ابر رحمت رحمانی سے حدیقۂ حال انسانی پر برستی ہیں، ان کا شکر جس قسم کا چاہے کسی کو تاب ادا کرنے کی کہاں، سوا اسی مالک رحیم کے کلام کریم کی تابعداری کر کے الحمد للہ رب العالمین کہنا اور اپنی عاجزی اور قصور کا بیان کرنا سوائے اس کے بنی آدم کو چارہ نہیں۔"[۵۵]

رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اپنے مذہب کی صفائی اور راست بازی اسی سوال وجواب سے جو لکھ چکے دریافت کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والے اور سننے والے کو ہدایت کرے۔"[۵۶]

انوارِ محمّدی (ترجمہ شمائل ترمذی)

مولانا کرامت علی نے حدیث کی مشہور کتاب شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ ۱۲۵۲ھ (۳۷-۱۸۳۶ء) میں کیا۔ یہ ترجمہ حامل المتن ہے۔ تقریبِ ترجمہ کے سلسلے میں مولانا لکھتے ہیں:

"اس خاکسار علی جون پوری مشہور کرامت علی نے دیکھا کہ اکثر لوگ سب علم تو پڑھتے ہیں، مگر حدیث کا ذکر بھی نہیں کرتے اور پیغمبر صاحب کی

۵۵؎ تقویۃ المومنین ہدایۃ الرافضین از مولانا کرامت علی (مطبوعہ کلکتہ باہتمام عبداللہ و پہلوان خان)۔ ص ۲۔

۵۶؎ ایضاً۔ ص ۷۲

حدیث اور ان کی صورت شکل، رہن چلن، کھانے پینے، اوڑھنے، پہننے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، ہنسنے بولنے، وضو غسل، نماز اور روزہ وغیرہ اخلاق و عادات کا احوال لوگوں کے نزدیک خواب و خیال ہوگیا ہے۔ بلکہ خواب بھی بھول گیا اور اسی نبیرہ نبی کی لذت بھول گئے اور عشق دنیاوی کے قصہ کہانی میں مشغول ہو گئے۔ تب بموجب حدیث نبوی "الدین النصیحۃ" یعنی دین کیا ہے خیر خواہی مسلمان بھائی کی۔ ارادہ کیا کہ کچھ حدیث کی لذت بھائیوں کو چکھا دیں اور ہندی زبان کے پیالے میں اس آب حیات کو بھر کر پلا دیں۔ تب بعد فکر و غور کے یہی مناسب دیکھا کہ شمائل ترمذی جو مشہور اور صحیح کتاب حدیث کی ہے اوس کا ترجمہ کریں۔"[۸۳]

ترجمے کے بارے میں فاضل مترجم لکھتے ہیں:

"ترجمہ محاورے کے مطابق بہت سیدھی اور آسان ہندی زبان میں کیا اور لغت کی تحقیق بڑی محنت کے ساتھ کر کے ترجمہ ٹھیک ٹھیک کر دیا، اور بعضے مقام میں ہندی کا ترجمہ درست ہونے کے لیے تقدیم اور تاخیر کرنا ضرور پڑا اور نہیں تو مضمون ہی سمجھنا مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ ہر ملک کا محاورہ اپنے اپنے ڈھول پر ہوتا ہے، اور نرے ترجمے پر کفایت نہ کیا، بلکہ شرح بھی ضروری مقامات کی کر دی ...... اور اس شرح کا نام "انوار محمدی" رکھا۔"[۸۴]

اس دیباچے کے بعد اصل کتاب کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔ ترجمہ اصل عربی عبارت کے نیچے دیا گیا ہے۔ جابجا ضروری حاشیے دیے ہیں اور خاتمے میں سن تالیف وغیرہ کی تصریح کر دی ہے۔ کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہووے کہ یہ کتاب مستطاب بہ نام شمائل ترمذی

۸۳۔ انوار محمدی از مولانا کرامت علی (مطبع شوکت المطابع میرٹھ) ص ۳

۸۴۔ انوار محمدی۔ ص ۳-۴

کہ مشہور و معروف ہے اور حدیثوں کی کتاب میں مختصر اور بہت صحیح ہے کہ اس میں فقط وہ حدیثیں ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد و قامت کی کیفیت اور ان کی ساری پاک فضیلتیں اور نیک سیرتیں مذکور ہیں، اور اسی واسطے حدیث کی بہتر کتابوں میں گنی جاتی ہے، اور اس کی برکتیں بھی بے نہایت ہیں۔"[۸۹]

خاتمہ اس طرح ہوا ہے:

"اب میں سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس اور اپنی اولاد اور مریدوں کو وصیت ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کو دوسرے کاموں پر مقدم جانیں اور جب کوئی مشکل در پیش ہو تب اس کتاب کو تمام پڑھ جاویں۔ انشاء اللہ مشکل آسان ہو جاوے گی، اس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ یا ارحم الراحمین اس شرح شمائل کے پڑھنے والے، سننے والے کو اتباع سنت احمدی اور شفاعت محمدی عطا کر اور ان کی مشکل دونوں جہان کی آسان کر۔"[۹۰]

ایک حدیث کا ترجمہ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"حدیث کی ہم سے ابن عمر نے، کہا حدیث کی ہم سے سفیان نے، کہا حدیث کی ہم سے عبداللہ ابن محمد ابن عقیل نے، اوس نے سنا جابر سے، کہا سفیان نے خبر دی ہم کو محمد بن منذر نے، اوس نے کہا کہ گھر سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں تھا ساتھ اون کے، پھر تشریف لے گئے ایک عورت کے گھر انصار میں سے، تب ذبح کیا اون کے واسطے ایک بکری، پھر کھایا حضرت نے اوس میں سے، اور لائے حضرت کے پاس ایک رکابی بھری تازہ کھجوروں سے، اور کھایا اوس میں سے اور وضو کیا ظہر کے واسطے اور

---

۸۹ ایضاً، ص ۲

۹۰ ایضاً، ص ۲۲۰

نماز پڑھی۔ پھر تشریف لائے، پس لائے اون کے واسطے بچا ہوا گوشت جو باقی رہا بکری میں سے۔ تب کھایا اور نماز پڑھی حضرت نے عصر کی اور نہ پھر وضو کیا۔"[۱۹]

رفیق السالکین

مولانا کرامت علی جون پوری شیخ طریقت بھی تھے۔ ان کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔ انہوں نے ذکرِ خفی و جلی کے بیان میں یہ رسالہ "رفیق السالکین" لکھا جو ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۰ء) میں طبع ہوا۔ کتاب کے آغاز میں مولانا کرامت علی نے سببِ تالیف اس طرح بیان کیا ہے:

"سب تعریف اللہ رب العالمین کو جو اپنے خیال کرنے والے بندوں کے خیال کے پاس، اور اپنے یاد کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اور درود بے شمار اس کے رسول مقبول محمد رسول اللہ پر جو اللہ جل جلالہ سے ملنے کے وسیلے ہیں اور ان کی اولاد اور اصحاب پر جو اللہ والوں کے پیشوا ہیں بعد اس کے سُننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرح پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ دستور مقرر کیا ہے کہ ذکر اور فکر سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور درجہ مقبولیت کا حاصل ہوتا ہے، اور قبر اور قیامت کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے، اور دل صاف ہوتا ہے اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور دونوں جہان کا بھلا ہوتا ہے، اور شرع میں ذکر جہر اور خفی دونوں درست اور ثابت ہے اور ذکر کے ثابت کرنے اور فائدہ اور فضیلت کی حدیثیں "راحت روح" میں ہم نے بخوبی لکھا ہے .... اس واسطے یہ خاکسار علی جون پوری مشہور کرامت علی اللہ تعالیٰ کے طالبوں کے واسطے رسالہ "راحتِ روح"

---

[۱۹] انوار محمدی۔ ص ۱۱۵

سے نکال کرکے ایک طریقہ ذکر نقشبندیہ کا کہ اس میں ذکر خفی ہے، اور ایک طریقہ ذکر کا کہ اس میں ذکر جہر ہے، اس رسالہ میں لکھتا ہے کہ اس رسالہ کا نام رفیق السالکین رکھا ہے[۹۲]

رفیق السالکین سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"اب قادریہ طریقہ کے ذکر کا بیان سنو۔ پہلے ذکر ایک ضربی کرنا چاہیے، ذکر یک ضربی کا یہ طریق ہے کہ دو زانو نماز کے بیٹھ کے لفظ مبارک "اللہ" سینے کے درمیان سے شدت اور جہر کے ساتھ نکالے اور اپنے منہ کے آگے ضرب کرے، اور اس لفظ کے بولنے کے وقت ایسا خیال کرے کہ اس لفظ مبارک کے ساتھ ایک نور اوس کے منہ سے نکلا ہے، اور جبکہ ضرب تمام ہوگی، تب ایک آواز دراز بطور گھڑیال کے اس کے خیال میں باقی رہے گی"[۹۳]

دعوات مسنونہ

مولانا کرامت علی نے اپنے صاحبزادے مولانا حافظ احمد (ف ۱۳۱۶ھ) کی درخواست پر مسنون دعاؤں کا ایک مجموعہ اردو ترجمہ "دعوات مسنونہ" کے نام سے مرتب کیا، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں:

"ان چند ورقوں کے لکھنے کا یہ سبب ہوا کہ حافظ احمد نے...... جیسا کہ عادت لڑکوں کی ہوتی ہے، بار بار ہٹ کیا کہ چاند دیکھ کے نیا کپڑا پہن کے، بجلی گرجا سن کے، چھینک کے بعد، افطار کے وقت جو دعائیں سنت ہیں اور تم پڑھا کرتے ہو اور بھی فائدے کی دعائیں لکھ دو۔ تب اس

---

۹۲ رفیق السالکین از مولانا کرامت علی جونپوری۔ ص۔ ۲۔۳

۹۳ رفیق السالکین، ص ۶۳

خاکسار علی مشہور کرامت علی نے کچھ دعائیں مع ترجمہ لکھا اور جو لکھا سو حصن حصین اور مشکوٰۃ شریف اور جامع ترمذی اور شمائل ترمذی سے لکھا اور جس کتاب سے جو دعائیں لکھی وہاں پر اس کتاب کا نام لکھا، اور جہاں کتاب کا نام نہ لکھا اوس کو سمجھیے حصن حصین سے لکھا اور اس رسالہ کا نام دعوات مسنونہ رکھا۔"[۹۴]

"الملک" کی تشریح بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"وہ ایسا بادشاہ ہے کہ دو عالم کا ملک اوس کی قدرت اور تصرف کے احاطے میں ہے، اور بادشاہ حقیقی وہی ہے، اور وہ سب چیزوں پر غالب ہے اور ہر چیز پہ پیدا کرنے اور نیست کرنے اور جلانے اور مارنے اور دینے نہ دینے کی راہ سے اوس کو تصرف اور قابو حاصل ہے، اور اپنی ذات و صفات میں موجود ہے، بے پروا ہے اور سارے موجودات اپنی ذات اور صفات اور پیدا ہونے اور باقی رہنے اور اپنے سارے کاروبار میں اوس کے محتاج ہیں، تو بس جو چیز اوس کے سوا ہے سب اوس کی ملک اور اوس کی تابعدار ہے، اور وہ سب چیز سے بے پروا ہے۔ اپنی تقدیر اور تدبیر میں اکیلا ہے، کسی کو اوس میں شراکت نہیں، اور اوس کے حکم کا رد کرنے والا اور اس کے ارادے سے سرکشی کرنے والا کوئی نہیں ہے، تو بس وہ بادشاہ اور حاکم مطلق ہے، اور جب بندے نے معلوم کیا کہ بادشاہ مطلق وہی ہے، تب اوسی کا بندہ اور محتاج بن جاوے اور اوس کی خدمت اور بندگی کر کے اپنی عزت چاہے۔"[۹۵]

---

۹۴ حافظ احمد۔ ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے (سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۴۶)

۹۵ دعوات مسنونہ۔ ص: ۹۰

مولوی عبدالحق قریشی

جس طرح سید احمد شہید کی تحریک کا اثر شمالی ہند میں ہوا، اسی طرح دکن و مدراس میں بھی اس کے اثرات پہنچے۔ اس سلسلے میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے علاوہ سید محمد علی رام پوری کا نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہے[۹۶] ان کے واعظ و تبلیغ سے مدراس میں ایک انقلاب سا آگیا۔ سید محمد علی کی ان سرگرمیوں کا حال ہمیں مولوی عبدالحق قریشی[۹۷] کی کتاب "تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین" سے ہوتا ہے۔ مولوی عبدالحق قریشی اس تحریک کے مخلص کارکن اور سید محمد علی رام پوری کے مرشد اور طرف دار تھے۔

تنبیہ الضالین عن طریق سیّد المرسلین

سید محمد علی رام پوری کی تبلیغی سرگرمیوں کا مدراس میں خوب اثر ہوا یہاں تک کہ بعض امراء و رؤسا بھی ان کی دعوت سے متاثر ہو کر ان کے حلقہ عقیدت و ارادت سے منسلک ہو گئے، جن میں خان عالم خان فاروقی (ف رمضان ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۵ء) خاص طور سے قابلِ ذکر

---

۹۶ سید محمد علی ابنِ عنایت علی، مولانا حیدر علی رام پوری کے چھوٹے بھائی اور سید احمد شہید کے خلیفہ تھے۔ سید صاحب کے حکم سے تبلیغ کی غرض سے ۱۲۴۵ھ میں حیدر آباد دکن اور مدراس گئے اہلِ مدراس کی درخواست پر دوبارہ ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵-۳۶ء) میں دورہ کیا۔ حج سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ کاملان رام پور، صفحہ ۳۶۱-)

۹۷ مولوی عبدالحق قریشی، تحریکِ مجاہدین کی نمایاں شخصیت تھے۔ افسوس کہ ان کے حالات دست یاب نہ ہو سکے، ان کی کتاب تنبیہ الضالین کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم مروّجہ پر انہیں پوری دسترس حاصل تھی۔

ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ سید محمد علی کے خلاف چہ میگوئیاں اور لے دے شروع ہو گئی اور ان کی معتمد علیہ کتابیں تقویۃ الایمان، (مولانا اسمٰعیل شہید) نصیحۃ المسلمین (مولانا خرم علی) اور رسالہ رد شرک (مولانا ولایت علی عظیم آبادی) وغیرہ خاص طور سے زیر بحث آئیں جن علما نے اس بحث میں مرکزی کردار ادا کیا ان میں مولانا جمال الدین فرنگی محلی (ف ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء)[98] قاضی ارتضا علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) اور مولانا محمد سعید اسلمی مدراسی (محرم ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) نمایاں ہیں۔ ان علما نے مندرجہ بالا کتابوں کے رد میں فتوے اور رسالے لکھے۔ اس سلسلے میں قاضی ارتضا علی کے بھائی مولوی خیر الدین محمد کی کتاب خیر الزاد لیوم المعاد اور مولانا محمد سعید اسلمی کی تالیف سفینۃ النجات کا نام خاص طور سے آتا ہے۔

جب یہ صورت حال ہوئی تو مولوی عبدالحق قریشی نے کتاب "تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین" ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۷ء) میں اردو زبان میں لکھی۔ انھوں نے اس کتاب میں سید محمد علی رام پوری کی پوری پوری وکالت و مدافعت کی اور جو اعتراضات تقویۃ الایمان و نصیحۃ المسلمین وغیرہ پر کیے گئے ہیں، ان کے جوابات دیے ہیں۔ اس کتاب سے سید محمد علی رام پوری کی ان کوششوں کا اندازہ ہوتا ہے جو انھوں نے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں دیار دکن و مدراس میں کی تھیں۔

خطبہ ماثورہ کے بعد مولوی عبدالحق قریشی کتاب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

"بعد اس کے لکھا جاتا ہے کہ ...... یہ چند سطریں اپنی زبان میں للہ فی اللہ مولوی سید محمد علی صاحب واعظ کے مقدمے میں بطور خلاصہ ایمانداروں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور کتاب تقویۃ الایمان اور نصیحۃ المسلمین وغیرہ کے مقدمات کے باب میں بطور نمونہ کے عمدہ عمدہ کتابوں سے ایسی سند ان لایا ہوں جو مشتمل کئی جواب کے ہو سکے اور عوام کو معلوم ہونے کے واسطے اس

---

[98] ان تینوں علما کے حالات کے لیے دیکھیے، حدیقۃ المرام از مولوی محمد مہدی واصف (مطبع مظہر العجائب مدراس۔ ۱۲۷۹ھ) ص ۴۔ ۵۔ ۱۴ و تذکرہ علمائے ہند ص ۴۰، ۱۰۰، ۱۱، ۱۵۱

طور سے لکھا گیا نہیں تو اور ہی طور سے لکھا جاتا۔ اب ذرا انصاف سے ہر محل و مقام کے مطلب اور معنی اور سندوں کو خوب غور کرتے ہوئے ایک بار اس بیان واقعی کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمایئے۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر خوب اپنے دل سے سوچیے، اپنے کیے کہے کی پاس کیجیے، حسد کو دل سے نکالیے، اللہ اور رسول کے فرمودے کو پس پشت نہ ڈالیے۔"[۹۹]

خاتمہ کتاب میں بھی مولوی عبدالحق قرشی نے کتاب سے متعلق مندرجہ ذیل ضروری امور بیان کیے ہیں:

"اللہ جل شانہ کے حول و قوت سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے ذی قعدہ کی پندرھویں سنہ یک ہزار دو سو باون ہجری مقدس کے درمیان جب یہ کتاب ...... لکھی گئی تو نام اس کا تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین رکھا گیا اور تقویۃ الایمان کی عبارت صفحوں کے حوالے کے ساتھ لکھی گئی۔"[۱۰۰]

اب ذیل میں اس کتاب کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں سید محمد علی رامپوری کی سرگرمیوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے:

"سید واعظ سنہ بارہ سو پینتالیس ہجری محرم کے مہینے میں مدراس کو آکر آٹھ مہینے تک لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ہدایت موافق شرع شریف کے کرنے لگے اور قرآن و حدیث کے بیان سے شرک و بدعت کی برائیاں ہر ایک پہ کھولنے تو مدراس کے باشندے اور دور دور کے گاؤں کے لوگ آن کر ان کی بیعت کرنے لگے۔"[۱۰۱]

---

۹۹ تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین از عبدالحق قرشی (مطبع اسلامیہ مدراس ۱۲۹۲ھ) ص ۲۰

۱۰۰ تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین۔ ص 115

۱۰۱ تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین۔ ص ۳

"سنہ بارہ سو پچاس میں سید واعظ حج کے ارادے سے اپنا وطن چھوڑ کر کلکتہ پہنچ کر جہاز کے موسم کے انتظار میں تھے۔ مدراس کے حاکماں سن کر بڑے اشتیاق کے دو خط بھیج کر سید واعظ کو بلا بھیجے کہ اس راستے ہو کر ملیوار سے مکہ کو تشریف لے جایے۔ سید واعظ ان کے بلاوے پر رمضان کی ستائیسویں ۱۲۵۱ھ میں مدراس کے ساحل پر اترے تین مہینے بیٹھ رہے۔"

"باوجود اس فتح عظیم کے سلسلہ بعیت کا موقوف نہ ہونے کے سبب سے سید واعظ کا اپنے گھر میں وعظ بولنا اور ان کی اقامت بھی ناگوار جانے لیکن حقانیت اپنی تاثیر بتلاتی تھی کہ سید واعظ سفر کے ارادے سے مدراس سے نکل موضع کورم پاک کو گئے تو وہاں بھی لوگ دوڑ کے قریب دو تین سو آدمیوں کے بعیت سے مشرف ہوئے اور اس بعیت کا سلسلہ پھر ارکاٹ کی طرف سے لوٹ کر آکے جہاز پر سوار ہونے تک کا بھی جاری رہا۔ غرض اس تکفیر ناحق سے سید واعظ کا کچھ نقصان نہ ہوا بلکہ حق سبحانہ جل شانہ کے پاس ان کا مرتبہ بڑھا اور ایمان والوں کے دلوں میں کئی وجہ سے ثابت و یقین ہو چکا کہ سید واعظ بیشک ولی اللہ اور سید صحیح النسب ہیں۔"

فاضل مؤلف مولوی عبدالحق قریشی کا زبان و بیان سادہ صاف اور سلیس ہے اور مؤلف اپنے اظہار مطلب پر پوری طرح قادر ہیں۔ البتہ کہیں کہیں ترکیب اور انداز بیان دکنی ہے مثلاً:

جمع عام طور سے فارسی طریقے سے لاتے ہیں۔

سندان	عمدہ عمدہ کتابوں سے ایسی سندان لایا ہوں	ص ۳
حاکمان	مدراس کے حاکمان	۳

کہیں کہیں قافیہ آرائی کا بھی التزام ہے مثلاً

خیر النژاد	یوروپ نژاد	۱۱۵
طریقۂ محمدیہ	فرقۂ نوابیہ	۱۱۶
راقم	آثم	۳

بابِ چہارم

شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے رفقاء و تلامذہ

سید محمدی دہلوی

سید محمدی[1]، دہلی کے رہنے والے، خانوادہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے وابستہ اور شاہ محمد اسحاق دہلوی کے حلقۂ عقیدت میں منسلک تھے۔ تبلیغ و تذکیر کا خاص ذوق رکھتے تھے۔

اتالیق الصبیان

سید محمدی نے بچوں کے لیے ایمان، عقائد، فرض، واجب، سنت اور مستحب کی تعریف اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے لیے ضروری مسائل معتبر کتابوں سے منتخب کر کے ایک رسالے میں لکھے اور اس کا نام "اتالیق الصبیان" رکھا۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف ۱۲۶۲ھ / ۴۶-۱۸۴۵ء) نے نظر ثانی اور توثیق فرمائی۔ شاہ صاحب نے اپنی توثیق میں بصراحت مؤلف کا نام سید محمدی[2] لکھا اور اس کی کوششوں کی تحسین فرمائی ہے۔ یہ کتاب ۱۲۴۹ھ (۳۴-۱۸۳۳ء) میں تالیف ہوئی۔ خطبۂ ماثورہ کے بعد

---

[1] افسوس کہ سید محمدی کے حالات نہ مل سکے۔

[2] شاہ محمد اسحاق صاحب کی صراحت کے باوجود معلوم نہیں شاہ احسن مارہروی نے کس طرح مؤلف اتالیق الصبیان کا نام سید صالح محمد لکھ دیا ہے۔ (تاریخ نثر اردو، ص ۱۰۰)

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"جان تو بے شک نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ بیچ دو جہان کے۔ اس فقیر پُر تقصیر نے بیچ اس رسالہ کے صفت ایمان اور عقیدہ اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب اور مسائل ضروری نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کے کتابوں معتبر سے چن کر اور مختصر کر کر واسطے فائدہ اٹھانے خاص اور عام کے لکھے اور ترجمہ کیے، اور واسطے آسان ہونے اور جلد سمجھنے عورتوں اور مردوں ان پڑھ کے نظم نہ کیا یعنی بیتوں میں نہ لکھا، اور یہ اوپر ایک مقدمہ اور پانچ باب اور ایک خاتمے کے منقسم کیا جاتا ہے، اور ہر ایک باب میں کئی کئی فصلیں اور ہر ایک فصل میں کتنے کتنے مسئلے ہیں، اور نام اس کا اتالیق الصبیان رکھا، اور بعد تمام ہونے اس ضعیف نحیف نے واسطے دور ہونے شک کے جو بعض مسئلوں میں رکھتا تھا، اور خوفِ آخرت کے سبب کہ یہ مقدمہ دینی ہے، شاید کہیں غلطی یا کمی یا زیادتی ہوئی ہو، اول سے آخر تک اس رسالے کو چھنے ہوئے فاضلوں اور پیشوا عالموں مولوی محمد اسحاق صاحب یعنی نواسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کہ سلامت رکھے خدا تعالیٰ اون کو جو ساتھ کمال علم اور حلم اور اخلاق کے تعریف کیے گئے ہیں سنایا۔ انھوں نے اوّل سے آخر تک خیال دل سے سن کر جس جگہ کہ شک اور غلطی تھی اصلاح فرمائی، اور بہت پسند کیا، اور آفرین فرمائی، بلکہ کئی سطریں عربیہ کی مقدمہ اس کے میں ہاتھ مبارک سے دستخط فرمائیں، اور ان کو اس عاجز نے تبرکاً اور تیمناً اور دستاویز مضبوط سمجھ کر داخل اس رسالے کے کیا۔"[۳]

۳۔ اتالیق الصبیان از سید محمدی (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۲ الف-ب

خاتمہ اس کتاب کا اس طرح ہوا ہے:

"امید نظر کرنے والوں اور پڑھنے والوں اوس کے سے یہ ہے کہ جس جگہ اس ضعیف نحیف خاکسار گنہگار سے خطا یا بھول ہوئی ہو، اوس کو اصلاح فرمادیں اور دلیری کو معاف کریں، اور ساتھ دعائے خاتمہ بخیر کے یاد کریں، اور یہ کہ گناہ اس عاصی پُرمعاصی اور والدین اوس کے سے درگزرے اور رحمت اپنی میں داخل کرے۔"[۱]

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"وقت نماز فجر کا صبح صادق سے نکلنے سورج تک ہے، اور پہچاننا صبح صادق کا یہ ہے کہ سپیدی بیچ کنارے آسمان کے عرض میں ظاہر ہووے کہ پھر سیاہی وہاں نہ آوے، اور وقت اوس کا ساتواں حصہ قدر رات کا ہے اور اسفار تک یعنی شعاع روشنی تک ڈھیل کرنی مستحب ہے۔ اوّل وقت ظہر کا ڈھلنے دوپہر کے سے ہو جیسے سایہ ہر چیز دو برابر اوس کے سوا یہ سایہ اصلی کے، اور یہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں ہے اور نزدیک ابو یوسف اور محمد کے پہنچے سایہ ہر چیز کے برابر اوس کے سایہ اصلی کے، اور بہت علما نے فتویٰ اسی پر دیا ہے اور بعضوں نے قول پہلے پر فتویٰ دیا ہے۔ اور ادا کرنے ظہر کے بیں موسم گرمی بیں ڈھیل کرنی روا ہے حد اوس کی یہ ہے کہ ادا کرے پہلے پہنچے سایہ اصلی تک کے مثل تک، اور بعد ایک مثل کے دوسری مثل تک، وقت اور اختلاف کے ہے۔ اور موسم جاڑے بیں جلدی ادا کرنے بیں ظہر مستحب ہے، اور حد اوس کی وہی مثل تک ہے، اور تحقیق گرمی اور جاڑے کی یہ ہے کہ جن دنوں جاڑا زیادہ ہوتا جاوے جاڑا ہے، اور جن دنوں بیں گرمی زیادہ ہوتی ہے

---

[۱] ایضاً۔ ورق ۲۳ ب

جاوے، لگی ہے [شہ]

زبان و بیان

عربی کی تقلید میں فعل، فاعل اور مفعول سے پہلے آیا ہے مثلاً

جان تو بیٹیک — ورق ۷، الف

کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ — ورق ۷، الف

پہنچے سایہ ہر چیز کے برابر — ورق ۱۲، الف

حرف جار مقدم ہے مثلاً

بیچ اس رسالے کے — ورق ۷، الف

بیچ دو جہان کے — ورق ۷، الف

واسطے فائدہ اٹھانے خاص و عام کے۔ — ورق ۷، ب

ساتھ کمال علم اور حلم اور اخلاق کے۔ — ورق ۷، ب

بیچ کنارے آسمان کے — ورق ۷، ب

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے مثلاً

وقت نماز فجر کا — ورق ۱۲ ب

پہچاننا صبح صادق کا — ایضاً

کنارے آسمان کے — ایضاً

وقت اوس کا — ایضاً

موصوف، صفت سے پہلے

کتابوں معتبر — ورق ۷، الف

سایہ اصلی — ورق ۱۲ ب

[شہ] ایضاً۔ ورق ۱۲ ب

مولوی محمد یحییٰ تنہا لکھتے ہیں:

"عبارت میں تعقید بے حد ہے۔ کا، کی، کے کو اس زمانے کے مولویانہ رواج کے مطابق استعمال کیا ہے، حالانکہ عام مصنف بہت صاف عبارت لکھتے تھے۔"[۱]

○

مولوی حکیم نصر اللہ خاں وصال دہلوی

مولوی حکیم نصر اللہ خاں دہلوی[۲] ایک علمی خانزادہ کے معزز رکن اور علم و حکمت اور شعر و ادب میں شہرۂ آفاق تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی ملکہ راسخہ رکھتے تھے۔ متعدد کتابیں ان سے یادگار ہیں۔

۱۔ سیر المصنفین۔ جلد ۱۔ محمد یحییٰ تنہا (لاہور۔ ۱۹۴۸ء) ص ۲۱۹۔

۲۔ حکیم نصر اللہ خاں ولد شاہ اللہ فراق، دہلی کے قدیم باشندے اور نامور فاضل تھے۔ علم حدیث، فقہ، ہیئت، ہندسہ، اصول حکمت، منطق اور طبیعیات میں دست گاہ کامل رکھتے تھے۔ علوم مروجہ کی تکمیل شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز سے کی۔ علم طب حکیم شریف خان دہلوی سے حاصل کیا۔ دہلی میں درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ کچھ دنوں نواب فیض محمد خان رئیس جھجر (ف ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۳۵ء) کے یہاں ملازم و مصاحب رہے۔ علم طبیعیات میں متعدد رسالے لکھے۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق رہا۔ وصال تخلص کرتے تھے۔ شاعری میں اپنے والد کے شاگرد تھے۔ ۱۲۷۱ھ (۵۵ ۔ ۱۸۵۴ء) تک زندہ تھے۔ (ملاحظہ ہو: گلستان بے خزاں ص ۲۸۱ و یادگار شعراء ص ۲۱۶)

دہ مخزن

حکیم نصر اللہ خان نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت اور واقعۂ کربلا کے متعلق "دہ مجلس" کے انداز پر ایک کتاب "دہ مخزن" لکھی۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل دس ابواب (دہ مخزن) پر مشتمل ہے:

مخزن پہلا	ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔
مخزن دوسرا	ذکر نکاح حضرت فاطمہ و علی و پیدائش حسنین۔
مخزن تیسرا	مناقبِ اہل بیت۔
مخزن چوتھا	وصالِ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و رحلت حضرت فاطمہ۔
مخزن پانچواں	ذکر وفات حضرت علی و فاطمہ و حسن۔
مخزن چھٹا	فضائل حضرت حسین و ذکر یزید و حال مسلم بن عقیل۔
مخزن ساتواں	حضرت حسین کی مکہ سے روانگی، کربلا پہنچنا اور جنگ کا پیش آنا۔
مخزن آٹھواں	شہادتِ حر و دیگر اقربائے حسین۔
مخزن نواں	حضرت حسین کی شہادت و احوالِ اہلِ بیت۔
مخزن دسواں	حال قاتلانِ اہل بیت و شانِ امام۔

یہ کتاب ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) میں اتمام کو پہنچی جیسا کہ سال تالیف کے سلسلے میں خود مؤلف نے حاشیے میں ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

"جب یہ کتاب تالیف کی جاتی تھی سال ہجری بارہ سو اور پچاس تھے اور جب کہ ختم ہوئی بارہ سو اکاون تھے، یعنی بیچ آخر سال اول کے اس کتاب کی تالیف اور ترتیب ہوئی اور بیچ ابتدائے سال ثانی میں یہ کتاب ختم ہوئی اور صرف دو مہینے کی مدت میں اس کی تالیف ہوئی۔"[۵]

---

۵ دہ مخزن از حکیم نصر اللہ خاں وصال۔ طبع کانپور ص ۱۷۰ (حاشیہ)

سببِ تالیف کے متعلق مؤلف لکھتے ہیں :

" اس خاکپائے محبان آل عبا نے اور قطرۂ دریائے اہل صفا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک کتاب مختصر، بیچ ذکر مناقب اہل بیت نبوی کے اور بیان شہادت اولاد مرتضوی کے اس ترتیب سے تالیف کی جاوے کہ احوال سب مسلسل ہووے اور بیان میں باعتبار تقدیم و تاخیر کے نہ کچھ خلل ہووے اور احوال آل عبا کی اصل و فرع کا اوس میں تھوڑا تھوڑا سب ہو تو قصہ بہ قصہ شہادت عظمیٰ کا ساتھ انتظام کے مرتب ہو " [۹]

دہ مخزن کا آغاز اس طرح ہوا ہے :

" شکر و سپاس خدائے بے نیاز کو، اوس نے عرش و کرسی اور لوح و قلم اور زمین و آسمان اور جن و آدم واسطے ذات پاک صاحب لولاک کے موجود کیے اور آل و اصحاب اوس پیغمبر عالی جناب کے سب خلق اللہ میں مسعود کیے، اور درود و سلام رسول مقبول پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اون کا نام ہے، اور سارے انبیا اور مرسلین سے اور ملائکہ مقربین سے برتر اون کا مقام ہے، اور اون کے آل و اصحاب پر کہ وہ پیشوائے دین ہیں اور رہنمائے یقین ہیں بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے حقیر پُر تقصیر سراپا جرم و عصیان نصر اللہ ابن حکیم ثناء اللہ خان ...... کہ محبت آل نبی کی عین ایمان ہے اور نفس عرفان ہے " [۱۰]

زبان و بیان

بعض بعض جگہ زبان نہایت صاف سلیس اور سادہ ہے ۔ بعض جملے نہایت

---

[۹] ایضاً ۔ ص ۷

[۱۰] ایضاً ۔ ص ۳

خوبصورت ہیں مثلاً:

یہ شخص تمام عمر پچھتاتا رہا اور روتا رہا اور غم کھاتا رہا۔ ص ۱۰۳

اتنا روئے کہ داڑھی آپ کی سب آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آنکھوں سے زمین تک ایک لڑی آنسوؤں کی بندھ گئی۔ ص ۱۰۶

آج کے دن جو تجھ سے منہ پھیرے وہ کل کو حشر کے دن کس طرح اور کس آنکھوں سے تیرا دیدار دیکھے۔ ص ۱۰۶

مقفّٰی عبارت

قافیہ آرائی کا اکثر التزام کیا گیا ہے۔

علمائے نیک دین	فضلائے خوش یقین	ص ۴
محبوبانِ اللہ	محبانِ درگاہ	ص ۶
باعث نزول رحمت	سبب وصول قربت	ص ۶
سید الکائنات	اشرف المخلوقات	ص ۶
ترقی درجات	کفارۂ سیئات	ص ۶
لطف گفتار	حسن کردار	ص ۹

کہیں کہیں حرف جار مقدم ہے مثلاً

اوپر تخت مکلل جواہر کے۔	ص ۲۲
بیچ حافظ اوس کے	ص ۴
ساتھ رضا اور خوشی تیری کے	ص ۴
واسطے طلب کے	ص ۸۶

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

سدھ	اُٹھ کر .... سدھ اور خبر لیجیے۔	ص ۵۶
ہنگورا	نزدیک علی کے ہنگورے کیے گئے۔	ص ۱۳
گودی	کسی نے میری گودی میں رکھ دیا۔	ص ۲۶

پینگی	ناگاہ پینگی اور اونگھ نے مجھ پر غلبہ کیا۔	ص ۴۳
ناکا	فوج کے ساتھ ایک ناکے پہ آپ رہا۔	ص ۸۸
پیپلا	اس کے سینے پر پیپلا تلوار کا رکھا	ص ۱۱۸
بھل (بل)	قاسم منہ کے بھل گر پڑا۔	ص ۱۳۰

بعض اور الفاظ کا استعمال

مخلصی	مجھے راحت اور مخلصی دی	ص ۵۶
باردار	ساتھ زیوروں بیشمار کے باردار ہوئے	ص ۱۸
بے برگی	قریش میں تنگی اور بے برگی نمودار ہوئی۔	ص ۱۴
بردہ } بندی	کئی بردے بندی میں آئے۔	ص ۲۳
محتاجی		ص ۴۶
امرائی	پیچھے اوس کے سلطنت اور امرائی ہوگی	ص ۷۴
قرابتی	حضرت عمر کا قرابتی تھا۔	ص ۸۱

بعض متروک الفاظ کا استعمال

تئیں	خدا نے میرے تئیں بھیجا ہے۔	ص ۵۰
کسو	کسو نے کچھ کہا	ص ۱۰۵

"کر کر" کا استعمال

خطاب کر کر		ص ۴
نکاح کر کر		ص ۲۰

"نا" نافیہ بطور سابقہ

ناصبری	دیکھی حضرت نے ناصبری میری	ص ۴۵
ناچاری	مقام ناچاری	ص ۵۳

بعض مرکب مصادر

غضب ہونا	اللہ تعالیٰ غضب ہوتا ہے۔	ص ۴
تعلیم کرنا	نفس کشی کی تعلیم کری ہے۔	ص ۲۴
ہوا ہوتا	کاش اس سے پہلے ہیں ہوا ہوتا۔	ص ۴۷
پوچھنا گچھنا	نہ کسی سے پوچھتا ہے نہ گچھتا ہے۔	ص ۴۹
ڈیرا کرنا	آپ نے بھی اپنا ڈیرا کیا۔	ص ۱۰۳
نماز گزارنا	لاشوں کو جمع کیا اور ان پر نماز گزاری	ص ۱۴۸

امر "یو" کے ساتھ

کرنا سے کریو	میرے ساتھ دفن کریو۔	ص ۲۱
رکھنا سے رکھیو	قبر میں رکھیو۔	ص ۲۱
ہونا سے ہوجیو	روشن ہوجیو۔	ص ۴۱

بعض الفاظ کی جمع

بزرگی کی جمع بزرگیاں	بزرگیاں ان کی کون جان سکتا ہے۔	ص ۵
طرف کی جمع طرفوں	سب طرفوں سے لوگوں کو بلایا۔	ص ۶۴
قول کی جمع قولوں	آپ کے قولوں پر فتویٰ دیا ہے۔	ص ۶۸
بے ادبی کی جمع بے ادبیاں	اون کے ساتھ بے ادبیاں کرنا مناسب نہیں۔	ص ۸۰
بار برداری کی جمع بار برداریاں	اون کے اونٹ اور بار برداریاں یہاں کھلیں گی۔	ص ۱۰۴
جناب کی جمع جنابوں	ایسی باتیں اون جنابوں کے شایان نہیں ہیں۔	ص ۱۳۱
بدن کی جمع بدنوں	سر...... اون کے بدنوں سے ملا کر دفن کیے۔	ص ۱۵۶

جمع الجمع

ایک دن سب اشرافوں اور سرداروں کو قریش کے بلایا۔ ص ۸۱

قلم بطور مونث   ہاتھ میں ...... لوہے کی قلم تھی۔   ص ۱۵۲

○

مولانا نواب محمد قطب الدین خان دہلوی

نواب محمد قطب الدین[۱] خان، دہلی کے نامور عالم، مفسر، محدث، اور فقیہہ تھے ان کی پوری زندگی تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور اصلاح و تبلیغ سے عبارت رہی۔ انہوں نے شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے اصلاحی کام کو خاص طور سے آگے بڑھایا، اور اردو زبان میں مختلف عنوانات پر بہت سے اصلاحی و تبلیغی رسالے لکھے، جس سے مذہبی ادب میں خاصا اضافہ ہوا۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

"چوتھے دن اپنے استاد (شاہ اسحاق) کی پیروی اور خلق کی رہنمائی کے لیے مجلس وعظ منعقد کرتے۔ اکثر رسائل زبان ریختہ میں واسطے فوائد عام کے تحریر کیے اور اس میں مسائل ضروریہ ہر طرح کے مندرج فرمائے اور حق یہ ہے کہ ان رسالوں سے خلق کو بہت فائدہ ہوا کہ ضروریات سے ہر شخص مطلع اور آگاہ ہو گیا۔"[۲]

---

[۱] نواب قطب الدین خان ابن نواب محمد محی الدین خان، ۱۲۱۹ھ (۱۸۰۴-۰۵ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے ان کے بزرگ دہلی کے عمائد میں تھے اور قلعہ دہلی سے وابستہ تھے۔ نواب قطب الدین خان، شاہ محمد اسحاق کے خاص شاگرد تھے۔ انہوں نے علمائے حرمین سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ہر چوتھے پانچویں سال وہ حجاز جاتے تھے، بقول مؤلف تذکرہ علمائے ہند ۱۲۷۹ھ (۶۳-۱۸۶۲ء) میں اور بقول مؤلف حدائق الحنفیہ ۱۲۸۹ھ (۷۳-۱۸۷۲ء) میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ حالات کے لیے دیکھیے آثار الصنادید۔ ص ۲۷۶ - ۲۷۷ - داستان تاریخ اردو۔ ص ۱۸۱ - ۱۸۳

[۲] آثار الصنادید۔ ص ۲۷۷۔

نواب قطب الدین خان کی مندرجہ ذیل کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے اکثر ہماری نظر سے گزری ہیں۔

(۱) احکام العیدین (۲) تحفۃ الزوجین (۳) ترغیب الجماعہ (۴) تحفۃ الاحباء فی احکام تحریم النساء (۵) رسالہ مانعۃ الزنا (۶) گلزار جنت (۷) فلاح دارین (۸) دوزخ نامہ و جنت نامہ (۹) ہادی الناظرین (۱۰) ناشئۃ اللیل (۱۱) مظہر جمیل (۱۲) خلق عظیم (۱۳) توفیر الحق (۱۴) ظفر جلیل (۱۵) مظاہر حق (۱۶) جامع التفاسیر (۱۷) معدن الجواہر (۱۸) مجمع الخیر (۱۹) جامع الحسنات (۲۰) تحفہ سلطان (۲۱) خلاصہ جامع الصغیر (۲۲) وظیفہ مسنونہ (۲۳) احکام الضحیٰ (۲۴) تنویر الحق (۲۵) توفیر الحق۔ (۲۶) تحفۃ العرب والعجم (۲۷) رسالہ مناسک (۲۸) خلاصۃ النصائح (۲۹) تنبیہ النساء (۳۰) حقیقت الایمان (۳۱) تزکیۃ الصیام (۳۲) زاد المعاد فی بیان الکفر والارتداد (۳۳) تذکرۃ الربا (۳۴) آداب الصالحین (۳۵) الطب النبوی (۳۶) تحفۃ السلطان (۳۷) زاد العقبیٰ (۳۸) سراج القلوب (۳۹) گوہر بے بہا (۴۰) مظہر الحق۔ (۴۱) عروس المومنین (۴۲) ترجمہ نصائح لقمان حکیم (۴۳) ہدیۃ المکہ[۱۳]

نواب قطب الدین کی یہ تمام تالیفات اردو زبان میں ہیں۔

احکام العیدین

مولانا نواب قطب الدین نے ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں یہ رسالہ مرتب کیا۔ اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے متعلق مسائل درج ہیں۔ جب ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ء) میں شاہ محمد اسحاق دہلوی حجاز کو ہجرت کر گئے تو نواب قطب الدین کو سخت قلق ہوا۔ انھوں نے

---

[۱۳] ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۳۹۲۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۸۸۔ دوزخ نامہ و جنت نامہ از نواب قطب الدین خان (مطبع نظامی کانپور ۔ ۱۲۷۸ھ) ص ۶۱

اپنے استاد (شاہ محمد اسحاق دہلوی) کی ایک تالیف "فضائل عشرہ ذی الحجہ" کی شرح اردو زبان میں لکھی، اس میں اور کتابوں سے بھی اضافہ کیا اور اس کا نام احکام العیدین رکھا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

"اس ہیچمدان کو یہ خیال ہوا کہ آپ کی تالیفات میں سے کوئی رسالہ ہاتھ لگے تو اوس کا ترجمہ اور شرح زبان ہندی میں لکھوں تاکہ نمونہ فیض صحبت آپ کی کا لوگوں میں باقی رہے۔ پس ایک رسالہ "فضائل عشرہ ذوالحجہ" کہ اس میں حدیثیں صحیحہ جمع کی تھیں، پایا۔ میں نے اوس کا ترجمہ اور شرح مختصر لکھی کہ مشتمل ہے احکام قربانی اور نماز عیدین وغیرہ کو ...... نام اوس کا احکام العیدین رکھا گیا۔"[۱]

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"مستحب ہے، روز عید کے کہ صبح کو سویرے جاگے اور صبح کی نماز مسجد محلہ کی میں پڑھے، اور سویرے عیدگاہ میں نماز کو جاوے اور مسواک کرے اور نہاوے اور خوشبو لگاوے بغیر رنگ کے، اور اچھے کپڑے پہنے نئے ہوں یا دھوئے۔ اور عید الفطر میں کھجوریں اور کچھ میٹھی چیز طاق یعنی ایک یا تین یا پانچ وغیرہ کھاکر اور فطرہ ادا کر کر جاوے، اور اگر نہ کھاوے پہلے نماز کے تو گنہگار نہیں ہوتا، اور اگر نہ کھاوے بعد نماز کے عشا تک تو عتاب کیا جاتا ہے اوس پر۔ اور عید الاضحی کو آن کر کھاوے اگرچہ قربانی نہ کرے، اور مستحب یہ ہے کہ اول گوشت قربانی کا کھاوے اور راہ میں تکبیر مذکورہ کہتا جاوے۔ عید الفطر کے دن آہستہ آہستہ اور عید اضحیٰ کے دن پکار کر۔ اور جب عیدگاہ میں پہنچے تو موقوف کرے تکبیر بحسب ایک روایت کے، اور بعضوں نے کہا کہ عیدگاہ میں بھی تکبیر کہے، جب تک کہ نہ شروع کرے

---

[۱] احکام العیدین از نواب قطب الدین خان دہلوی (مطبع نول کشور، کانپور۔ ۱۹۱۳ء) ص ۲۔۳

امام نماز۔ اور بعد نماز کے بھی تکبیر کہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جاوے اور راہ سے ، اور آوے اور راہ سے ، اور پیادہ پاجاوے عیدگاہ اور آتے ہوئے اختیار ہے چاہے سوار آوے چاہے پیادہ۔"[ف۵]

دو تین سال کے بعد مولانا قطب الدین نے اس کا تکملہ لکھا جو چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے وہ مسائل لکھے ہیں جو باقی رہ گئے تھے چنانچہ لکھتے ہیں :

"بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے مسکین محمد قطب الدین کہ اس عاجز نے ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں رسالہ احکام العیدین "لکھا تھا اور اوس وقت میں مسائل عیدین کے درالمختار و طحطاوی وغیرہما سے حتی الوسع تلاش کر کے لکھے تھے۔ ان دنوں میں کہ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) ہے، اس عاجز کے ہاتھ فتاوی عالمگیری لگی۔ اوس میں دیکھا تو مسائل عیدین اور قربانی کے بہت اس سے رہ گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان مسائل کو چند اوراق میں لکھ کر بطور تکملہ کے اس رسالہ کے اخیر میں لاحق کیجیے، اور کچھ مسائل اس کے اوس رسالہ میں درج کیجیے تا مسلمانوں کو بہت مفید ہوں کہ وقت حاجت کے اکثر مسائل اس میں پاویں اور اس عاجز کو دعائے خیر سے یاد کریں۔"

زبان و بیان

بعض الفاظ کا استعمال

گابھن	مکروہ ہے ذبح کرنا بکری گابھن کا۔	ص ۱۵
پٹہ ، جھول	پٹہ ڈالے اوس کے گلے میں اور جھول اڑھائے۔	ص ۱۶
چکتی	چکتی یا دم سے بالکل کٹ گئی ہو۔	ص ۲۳
قرابتی	قرابتی اگرچہ اوس کی پرورش میں ہوں	ص ۳۲

ف۵ احکام العیدین۔ ص ۲۹۔ ۳۰

"پن" لاحقہ سے اسم صفت بنانا

لنگڑاپن ص ۲۲

کاناپن ص ۲۲

جے (بمعنی جتنے) جے شخص قربانی میں ہاتھ پاؤں وغیرہ پکڑے ہوں سب تکبیر کہیں۔ ص ۱۶

مضارع "وے" کے ساتھ بنایا ہے ـــــ جیسے کھاوے، جاوے، آوے۔ ص ۲۹

اضافہ، مضاف الیہ سے پہلے مثلاً

روز عید کے۔ ص ۲۹

تحفۃ الزوجین

نواب قطب الدین خان نے یہ رسالہ حقوق زوجین اور حسن معاشرت کے سلسلے میں ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) میں خواجہ ضیاء الدین دہلوی کی تحریک پر تالیف کیا۔ اس میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں خاوند کے حقوق بیوی پر، اور دوسرے باب میں بیوی کے حقوق خاوند پر بیان کیے گئے ہیں۔ ضمنی طور پر شادی بیاہ کی رسوم قبیحہ کا بھی ذکر آگیا ہے۔ چنانچہ آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

"بعد اس کے عرض کرتا ہے کہ بندہ مسکین محمد قطب الدین بن محمد محی الدین شاہجہان آبادی تلمیذ بے تمیز شہرۂ آفاق مولانا محمد اسحاق صاحب کا...... کہ ان دنوں میں کہ مہینہ شعبان المعظم ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) کا ہے، فرمائش کی میرے محب صادق اور دینی مجمع الحسنات خواجہ ضیاء الدین احمد صاحب نے...... کہ اگر ایک رسالہ حقوق میاں بیوی میں کہ متضمن ہو شادی و غمی کی رسموں قبیحہ کو........ تالیف کیا جاوے تو بہت مناسب ہے کہ اکثر مرد و عورت حقوق آپس میں قصور کرتے ہیں اور طرح

بطرح منہیات کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ پس یہ ہیچمدان اگرچہ عدیم الفرصت تھا لیکن بنظرِ نفع اور فلاح مسلمین کے قصد کرنے والا اس کے لکھنے کا ہوا، اور اس کو اوپر ایک مقدمہ اور دو باب اور ایک خاتمہ کے روایات صحیحہ سے مرتب کیا....... اور اس کا نام تحفۃ الزوجین رکھا ۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کو دستور العمل اپنا کرے تا فلاح دارین حاصل ہو۔"[۱۶]

مظاہر حق (اُردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح)

نواب محمد قطب الدین خان نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح (تالیف ولی الدین محمد بن عبداللہ بن الخطیب تبریزی) کا ترجمہ اور شرح مظاہر حق کے تاریخی نام سے ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں کیا۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور نواب محمد قطب الدین کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں:

"مسکین محمد قطب الدین شاہجہان آبادی عرض کرتا ہے کہ کتاب مشکوٰۃ شریف علم حدیث میں عجیب نافع کتاب ہے کہ ہر مضمون کی حدیثیں اس میں مندرج ہیں۔ اس کا ترجمہ عدیم النظیر میرے استاد بزرگوار مولانا مخدومنا مکرمنا حضرت حاجی محمد اسحاق نواسہ حضرت شیخ عبدالعزیز نے بیچ زبان ہندی کے بین السطور میں لکھا تھا۔ لیکن کاتبوں سے اس کی صحت میں فرق آنے لگا مرضی جناب موصوف کی ایسی پائی کہ اگر یہ بطور شرح کے لکھا جاوے بہتر ہے۔ اس لیے اس ہیچمدان نے ترجمہ اس کا عبارت عربی سے علیحدہ کر کے لکھا اور فائدے مختصر مناسب مقام کے شروح مشکوٰۃ وغیرہ سے، مثل مرقات شرح ملا علی قاری، اور ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق اور حاشیہ سید جمال الدین

۱۶۔ تحفۃ الزوجین از نواب قطب الدین خان (مطبع مجیدی کانپور ۔ ۱۹۳۶ء) ص ۲،۳

کے، اور سوائے ان کے سے زیادہ کر کے خدمت عالی میں عرض کیا، اور جناب ممدوح نے بھی کچھ فائدے لکھے تھے۔ تبرکاً اس میں درج کیے اور نام اس کا مظاہر حق رکھا گیا کہ اس میں تاریخ اس کی نکلتی ہے"[۱۲]

جامع التفاسیر

نواب محمد قطب الدین خاں نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر "جامع التفاسیر" کے نام سے ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں لکھی۔ یہ تفسیر دو جلدوں پر مشتمل ہے، یہ تفسیر محمد حسین خاں کے مطبع نظامی (واقع دہلی) میں طبع ہو رہی تھی کہ اسی زمانے میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا اور دہلی کا نظم و نسق تباہ و برباد ہو گیا۔ قیام امن کے بعد بار محمد خاں کی تحریک پر نواب محمد قطب الدین خاں کے شاگرد مولوی محمد ہاشم علی نے اس تفسیر کو دوبارہ جمع کیا اور پھر یہ کتاب ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۶ء) میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوئی۔

نواب قطب الدین خاں نے تفسیر کا یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک آیت کے لکھنے کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمۂ قرآن کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور شاہ عبد القادر دہلوی کی تفسیر موضح قرآن سے اسے تشریح کی ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر مدارک، تفسیر جلالین، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر بحر العلوم اور تفسیر در منثور سے حسب موقع مدد لی گئی ہے۔ ہر کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ نواب قطب الدین خاں نے اپنی طرف سے کہیں عبارت کا اضافہ نہیں کیا۔

اب ہم نواب قطب الدین خاں کی چند کتابوں کے سبب تالیف بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔

ترغیب الجماعۃ

نماز با جماعت کی ترغیب سے متعلق یہ رسالہ لکھا ہے۔ چنانچہ سبب تالیف کے

---

[۱۲] مظاہر حق جلد اول۔ از نواب محمد قطب الدین خاں (نولکشور پریس۔ لکھنؤ۔ ۱۹۵۲ء) ص ۱

سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اما بعد جاننا چاہیے کہ اس وقت میں اکثر لوگوں نے خصوصاً اہل عزت و مالداروں نے جماعت سے نماز پڑھنی ترک کر دی ہے، حالانکہ حدیثوں میں اور فقہ میں بہت تاکید آئی ہے اوس کی۔ اس لیے اس فقیر مسکین محمد قطب الدین دہلوی .... نے چاہا کہ ایک رسالہ مختصر لکھوں اوپر ایک مقدمہ اور دو باب کے، مقدمہ میں حکم جماعت کا لکھا ہے جو فقہ وغیرہ سے ثابت ہوا ہے، اور ایک باب میں حدیثیں فضیلت جماعت کی اور دوسرے باب میں فضیلت مسجد کی، اور ثواب جانے کا مسجد میں، اور نماز پڑھنے کا اوس میں اور نام اس کا "ترغیب الجماعۃ" رکھا۔"[۱۱۸]

تحفۃ الاحباء فی احکام تحریم النساء

اس کتاب کے سبب تالیف کے سلسلے میں نواب قطب الدین خان لکھتے ہیں:

"محمد قطب الدین .... بھائی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ چونکہ اکثر لوگ مسائل محرمات سے غافل ہیں، یعنی امتیاز نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ کون کون عورتیں ہم پر حرام ہیں اور کس کس طرح سے حرام ہوتی ہیں۔ اس لیے اس عاجز نے قرآن مجید اور فتاوائے عالمگیری سے زبان اُردو میں ان کو چند اوراق میں لکھا تا بھائی مسلمان اچھی طرح ان کو سمجھ کر حلال اور حرام میں امتیاز کریں اور نام اس رسالہ کا تحفۃ الاحباء فی احکام تحریم النساء رکھا اور باعث تالیف اس رسالہ کے خان صاحب حکیم احسن اللہ خان صاحب ہیں۔"[۱۱۹]

---

۱۱۸ ترغیب الجماعۃ از نواب قطب الدین خاں (مطبع قیصری پٹنہ سال طباعت ندارد) ص ۲

۱۱۹ تحفۃ الاحباء فی احکام تحریم النساء (مطبع قدوسی کانپور، سال طباعت ندارد) ص ۲

گلزارِ جنّت

سببِ تالیف کے سلسلے میں نواب قطب الدین خان لکھتے ہیں :

" ہزاروں ہزار حمد و ثنا اوس رب العالمین کو کہ گلزار عرفان عرفا کے باطن میں کھلایا اور اہل ہدایت کے دلوں میں پانی ہدایت کا پلایا، اور نہایت درود و سلام اوس رسول مقبول پر کہ لوگوں کو آبیاری عنایت سے راہ جنت کی دکھائی اور اہل ضلال کو جنگ ضلالت سے نکال کر ہدایت کے باغوں میں سیر کروائی ، اور ان کے آل اطہار اور اصحاب ابرار پر کہ جنھوں نے روشیں اسلام کی درست کیں تا لوگ بہار اسلام کی سیر بخوبی کریں۔ بعد اس کے جاننا چاہیے کہ خان ذی المجد والشان مشفقی نواب محمود علی خان صاحب والی چھتاری کہ اکثر اوقات ان کے امور خیر میں مصروف رہتے ہیں ، اس مسکین محمد قطب الدین .... سے باعث اس کے ہوئے کہ ایک کتاب خیر المآب ایسی لکھی جائے کہ اوس میں طرح طرح کے مضامین ہدایت آگین قرآن و احادیث وغیرہما سے ہوں تا لوگ اوس کی دیکھ کر اور عمل کر کے مستحق جنت کے ہوں۔ چونکہ اس خیر خواہ خلائق کو بھی اکثر خیال اس کا رہتا ہے کہ بھائی مسلمانوں کو نفع پہنچے اور کسی کی دعا سے خاتمہ بخیر ہو جائے۔ یہ رسالہ بطور تفسیر آیہ کریمہ "ان اللہ یامر بالعدل"...... الخ کے متضمن ہدایت آگیں کے لکھا کہ اگر کوئی واعظ چاہے تو بحسب اپنے سلیقے کے اس کا وعظ ایک مدت تک بیان کیا کرے ، اور نام اس کا گلزارِ جنت رکھا۔"

---

۳۰ گلزار جنت از نواب قطب الدین خان (مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ) ص ۲

فلاحِ دارین

عقائد و سلوک میں ایک مفید رسالہ ہے۔ یہ رسالہ فارسی کی کتاب معنی الطالب کے ترجمے اور کچھ اضافے پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سببِ تالیف میں نواب قطب الدین خان لکھتے ہیں:

"بعد حمد بے غایت اللہ تعالیٰ کے اور صلوٰۃ بے نہایت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ کے کہتا ہے مسکین محمد قطب الدین دہلوی کہ حاجی غلام مصطفےٰ کہ میرے بزرگوں میں ہیں، اون کی کتاب معنی الطالب کے اخیر میں کچھ مضامین عقائد اور سلوک وغیرہ کے بہت مختصر اور نہایت مفید تھے، بزبان فارسی سو مدت سے اس ضعیف کے خیال میں تھا کہ یہ بزبانِ اُردو ہو کر ایک رسالہ علیحدہ ہو جاوے تو مسلمانوں کو بہت مفید ہو۔ سو ان ایام نیک فرجام میں بسبب عدم فرصتی اپنی کے کچھ ترجمہ ابتدا میں تو مولوی سبحان بخش صاحب[۲۱] سے لکھوایا اور کچھ خیر سے میں نے لکھا اور بعضے فوائد اور کتب معتبرہ سے اوس پر لکھے، اور نام اس کا فلاحِ دارین رکھا۔"[۲۲]

---

۲۱ مولوی سبحان بخش، شکارپور ضلع مظفر نگر (یو۔پی) کے رہنے والے اور شاہ محمد اسحاق کے شاگرد تھے۔ دہلی کالج کے ممتاز اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ کالج کے پرنسپل نے اپنی رپورٹوں میں اکثر ان کی تعریف کی ہے۔ وفیات الاعیان (ابن خلکان) اور تزک تیموری کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ تذکرہ مفسرین اور تذکرہ حکما تالیف کیں۔ مطبع مجتبائی دہلی کے مالک عبدالاحد کی فرمائش پر "محاوراتِ ہند" کتاب ۱۳۰۲ھ (۸۵-۱۸۸۴ء) میں مرتب کی جو ۱۳۰۴ھ (۸۷-۱۸۸۶ء) میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو: مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو کراچی) (۱۹۶۳ء) ص ۱۶۱۔

۲۲ فلاحِ دارین، از نواب محمد قطب الدین خاں (مطبع نولکشور کان پور ۱۸۸۸ء) ص ۲

ظفر جلیل (ترجمہ حصن حصین)

نواب قطب الدین نے حصن حصین (تالیف قاضی القضاۃ شمس الدین محمد دمشقی (المتوفی ۸۳۳ھ / ۱۴۳۰ء) کا اردو ترجمہ ظفر جلیل کے نام سے کیا۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) نکلتے ہیں۔ نواب قطب الدین آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

"حمد بے شمار ہے اس پاک پروردگار کے لیے کہ ہم کو توفیق دی اپنے ذکر کی اور راہ بتائی اپنے ذکر کی۔ یا الٰہی درود و سلام بے حد نازل کر خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رسول امین پر اور ان کے اصحاب ابرار اور آل اطہار پر اور سب پر .... بعد ازاں ضعیف العباد محمد قطب الدین......... بھائی مسلمانوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ کتاب مستطاب حصن حصین کہ مشتمل ہے حدیثوں اور دعاؤں فرمائی ہوئی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کو، لائق اس کے ہے کہ اگر اس کو تعویذ جان بنا کر یں بجا ہے، اور آب زر سے لکھیں تو سزا ہے .... اس عاجز نے واسطے نفع بھائی مسلمانوں کے اور وسیلہ کرنے مغفرت اپنی کے ترجمہ اس کا ہندی میں موافق شرحوں کے لکھا اور فائدے اس کے مشکوٰۃ اور شرح ملا علی قاری اور شرح شیخ فخر الدینؒ کی سے کہ اولاد حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی سے ہیں لکھے .... اور حکیم خیر اللہ شاہ نے کہ احباء عاجز کے سے ہیں، تاریخ اس شرح کے اتمام کی "ظفر جلیل" کہی اور یہی نام اس کا رکھا گیا یعنی اس پر عمل کرنے سے آدمی طلب یاب و فتح باب دارین کا ہوتا ہے۔ اور بعد تیار ہونے کے اوّل سے آخر تلک بیچ خدمت مخدومی مکرمی استادی مولوی محمد اسحاق صاحب زاد اللہ شرفا کے عرض کی اور ازراہِ کرم عمیم کے باوجود بے استعدادی

میری کے پسند فرمائی"[۲۳]

نواب محمد قطب الدین خان کے علمی کام کا بڑا حصہ ہماری نظر سے گزرا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تبلیغ و تذکیر کے پیش نظر مذہبی کتابیں اردو میں منتقل کی ہیں۔ زبان و بیان کی وہ پروا نہیں کرتے۔ بلکہ عربی و فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ اکثر جگہ عبارت میں تعقید اور بے ربطی پائی جاتی ہے۔ وہ اکثر عربی کی تقلید میں پہلے فعل اور بعد میں فاعل و مفعول استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح مضاف، مضاف الیہ سے پہلے اور موصوف، صفت سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔ کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے۔ ان کے یہاں متروک الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جمع الجمع اردو طریقے پر استعمال کرتے ہیں۔ مرکب عطفی واؤ عاطفہ کے ساتھ عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ بھی شامل کر لیتے ہیں۔ درمیان عبارت میں اکثر موصولہ جملے لے آتے ہیں، جس سے عبارت میں الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود نواب محمد قطب الدین خان کی کوششیں قابل قدر ہیں کہ انہوں نے قرآن و حدیث اور فقہ و عقائد کا ایک بڑا ذخیرہ اردو زبان میں منتقل کر دیا۔

○

مفتی عنایت احمد کاکوروی

مفتی عنایت احمد کاکوروی[۲۴]، شاہ محمد اسحاق دہلوی کے مشہور شاگرد ہیں۔ انہوں نے

۲۳ے ظفر جلیل از نواب محمد قطب الدین خان۔ (مطبع عبد اللہ جی خواجہ فخر الدین خان دہلی ۱۲۸۸ھ) ص ۳-۴

۲۴ے مفتی عنایت احمد ابن منشی محمد بخش۔ ۹ شوال ۱۲۲۸ھ (۵ اکتوبر ۱۸۱۳ء) کو بمقام دیوہ (ضلع بارہ بنکی، یو۔پی انڈیا) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رام پور گئے اور وہاں مولوی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اردو زبان کو ذریعۂ ابلاغ بنایا ۔ درج بالا کتابوں کے علاوہ ان کی تمام تصانیف اردو زبان میں ہیں ۔ انھوں نے اہم کام یہ کیا کہ بریلی میں مسلمانوں کی اصلاح و تبلیغ کے لیے ایک انجمن "جلسہ تائید دین متین" کے نام سے غرۂ رمضان ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں قائم کی اور اس انجمن کا مقصد ہی مذہبی و اصلاحی ادب کی تیاری اور تقسیم قرار پایا۔ چنانچہ اس انجمن نے اُردو میں بہت سی اصلاحی، مذہبی کتابیں تیار کر کے تقسیم کیں ۔ خود مفتی صاحب نے بریلی میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۰) سید محمد رام پوری، مولوی حیدر علی ٹونکی اور مولانا نور الاسلام کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ۔ دہلی جا کر حضرت شاہ محمد اسحاق کی خدمت میں علم پڑھا اور علی گڑھ میں مولانا بزرگ علی مارہروی (ف ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۸ء) سے معقولات کی تکمیل کی ۔ کچھ دنوں جامع مسجد علی گڑھ کے مدرسے میں تدریس کے فرائض انجام دیے ۔ پھر سرکاری ملازمت اختیار کر لی ۔ بریلی میں صدر امین تھے کہ صدر الصدوری کے منصب پر ترقی ہوئی اور آگرہ کے تبادلہ کا حکم آیا، مگر اس زمانے میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا خان بہادر خان کی نئی حکومت کی مالی امداد کے لیے مفتی عنایت احمد نے فتوی مرتب کیا ۔ اس جرم میں ان کو حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی ۔ مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ حافظ وزیر علی کی فرمائش پر عربی صرف کی کتاب "علم الصیغہ" لکھی جو آج بھی درس میں شامل ہے ۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد امیر خان کی درخواست پر "تواریخ حبیب اللہ" لکھی اور ایک انگریز افسر کے کہنے پر "تقویم البلدان" کا ترجمہ کیا، جو ان کی رہائی کا سبب بنا اور ۱۲۷۷ھ (۶۱۔۱۸۶۰ء) میں رہائی عمل میں آئی ۔ کانپور میں قیام کیا اور وہاں کے سوداگروں کی مدد سے مدرسہ فیض عام (کانپور) جاری کیا اور یہی مدرسہ ان کی اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا اور بقول مولانا حبیب الرحمن خان شروانی اس مدرسے کا فیض بالآخر ندوۃ العلما کی شکل میں ظاہر ہوا ۔ ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۳ء) میں مفتی صاحب حج بیت اللہ کو گئے ۔ جدہ کے قریب جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور مفتی صاحب اس حادثے میں غریق و شہید ہوئے ۔ یہ ۱۷ شوال ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۳ء) کا واقعہ ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :

تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر (اصح المطابع لکھنؤ ۔ ۱۹۲۷ء ص ۲۸۹-۲۹۱) و استاذ العلما از مولانا حبیب الرحمن خان شروانی (علی گڑھ ۱۹۳۷ء) ص ۱۱۔

"جلسہ تائید دین متین" کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔ ان کی تقریباً تمام کتابوں کے نام تاریخی ہیں۔

۱۔ محاسن العمل الافضل (۱۲۷۲ھ)

۲۔ النسمات (۱۲۷۲ھ)

۳۔ الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید (۱۲۷۲ھ)

۴۔ ہدایت الاضاحی (۱۲۷۲ھ)

۵۔ فضائل درود وسلام (۱۲۷۲ھ)

۶۔ ضمان الفردوس (۱۲۷۲ھ)

۷۔ رسالہ در مذمت میلہ ہا (۱۲۷۲ھ)

۸۔ بیان قدر و شب برات (۱۲۷۲ھ)

ان کتابوں کے علاوہ مفتی صاحب کی مندرجہ ذیل اور تصنیفات ہیں:

۱۔ علم الفرائض (۱۲۶۲ھ)

۲۔ ملخصات الحساب (۱۲۶۲ھ)

۳۔ تصدیق المسیح (۱۲۶۸ھ)

۴۔ احادیث الحبیب المتبرکہ (۱۲۷۵ھ)

۵۔ تواریخ حبیب اللہ (۱۲۷۵ھ)

۶۔ خجستہ بہار (فارسی) (۱۲۷۶ھ) (بطرز گلستان)

۷۔ وظیفہ کریمیہ (۱۲۷۶ھ)

۸۔ علم الصیغہ (فارسی) (۱۲۷۶ھ)

۹۔ ترجمہ تقویم البلدان

۱۰۔ نقشہ مواقع النجوم

۱۱۔ لوامع العلوم واسرار العلوم

علم الفرائض

علم فرائض میں مولوی نوازش علی بن ناصر علی ساکن نگینہ (ضلع بجنور، یوپی) کا ایک منظوم رسالہ فارسی "جامع" تھا جو اپنے موضوع پر نہایت مفصل اور جامع تھا۔ مفتی عنایت احمد نے مولوی نوازش علی کے اس منظوم فارسی رسالہ "جامع" کی اردو نثر میں شرح لکھی۔ نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) برآمد ہوتے ہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

"بعد حمد اور صلوٰۃ کے جاننا چاہیے کہ اس زمانے میں اکثر علمائے دین نے کتابیں دین کی اردو میں تالیف کیں اور یہ بات بہت موجب ہدایت اور شیوع علوم دینیہ کی ہوئی۔ ہزاروں جاہل قرآن شریف اور احادیث حضرت خیر البشر کے معانی پر واقف ہوگئے اور عقائد اسلام اور مسائل فقہیہ سے مطلع ہوئے۔ مگر اب تک کوئی کتاب علم فرایض میں بزبان اردو نظر سے نہیں گزری، اور یہ علم بھی منجملہ علوم دینیہ کے ایک عمدہ علم ہے .... لہذا خاکسار ذرۂ بے مقدار .... محمد عنایت احمد غفر لہ الصمد بنظر نفع رسانی برادران مومنین کے جمیع مسائل ضروریہ فرائض کو زبان اردو میں بیان کرتا ہے، اور شرح رسالہ منظومہ موسومہ بجامع مؤلفہ مولوی سید نوازش علی صاحب ساکن نگینہ کہ علم فرائض میں بڑے استاد کامل تھے، اور جمیع علم فرائض کو اوس رسالے میں اونھوں نے بکمال متانت و تحقیق درج کیا ہے، لکھتا ہے۔ غرض شرح لکھنے سے یہ ہے کہ کوئی چاہے اوس رسالے کو حفظ کر لے اور اوس کے مطلب پر بوسیلہ شرح کے مطلع ہو جاوے تو سب مطالب فرائض کے اوسے ہمیشہ مستحضر رہیں، اور اگر کوئی شخص علم فارسی سے بے بہرہ ہو اور فقط زبان اردو جانتا ہو تو وہ صرف اون مسائل کو جو بصورت شرح زبان

اردو میں لکھے ہیں، پڑھ لے، کہ بے وقت جمیع مسائل فرائض پر مطلع ہو جائے گا اگرچہ ایسی صورت بہت کم ہے کہ آدمی مطلق فارسی نہ پڑھا ہو اور قصد تحصیل علم کا زبان اردو میں کرے، مگر اصل مقصود تالیف وتصنیف سے زبان اردو میں یہی ہے کہ غیر فارسی خوان بھی مسائل دینیہ اور علوم یقینیہ پر آگاہی حاصل کریں، سو یہ غرض بھی اس کتاب سے حاصل ہو سکتی ہے، اور چونکہ یہ کتاب ۱۲۶۲ھ میں تالیف ہوئی اور پورا علم فرائض کا اس مضمون میں درج ہے لہذا اس کا نام علم الفرائض رکھا۔[۲۵]

حمد و نعت کے بعد مندرجہ ذیل شعر سے کتاب کا آغاز ہوتا۔

اولاً مال مردہ دِہ در دین

گر مر اورا تعلق ست بعین

مفتی عنایت احمد صاحب اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

"اول مال مردہ کا دینا چاہیے اس قسم کے دین میں کہ جیسے علاقہ کسی شئے معین سے ہو، جیسے ایک چیز میت کی کسی شخص کے پاس گرو ہے اور میت سوا اس چیز کے اور کچھ نہ چھوڑے پس دین مرتہن کا یعنی زر رہن کہ شئے مرہون سے متعلق ہے اوپر تجہیز اور تکفین میت کے مقدم ہے، اوس شئے مرہون کو بیچ کے اول زر رہن ادا کریں گے بعد اوس کے اگر کچھ باقی رہے اوس سے تجہیز وتکفین ہوگی، نہیں تو وہ لوگ جن پر خرچ اس کا حالت حیات میں واجب تھا، تجہیز وتکفین کریں، اور جو وہ بھی نہ ہوں تو بیت المال سے کفن دفن کیا جائے گا۔ یا مثلاً کسی شخص نے ایک گھوڑا سو روپے کو مول لیا اور بسبب عدم ادائے قیمت کے بائع نے اوس گھوڑے کو اپنے قبضے میں رکھا، اور مشتری بے ادائے قیمت مر گیا اور کوئی چیز اوس نے سوائے اوس گھوڑے کے از قسم مال نہیں چھوڑی، تو ادا کرنا زر ثمن گھوڑے کا بائع کو کہ دین

---

۲۵ علم الفرائض از مفتی عنایت احمد (مطبع مصطفائی لکھنؤ۔ ۱۳۱۴ھ) ص ۴، ۵

متعلق بشے معین یعنی گھوڑے سے ہے، مقدم ہے اوپر تجہیز و تکفین میت کے، یعنی اوس گھوڑے کو بیچ کے اول قیمت اوس کی بائع کو ادا کریں، اور اگر کچھ بچے مثلاً وہ گھوڑا ایک سو دس روپے کو بکے تو وہ باقی تجہیز و تکفین میں صرف کیا جائے اور اگر کچھ نہ بچے مثلاً وہ گھوڑا پورے سو روپے کو بکے یا نوے روپے کو بکے تو در صورت نہ ہونے اون لوگوں کے جن پہ نفقہ اوس کا واجب ہے خرچ کفن و دفن میت کا بیت المال سے دلایا جائے، اور جس قدر دین ادا نہ ہو اوس کا مواخذہ میت کے ذمہ رہا"[۲۶]

چونکہ علم الفرائض میں علم حساب کی اشد ضرورت ہے لہذا مفتی صاحب نے ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں اس کتاب کا ایک تتمہ "ملخصات الحساب" کے نام سے لکھا چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"پوشیدہ نہ رہے کہ جب یہ نیاز مند ..... محمد عنایت احمد تصنیف کتاب علم الفرائض سے فارغ ہوا اور وہ کتاب بفضلہ تعالیٰ علم فرائض میں جامع اور مغنی اور کتب فرائض سے ہوئی مناسب معلوم ہوا، کہ ایک رسالہ مختصر علم حساب میں تالیف کرے، اس واسطے کہ کمال علم فرائض کا بے علم حساب ممکن نہیں، اور بغیر معلوم ہونے قواعد ضروریہ حساب کے تحریر فرائض دشوار ہے، اور رسائل علم حساب کے اکثر زوائد پر مشتمل ہیں، جن کے ادراک کی ضرورت اہل فرائض کو نہیں۔ لہذا یہ رسالہ مختصر تحریر کرتا ہے اور اس میں فقط وہی قواعد جو اہل فرائض کے کام آویں، اور اصل اصول حساب کے وہی قواعد ہیں، بکمال تلخیص درج کرتا ہے اور اس وجہ سے اور بھی باین جہت ۱۲۶۳ ہجری میں اتفاق اس کی تصنیف کا ہوا۔ نام اس رسالہ کا

---

[۲۶] ایضاً ص ۶

ملخصات الحساب ۱۲۶۳ھ رکھا۔"[۷۶]

زبان وبیان

بعض الفاظ کا استعمال:

اونے بجائے اونہیں تلے	اونے تلے اوپر لکھیں	ص ۷۶
دونا	ہر مرتبہ کو دونا کر جاویں	ص ۷۷
بنیڈے	پھر ہر خانے کو ایک خط مورب یعنی بنیڈے دو مثلث پر تقسیم کرے۔	ص ۸۱

الکلام المبین فی آیۃ رحمۃ للعالمین

مفتی صاحب نے معجزات نبوی کے بیان میں ۱۲۶۹ھ (۵۳-۱۸۵۲ء) میں ایک مفصل کتاب لکھی۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور نو ابواب پر مشتمل ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

"صحیحین میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ وہ مکہ میں ایام حجۃ الوداع میں بیمار ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ وہ بسبب غلبہ مرض کے یہ جانتے تھے کہ میں اس مرض سے مرجاؤں گا سو اونھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری وارث ایک بیٹی ہی رہ گی۔ میں اپنے مال کے دو حصے کے لیے خیرات کی وصیت کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اونھوں نے عرض کیا کہ نصف مال کے لیے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے واسطے

---

۷۶ ایضاً۔ ص ۶۔۷

تہائی کے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تہائی بہت ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ توقع ہے کہ تم جیتے رہو، یہاں تک کہ تم سے بہت لوگوں کو نفع ہو اور بہت لوگ مضرت اٹھاویں۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص اوس بیماری سے شفا پاویں گے اور اتنا جئیں گے کہ بہت سے شخصوں کا بھلا اور بہت سے شخصوں کا برا اون کے ہاتھ سے ہوگا سو مطابق اوس کے واقع ہوا کہ سعد بن ابی وقاص بعد صحت کے اوس بیماری سے قریب پچاس برس کے اور جیئے اور مسلمانوں کو اون سے نفع عظیم ہوا، اور کافران مجوس کو اون سے ضرر عظیم پہنچا کہ عہد حضرت عمر میں ملک فارس اونہیں کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔ وہ بڑی لڑائی قادسیہ کی جس میں تیس ہزار آدمی اہل اسلام کی جانب اور ڈیڑھ لاکھ مجوس تھے اور رستم بن فرخ زاد کو یزدجرد بادشاہ مجوس نے اپنے لشکر پر سپہ سالار کیا تھا، انہیں حضرت سعد کی حسن تدبیر سے فتح ہوئی اور رستم مارا گیا اور شہر مدائن جو تخت گاہ سلاطین نوشیروانی کا تھا انہیں کے جہاد سے قبضہ اہل اسلام میں آیا، اور وہ خزانہ سفید محل کا کہ خاندان نوشیروانی میں قدیم سے چلا آتا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبت اس کے خبر دی تھی کہ اہل اسلام اوسے باہم تقسیم کریں گے، حضرت سعد کے ہی سبب سے اہل اسلام کے تصرف میں آیا اور اون میں تقسیم ہوا۔ خیال کرنا چاہیے کہ بڑا نفع اہل اسلام کو بسبب حضرت سعد کے پہنچا کہ سلطنت عظمیٰ قبضۂ اسلام میں آئی اور کروڑوں روپے کا مال نقد وجنس اہل اسلام کے ہاتھ لگا، کیا بڑا ضرر کافران مجوس کو حضرت سعد کے ہاتھ سے ہوا کہ ہزارہا آدمی تہ تیغ ہوئے اور صدہا لونڈی غلام بنائے اور ملک و مال اون کا چھن گیا۔ پس بخوبی وجہ مطابق خبر جناب اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا۔[۲۸]

(حاشیہ ۲۸، اگلے صفحہ پر)

زبان و بیان

بجھنے، بجائے جھجھیں	ص ۶
ہمے، بجائے ہمیں	ص ۱۰۶
اُنے، بجائے انہیں	ص ۱۹
تجھے، بجائے تمھیں	ص ۱۶-۲۰

لاحقہ "وال" کا استعمال

سمجھ والا	مَیں آدمی سمجھ والا ہوں	ص ۸۰
حلاوت والا	کلام حلاوت والا نہیں سنا تھا	ص ۸۰
نفع والا	مینھ برسا جلدی سے نفع والا	ص ۹۳

ضمان الفردوس

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ اگر کوئی شخص زبان اور عضو مخصوص کو گناہوں سے محفوظ رکھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے جنت کے ضامن ہیں۔ مفتی صاحب نے اس حدیث کی روشنی میں یہ رسالہ لکھا اور اس کا تاریخی نام "ضمان الفردوس (۱۲۷۱ھ ۵۶-۱۸۵۵ء) رکھا۔ چنانچہ سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں:

"بنظر خیر خواہی برادران مومنین بندہ نیازمند بارگاہ رب صمد المعتصم بذیل سید الانبیاء محمد عنایت احمد غفر الاحد کو مناسب معلوم ہوا کہ شرح اس حدیث کی کرے اور معاصی متعلقہ ہر دو عضو کو بتفصیل لکھے۔ لہذا یہ رسالہ لکھا ہے مشتمل دو باب پر۔ باب اول بیان معاصی متعلقہ زبان میں اور باب

(حاشیہ ۲۸)

۲۸ الکلام المبین فی آیۃ رحمۃ للعالمین (مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۷ھ) ص ۲۸-۲۹

دوم معاصی متعلقہ بعضو مخصوص ہیں، اور موافق مضمون حدیث شریف کے جس کا ذکر اوپر ہوا اور بھی بایں جہت کہ ۱۲۷۲ھ میں یہ رسالہ تالیف ہوا۔ نام اس کا ضمان الفردوس رکھا۔"[29]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"بہت بری رسم یہ ہے کہ بیوہ کا نکاح نہیں کرتے ... یہ رسم کفار ہند سے مسلمانوں میں آگئی ہے، اور بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ شرفا اس میں عار سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کو عار سمجھنا صریح کفر ہے۔ سوائے حضرت عائشہ کے اور سب ازواج مطہرات دوسرے ہی نکاح میں آپ کے پاس آئی تھیں، اور اہل بیت میں ہمیشہ دوسرا نکاح بی بیوں کا ہوتا رہا۔ شرفا کو چاہیے کہ باہم برادری میں اجتماع کر کے اس رسم کو اٹھادیں۔ کتنے سب ہیں گناہ کرنے سے ہوتا ہے، اور اسی رسم کو جو اٹھادے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے۔"[30]

بیان قدر شب برات

۱۲۷۲ھ (۵۶-۱۸۵۵ء) میں یہ مختصر سا رسالہ شب برات کی فضیلت اور بیان میں لکھا۔ اس سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

" شب برات میں روشنی کرنا، چراغ جلا کے گھروں میں دیواروں پہ رکھنا، آتش بازی چھوڑنا اور اس بات کے لیے مجتمع ہونا بہت بری بدعت ہے۔ سوا ہندوستان کے اور کہیں اس کا رواج نہیں۔ سو یہ بات

۲۹۔ ضمان الفردوس از مفتی عنایت احمد (مطبع نظامی کانپور - ۱۲۷۲) ص ۴

۳۰۔ ضمان الفردوس۔ ص ۳۵

ہندو سے مسلمانوں نے لے لی ہے۔ جیسے وہ دیوالی میں چراغاں کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ شب برات میں کرنے لگے، اور بہت رسمیں کفر کی ہند کے مسلمانوں میں بسبب اختلاط ہنود کے جاری ہو گئی ہیں۔"[۳۱]

مفتی عنایت احمد کی اردو نثر میں سلاست اور روانی ہے۔ قافیہ آرائی کا مطلق التزام نہیں کیا گیا ہے۔ چونکہ انہوں نے عام مسلمانوں کی اصلاح اور تبلیغ کی غرض سے یہ کتابیں لکھی ہیں، لہذا زبان کو اور بھی سادہ اور سلیس رکھا ہے۔[۳۲]

○

---

[۳۱] بیان قدر شب برات از مفتی عنایت احمد۔ (مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۹ھ) ص ۸

[۳۲] مفتی عنایت احمد صاحب نے ۱۲۷۵ھ (۵۹-۱۸۵۸ء) میں حکیم محمد امیر خان ہیٹو ڈاکٹر انڈمان کی فرمائش پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ پر ایک کتاب "تواریخ حبیب اللہ" لکھی۔ یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ باب اول میں ولادت مبارک سے لے کر ہجرت کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں ہجرت سے وفات تک کا ذکر ہے۔ تیسرا باب حلیہ شریف اخلاق کریمہ اور معجزات پر مشتمل ہے۔ خاتمے میں شفاعت کبریٰ کا بیان ہے۔ اس کتاب کے سبب تصنیف کے متعلق مفتی صاحب لکھتے ہیں:

> "راقم حروف نیرنگ تقدیر سے فی الحال جزیرہ پورٹ بلیر انڈمن میں وارد ہے اور کوئی کتاب کسی طرح کی پاس اپنے نہیں رکھتا ہے۔ بپاس خاطر شفیق و غم گسار مصدر عنایت برحال زار حکیم محمد امیر خان صاحب نیٹو ڈاکٹر کے یہ رسالہ بیان تواریخ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲۷۵ھ میں لکھا ہے اور نام تاریخی اس کا تواریخ حبیب اللہ ہے۔"

(تواریخ حبیب اللہ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ۱۹۵۰ء، ص ۲) مفتی صاحب نے یہ کتاب محض یادداشت سے لکھی ہے، وطن آکر جب اصل مآخذ سے ملایا تو سرمو فرق نہ پایا۔

شاہ احمد سعید مجددی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح کی اولاد امجاد سے ہیں۔ اپنے زمانے کے نامور عالم اور شیخ طریقت تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور تذکیر و اصلاح میں گزاری۔ تصنیف و تالیف کا بھی مشغلہ تھا۔[۳۳]

سعید البیان فی مولد سید الانس والجان

حضرت شاہ احمد سعید نے یہ مختصر سا رسالہ مولود شریف کے بیان میں لکھا ہے۔

---

[۳۳] شاہ احمد سعید ابن شاہ ابو سعید غرہ ربیع الاول ۱۲۱۷ھ (۱۸۰۲ء) کو رام پور میں پیدا ہوئے "مظہر یزداں" تاریخی نام ہے۔ ابتدائی تعلیم رام پور میں حاصل کی۔ مفتی شرف الدین اور مولوی سراج احمد مجددی سے استفادہ کیا۔ دس سال کی عمر میں دہلی گئے اور حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا فضل امام، مولانا رشید الدین خان دہلوی۔ شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین شامل ہیں۔ شاہ محمد اسحاق سے بھی استفادہ کیا۔ لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے پڑھا۔ شاہ غلام علی سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ رونما ہوا اور دہلی میں جہاد کا فتویٰ مرتب ہوا تو اس پر شاہ احمد سعید اور ان کے برادر اصغر شاہ عبد الغنی نے بھی دستخط کیے۔ انگریزوں کے دوبارہ غلبے کے بعد دہلی کو خیرباد کہا اور مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں اصلاح و تذکیر کا سلسلہ شروع کیا۔ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور سید عثمان غنی کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ شاہ احمد سعید کی تصنیفات میں سعید البیان کے علاوہ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ، الذکر الشریف در اثبات مولد منیف، اربع انہار، تحفۂ زواریہ مکتوبات احمدیہ سعیدیہ قابل ذکر ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور، ص ۱۹، ۲۰۔ آثار الصنادید ص ۲۱۵ وغیرہ

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"جمیع محامد ازل سے تا ابد ثابت ہیں، اس ذات پاک کو کہ کوئی شریک اس کا نہیں اور صلوٰۃ کاملہ نازل ہو جیو اوپر رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے کے کہ اسم شریف ان کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور آل اور اصحاب اور اتباع ان کے پر۔"

نمونہ ملاحظہ ہو:

"جتنے جن اور شیاطین آسمان کے جانے سے باز رہے اور ستارے زمین سے ایسے دکھائی دیتے تھے کہ گویا زمین پر گرے بالکل نہیں۔ حرم کی روشن ہوئی اور آگ اہل فارس کی کہ ہزار ہا برس سے جلتی تھی، کسریٰ اور اہل فارس مشک و عنبر اس میں ڈال کر پوجتے تھے، بجھ گئی جس دم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گلزار ارواح سے اس چار بازار اشباح میں گزر فرمایا، پہلے سجدہ کیا، بعد اس کے انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ۔

عبدالمطلب نے اس مژدہ جان نثار کو سن کر بہت شادی کی ابولہب نے ثویبہ نام اپنی لونڈی کو کہ اس نے خبر تولد شریف کی پہنچائی، آزاد کیا۔ اس خوشی کا یہ اثر ہے کہ ابولہب کو ہر دوشنبہ کو تخفیف عذاب میں ہوتی ہے۔"[۳۴]

ایک اقتباس اور ملاحظہ ہو جس میں سلاست و روانی ہے۔

"عادت شریف تھی کہ جواب میں ہر شخص کے لبیک فرماتے تھے اور کلام نہ کرنے پر ملامت نہ کرتے تھے اور چیز تلف ہونے سے تاسف نہ کھاتے تھے، مجالس میں موافقت اصحاب کی فرماتے تھے۔ گھر میں جھاڑو

---

[۳۴] سعید البیان فی مولد سید الانس والجان از شاہ احمد سعید مجددی (مع مقدمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان حیدرآباد۔ ۱۳۸۵ھ) ص ۲۲۔

دینا، لباس کا پیوند کرنا، کفش سی لینا، پانی پلانا، دودھ دوھنا، خادم کی مدد کرنا، اپنے ساتھ کھلانا، اشیاء بازار سے خرید نا عادت بابرکت تھی۔[۳۵]

زبان و بیان

قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے :

مطلع غیب سے طلوع ہوا	افق غیب سے نمودار ہوا	ص ۲۱
ساتھ نور اسلام کے مبدل ہوئی	ساتھ شعلہ عرفان کے مشتعل ہوئی	ص ۲۱
ختنہ کردہ	ناف بریدہ	ص ۲۴
آپ کے قدوم	برکت لزوم	ص ۲۴
طفل مہ پارہ	مسرت نظارہ	ص ۲۶
یہود ان کے دشمن ہیں	یہ بتوں کے سرشکن ہیں	ص ۲۸

سب مسلمانوں نے اقرار کیا کہ سزاوار عنایت سرمدی ہوئے
کفار نے انکار کیا بد بخت ابدی ہوئے ص ۴۴

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب اس کتاب پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

" رسالہ سعید البیان کی اردو نثر بھی ادبی حیثیت سے بہت اہم ہے کیونکہ یہ رسالہ حضرت شاہ احمد سعید نے اپنی ہجرت سے بہت پہلے ۱۸۵۰ء کے قریب لکھا ہوگا اور یہی وہ زمانہ ہے جب کہ غالب نے اپنے خطوط میں آسان اردو کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس رسالے کا اسلوب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادوں کے قرآنی ترجموں کا ہے یعنی فعل اور حروف جار وغیرہ مقدم ہیں۔"[۳۶]

---

[۳۵] سعید البیان، ص ۴۸

[۳۶] سعید البیان، ص ۳

مولوی ظہور علی دہلوی

مولوی ظہور علی دہلوی[۳۷] علوم عصریہ کے فاضل، شعر و ادب میں کامل اور فن تاریخ گوئی میں بے مثال تھے۔ انہوں نے مختلف فنون میں بہت سے رسالے اور کتابیں لکھیں، مگر بدقسمتی سے

۳۷؎ مولوی ظہور علی ابن شیخ فتح علی ریواڑی کے رہنے والے تھے۔
ان کے والد فتح علی نے سقوط دہلی کے وقت لارڈ لیک کی خدمات انجام دی تھیں، لہذا لارڈ لیک نے ان کے لیے حین حیات جاگیر مقرر کردی تھی اور وہ دہلی میں آبسے تھے۔ مولوی ظہور علی ۱۹ رجب ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) کو کوچہ شیدی قاسم (دہلی) میں پیدا ہوئے "ظہور علی" ان کا تاریخی نام ہے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد مولوی فتح علی کے علاوہ مولوی محمد حیات خان، مولانا فضل حق خیرآبادی مولانا رشید الدین اور مفتی صدر الدین آزردہ سے کی شعر و شاعری میں پہلے شاہ نصیر اور مومن سے استفادہ کیا۔ پھر ذوق اور عبدالرحمن راسخ کے شاگرد ہوئے۔
مولوی ظہور علی ۱۸۳۵ء میں انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے پہلے تھانیدار دریبہ (دہلی) مقرر ہوئے۔ جب نواب شمس الدین کو پھانسی دینے کے بعد گورنمنٹ نے ان کی جائداد پر قبضہ کر لیا تو ۱۸۳۷ء میں مولوی ظہور علی اس جائداد کے داروغہ مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۱ء میں کلکٹری کے سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۳ء میں وہ دہلی آگئے اور ۱۸۵۷ء تک دہلی کے مختلف تھانوں میں تھانیدار متعین رہے۔ ۱۸ شعبان ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) کو پاٹودی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ لفظ "غفور" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

پولیس کی ملازمت کے باوجود علمی و ادبی حلقوں میں ان کا خاصا تعارف و تعلق تھا اس زمانے کے بعض نسخوں پر بھی ان کی مہر ملتی ہے۔ بہادر شاہ ظفر نے ان کو شمس الشعرا کا خطاب دیا تھا۔ سرکاری ملازمت کے باوجود انگریز افسروں کو اردو اور فارسی پڑھاتے تھے اس طرح تدریس و تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ مولوی ظہور علی کو فن تاریخ گوئی میں خداداد ملکہ حاصل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان کا یہ تمام علمی سرمایہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہوگیا۔ ان کی شعری تصنیفات میں دیوان، ایک مثنوی اور نثری سرمائے میں ایک رسالہ تحقیق الحقیقہ ملتا ہے۔

تحقیق الحقیقۃ

مولوی ظہور علی دہلوی نے اگرچہ خاندانِ شاہ ولی اللہ دہلوی کے علما سے علوم متداولہ کی تحصیل کی تھی، مگر ان کا رجحانِ طبع اپنے استاد مولانا فضل حق خیر آبادی کی طرف تھا اور عقاید میں وہ ان کے ہم خیال تھے۔ انہوں نے ۱۲۶۷ھ میں باہم تاریخی ایک رسالہ "تحقیق الحقیقۃ" ان اختلافی مسائل کے سلسلے میں لکھا جو شاہ اسماعیل شہید اور شاہ اسحاق کی تالیفات تقویۃ الایمان اور مائۃ مسائل و مسائل اربعین کی اشاعت کے بعد موضوعِ بحث بنے۔ اس رسالے کے سببِ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے آغازِ کتاب میں مولوی ظہور علی لکھتے ہیں:

> "بعد حمد و صلوٰۃ کے جاننا چاہیے کہ اس زمانے میں عقاید و مسائل دینیہ کا اختلاف بہت پھیلا ہے، حق بات کا تحقیق کرنا ضرور ہوا، اور جو نہیں جانتے تھے ان کو حکم ہے کہ جاننے والوں سے پوچھیں۔ بدیں لحاظ اس عاجز نے ایک شخص سے پوچھا کہ حقیقت اس قصے و جھگڑے کی کیا ہے۔ کوئی کسی کو کافر، مشرک، بدعتی کہتا ہے اور وہ اس کو بے دین اور بد مذہب وہابی

(بقیہ حاشیہ ۳۷)

تھا۔ بلا شبہ انہوں نے ہزاروں تاریخیں کہیں۔ ان کے دیوان میں تقریباً دو سو تاریخیں موجود ہیں۔ مولوی ظہور علی کے بیٹوں میں مولوی مظہر الحق، تذکرہ "مظہر العجائب" کے مؤلف ہیں۔ اس تذکرے کی ترتیب و تدوین سے مرزا غالب کا بھی تعلق رہا تھا۔ (تفصیل حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ دیوان ظہور مطبوعہ (میرٹھ ۱۳۰۰ھ) ص ۳۱۱۔ تذکرہ مظہر العجائب اور مرزا غالب از مسلم ضیائی۔ العلم (غالب نمبر) کراچی۔ (جنوری ۱۹۶۹ء۔ ص ۵۳۲ - ۵۳۹)

نجدی کتاب ہے اور یہ قصہ ہندوستان میں کب سے کھڑا ہوا۔[۳۸]

اس کے سببِ تالیف کے متعلق "اختتام کتاب" پر اس طرح لکھتے ہیں:

"اس رسالے کے لکھنے اور مشہور کرنے سے دو مطلب ہیں۔ ایک خیر خواہی امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ جیسا میں شبہے میں تھا، اس طرف صرف شہرت و اعتبار کے باعث اور بھی بہت لوگ دھوکے میں ہیں۔ اس تحقیق سے جیسی مجھے ہدایت ہوگئی، اوروں کو بھی ہو۔ دوسرا مطلب یہ کہ ہر ایک موافق مخالف کی نظر سے گزرے، اگر کسی کو کچھ مخالف نقل اور اصل میں کلام ہو تو مجھ کو مطلع فرمائیں کہ پھر اوس کی تحقیق کریں، اور اس رسالہ کا نام "تحقیق الحقیقۃ" ہے کہ وہی اوس کی تاریخ ہے۔[۳۹]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"بعض اکابر متقدین کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حافظ رحیم اللہ خان صاحب نے سوالات کو اون کی معرفت اپنے ہم مذہبوں کے پاس بھجوایا تھا۔ قطب الدین خاں صاحب نے عذر کیا فرصت نہ ہونے کا۔ مولوی محبوب علی صاحب نے کہا کہ سوالات کا جواب وہی ہے جو حافظ رحیم اللہ خاں صاحب نے لکھا ہے کہ اگر کہو تو میں مہر کر دوں۔ اور بھی تحقیق معلوم ہوا کہ سوالات ایک مدت تک حافظ احمد علی صاحب سہارن پور وغیرہ اس طریق والوں کے پاس رہے، اور ہر چند فکر و کوشش کی کسی سے جواب بن نہ آیا۔ حق کہہ دینے کی توفیق نہ پائی اس سب تحقیقات سے کہ اس طریق والے جواب نہ دے سکے اور سب عالموں نے صاف صاف لکھ دیا۔ عاجز کو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ کتابیں اور اون کے مصنف قابل اعتبار کے نہیں ہیں اور وہابی مذہب ہیں۔"[۴۰]

۳۸؎ تحقیق الحقیقۃ از مولوی ظہور علی (مطبع گلزار حسنی، بمبئی ۱۳۲۲ھ) ص ۱

۳۹؎ ایضاً۔ ص ۶۴

۴۰؎ ایضاً ص ۵۰-۵۱

اس رسالے میں شاہ اسماعیل شہید کے افکار و خیالات خصوصاً تقویۃ الایمان کے مباحث علم غیب، افعال تعظیمی اور شفاعت زیر بحث آئے ہیں۔ اس کے بعد مؤلف نے چھ سوالات پر مشتمل ایک خط یا استفتا مولوی مخصوص اللہ دہلوی (ف ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵-۵۶ء) کو لکھا ہے جس میں تقویۃ الایمان اور شاہ اسماعیل شہید سے متعلق استفسار کیے ہیں۔ اس کا جواب مولوی مخصوص اللہ دہلوی نے اپنے انداز میں دیا ہے۔ پھر مولوی ظہور علی نے ایک اور خط شاہ اسحاق دہلوی کے معتقد و متفق حافظ رحیم اللہ خان کو لکھا ہے، جس میں مسائل اربعین اور مائۃ مسائل پر تنقیدی سوالات ہیں۔ حافظ صاحب نے اس خط کا مصلحانہ جواب لکھا ہے، جس پر انہیں جواب الجواب لکھا ہے۔ اس طرح یہ رسالہ مرتب ہوا ہے۔

○

مولوی نواب مبارک علی خاں
المعروف بہ مصلح الدین میرٹھی

مولوی نواب مبارک علی خاں[۱۴۸] میرٹھ کے نامی گرامی کمبوہ خاندان سے تھے۔ ان کے

---

۱۴۸ نواب مبارک علی خاں بن نواب فرحت اندیش خان کمبوہان میرٹھ کے مقتدر خاندان سے تھے۔ ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا لقب مصلح الدین تھا۔ علوم مروجہ کی باقاعدہ تحصیل کی۔ پھر تحصیلداری، سررشتہ داری اور نائب منشی گری تک ترقی کی۔ میرٹھ کے آنریری مجسٹریٹ رہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ علم طب کا بھی مشغلہ تھا۔ اکثر لوگوں کو مفت دوا دیتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ کمبوہوں کے حالات میں رسالہ مبارک (تالیف ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) انشائے مبارک (مطبوعہ ۱۳۱۷ھ / ۱۲۸۹ء) اور کمالات عزیزی —
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

خاندان میں ریاست و امارت کئی پشتوں سے چلی آ رہی تھی خود بھی دولتِ علم و فضل سے مالا مال تھے۔ وعظ و تذکیر اور خدمتِ خلق کا مشغلہ تھا۔ تصنیف و تالیف سے بھی شغف رکھتے تھے۔

تحفۃ المسلمین

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی مشہور کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کے مطالعہ کے بعد مولوی نواب مبارک علی خاں کو خیال ہوا کہ اسی انداز پر ایک مختصر سی کتاب لکھی جائے تاکہ مسلمانوں کو راہِ راست ملے۔ لہٰذا انہوں نے ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء) میں تحفۃ المسلمین کے نام سے یہ کتاب اردو زبان میں لکھی اور شاہ عبدالعزیز کے اتباع میں انہوں نے اس کتاب میں اپنا لقب مصلح الدین لکھا۔ اس کتاب کے جواب میں ان کی برادری کے ایک شیعہ طبیب حکیم ابو علی خاں[۲] نے تحفۃ المسلمین کے جواب میں ایک کتاب ہادی المخالفین لکھی۔ تحفۃ المسلمین کے آغاز میں سببِ تالیف وغیرہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(بقیہ حاشیہ ۱)

(حالات و کمالات و واقعات شاہ عبدالعزیز دہلوی) تالیف ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) ان سے یادگار ہیں۔ یہ تمام کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں۔ ۳۰ شوال ۱۲۹۴ھ (۹ نومبر ۱۸۶۷ء) کو انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو المنابیر از فیض احمد (نامی پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء) خاندان زبیری کنبوہ کی جلد دوم از حسین احمد (علی گڑھ ۱۹۵۱ء) ص ۲۷۳۔

[۲] حکیم ابو علی خاں بن حکیم غلام علی خاں، شیخ کنبوہ، ۸ جمادی الآخری ۱۲۰۲ھ (۱۷۸۸ء) میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمد عبادت امروہوی، مفتی محمد قلی خاں اور اپنے نانا رضی الدین سے علوم مروجہ کی تکمیل کی۔ انگریزی سرکار میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ہادی المخالفین کے علاوہ حجۃ الایمان، سیف المومنین (مطبوعہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء) مطبع جعفری لکھنؤ) تعلیقات اکبر (حاشیہ طب اکبر) اور فرائد حبیبیہ ان کی تالیفات ہیں۔ ۲۱ صفر ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"مصلح الدین متوطن شہر میرٹھ خدمت مسلمانان ہندوستان میں عرض کرتا ہے کہ اس عاصی کو بالفعل اتفاق مطالعہ کتاب تحفۂ اثنا عشریہ .... ہوا۔ فی الحقیقت جو اس کتاب متبرک کو دیکھے اور ہدایت الٰہی مددگار ہو تو بے شک گرداب ضلالت سے نکلے اور راہ صراط مستقیم پکڑے۔ لیکن کتاب موصوف نہایت مبسوط اور واضح ہے اور کم استعداد لوگ خصوص اس زمانے میں اگرچہ چرچا اردو زبان کا بہت ہوا اس کے مطالعے سے متعذر رہیں۔ اس واسطے اس احقر نے تھوڑی سی باتیں کتاب ممدوح سے استنباط کر کے اور چند اور کتب ہائے تواریخ مثل خلاصۃ الاخبار و روضۃ الصفا و حدیقۃ الاقالیم سے کہ بعض مخاصم صاحب ان کو معتبر سمجھتے ہیں اور بعض مصنف ان کے شیعہ ہیں مع چند اشعار کے کتاب منطق الطیر سے لکھا ہے اور اس رسالے کا نام تحفۃ المسلمین رکھا ہے اور التماس ناظران ان اوراق سے یہ ہے کہ اس عاصی کو دعائے خیر سے یاد فرماویں۔ اور ترتیب اس رسالے کی اوپر چوبیس اذکار اور ایک خاتمہ کے ہے۔ تکمیل تاریخ نہم شہر محرم الحرام ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء) قدسی کو ہوئی"[۴۳]

کتاب میں عربی و فارسی تراکیب کا غلبہ ہے اور وہی انداز تحریر ہے۔

○

(بقیہ حاشیہ ۴۲)

کو فوت ہوئے (دیکھیے شمس التواریخ جلد دوم۔ از حکیم نواب علی خان، مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ لکھنؤ ۱۸۹۸ء ص ۱۰۷۔ ۱۰۹ و نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم۔ ص ۱۷)

۴۳۔ تحفۃ المسلمین از نواب مبارک علی خان (الملقب بہ مصلح الدین) مطبع فتح الاخبار کول ۱۲۷۰ھ) ص ۲۔ ۳

مولوی شیخ عبید اللہ

مولوی عبید اللہ صاحب "تحفۃ الہند" وہ نامور شخصیت ہیں کہ جو خود دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے ذریعے سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ مولوی عبید اللہ مشہور واعظ اور مبلغ اسلام تھے انہوں نے کتاب "تحفۃ الہند" لکھ کر تبلیغ کے دائرے کو وسیع تر کر دیا۔ یہ کتاب ایک زمانے میں نہایت مقبول تھی۔

تحفۃ الہند

مولانا عبید اللہ نے یہ کتاب نہایت تحقیق اور محنت سے لکھی ہے۔ اس میں ہندوؤں

کے مولوی عبید اللہ قصبہ پائل (ریاست پٹیالہ) کے رہنے والے تھے۔ یہ مقام لدھیانہ (مشرقی پنجاب، بھارت) سے مشرق کی طرف ایک منزل پہ واقع ہے۔ ان کا سابق نام اننت رام ولد کوڑی مل تھا۔ انہوں نے عربی وفارسی کی مروجہ تعلیم حاصل کی اور علمائے راسخین کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اسلام کی اعلیٰ تعلیم اور کتب درسی کے مطالعے کے نتیجے میں وہ مسلمان ہوئے۔ یکم شوال ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) کو انہوں نے مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں اپنے اسلام کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے ساتھ عید الفطر کی نماز ادا کی۔ مولانا علاؤ الدین سے انہوں نے روحانی و علمی استفادہ کیا۔ حضرت میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) سے بھی ان کے تعلقات تھے دہلی کے نامور علما کی صحبتوں میں شریک ہوتے رہے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ کچھ دن لدھیانہ میں رہے۔ آخر زمانے میں قصبہ بنت ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء ـ ۵۲) میں انہوں نے "تحفۃ الہند" کتاب لکھی، اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی، اسلام کی طرف راغب ہوئے اور انہوں نے تحفۃ الہند کے مؤلف کے نام پہ اپنا نام عبید اللہ رکھا۔ سلخ شعبان ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) کو ان کا انتقال ہوا۔ یکم رمضان کو تدفین عمل میں آئی۔ (ملاحظہ کیجیے: نزہۃ الخواطر جلد ۸۔ ص ۳۰۳ و تحفۃ الہند از عبید اللہ)

کے معتقدات کا رد کیا ہے اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم اور معتقدات کو نہایت دل آویز طریقے سے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبید اللہ کو ہنود کی مذہبی کتب پر پورا عبور حاصل تھا اور انہوں نے کتب ہنود کا خصوصی مطالعہ کیا تھا۔ تحفۃ الہند کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"شکر اس پاک ذات کا کس زبان سے ادا ہو سکے کہ جس نے رنگا رنگ خلقت کو پیدا کر کے آدمی کو سب سے اشرف بنایا اور اس کو روشن چراغ عقل کا ایسا عنایت فرمایا کہ جس کے وسیلے سے حق کو ناحق سے جدا کر کے اپنے مالک کی معرفت حاصل کرے، اور اگر اس نورانی چراغ کو گرد اور غبار خواہش نفسانی سے بچا کر اس کی روشنی میں طرح طرح کے دینوں اور مذہبوں پر نظر کرے، اور غور فکر اور انصاف سے دیکھے تو بے شک جھوٹے دینوں اور کھوٹے مذہبوں سے بیزار اور سچا دین حاصل کر کے مرضی پروردگار کا مطیع ہو جائے، اور چونکہ بسبب ہونے بنیاد انسان کی غفلت پر، جدا ہونا اس سچے موتی یعنی عقل کا تاریکی نفسانیت سے بہت مشکل ہے، اس واسطے بموجب حکمت کاملہ اپنی کے حضرات انبیا علیہم السلام کو سب کا مرشد اور راہ نما بنا کر بھیجا تاکہ دین پاک کو سب گندے دینوں سے جدا کر کے خاص و عام کی رہنمائی کریں اور ہر کسی کو شرک اور کفر سے نکال کر مومن اور دیندار بنا دیں، خصوصاً ہمارے پیشوا حضرت سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کی ہدایت کے لیے بھیجا کہ ہم سب کو باپ اور دادا کی رسموں کے اندھیرے سے نکال کر سیدھی راہ پر ہدایت کی اور ماں باپ سے زیادہ مہربانی فرما کر ادنیٰ نفع اور نقصان دین اور دنیا کا بتا دیا۔ قربان ہوں اس مربی مہربان کے نہ کوئی ایسا ہوا ہے نہ ہوگا۔

اس کے بعد کہتا ہے بندہ محمد عبید اللہ بیٹا کوٹی مل ساکن پائل

کہ میں اپنے باپ کے جیتے جی گرفتار دین بت پرستی کا تھا۔ اتنے میں رحمتِ الٰہی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا، یعنی دین اسلام کی خوبیاں اور ہندوؤں کے دین کی قباحتیں میرے دل پر کھل گئیں اور دل وجان سے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں گن لیا، اور پھر دوبارہ عقل خداداد نے مشورہ دیا کہ دین اور مذہب کی تحقیق میں کہ ہمیشہ کا آرام یا ہمیشہ کا عذاب اسی پر موقوف ہے، غفلت کرنا اور بے تحقیق صرف باپ اور دادا کی رسم سے گمراہی کے خیال میں پھنسے رہنا، کمال نادانی ہے۔ پس یہ خیال کرکے مشہور اور رواجی دینوں کا حال دریافت کرنے لگا اور بدون رعایت کسی دین کے ہر مذہب میں فکر اور خوض کیا۔ ہندوؤں کے دین کو بخوبی تحقیق کیا اور ان کے بڑے بڑے پنڈتوں سے گفتگو کی، اور دین نصاریٰ کے اعتقاد کو بخوبی معلوم کیا اور دینِ اسلام کی کتابیں بھی دیکھیں اور عالموں سے بات چیت رہی، اور سب دینوں کو بنظر انصاف بغیر لگاؤ کسی دین کے سوچا اور خوب چھانا۔ سب کو غلطی اور گمراہی پر پایا، سوائے دینِ اسلام کے کہ خوبی اس کی اچھی طرح ظاہر ہوگئی۔"[۵]

اپنے اظہارِ اسلام اور تالیفِ کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"الحمد للہ کہ سنہ ۱۲۶۴ھ میں دن مبارک عید الفطر کے آفتاب اسلام اس فقیر کے اوپر حجاب سے نکل کر جلوہ گر ہوا اور بھائی مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز ادا کی .... اور مدت سے یہ خیال تھا کہ واسطے فائدۂ عام کے بیان حقیقت دینِ اسلام اور ملتِ ہنود میں کچھ لکھا جاوے اور جو کوئی صاحبِ عقل انصاف کی نظر سے دیکھے، حق اور باطل اس پر کھل جاوے اور سو الحمد للہ سن بارہ سو اڑسٹھ (۱۲۶۸ھ) میں یہ رسالہ

---

۵ تحفۃ الہند۔ از مولوی عبید اللہ (فاروقی پریس دہلی۔ ۱۲۷۷ھ) ص ۲۔۳

مختصر مسمی بہ تحفۃ الہند تمام ہوا"[۴۶]

یہ کتاب مندرجہ ذیل چار ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے:

پہلا باب	اعتقاد کے بیان میں
دوسرا باب	عبادات میں
تیسرا باب	معاملات میں
چوتھا باب	ہندوؤں کے اعتراضوں کے جواب میں
خاتمہ	دین اسلام کی خوبیوں کے بیان میں

اس کے بعد مؤلف رقم طراز ہیں:

"اب دانایانِ صاحب شعور سے امیدوار ہوں کہ تعصب اور طرفداری کو ایک طرف کر کے بدون رعایت کسی کے اس کتاب میں غور اور فکر کریں جب حقیقتِ حال کھل جاوے تو حق کے قبول کرنے اور ناحق کے چھوڑنے میں دیر نہ فرمائیں اور صرف باپ اور دادا کی پیروی سے گمراہی کے جنگل میں آوارہ نہ رہیں خیال کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے گوہر شب چراغ عقل کا آدمی کو صرف اپنی پہچان کے لیے بخشا ہے، تو اس صورت میں لازم ہے کہ دین کے اختیار کرنے میں کسی کی تقلید کا گرفتار نہ رہے، بلکہ جس طرح دنیا کے کاموں میں کہ جلد فنا ہو جانے والے ہیں، بکمال فکر اور دور اندیشی کے ساتھ کاروبار کرتا ہے، اور جس صورت میں تھوڑا سا نقصان اپنا جانتا ہے تو اس صورت میں کسی اپنے اور بیگانے کی نہیں سنتا، بلکہ ویسے ہی بلکہ زیادہ اس سے دین کے کاموں میں بھی کہ اس کا فائدہ ہمیشہ رہنے والا ہے، نہایت تحقیق اور خوض بجا لاوے اور اندھوں اور باؤلوں کی طرح نہ چلا جاوے۔ مبادا کہ اس غفلت و نادانی سے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہووے"[۴۷]

---

[۴۶] ایضاً۔ ص ۳۔۴ [۴۷] ایضاً، ص ۱۳۶

اب مختصر سے دو اقتباسات اور ملاحظہ ہوں:

"حضرت ابن مسعود صحابی روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر سوئے ہوئے تھے، جب اٹھے تو آپ کے بدن مبارک پر بوریا چبھ کر نشان پڑھ گیا تھا۔ ابن مسعود نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا خوب ہوتا اگر آپ ہم کو فرماتے کہ ہم آپ کے لیے نرم فرش بچھا دیں اور اچھے کپڑے بنا دیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام ہے۔ مجھے دنیا سے اتنی غرض ہے کہ جیسے کسی سوار نے ایک درخت کے نیچے کچھ آرام پکڑا اور سوار ہی کھڑا رہا۔ بس چل دیا اور درخت کو چھوڑ دیا۔"[۴۸]

"ہمارے دین میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس کام کو صبح صادق سے آفتاب کے غروب ہونے تلک اللہ کی تعظیم میں کھانے اور پینے اور جماع کرنے سے بند رہنا اور رات کو قوت حلال سے جو ملے کھا لینا، تمام برس میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھنے فرض یعنی نہایت ضرور ہیں، جو کوئی رکھے تو ثواب پاوے نہیں تو سخت گنہگار ہو اور منکر اس کا کافر ہے۔ سوائے اس کے اور روزے نفل ہیں جو کوئی رکھے تو ثواب پاوے، نہیں تو سخت گنہگار ہو اور روزہ بڑی عبادت ہے اور سوائے اللہ کے اور کے نام کا روزہ رکھنا کفر ہے۔"[۴۹]

عبارت نہایت صاف اور سلیس ہے، چند جملے ملاحظہ ہوں:

تم لوگ تو ازبس کے بہت کچے ہو۔ ص ۲۶

روکھی سوکھی روٹی اور موٹے کپڑے پر قناعت کرتے تھے۔ ص ۴۱

اللہ ایسا مہربان ہے کہ آدمیوں کے لیے چاند اور سورج ایسے چراغ روشن کر دیے کہ سارے جہان میں ان کی روشنی پہنچتی ہے۔ ص ۱۰

---

[۴۸] ایضاً۔ ص ۳۸

[۴۹] ایضاً۔ ص ۱۰۰

بعض الفاظ کا استعمال

سخت گوئی	وہ سخت گوئی سے پیش آیا۔	ص ۱۰
بلونا	سمندر کو دہی کی طرح بلو دیں۔	ص ۱۵
دلگیری	خاوند نے عورت سے سبب دلگیری کا پوچھا	ص ۲۲
مسلمانی	کسی وجہ سے دین مسلمانی کو باطل ٹھہرا دیں۔	ص ۳۵
سوالی	کبھی کسی سوالی کو صاف جواب نہیں دیا۔	ص ۳۶
عیب دار	اس میں ایک تھان عیب دار تھا۔	ص ۴۲
دھجی	چھوٹی چھوٹی دھجیاں گری پڑی اٹھا کر اپنے کپڑے بنا لیتے۔	ص ۴۴
شلیتہ	اونٹوں کے شلیتے اپنے ہاتھ سے بندھواتے۔	ص ۴۴
پوتھی	یہ تمہاری پوتھیوں کی غلطی ہے۔	ص ۴۷
لچے	ایسے لچے کو راجہ کے دربار میں کون پوچھتا ہے۔	ص ۴۷
دسوندھی	بعضے اپنی اولاد کو پیر صاحب کا دسوندھی بنا کر ان کی قیمت مقرر کر کے اس کا دسواں حصہ پیر صاحب کے نام پر دیتے ہیں۔	ص ۱۰۱
روٹ	سید سلطان کا روٹ۔	ص ۱۰۷
طفولیت	عمر طفولیت میں بیوہ ہو جاوے۔	ص ۱۱۱
خاوندی	جن سے اللہ کی صرف خاوندی .... معلوم ہوتی ہے۔	ص ۱۱۶

مؤلف نے کتاب میں اکثر اللہ صاحب اور پیغمبر صاحب لکھا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہنود کا ذکر کیا گیا ہے لہذا بہت سے اصطلاحی اور غیر اصطلاحی ہندی الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی ایک مختصر سی فہرست ذیل میں درج ہے:

مکش (نجات)، پلچھ، برہمچاری، ادھرم، نرگن، سرگن، مایا، سرگ، سراپ،

(بدعا)، چھل، اید یا، سمبندھ، جیو کرم، کل جگ، ست جگ، نرگ، اپیرد، چندرمان، دھرم پوت، مول منتر، کام دیو، جم راج، پرلے، مہاپرلے، گیان، اگیان، تت (عضو) آکاش، سندھیا، بھوشن، لچھمی، سرستی، لنگ، جینو، پوتر، ٹھاکر دوارہ، ہوم، اگن، اچھا (خواہش) سنکھیا (تعداد)، اچل، گھور، دشٹ، آسن، گنگا جل، بھرشٹ، چوکا، برت اماوس، باسن، سنکلپ، کریا کرم، شرادھ، ادھکاری، کنیا، لجیامان (شرمندہ)، ایہ وہت پرنام، چنتا، بھسم، بردان، بھگتی،

مولوی حاجی فخر الدین حسین دہلوی

مولوی حاجی فخر الدین حسین، دہلی کے باشندے، بہادر شاہ ظفر کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔[۵]

خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ

جب مولوی فخر الدین حسین ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں حج بیت اللہ کے لیے گئے تو وہاں مولوی رحمت اللہ شاہجہانپوری[۶] کا عربی رسالہ زبدۃ الاقوال الشریفہ فی احوال مکۃ المنیفہ ان کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے بعض احباب کی خواہش پر اس رسالے کا اردو ترجمہ کیا اور اس میں دوسری کتابوں سے بھی بعض مطالب کا اضافہ کیا اور اس کا نام "خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ"

---

۵ افسوس کہ مولوی حاجی فخر الدین حسین دہلی کے حالات بہم دست نہ ہو سکے۔

۶ مولوی رحمت اللہ کے لیے دیکھیے تاریخ شاہجہانپور۔ (حصہ دوم) ص ۱۷۵۔

رکھا اور اس رسالے کو بہادر شاہ ظفر کے حضور میں پیش کیا، کیونکہ بادشاہ نے بھی مکہ معظمہ کے حالاتِ متبرکہ دریافت کیے تھے۔

آغازِ کتاب میں یہ کیفیت اس طرح مندرج ہے :

"ادائے مراتب حمد و ثنائے رب الکعبہ جل ذکرہٗ قوت نطق و لسان سے محال ہے اور عرض مدارج نعت والائے رسول حجازی و مناقب آل اطہار و اصحاب اخیار...... دست گاہ شرح و بیان سے دور از اندازۂ وہم و خیال ہے۔ بنائے رقم طراز نارسائی اگر اندیشۂ محال سے گزر کر سلسلۂ جنبان تحریر مدعا ہووے مقام مقام شناسی سے دور نہیں ہے۔ ارباب خرد و اصحاب بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ذرۂ بے مقدار خاک خاکساری معتصم بذیل رسول الثقلین محمد فخر الدین حسین .... دستیاری عنایت جناب اقدس کردگار سے بمقتضائے فرطِ اضطرابِ شوق و آرزو کے سن بارہ سو اڑسٹھ (۱۲۶۸ھ) ہجریہ نبویہ میں......... شاہجہان آباد سے وارد مکہ معظمہ اور شرف اندوز سعادت زیارت بیت اللہ کا ہوا، ہنگام اس عزیمت باسعادت و میمنت کے ارشاد فیض بنیاد حضرت فلک مرتبت بہم جلیس منزلت درۃ التاج خلافت گورگانی افسر فریق سلطنت صاحبقرانی زیب سریر والا جاہی سرفراز پایہ گاہ شائستگی ظل الٰہی کیواں رفعت ثریا مرتبت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کا بنا بر استدراک کیفیت حال حرم بیت الحرام و مکانات متبرکہ وغیرہ کے صادر ہوا تھا۔"[۲]

کتاب کے نام کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

"لاجرم رقم طرازی ترجمہ سے صفحات اوراق کو سیاہ کر کے ساتھ خلاصہ تواریخ مکہ کے موسوم کیا اور بعض مطالب ضروری التحریر کہ اس رسالہ

۲ھ خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ از مولوی فخر الدین حسین (مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱۸۷۹ء) ص ۲

میں مرقوم نہ تھے کتب تاریخ سے انتخاب کر کے بیچ خاتمہ اس رسالہ کے درج کیے تا دیکھنے والوں کو موجب ازدیاد علم و آگاہی کا ہووے۔[۵۳]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اٹھائے گا اللہ تعالیٰ مقبرہ مکہ سے ستر ہزار شہید داخل ہوں گے جنت میں، بغیر حساب کیے۔ منہہ ان کے مانند چودھویں رات کے چاند کے ہوں گے۔ شفاعت کرے گا ہر ایک ان میں سے ستر آدمیوں کی عزیزوں میں سے۔ جیسا کہ بیچ ایک حدیث کے ہے۔ اور نہیں ہیں روئے زمین پر کوئی شہر کہ وارد ہوئے طرف اس کے تمام انبیا اور فرشتے اور رسول سب، اور صلحا اہل آسمانوں اور زمینوں کے، جنوں اور انسانوں سے۔ مگر مکہ کہ جس شخص نے پڑھی بیچ اس کے نماز، بلند کی جاتی ہیں واسطے اس کے نمازیں لاکھ اور جس نے روزہ رکھا بیچ اس کے ایک دن، لکھے گا اللہ تعالیٰ واسطے اس کے روزے لاکھ دن کے، اور جس نے صدقہ کیا ایک درہم، لکھے گا واسطے اس کے لاکھ درہم۔ اور جس نے ختم کیا اس میں قرآن ایک بار، لکھے گا واسطے اس کے لاکھ ختم۔ اور جس نے تسبیح کی اللہ تعالیٰ کی ایک بار، لکھے گا واسطے اس کے ہزار تسبیح بیچ غیر مکہ کے۔ اور جو نکوئی کہ کی بندے نے حرم میں، برابر لاکھ نکوئی کے ہے بیچ غیر حرم کے۔"[۵۴]

مولف نے مقفیٰ و مسجع عبارت کا التزام کیا ہے۔ عبارت میں اکثر اغلاق عربی طریقہ پر اکثر فعل، فاعل سے پہلے، مضاف مضاف الیہ سے پہلے اور صفت موصوف سے پہلے استعمال ہوا ہے۔

حرف جار اکثر مقدم ہے

بیچ مغاک ایک پہاڑ کے   صفحہ ۵

---

۵۳ خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ۔ ص ۳

۵۴ ایضاً۔ ص ۱۲

طرف جبل عرفات کے — صفحہ ۵

بعد انتظار چالیس برس کے — 〃 ۴

قریب جبل ثور کے — 〃 ۱۲

بعض الفاظ و مصادر کا استعمال

لڑکائی (لڑکپن)	پاپا ہیں نے ...... لڑکائی ہیں	صفحہ ۶
پٹ	دروازے نھے دو پٹ کے	〃 ۶
کلہ	کلہ پائے پکے ہوئے کھائے	〃 ۱۴
ہلاکی	نہ ڈر تو ہلاکی سے	〃 ۲۲
استرکاری	استرکاری کی مسجد مزدلفہ کی	〃 ۴۴
انگشتی	گز شرعی سے چوبیس انگشتی ہے	〃 ۶۰
ایڑ کرنا	ایڑ کیا گھوڑے کو	〃 ۲۹

○

مرزا غلام محی الدین گرگانی دہلوی

مرزا غلام محی الدین گرگانی،[۵۵] دہلی کے شاہی خاندان کے معزز رکن تھے اور بادشاہ

---

[۵۵] مرزا غلام محی الدین دہلی کے شاہی خاندان کے معزز رکن تھے۔ علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی اور فقہ و علم کلام میں خاص طور سے دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے "مرزا غلام محی الدین خلف مرزا محمد علاؤ الدین ابن مرزا محمد مظفر الدین بنبیرہ مجاہد الدین احمد شاہ بادشاہ غازی خلف الصدق حضرت فردوس آرام گاہ محمد شاہ بادشاہ غازی" انہوں نے اپنے والد مرزا محمد علاؤ الدین کو نبیرہ شاہ عالم ثانی اور برادر ابو ظفر بادشاہ لکھا ہے۔ دیکھیے بحار البرہان از

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ سے ہم جماعتی کا شرف رکھتے تھے ۔ علوم مروجہ سے بہرہ ور تھے ۔

بحار البرہان

شاہ اسماعیل شہید کی مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" کی اشاعت کے بعد مسلم معاشرے میں بعض نئے مباحث اور مسائل زیر بحث آئے اور ایک گروہ سے تعلق رکھنے والے بعض علمائے کرام نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا۔ مرزا غلام محی الدین گرگانی نے بھی تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں کے رد میں یہ مختصر سا رسالہ "بحار البرہان" اردو زبان میں ۱۲۶۹ھ (۵۳-۱۸۵۲ء) میں لکھا۔ اس رسالے میں مندرجہ ذیل مباحث خاص طور سے زیر بحث آئے ہیں :

(۱) فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہے ۔

(۲) توسل و شفاعت کا بیان

(۳) استمداد بالغیر کا بیان

(۴) بدعت کا بیان

ایک عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

"جب یہ بات سب پر ظاہر ہوئی کہ اس امت میں تہتر فرقے ہیں بہتر تو ناری اور ایک ناجی، تو اب جاننا چاہیے کہ ہر ہر فرقہ اپنے اپنے صدق اور نصیب بموجب اپنی استحقاق اور حقیقت ثابت کرتا ہے اور دوسرے کو باطل جانتا ہے۔ سو اب سمجھا چاہیے کہ وہ فرقہ اہل سنت اور جماعت ہے اور اہل سنت کا مذہب خیر الامور اوسطہا ہے۔ یعنی اتنی محبت اہل بیت کی رکھتے ہیں کہ جس میں خوشنودی اللہ کی اور رسول کی ہو[۵۶]

(بقیہ حاشیہ ۵۵)

مرزا غلام محی الدین (مطبوعہ مطبع حسینی - ۱۲۶۹ھ) - ص ۱۳ ۔ مرزا غلام محی الدین کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے ۔

۵۶ بحار البرہان ص ۳

زبان و بیان

فاضل مولف نے مسجع و مقفی عبارت کا التزام کیا ہے۔ فارسی و عربی کے مشکل اور غریب الفاظ کا عام استعمال ہے اور متعدد مقامات پر قافیہ آرائی کی گئی ہے۔

حرف جار اکثر مقدم ہے مثلاً

بیچ شان حبیب کے	ص ۳
بخطاب محبوبیت کے	ص ۳
بسبب طمع نفسانیت	ص ۳
بخلاف خوارج کے	ص ۴

بحار البرہان میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔

قصیدہ بردہ، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مشکوٰۃ المصابیح، شرح مشکوٰۃ (عبد الحق)

تفسیر فتح العزیز، صحیح بخاری، شفائے قاضی عیاض، حصن حصین

جامع ترمذی، تقویۃ العقائد (حکیم صادق علی خان)

○

مولوی محمد شاہ

مولوی محمد شاہ[1] اپنے عہد کے نامور عالم، مصنف اور مناظر تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں

---

[1] مولوی محمد شاہ ابن محمد مختار نے علوم متداولہ کی تحصیل دہلی اور پنجاب میں کی۔ رسالہ راہ بہشت کے علاوہ ان کی کتاب مدار الحق بھی مشہور ہے جو انہوں نے میاں سید نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لکھی ہیں۔ علمائے عصر میں ان کا ایک خاص مقام تھا۔ اس عہد کے بعض فتاوی میں ان کی مہریں بھی نظر سے گزری ہیں۔

رسالہ راہ بہشت

علم سلوک میں امام غزالی کی کتاب "منہاج العابدین" مشہور ہے۔ مولوی محمد شاہ نے ۱۲۷۲ھ (۵۶-۱۸۵۵ء) میں منہاج العابدین کا اردو میں ترجمہ کیا۔ چنانچہ آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

"بعد ازاں جاننا چاہیے کہ اس زمانے میں علمائے دین نے بخیال فائدہ عوام بہت سی دینی کتابیں علم عقائد و فقہ و حدیث کی زبان اردو میں تحریر فرمائی ہیں، جن کے دیکھنے سے بے علم لوگ خبردار اور دین سے آگاہ ہو گئے۔ مگر آنکہ علم سلوک و اخلاق کا چرچا اس وقت میں نہایت کم ہے اور اس علم کی کوئی کتاب اردو زبان میں رائج نہیں ہوئی۔ چونکہ یہ علم بھی مثل عقائد و فقہ کے ضروری بلکہ نہایت لازم ہے، اس واسطے بعض بزرگان نے اشارہ فرمایا کہ کتاب منہاج العابدین تصنیف امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بزبان عربی کہ ترجمہ فارسی اس کا بھی مشہور ہے، اس علم میں نہایت خوب ہے، اگر اس کو اردو زبان میں ترجمہ کیا جاوے تو بہت مفید اور موجب نفع خلائق ہووے۔ لہٰذا ۱۲۷۲ھ میں یہ ترجمہ لکھا گیا۔ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو قبول فرماوے اور مترجم کو اور پڑھنے والوں کو اس سے فائدہ د

(بقیہ حاشیہ ۵۷)

کی کتاب معیار الحق کے جواب میں لکھی۔ "رسالہ ہدایت" اور رسالہ ہمہ اوست بھی ان سے یادگار ہیں۔ مولوی محمد شاہ کا ۱۳۰۵ھ (۸۸-۱۸۸۷ء) میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۵۹۰۔

ثواب بخشنے[۵۸]

ترجمے کے سلسلے میں مترجم نے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کی ہے:

"اب واضح رہے کہ محاورۂ عربی اور ہندی میں تفاوت بہت ہے لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے سے فہم مطلب دشوار ہوتا، اس لیے اس ترجمہ میں تقدیم وتاخیر الفاظ عبارت اصل کتاب کا لحاظ نہ کر کے حاصل مطلب پورا پورا لکھا گیا۔ مع ہذا محاورۂ عربی کو بھی حتی الامکان ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہاں اشعار کا ترجمہ ضرور نہ جان کر ترک کیا گیا کہ مترجم فارسی نے بھی اس کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ مگر جو کسی شعر کو اصل مطلب میں دخل پایا، اس کا ترجمہ عبارت نثر میں لکھ دیا ہے، اور اس کے سوا بعضے اور مضامین بھی اس ترجمہ میں بہ نسبت ترجمہ فارسی کے زیادہ ملیں گے کہ فارسی ترجمہ والے نے نہ معلوم کس سبب سے ان کو ترک کر دیا ہے، اور اس خاکسار نے ایسا نہیں کیا، بنظر احتیاط آیات قرآنی کا ترجمہ اکثر تفسیر اردو مولانا عبد القادر دہلویؒ سے بعینہ لکھا گیا۔"[۵۹]

بطور نمونہ ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"جہان میں صرف دو آدمی کے کام چلتے ہیں۔ ایک توکل والا یعنی جو اللہ پر بھروسہ کرے اور دوسرا تہور والا یعنی دلیر، بیباک کہ انجام کا نہ سوچے۔ میں کہتا ہوں یہ کلام اپنے معنے میں بڑا پورا ہے، اس لیے کہ تہور والا اپنی عبادت کے زور سے اور دل کی دلیری سے ہر ایک کام کا قصد کر بیٹھتا ہے، اور جو کوئی اس کو پھیرے یا کوئی خیال سست کرے، اس پر دھیان نہیں کرتا تو اپنے مقصد کو پہنچ جاتا اور مطلب کو پالیتا ہے۔ لیکن جو شخص کہ بیچ بیچ میں

---

۵۸ رسالہ راہِ بہشت ترجمہ منہاج العابدین الی الجنۃ مترجمہ مولوی محمد شاہ (مطبع نظامی لدھیانہ) ص ۲

۵۹ رسالہ راہِ بہشت۔ ص ۲۔

کم دل ہے ہمیشہ رنج اور تردد اور کوتاہی اور حیرانی میں رہتا ہے جیسے گدھا اپنے تھان پر اور مرغی اپنے خانہ میں ہمیشہ تکتی ہے کہ صاحب کی طرف سے معمولی چارہ کب آوے گا، کسی وقت یہ خیال نہیں چھوڑتا، اسی طرح کم دل آدمی کا حال ہے۔ بڑے بڑے کاموں سے اس کا حوصلہ پست اور ہمت شکستہ ہوتی ہے۔ کسی بھاری کام کا ارادہ نہیں کر سکتا اور اگر قصد کرے بھی تو توقع کم ہے کہ اپنے مطالب تک پہنچے اور کام پورا کر سکے۔ بھلا دنیاداروں میں ہمت والوں کو دیکھو کہ بڑے مرتبے اور بلند درجے کو تبھی پہنچتے ہیں جب کہ اپنے جان اور مال اور عیال سے دل توڑ لیتے ہیں۔ بادشاہ لوگ لڑائیوں میں پڑتے ہیں اور دشمنوں سے سامنے ہو کے لڑتے ہیں کہ مرگ ہو یا بادشاہی، تب ان کو بادشاہی اور حکومت حاصل ہوتی ہے۔[۶۰]

زبان و بیان

بعض جملے نہایت سلیس، رواں اور شگفتہ ہیں:

حسن کو عقل اور انصاف ہے۔ — ص ۲۴

ملاپ میں خرابی اور آفت ہے۔ — ص ۳۰

اس طریق میں سلامتی اور بچاؤ ہے۔ — ص ۲۸

جو گزر چکا وہ خواب ہے، باقی رہا وہ خیال ہے۔ — ص ۷۵

دنیا تو آزمائش کا گھر ہے۔ — ص ۸۷

صبح کو جاتے ہیں بھوکے اور شام کو آتے ہیں پیٹ بھرے۔ — ص ۷۹

ہمتیں گر گئیں اور برکتیں اڑ گئیں لذتیں اور حلاوتیں جاتی رہیں۔ — ص ۹۷

پہلے زمانے میں ہم بادشاہ تھے، اب رعیت ہو گئے اور پہلے سوار تھے اب پیدل ہو گئے۔ — ص ۹۷

۶۰۔ ایضاً۔ ص ۷۶

کہیں کہیں حرف جار مقدم ہے مثلاً:

سوائے بدنصیبی اور تکلیف کے — ص ۱۱

بن اس کے چارہ نہیں۔ — ص ۱۳

بن دلیل خواہش کے۔ — ص ۱۵

جمع بطور واحد

مشائخ — ایک مشائخ تارک دنیا صاحب علم کو مکہ معظمہ میں دیکھا — ص ۲۸

خاص کی جمع خاصوں — خاصوں میں گھسنے لگے۔ — ص ۲۹

خو کی جمع خوئیں — نیک خوئیں اچھی خصلتیں...... بیان کی ہیں۔ — ص ۵۰

○

قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی

قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی[۱] نامور قاری، عالم اور فقیہہ تھے۔ ان کی تمام عمر درس

[۱] قاری عبدالرحمٰن ابن قاری محمدی ابن خدا بخش انصاری، پانی پت میں ۲۲۷اھ (۱۸۱۲ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولوی سید محمد، حاجی قاسم مولوی رشید الدین خان اور مولانا مملوک علی سے تحصیل علم کی۔ صحاح ستہ کی سند شاہ محمد اسحاق سے حاصل کی۔ امر وہہ میں جا کر قاری امام الدین سے علم قرأت و سلوک سیکھا۔ تمام کتب درسیہ ازبر تھیں۔ قرآن سے بہت شغف تھا۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) کو انتقال ہوا تفصیل کے لیے دیکھیے: تذکرہ رحمانیہ از خواجہ الطاف حسین حالی، نقوش لاہور، اپریل ۱۹۵۲ء ص ۷-۱۲۔ مقالات شروانی۔ ص ۲۷۹-۲۸۲

تدریس اور وعظ و تذکیر میں گزری۔ انھوں نے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں بڑا کام کیا۔

ترجمہ تزکیۃ الصیام و تذکرۃ الصیام

مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی نے "تزکیۃ الصیام و تذکرۃ الصیام" کے عنوان سے احادیث جمع کر کے کتابی شکل میں مرتب کر دی تھیں۔ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی نے نواب صاحب کی خواہش پر ان رسائل کا اردو ترجمہ رجب ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں کیا۔ یہ ترجمہ عربی متن کے ساتھ بطور بین السطور شائع ہوا ہے۔ حسب ضرورت قاری صاحب نے اردو میں حواشی بھی لکھے ہیں۔ اختتام کتاب پر قاری صاحب خود لکھتے ہیں:

"کہتا ہے عبد الرحمٰن امیدوار رحمت منان کہ الحمد للہ ترجمہ تذکرۃ الصیام کا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تمام ہوا، اور دیکھنے والوں کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ اگر غلطی پر مطلع ہوں تو اصلاح فرما دیں اور اس نالائق بے استعداد کو نشانہ ملامت نہ کریں، اور اس کمترین کو ترجمہ کا ڈھب بالکل نہیں تھا، لیکن بحسب فرمائش مکرمی ...... قطب الدین صاحب دام اللہ ظلہ کے ترجمہ اس کا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما دے اور ناظرین کو فائدہ بخشے"[۶۲]

سال طباعت کے متعلق خاتمۃ الطبع کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں:

"درین ایام بصرت آغاز ظفر انجام ہر دو رسالہ موسوم بہ تزکیۃ الصیام و تذکرۃ الصیام بہ تصحیح و تحشی در مطبع مصطفائی واقع شاہجہان آباد متصل کشمیری دروازہ باہتمام ...... محمد حسین خان ...... بتاریخ پانزدہم رجب المرجب ۱۲۷۱ھ بکتابت محمد بشارت علی در فن طبع یافتہ مطبوعہ خاص و عام شد۔"[۶۳]

---

۶۲ ترجمہ تزکیۃ الصیام و تذکرۃ الصیام از قاری عبد الرحمٰن (مطبع مصطفائی دہلی ۱۲۷۱ھ) ص ۳۲

۶۳ ترجمہ تزکیۃ الصیام و تذکرۃ الصیام۔ ص ۳۲

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سب تعریف واسطے اللہ کے جو پرورگار ہے عالموں کا، اور درود و سلام نازل ہو اوپر رسول اوس کے کہ نام پاک اون کا محمد ہے، شفاعت کرنے والے گنہ گاروں کے، اور سب آل و اصحاب اون کے پرہ پس پیچھے حمد و صلوٰۃ کے یہ چند باب ہیں روزوں کے بیان میں"[۶۴]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آیا تم کو رمضان مہینہ بابرکت، فرض کیے اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے اوس کے، کھولے جاتے ہیں اوس میں دروازے آسمان کے اور بند کیے جاتے ہیں اوس میں دروازے دوزخ کے، اور طوق پہنائے جاتے ہیں اوس میں سرکش شیطانوں کو واسطے اللہ کے، اوس میں ایک رات ہے بہتر ہزار مہینوں سے، جو کوئی محروم رہا اس کی بھلائی سے، پس محروم رہا ہو بھلائی سے"[۶۵]

فاضل مترجم نے حسب ضرورت حواشی بھی لکھے ہیں۔ ایک حاشیہ نقل کیا جاتا ہے:

"چار خصلتیں رمضان شریف میں بہت کیا کرو، اور دو اون میں سے ایسی ہیں کہ تم اپنے رب کو بسبب اون کے بہت خوش کروگے، اور دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اون سے تم کو خود بھی استغنائی و بے پروائی نہیں ہے، اور دو خصلتیں کہ جن سے خوش کروگے اللہ تعالیٰ کو یہ ہیں کہ کلمہ شہادت .... پڑھا کرو تم، اور اللہ تعالیٰ سے استغنا چاہو تم، اور دو خصلتیں کہ جن سے تم کو خود بھی استغنائی نہیں ہے وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کی خواہش کرو تم، اور دوزخ سے پناہ مانگو تم، اور جس شخص

---

۶۴ ایضاً۔ ص ۱

۶۵ ایضاً۔ ص ۱

نے سیراب کیا روزہ دار کو اللہ اس کو سیراب کرے گا...... حوض سے
اس قدر پانی پلا کر کہ وہ پیاسا نہ ہوگا جلد، جب تک کہ جنت میں داخل
ہوگا۔[۶۶]

زبان و بیان

ترجمے میں بڑی حد تک لفظی ترجمہ کی رعایت کی گئی ہے۔ حاشیے کی عبارت کسی قدر
رواں ہے۔

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

آل و اصحاب ان کے	ص ۱
روزے اس کے	ص ۱
گھونٹ دودھ کے	ص ۲
مہینہ رمضان کا	ص ۱۹

حرف جار مقدم ہے

واسطے آنے رمضان کے	ص ۳
نیچے عرش کے	ص ۳
بیچ کھانے سحر کے	ص ۵
درمیان روزے ہمارے کے	ص ۵
بدون رخصت کے	ص ۷

ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ

بھوک و پیاس	ہوتی ہے اوس کو بھوک و پیاس	ص ۵

بعض الفاظ کا استعمال

۶۶۔ ایضاً۔ ص ۳ (حاشیہ)

سرِسال (بمعنی آغازِ سال)	بہشت زینت کرتی ہے واسطے ٹئے رمضان کے سرِسال سے سال آئندہ تک	ص ۳
باڈ	چلتی ہے باڈ نیچے عرش کے۔	
پچ لہو	تے کی اس نے پیپ اور خون اور پچ لہو سے	ص ۷
پٹھا	کھجور کے پٹھے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔	ص ۸
پچلی	یہاں تک کہ ظاہر ہوئیں پچلیاں حضرت کی	ص ۸
دہا	اعتکاف کرتے آخر دہے رمضان کے ہیں	ص ۱۴
ڈنتا	ذہنی دوری ہوتی جاتی ہے	ص ۲۲
نوچندی جمعرات	حکم کرتے واسطے روزہ تین دن کے نوچندی جمعرات اور پیر اور پھر پیر	ص ۲۸

بعض مصادر

دور کرنا	جیسے دو حافظ دور کرتے ہیں	ص ۱۳
خصلت کرنا	چار خصلتیں رمضان شریف میں بہت کیا کرو	ص ۳
کھنکارنا	شروع کیا بعض نے کھنکارنا	ص ۹

مفتی صدر الدین آزردہ

مفتی صدر الدین خان آزردہ[۶۷] دہلی کے نامور عالم، فقیہہ، مجلس علما و شعرا کے صدر نشین

---

[۶۷] مفتی صدر الدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری۔ ۱۲۰۴ھ (۱۷۸۹ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے علوم نقلیہ، شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر اور شاہ محمد اسحاق دہلوی سے اور علوم عقلیہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور سرکار انگریزی کی طرف سے صدر الصدور تھے۔ ان کا رجحان تصنیف و تالیف کی طرف کم رہا۔ ان کے دو فارسی مطبوعہ رسالے منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد رحال در المنضود فی حکم مراۃ المفقود عام طور سے ملتے ہیں۔ انہوں نے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا جس کو ۱۹۷۲ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ ان کی بعض خطی تحریریں رضا لائبریری رام پور میں راقم الحروف کی نظر سے گزری ہیں۔

مفتی آزردہ شعر و سخن کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کے اردو اشعار اکثر تذکروں میں ملتے ہیں، لیکن ان کی کوئی اردو تالیف نہیں ملتی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ابتلا کے بعد انہوں نے ایک خط نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (ف ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) کو اردو زبان میں لکھا تھا[68] جس سے ان کے اعلیٰ فضائل و کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء) نے اسے اپنی تالیف تاریخ قنوج (قلمی) میں محفوظ کر دیا ہے[69]

(بقیہ حاشیہ ۶۷)

مولانا فضل امام خیر آبادی سے حاصل کیے۔ انگریزی سرکار میں بڑی عزت تھی۔ راجپوتانہ کا ریذیڈنٹ آکٹر لونی ان پر بڑا اعتماد کرتا تھا۔ مدرسہ دار البقا (دہلی) کو از سر نو زندہ کیا، طلبہ کے جملہ مصارف کے خود ہی کفیل تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کیے گرفتاری، عزل منصب اور ضبطی جائداد تک نوبت پہنچی۔ چھ ماہ کے بعد رہائی ہوئی، نصف جائداد واگزاشت ہوئی۔ مفتی صاحب خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) کو لا ولد فوت ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، آثار الصنادید باب چہارم ۴۲-۵۱۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۸۱-۴۸۳، ابجد العلوم ص ۹۱۶ وغیرہ

۶۸ - مفتی صدر الدین آزردہ کا یہ اردو مکتوب ۵۸-۱۸۵۷ء کا ہے۔ چونکہ مفتی صاحب کی کوئی اردو تحریر نہیں ملتی ہے، اس لیے ہم نے اس اردو مکتوب کو اپنے مقالے میں شامل کر لیا ہے۔

۶۹ - "تاریخ قنوج" کے بارے میں ہمارا ایک مضمون بعنوان "تاریخ قنوج کا تعارف و اقتباسات" ماہنامہ "سرحد" کراچی جون جولائی ۱۹۷۴ء (ص ۵۹-۷۶) میں شائع ہو چکا ہے۔

تاریخ قنوج کا ایک خطی نسخہ بخطِ مولف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری کے حبیب گنج کلیکشن میں محفوظ ہے۔ اسی نسخے سے مفتی صدرالدین آزردہ کا یہ اردو مکتوب یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔" [لہ]

اردو مکتوب مفتی آزردہ

" شکر ہے اس پروردگار کا کہ جس نے مجھ کو ایسی دلدل سے کہ[۱] ہمہ تن اوس میں غرقاب تھا، نکالا۔ کیسے علائق میں جکڑ بند تھا کہ نکلنا[۲] اوس سے سوائے ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا۔ مقدمات اصلی کا فیصل کرنا منصفوں اور صدر امینوں کے مقدمات کا مرافعہ سننا، رجسٹری کے وثائق پر دستخط کرنا، مقدمات دورہ میں فتوے دینا، کمیٹیوں میں حاضر ہونا، طلبائے مدرسہ سرکاری کا امتحان ماہواری لینا، احکام آخر کو اپنے ہات[۳] سے لکھنا، ہزار ہا کاغذ کا دستخط کرنا، پھر گھر میں آکر طالب علموں کا پڑھانا اور اطراف جوانب کے سوالات شرعی کا جواب لکھنا،[۴] وہابیوں اور بدعتیوں کے جھگڑے میں حکم ہونا، مجالس شادی اور غمی اور اعراس میں جانا، شعر و شاعری کی صحبت کو گرم رکھنا، باغات کی سیر کو اور خواجہ صاحب کی زیارت کو اکثر جانا، الغرض

لہ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے یہ خط نواب علی حسن خان (ابن نواب صدیق حسن خان) کے ذاتی نسخہ (نامکمل) "تاریخ قنوج" سے "معارف" اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۲۱ء میں شائع کیا تھا۔ دونوں نسخوں کے برائے نام اختلافات کو ہم نے واضح کر دیا ہے۔ معارف کے متن کو "نسخہ اول" سے تعبیر کیا ہے۔

[۱] در نسخہ اول "کہ" حذف

[۲] در نسخہ اول "نکلا"

[۳] در نسخہ اول "ہاتھ"

[۴] در نسخہ اول "جواب" حذف

کو ساتھ لے جانا اور اون کی دعوت کا اہتمام کرنا، یہ اشغال ایسے تھے کہ رات دن اسی میں غلطان پیچان تھا اور جان کو ایک دم آرام نہ تھا۔ نہ کھانے کی حلاوت نہ سونے کا مزہ، نہ طاعت کا لطف، نماز پنجگانہ بھی حسب عادت ادا ہوتی تھی وجوہ فیصلے کے[75] لکھتے لکھتے ظہر کا وقت آجاتا تو وجوہ ڈگری و ڈسمس کے عین نماز میں وسوسہ انداز ہوتے۔ تنخواہ اور آمدنی رجسٹری کی جب آتی تو ریوڑیوں کی طرح بٹ جاتی، اگرچہ لوگوں کو میرے ہونے سے اس کام پہ نفع تھا مگر میری ذات کو کچھ فائدہ اور تمتع دنیا کا نہ تھا۔ اور آخرت کا حال یہ ہے کہ یہ نوکری یعنی فصل خصومات موافق قوانین انگریزی کے اور یہ فتوی نویسی برعایت قواعد شرعی ہو، ہرگز جائز نہ تھی، گو دباؤ سے ہمارے علم و وجاہت کے کوئی بھول نہ سکتا تھا اور استکراہ ہمیشہ اس سے رہا مگر کبھی چھوڑا نہیں۔ اس چالیس برس کی نوکری میں ہزارہا کو جتایا اور ہزارہا کو ہرایا سیکڑوں گھر[76] اور سیکڑوں بسوہ داریاں ہمارے حکم میں نیلام ہوئیں۔ صدہا آدمیوں کے قتل کا فتویٰ دیا اور صدہا قید ہوئے۔ سوائے اس کے اور گناہ بہتیرے ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور جو علم الٰہی میں ہیں اوس کا کچھ حساب نہیں۔ ساری عمر صرف افعال بہیمی و حیوانی ہوئی اور اگر انسانی[77] ہوئی تو شیطانی[78] ہوئی۔ اوس[79] کی مغفرت پہ بھروسا ہے، اور اگر مواخذہ ہو تو کچھ ٹھکانا نہیں۔ حقوق اللہ وہ اپنے فضل عظیم سے بخشنے[80] ہی گا۔ حقوق العباد بھی اوسی کے کرم سے بخشنے

---

[75] در نسخۂ اول "کے" حذف

[76] در نسخۂ اول "سیکڑوں گھر" حذف

[77] در نسخۂ اول "انسان"

[78] در نسخۂ اول "شیطان"

[79] در نسخۂ اول "اوسی"

[80] در نسخۂ اول "ہی" حذف

جائیں گے۔ اللهم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجیٰ عندی من عملی[۸۱]" جس کا حال یہ ہو[۸۲] تو کیسا انعام و احسان اس کا ہے کہ ایسے گرفتار علائق کو ان بلیات سے ایسا الگ کر دیا کہ گویا کچھ تھا ہی نہیں، اور اگر اوسی حال میں موت آجاتی تو نفس اوسی آفات میں مبتلا تھا جیسا کہ فرمایا ہے[۸۳] "کما تعیشون تموتون و کما تموتون تحشرون" اور کس وقت میں علیحدہ کیا کہ جب عمر ستر کو پہنچی اور پھر نجات کس مصیبت سے دی کہ کوئی مصیبت دنیا کی اوس سے بڑھ کر نہ تھی، اور رزق کا ڈھنگ ایسا پیدا کر دیا کہ اوس کی حلت میں کچھ شبہ نہیں، املاک کہ[۸۴] متروکہ پدری اس میں کم تھی اور اکثر زر خرید اوسی مال مشتبہ سے تھی، وہ بالکل منتزع ہو گئی، اور پھر سرکار سے مجدداً عطا ہوئی، خواہ وہ آدھی ہو یا ساری ہو۔ واسطے معاش کافی ہے۔ "خیر الذکر ذکر الخفی، و خیر الرزق ما یکفی"، اور نہ وہ کتابیں رہیں کہ جن کا پڑھنا پڑھانا محض لغو و لاطائل تھا۔ کلام اللہ اور منتخب احادیث بخاری و مسلم و حصن حصین و حزب اعظم[۸۵] اور ادعیہ ماثورہ کہ ہر وقت اور ہر جگہ بہم پہنچتی ہیں اگر بعد فراغ حوائج انسانی اور ادائی نماز پنجگانہ کے کل اوقات اوسی کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں صرف ہوں اور یہی شعار اور یہی دثار ہو تو کیا خوش طالعی اور کیسی خوش نصیبی ہے کہ دنیا و آخرت دونوں حاصل ہیں۔ ایسی آسودگی اور فارغ البالی کہ یک ذرہ بھی لگاؤ دنیا اور اہل دنیا سے نہ رہا کہ مجھ جیسے آلودہ علائق دنیا

---

[۸۱] در نسخۂ اول "رجیٰ"

[۸۲] در نسخۂ اول "ہے"

[۸۳] در نسخۂ اول "فرمایا" حذف

[۸۴] در نسخۂ اول "کہ" حذف

[۸۵] در نسخۂ اول "حزب الاعظم"

کو کہاں میسر تھی، اور پھر اس وقت ہیں کہ[۸۶] کوئی دنیا کی حسرت باقی نہیں رہی اور آفتاب عمر قریب غروب ہے، اور اب تک حواس قائم اور عقل درست اور تندرستی ہے۔ توبہ و انابت و استغفار و طاعت و عبادت پروردگار کا اب بھی وقت باقی ہے[۸۷] اگر یہ بقیہ انفاس اسی میں گزر جاویں اور خاتمہ ایمان پر ہو تو نعمت دوجہانی حاصل ہے۔ امید احباب باصفا اور عزیزان بے ریا سے یہ ہے کہ بھی دعا میرے حق میں کریں بعض حمقا اہل دنیا سے جب میرے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی پھر وہی حکم حاصل ہو اور وہی اوج موج اور وہی ڈنکا بجے یا بعض سفہا یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہی حکمرانی ہو جاوے پھر اختیار ہے چند روز بعد چھوڑ دینے کا، تو میں بہت ہنستا ہوں ان کی خفت عقل پر کہ کوئی حسن عاقبت کی دعا نہیں کرتا۔ "اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الآخرۃ اللھم افتح[۸۸] لنا من الیقین ماتھون علینا مصائب الدنیا اللھم کما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب" عمل بر آن کہ کما حقہ نشد۔ و آن وقت از دست رفت۔ "اللھم وما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب"۔ حالا وقت آنست کہ امیدوار استجابت آن باشیم فال تعالیٰ۔ "وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا فتلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین"۔ یہ حال ہوا دہلی کا اور اہل دہلی کا۔ "وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذا قھا

---

[۸۶] در نسخۂ اول "کہ" حذف

[۸۷] در نسخۂ اول "اب تک باقی"

[۸۸] در نسخۂ اول "اقسم"

اللہ لباس الجوع و الخوف بما کانوا یصنعون"۔ انتہی بعبارتہ

تبصرہ

مفتی صدرالدین آزردہ کا یہ خط نہایت سلیس، رواں اور بامحاورہ ہے۔ البتہ کہیں کہیں حسب ضرورت انگریزی کے الفاظ، مثلاً رجسٹری، کلکٹی، ڈگری، ڈسمس استعمال کیے گئے ہیں۔

مندرجہ ذیل الفاظ بھی قابل توجہ ہیں:

الفنہ (بمعنی مفت خورے)

بسوہ داریاں (بمعنی زمینداریاں)

ادائی۔

اوج موج۔

مولوی محمد حسین فقیر دہلوی

مولوی محمد حسین فقیر دہلوی[۵۹] مشہور عالم، واعظ اور شاعر تھے۔ ان سے بہت سے

---

[۵۹] مولوی محمد حسین فقیر ابن منشی محمد اسماعیل ذبیح ۱۲۴۳ھ میں قصبہ بنت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے نامور علما مولانا محبوب علی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احمد علی سہارن پوری اور مولانا مملوک علی وغیرہ سے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ دہلی میں توطن اختیار کیا۔ شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ فقیر تخلص تھا۔ بہت بلند اخلاق اور دیانت دار تھے۔ دہلی میں انہوں نے ایک مدرسہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ مدرسہ حسینیہ حنفیہ ۱۳۲۲ھ میں مکمل ہوا۔ ۲۷ رمضان المبارک

منظوم رسالے یادگار ہیں۔ اردو نثر میں ان کا ایک مختصر سا رسالہ ہمیں ملا ہے، جس کا یہاں تعارف مقصود ہے۔

رسالہ اظہار الحلال و الحرام

ہندوستان کے گاؤں اور دیہات میں ہندوؤں کی ایک ذات کھٹیک گوشت فروخت کرتی تھی اور مشہور تھا کہ یہ لوگ ذبیحہ مسلمانوں سے کراتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کلی طور پر ان کے بیان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مولوی عبید اللہ (صاحب تحفۃ الہند) نے جدوجہد کر کے دیہات کے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ کھٹیکوں کا قول قابل اعتماد نہیں اور یہ گوشت کھانا احتیاط کے منافی ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں دہلی[۹۰] اور سہارن پور کے مقتدر علما کی خدمت میں استفتا پیش کر کے فتویٰ لیا اور انہی کی تحریک پر مولوی محمد حسین فقیرؔ نے اس فتوے کو "رسالہ اظہار الحلال و الحرام" کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیا۔ مولوی محمد حسین فقیر نے اس فتوے کے شروع میں اردو زبان میں تمہید اور آخر میں فتوے کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔

یہ رسالہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل مرتب ہو کر طبع ہوا تھا، کیونکہ اس میں مولانا احمد سعید مجددی کے دستخط ہیں۔ مولانا احمد سعید مجددی، جنگ آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے حجاز چلے گئے تھے۔

"رسالہ اظہار الحلال و الحرام" کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

(بقیہ حاشیہ ۸۹)

۱۳۲۴ھ کو انتقال ہوا۔ ان کے نامور فرزندوں میں مولوی عبد الرحمٰن راسخ اور مولوی محمد اسحاق شہید ابھی معروف ہیں۔ ملاحظہ ہو: دہلی کے چند غیر معروف شاعر اور ادیب از زبیر قریشی دہلوی۔ (دہلی کالج میگزین کا دلی نمبر ۱۹۵۹ء) ص ۲۳۶ - ۲۳۹۔

۹۰۔ علمائے دہلی میں مفتی صدر الدین، نواب محمد قطب الدین، نوازش علی، رحمت اللہ، محمد نذیر حسین، محمد کریم اللہ، احمد علی، احمد سعید مجددی، حفیظ اللہ کے دستخط ہیں۔ علما نے

"اللہ کی حمد کس منہ سے ہو سکے کہ جس نے کھانا مردار کا حرام کیا، اور لاکھوں درود اس رسول مقبول پر کہ جس کے دستِ مبارک میں بھنے ہوئے گوشت نے کلام کیا۔ بعد اس کے فقیر محمد حسین ساکن بنت سب بھائی مسلمانوں کی خدمت میں پرست برکندہ عرض کرتا ہے کہ جب مولوی شیخ محمد عبید اللہ صاحب نے ببر دبنجات کے مسلمانوں کو کافروں سے گوشت خرید کر کھاتے ہوئے دیکھا یعنی ہندو کھٹیکوں سے سب گوشت لینے میں تو بکمال حسن سعی اپنی کے دہلی اور سہارن پور کے عالموں سے فتوی اوس کے درست نادرست ہونے کا طلب کیا، سو اوس کے نادرست ہونے پر دونوں جگہ کے عالموں کی مہریں ہو آئیں۔ جب استفتا مزین بجواب اور مواہیر ہو آیا تو مولانا موصوف نے اس فقیر کو ارشاد کیا کہ اس کو چھپوا کر مسلمانوں میں منتشر کر دیا جائے تو بہتر ہو۔ میں نے اوس پر عمل کیا اور یہ خطبہ ملحق کر کے نام اس کا "رسالہ اظہار الحلال والحرام" رکھا۔ اللہ مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے۔"[91]

اس کے بعد فارسی عبارات میں استفتا اور جواب استفتا تحریر ہے۔ مولوی محمد حسین فقیر نے "حاصل مضمون" کے عنوان سے جواب کا خلاصہ اردو میں لکھا ہے جو درج ذیل ہے:

"حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک ہندو مثلاً کھٹیک وغیرہ یا مجوسی یا چوہڑا یا چمار یا کوئی اور مشرک گوشت بیچتا ہو اور کہتا ہو کہ میں نے اس جانور کو مسلمان سے ذبح کرایا ہے تو اس بات میں اوس کے کہنے کا اعتبار نہیں، اور اوس کا کھانا اور خریدنا درست نہیں، اور اگر کسی مشرک نے

(بقیہ حاشیہ ۹۰)

سہارن پور میں سعادت علی، محمد روشن علی، نوازش علی، مشتاق احمد، ظہور حسن، شیخ محمد عبید اللہ اور محمد حسین فقیر کے دستخط ہیں۔

[91] رسالہ اظہار الحلال والحرام (مشمولہ مالابدمنہ) مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۰ء ص ۱۶۲

مسلمان کے ہاتھ سے جانور ذبح کرایا اور وہ جانور مسلمان کی نظر سے غائب ہوا
پھر اوس میں سے خرید نا درست نہیں۔ ہاں اگر بعد ذبح کے اوس کو اپنی نظر سے
غائب ہونے نہ دے اور اوسی وقت اوس میں سے خرید لے تو جائز ہے۔
اور اگر مشرک نے مسلمان سے ذبح کرایا اور اوس میں سے اوس مسلمان ہی
کے سامنے وہ مشرک کھٹیک وغیرہ اپنی بہو بیٹی یا کسی اور مشرک کے ہاتھ اوس
گوشت میں سے کسی مسلمان کے گھر بھیج دے، اوس کا بھی خرید نا درست نہیں
اصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بعد ذبح کے مسلمان کی نظر سے اگر گوشت ایک
لحظ بھی غائب ہو جاوے اوس کا لینا اور کھانا اور خریدنا ہرگز درست نہیں۔
اب بھائی مسلمان کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ کھٹیک وغیرہ سے گوشت
ہرگز مول نہ لیا کریں اور لیا کریں تو اپنے سامنے مسلمانوں سے ذبح کرا کر اپنی
نظر سے غائب نہ ہونے دیا کریں، کس لیے کہ یہ درست ہے اور نہیں تو یہ
سمجھ لو کہ دنیائے جیفہ چند روز ہے چند روز گوشت سے صبر کرنا آسان ہے
بہشت کی نعمتوں سے محروم رہنا اور دوزخ کی آگ پر صبر کرنا مشکل پڑے گا۔
اللہ توفیق عنایت کرے۔"[۹۲]

زبان نہایت صاف اور سلیس ہے اور مؤلف کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر
پوری قدرت حاصل ہے۔

۹۲۔ ایضاً۔ ص ۱۶۴

باب پنجم

علمائے روہیلکھنڈ

(۱)

سید شاہ حقانی مارہروی

۱۱۴۵ھ – ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۹ء – ۳۰-۱۸۲۹ء

شاہ برکت اللہ بلگرامی[1] (۱۰۷۰ھ – ۱۱۴۲ھ) نے مارہرہ میں سکونت اختیار کر کے اس بستی کو علم و عرفان اور تصوف و سلوک کا مرکز بنا دیا۔ شاہ برکت اللہ کی اولادِ امجاد تقریباً ڈھائی سو برس سے اصلاح و تبلیغ اور تذکیر و تعلیم کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ خود شاہ برکت اللہ علم و فضل سے آراستہ اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ فارسی میں عشقی، اور بھاشا میں پیمی تخلص فرماتے تھے۔ ان کا بھاشا کا کلام "پیم پرکاش" کے نام سے مدوّن ہوا۔ ان کی اولاد میں نامور مشائخ، شعرا اور مصنفین گزرے ہیں۔ مرزا غالب کے ممدوح و مخدوم سید صاحب عالم (ف ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء) اسی خانوادۂ عالیہ کے نامور رکن تھے[2]

شاہ برکت اللہ کے پوتے سید شاہ حقانی[3] نے ۱۲۰۶ھ (۹۲-۱۷۹۱ء) میں

---

[1] شاہ برکت اللہ کے حالات کے لیے دیکھیے (۱) مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی (طبع لاہور ۱۹۷۱ء) ص ۱۱۱ (۲) خاندانِ برکات از مولوی سید محمد میاں (لکھنؤ ۱۳۲۹ھ) ص ۴، ۷

[2] ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "غالب اور مارہرہ"۔ صحیفہ لاہور (غالب نمبر ۲)

[3] سید شاہ حقانی ابن شاہ آل محمد ابن شاہ برکت اللہ ۱۱۴۵ھ (۳۳-۱۷۳۲ء) میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ مارہرہ اور فرخ آباد میں حاصل کیے۔ اپنے والد کے مرید اور بڑے بھائی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن کریم کی تفسیر اردو زبان میں لکھی۔ حکیم عنایت حسین مارہروی ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء)۔ لکھتے ہیں:

"از نتائج طبع والا تفسیر کلام اللہ است کہ بزبان اردو در مدت چہار ماہ گفتہ و در سفتہ"۔[۴]

مولوی غلام شبیر بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) لکھتے ہیں:

"تفسیر کلام اللہ شریف بزبان اردو مصنفہ آپ کی سرکار میں موجود ہے"۔[۵]

خانوادۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ کے فاضل مورخ سید محمد میاں مارہروی (ف ۱۹۵۶ء) ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ حقانی کی تصنیف میں تفسیر قرآن شریف بزبان اُردو ہے جو فقیر کے کتب خانے میں موجود ہے"۔[۶]

سید محمد میاں مارہروی مرحوم اپنی کتاب "خاندان برکات" کے دوسرے ایڈیشن میں لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ ۳)

شاہ حمزہ مارہروی کے خلیفہ تھے۔ فرخ آباد کے اکثر روٴسا ان کے عقیدت مند تھے۔ نواب مظفر جنگ ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) تا ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۶ء) کے ابتدائی عہد حکومت میں شاہ حقانی کچھ عرصہ فرخ آباد ہی رہے۔ عمارتیں بنوانے کا شوق تھا۔ مارہرہ میں شاندار عمارتیں بنوائیں۔ باغ پختہ لگوایا۔ ساری عمر تجرد میں گزار دی۔ ذی الحجہ ۱۲۱۰ھ/۳۰-۱۸۲۹ء) کو انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو خاندان برکات۔ ص ۷، مختصر تاریخ خاندان برکاتیہ از شاہ آل رسول مارہروی (خانقاہ برکاتیہ مارہرہ) ص ۲۔

[۴] ملاحظہ ہو آثار احمدی (قلمی) ص ۲۵

[۵] نور مدائح حضور ۳۹

[۶] خاندان برکات (طبع اول) ص ۷

"حضرت شاہ حقانی کی تصانیف میں تفسیر قرآن شریف بزبان اردو مسمیٰ "عنایت رسول کی" اور ترجمہ اردو لباب الاخیار "نعت رسول کی" اور ایک بیاض فوائد المتفرقہ فقیر کے کتب خانے میں موجود ہے"[۱]

مارہرہ میں تفسیر حقانی کے دو نسخے موجود ہیں، ایک مولوی سید محمد میاں مارہروی کے کتب خانے میں اور دوسرا شاہ علی احسن مارہروی (وفات ۳۰ اگست ۱۹۴۰ء) کے کتب خانے میں[۲]

تفسیر حقانی

شاہ حقانی اپنی تفسیر کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں اور اس میں سبب تالیف بھی لکھتے ہیں:

"پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اللہ تعالیٰ کا نانو، اور اس کے حبیب اور اس کے آل واصحاب صلوات اللہ علیہم اجمعین کے نانو کو پڑھ کر یہ عاصی کہتا ہے کہ احوال اس کے لکھنے کا یہ ہے جو غور کر کے دیکھا تفسیر زبان عربی میں اور فارسی میں، عالموں، فاضلوں بزرگوں نے اس بارہ سے چھ (۱۲۰۶) برس کے عرصے میں تصنیف کری ہیں اور اپنے فہم و عقل کے زور سے معنیوں کو آیت آیت، حرف حرف کے ساتھ فصاحت اور بلاغت کے لکھے ہیں اور زیر زبر کو قاعدہ صرف و نحو کے سے ثابت کیا ہے۔ شان نزول اور احوال پیغمبروں کے موافق حدیث اور روایت صحابہ

---

[۱] خاندان برکات (طبع دوم) (حسنی پریس بریلی۔ ۱۹۲۷ء) ص ۱۳

[۲] ہم نے حضرت مولوی محمد میاں مارہروی سے تفسیر حقانی کے نسخے کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا ہمارا نسخہ، شاہ علی احسن مارہروی کے نسخے کے علاوہ ہے۔

رضی اللہ عنہم کے داخل کرتے ہیں۔ جو ان تفسیروں کو نظر کیا، دریا علم کا اور ہدایت کا ہے کہ موج مارتا ہے، جاری ہے اور ہر ایک کو اس کے مدعا کو پہنچنا بے استاد جیسا کچھ چاہیے مشکل ہے۔ پھر آخر کار کتب خانۂ استادی مرشدی حضرت بھائی صاحب وقبلہ حضرت شاہ حمزہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے سے تفاسیر جدا کر کے حرف حرف کے معنوں کو اور شان نزول ہر ایک کلمے اور آیت اور سورت کا دریافت کر کے اور سب احوال پیغمبروں کا سمجھ کر موافق وقوف اور عقل اپنی کے ہر ایک کلمے اور آیت اور سورت کے ساتھ مختصر کر کے لکھا اور داخل کیا تا کہ ان پڑھوں کو جلد سمجھ میں آوے۔ عبارت طویل کو موقوف کیا کس واسطے کہ دل عالم کے تنگ ہو گئے ہیں، زیادہ عبارت کے پڑھنے سے الجھتے ہیں، تنگ آتے ہیں بلکہ پڑھے ان پڑھوں سے زیادہ جی چھپاتے ہیں۔[۹]

ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:[۱۰]

"رنج میں نہ ڈالے گا خدا تعالیٰ کسی کو مگر موافق طاقت اس کی کے، اس کو ہے جو عمل کیا اور اوپر اس کے ہے جو گناہ کیا۔ اے پروردگار میرے، عذاب مت پکڑ تو مجھ پر جو بھول جاؤں میں یا خطا کروں میں۔ اے پروردگار میرے اور بوجھ مت دے تو اوپر میرے بوجھ بھاری، جیسے بوجھ رکھا تو نے اوپر اوس گروہ کے کہ پہلے تھے مجھ سے، اے پروردگار میرے اور مت رکھ اوپر سر میرے کے بوجھ جو کہ نہ اٹھا سکوں میں، اور درگزر کر خطاؤں میری سے، اور بخش تو گناہوں میرے کو، اور رحم کر تو اوپر میرے، تو خداوند

---

۹ یہ عبارت تاریخ نثر اردو (نمونۂ منثورات) از احسن مارہروی (علی گڑھ، ۱۹۳۰ء) ص ۸۱-۸۲ سے ماخوذ ہے۔

۱۰ تاریخ نثر اردو، ص: ۸۲

میرا، پھر غالب کر تو مجھ کو اوپر قوم کافروں کے"[1]

اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد مولانا احسن مارہروی مرحوم لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر راقم کے اسلاف سے ایک بزرگ نے لکھی ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ یہ نمونہ صرف اس لیے دکھایا ہے کہ اس زمانے میں اُردو کا عام اثر اتنا ہو گیا تھا کہ گوشہ نشین اور قصباتی اہلِ علم بھی اس کی ترجیح پر مائل ہو گئے تھے اور ان کو احساس ہونے لگا تھا کہ اب فارسی کی جگہ اُردو لینے والی ہے"[2]

حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف لفظی ترجمہ ہے نہ کہ تفسیر، اور اس ترجمے میں فاضل مترجم شاہ حقانی نے پہلی آیت کے بعد جہاں سے دعا "ربنا لا تواخذنا" شروع ہوتی ہے، آخر تک جمع متکلم کی بجائے ترجمے میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ معلوم نہیں مترجم نے یہ صورت کیوں اختیار کی ہے۔ قواعد کی رو سے اس بات کو صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ترجمہ تمام تر لفظی ہے، محاورے کا خیال نہیں رکھا گیا ہے اور اس زمانے کے رواج کے مطابق ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ شاہ عبدالقادر دہلوی ؒ کے ترجمے کے ایک سال بعد یہ ترجمہ ہوا ہے، کیونکہ شاہ صاحب کا ترجمہ ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ء) میں ہوا تھا۔

زبان و بیان

حضرت شاہ حقانی کی تمہیدی عبارت غیر مربوط، ثقیل اور اکھڑی اکھڑی ہے۔ اس پر تکلف و آورد کا گمان ہوتا ہے، بلکہ ترجمہ معلوم ہوتی ہے۔ اب بعض تصریحات ملاحظہ ہوں:

ہندی لفظ:

نانو بمعنی نام "اللہ تعالیٰ کا نانو" ص ۸۱

---

[1] یہ سورۂ بقرہ کی آخری آیت کا ترجمہ ہے

[2] تاریخ نثر اردو ص ۸۲، ۸۳

اسم اللہ خدا کا ناؤ

معنی کے جمع معینوں :۔

"حرف حرف کے معینوں اور شان نزول"۔ ص ۸۱

واحد اور جمع بطور تکرار الفاظ :۔

"دریا کا اور ہدایت کا ہے کہ موج مارتا ہے" ص ۸۱

"اپنے عقل و فہم کے زور سے معینوں کو آیت آیت، حرف حرف،
کے ساتھ فصاحت اور بلاغت کے لکھے ہیں۔ ص ۸۱

"کر کے" کی تکرار :۔

"پھر آخر کار کتب خانہ استاذی مرشدی حضرت بھائی صاحب قبلہ حضرت
شاہ حمزہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے تفاسیر جدا کر کے حرف حرف
کے معینوں کو اور شان نزول ہر ایک کلمے اور آیت سورت کا دریافت
کر کے اور سب احوال پیغمبروں کا سمجھ کر موافق اور وقوف اور عقل اپنی
کے ہر ایک کلمے اور آیت اور سورت کے ساتھ مختصر کر کے لکھا"۔ ص ۸۱، ۸۲

حرف عطف "و" یا "اور" کا حذف :۔

عالموں فاضلوں بزرگوں سے اس بارہ سے برس کے عرصے میں تصنیف
کری ہیں"۔ ص ۸۱

"زیر زبر کو قاعدۂ صرف نحو کے سے ثابت کیا"۔ ص ۸۱

عالموں، فاضلوں، بزرگوں اور زیر، زبر اور صرف نحو کے درمیان کوئی حرفِ عاطفہ نہیں ہے۔

جو بمعنی جب :۔ "جو ان تفسیروں کو نظر کیا"
"جو غور کر کے دیکھا"۔ ص ۸۱

کس واسطے بمعنی کیونکہ :۔

"عبارت طویل کو موقوف کیا، کس واسطے کہ دل عالم کے تنگ ہو گئے
ہیں"۔ ص ۸۲

جی چھپانا بمعنی جی چرانا :۔

"پڑھے ان پڑھوں سے زیادہ جی چھپاتے ہیں"۔ ص ۸۲

نظر کرنا بمعنی دیکھنا :

"جو ان تفسیروں کو نظر کیا"۔ ص ۸۱

بے استاد بمعنی استاد کے بغیر :

"اس کے مدعا کو پہنچانا بے استاد جیسا کچھ چاہیے مشکل ہے"۔ ص ۸۱

حرف جار مقدم ہے :

"ساتھ فصاحت اور بلاغت کے لکھے ہیں"۔ ص ۸۱

"سے" زائد :

"زیر زبر کو قاعدۂ صرف نحو کے سے ثابت کیا"۔ ص ۸۱

کرنا مصدر سے ماضی مطلق "کرا" اور ماضی قریب "کرا ہے" بنایا ہے۔

"تصنیف کری ہیں"۔ ص ۸۱

"داخل کرے ہیں"۔

○

مولوی عبدالمجید قادری

۱۱۷۷ھ ۔ ۱۲۶۳ھ / ۱۷۶۴ء ۔ ۱۸۴۶ء

مولوی عبدالمجید قادری[۱۳]، بدایون کے مشہور عثمانی خاندان کے وہ رکن ہیں کہ جنہوں نے

---

۱۳ مولوی عبدالمجید قادری ابن شیخ عبدالحمید عثمانی ۲۹، رمضان ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۴ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ظہور اللہ تاریخی نام ہے۔ انھوں نے متوسطات تک کی تعلیم اپنے پھوپھا مولوی محمد شفیع

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دورِ آخر میں درس و تدریس اور وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع کیا اور سجادۂ طریقت قائم کر کے اصلاح و تبلیغ کا کام انجام دیا۔ بدایوں کے یہ پہلے بزرگ ہیں کہ جنھوں نے اُردو زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اور اصلاحِ معاشرت اور تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ انھوں نے اردو میں تین کتابیں نجات المومنین (رسالہ مسائل ہندی)، محافل انوار فی احوال سید الابرار اور ہدایت الاسلام لکھیں۔

نجات المومنین

مولوی عبد المجید نے یہ کتاب عوام کی اصلاح و ہدایت کی غرض سے اردو زبان میں لکھی جسے اس زمانے کے رواج کے مطابق "ہندی" کہا ہے، لہٰذا ان کے عزیز اور شاگرد مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی نے اس کتاب کو اپنی تصانیف میں "رسالہ مسائل ہندی" لکھا ہے۔ اس کتاب کی صحیح تاریخِ تالیف نہیں ملتی ہے[۱۴]

(بقیہ حاشیہ ۱۳)

عثمانی بدایونی (۱۱۹۷ھ / ۸۳-۱۷۸۲ء) سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد مولوی ذوالفقار علی ساکن دیوہ (تلمیذ ملا نظام الدین فرنگی محلی) سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ء) میں اس زمانے کے مشہور شیخ طریقت شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی (ف ۱۲۳۵ھ-۲۰-۱۸۱۹ء) کے مرید ہوئے، بعد ازاں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بدایوں میں سجادہ قائم کیا۔ مواہب المنان شرح جواہر البیان (ملفوظات غوثیہ) رسالہ ردّ روافض اور کتاب الصلوٰۃ وغیرہ فارسی زبان میں تصنیف کیں۔ ۱۷ محرم ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) کو انتقال ہوا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۳۲۲، ۳۲۳

۱۴۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ مولوی عبد المجید قادری نے "نجات المومنین" محافل انوار (تالیف ۱۲۳۱ھ-۱۶-۱۸۱۵ء) سے قبل لکھی ہے جب کہ ان پر "مولویت" کا غلبہ تھا۔ اس کتاب میں انھوں نے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ایمان کے بیان میں ہے جس میں توحید ملائکہ، کتب سماویہ، رسالت، قیامت، تقدیر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کا بیان ہے۔ پھر ان دس شرطوں کا ذکر ہے جو ناقص الایمان ہیں۔ دوسرے باب میں، توحید، نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانے میں موجود ہے اور چند سال پیشتر (قبل ۱۹۶۰ء) یہ کتاب ادارہ مدرسہ مدینۃ العلوم، کلکتہ سے ڈاکٹر شیخ علیم الدین قادری کے زیرِ اہتمام شائع بھی ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر علیم الدین قادری نے کتاب کے شروع میں "معروضات" کے عنوان سے مختصر سا پیش لفظ بھی لکھا ہے۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"ہزاروں ہزار حمد و ثنا اس خدا کو کہ آدمی پیدا کیا، پس بعض ان سے مومن ہیں اور بعض کافر۔ بعد اس کے پیغمبروں کو واسطے ہدایت کے اور راہ دین اسلام کے بتانے کو بھیجا اور قدرت کاملہ اپنی سے مومنوں کے دلوں کو ایمان کے نور سے روشن کیا اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا وعدہ کیا، اور درود بے شمار پیغمبروں کے سردار، شفاعت کرنے والے گنہ گاروں کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ شربت ایمان کا بغیر بتانے ہدایت ان کی کے مذاقِ جان سے چکھنا ممکن نہیں، اور اولاد و اصحاب ان کی کے کہ دین اسلام کے مقام میں پہنچنا بغیر ان کی پیروی کے ہو سکتا نہیں۔"[۱۵]

سببِ تالیف کے متعلق فاضل مولف لکھتے ہیں:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے جمع کرنے والا اس کتاب کا کہتا ہے کہ اس

(بقیہ حاشیہ ۱۴)

احکامِ شرع بیان کیے ہیں، اس کے بعد وہ تصوف کی طرف زیادہ راغب ہو گئے تھے

۱۵۔ نجات المومنین از مولوی عبدالمجید قادری (ادارہ مدینۃ العلم، کلکتہ، سال طبع ندارد) ص ۵

وقت میں اکثر مرد اور بیبیاں اسلام سے ایسی غافل ہیں کہ سوائے نام کے کچھ نہیں جانتے اور دین اسلام کے سیکھنے کا ہرگز خیال نہیں کرتے اور مانند جانوروں کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اچھے کھانے اور پینے اور پہننے کی فکر میں دن رات رہتے ہیں۔ نماز روزہ بھول گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ذات شریف آدمی کو عدم سے وجود میں واسطے زینت دنیا کے نہیں لایا، بلکہ واسطے اپنی معرفت اور پہچاننے کے پیدا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس کی عبادت میں مشغول ہو دیں، اور عبادت نہیں ہو سکتی جب تک اس کا علم نہ ہووے۔ اسی سبب سے علم کا تلاش کرنا پڑھنا فرض ہے۔

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ۔ طلب کرنا علم کا ہر مرد مسلمان اور عورت پہ فرض ہے، اور یہ علم ایمان اور اسلام کا ہے۔ سب مسلمان مرد اور عورتوں پہ فرض ہے کہ ایمان اور اسلام کے مسئلے پڑھیں اور یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے فرضوں کو ادا کریں تو دنیا اور آخرت کی خوشیاں اور عزت پاویں اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رہیں۔ اس واسطے گنہ گار شرمسار نے احکام ایمان اور اسلام کے کہ نہایت ضرور تھے، موافق قرآن اور حدیث کے بڑی کتابوں سے دریافت کر کے اس کتاب کو ہندی زبان میں بیان کیا، اس نیت سے کہ شاید اس کے سننے سے ہر ایک مرد اور عورت سمجھ کر ایمان اور اسلام کی رغبت کریں اور اپنی عمر کو بیل اور بکری کی طرح ضائع نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کے دلوں میں مقبول کرے اور ان کو توفیق اس کے یاد کرنے کی اور نماز روزہ پہ مستقیم ہونے کی عنایت کرے، اور اس گنہ گار شرمسار کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں بخشے۔[16]

---

[16] ایضاً۔ ص ۵۔ ۶

کتاب کا اختتام حج کے مسائل پر ہوا ہے ۔ آخر میں لکھتے ہیں :

" حدیث میں ہے جس نے حج کیا ہے اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کیا ۔ باقی سب مسائل حج کے اس مختصر میں لکھنا چنداں مفید نہیں ۔ جو شخص مکہ معظمہ کو جاوے گا وہاں دریافت کر کے سمجھ جاوے گا اور وہاں کے بتانے والوں سے معلوم کرے گا ۔ "[۵۱]

زبان و بیان

مؤلف نے اس زمانے کے رواج کے مطابق مضارع کا صیغہ امر کے آخر میں "وے" کا اضافہ کر کے بنایا ہے اور استعمال کیا ہے ۔ مثلاً

ہووے (ص ۵) جاوے (ص ۱۹) پھراوے (ص ۲۲) آوے (ص ۲۵)

قدیم طرز کے مطابق اکثر مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں اور موصوف پہلے اور صفت بعد میں لکھتے ہیں ۔

مثلاً شربت ایمان کا (ص ۵) علم ایمان اور اسلام کا (ص ۵) آدمی دانا اور بالغ (ص ۷)

بعض ہندی الفاظ استعمال کیے ہیں مثلاً

باسن (برتن) ، راج (معمار) (ص ۷) باؤ (ہوا) (ص ۱۱) لڑکے بالوں (ص ۱۳) سوگند (ص ۲۷) چکنا (ص ۲۸)

اکثر عربی و فارسی الفاظ کی جمع اردو طریقے سے بنائی ہے مثلاً

امر کی جمع امروں (ص ۱۵) پاک کی جمع پاکوں ، حکم کی جمع حکموں (ص ۱۵) اولیا کی جمع اولیاؤں (ص ۱۱)

دل گیری بمعنی دل گرفتہ ہونا (ص ۱۹) آزاری بمعنی بیماری (ص ۲۶) نالائق

---

[۵۱] نجات المؤمنین ۔ ص ۳۱

بمعنی نامناسب (ص ۲۷)، سخن چینی بمعنی اعتراض کرنا (ص ۲۷) روزہ کھانا بمعنی روزہ نہ رکھنا (ص ۱۸)، سحر بمعنی سحری کا کھانا (ص ۲۶) لکھا ہے۔

عبارت میں کہیں کہیں تعقید ہے، مثلاً

ایمان دل کا باندھنا ہے ساتھ اس چیز کے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ (ص ۶)

جو بات یا کام کہ سبب کفر کا ہے (ص ۱۵)

اس کے امروں کی نہی اور حکموں کی حرمت اور تعظیم کرتا ہے (ص ۱۵)

بیچوں حکموں شریعت کے اور موافق حکم شرع کے عمل کرنا (ص ۱۹)

یہ چار شخص کہ اب میں نے ذکر کیے ہیں سردار کافروں کے ہیں (ص ۲۰)

بدلہ ہر عبارت کا درجہ بہشت کا ہے (ص ۲۵)

محافل انوار فی احوال سید الابرار

مولوی عبدالمجید قادری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں یہ کتاب ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۵ء) میں اپنے پیرو مرشد شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی کی فرمائش پر لکھی اور اس کو مندرجہ ذیل بارہ محفلوں میں تقسیم کیا ہے۔

محفل اول	در ذکر پیدائش نور پاسرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دوم	در ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل سوم	در ذکر شیر دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل چہارم	در ذکر بشارت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل پنجم	در ذکر شروع وحی و ظہور دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بیان ایذائے کفار نابکار۔
محفل ششم	در بیان معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل ہفتم	در ذکر ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از مکہ معظمہ بمدینہ منورہ و واقعات آن ۔
محفل ہشتم	در ذکر وقائع سال دوم ہجرت تا سال دہم اجمالاً و ذکر بعضے غزوات باندک تفصیل ۔
محفل نہم	در ذکر بعض معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
محفل دہم	در ذکر خصائص و فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔
محفل یازدہم	در ذکر فضیلت درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔
محفل دوازدہم	در ذکر وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[۱۸]

کتاب کا آغاز حمد خداوند کریم سے اس طرح کیا گیا ہے :

"جواہر حمد بے شمار اور لالی ثناء سپاس بے قیاس نثار اس پروردگار غفار کے کہ بساط محیط زمین فراخ کو فراش قدرت ان کے نے بچھایا اور میدان اس گلزار عالم اسرار یعنی فلک دوار میں ہزار برگ اور شاخ انوار کے مہندس مشیت اوس کے نے لگائے اور سو ہزار ستارے روشن مانند گل سرخ کے ، ہر پتی اور ڈالی اوس گلستان اخضر سے موسس حکمت اوس کے نے لٹکائے ۔ ماہ ہاجاہ صحرائے آسمان میں خیمہ نور خرگاہ مرور بموجب فرمان واجب الاذعان اوس کے استادہ کرتا ہے ، اور عطارد مانند عطار کے عطر حکمت اور بخور فطنت آسمان کی دوکان میں اس کی تلقین سے ملاتا ہے ۔ زہرہ کہ جمال میں شہرہ ہے اوپر بساط خوشی کے طنبور اشتیاق پردۂ عشاق میں بجاتا ہے اور گل سرخ رخسار خورشید انور کا کہ ہر صبح سبب چلنے نسیم سحری کے مانند ورد ناز پرور و آئین ہکیہ اس گلزار اخضر ور

---

[۱۸] محافل انوار فی احوال سید الابرار از مولوی عبد المجید قادری (قلمی ، مخزونہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایون) ص ۸

طارم زبرجدی منظر پر شگفتہ ہوتا ہے اور الماس نور سے کارگاہ ظہور میں جواہر
روشن احداق بصر کو ساتھ تصرف نظر کے پروتا ہے، اقتباس انوار جبروت
حضرت پروردگار پر کمال کے کرتا ہے۔ مریخ اوس صفحہ لطیف پر بغیر توبیخ
کے مانند صحیفوں تواریخ کے منقش نقشوں زرنگار اور زرنیخ سے خمس و
اعشار آیات بینات اوس کے کا لکھتا ہے۔ مشتری کہ نگینہ انگشتری مہتری
کا ہے اوپر کلمہ کمال اور جلوہ جمال تجلی اور جلال اوس کے کا دکھاتا ہے۔
زحل بالا محل وحل تفاوت اور خلل اوپر خسارہ ارباب عبادت و اصحاب
ذال کے اور گردن تمام اہل قساوت کے حکم رفیع الشان درگاہ اوس کی
سے جھکتا ہے۔ سہیل یمنی مانند خاتون ختنی کے دامن کشاں اور نازکناں
بیچ حجرہ اسرار انوار اوس کے جاتا ہے جوزا حمائل زرنگار اسرار کو بیچ
اوس گنبد دوار کے کہ خانقاہ صادر و وارد دار الحفیظ واحفظہا من کل شیئ
کا ہے، وقوف نور آثار آیات سرور کے اصلاحے منشی تقدیر اوس کے سے
نشان کرتا ہے بنات النعش مانند عروس زرنگار و نقش کے اوپر تخت
لاجوردی آسمان کے استراحت اور امن و امان سے پانوں دراز کرتا
ہے۔ قطب باوقار و سکون میل اوپر تخت فلک کے بادشاہ انوار ملک
کے باوجود رفعت درجات اور مرتبہ ثبات کے گوئے استقامت بیچ میدان
اقامت خدمت اوس کی کے ڈالتا ہے۔ پروین بیچ مقام احسان و تحسین کے
ساتھ ساتھ نوید نجات اور قدم ثبات کے مانند چراغوں شب برات کے
ایک جگہ جمع ہو کر آتش و عشق و محبت کی روشنی کرتا ہے۔[19]

سبب تالیف کتاب کے متعلق فاضل مؤلف لکھتے ہیں!

"سن بارہ سو اکتیس، ہجری ۱۲۳۱ھ میں حضرت سیدی و شیخی

---

۱۹ ایضاً۔ ص ۱/۳۱

مرشدِ کامل ہادی مکمل، قافلہ سالار رہروانِ شریعت، سلطان سالکانِ سالک .... حضرت سیدی سندی سید شاہ آلِ احمد .... نے اس عاجز گنہگار روسیاہ امیدوار مغفرت پروردگار و شفاعت سید ابرار محمد عبد المجید ابن مولانا محمد عبد الحمید صاحب بدایونی سے کہ کمینہ مریدان اوس جناب اور ادنیٰ خاکروبانِ آستانہ اوس ہدایت مآب کے ہے سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کچھ احوال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان ہندی میں بیان کرے، خاص و عام، مرد و زن، عالم و جاہل سب فیضیاب ہوویں اس عاجز نے باوجودیکہ عربی و فارسی ہندی میں کچھ استعداد نہیں رکھتا، اس سے کہ شاید خوشی، دل فیض منزل مرشد کامل کی ہووے اور اس سبب سے نجاتِ دارین حاصل ہووے، قصد کیا۔ ہر چند دل منع کرتا تھا کہ تجھ کو کیا لیاقت ہے کہ ایسا امرِ عظیم اختیار کرتا ہے لیکن موافق قصۂ پیرزال کے تھوڑا سا سوت لے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہوتی تھی، خواہ ناخواہ اقدام کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا احوال برکت .... اون محبوب ذوالجلال کا ابتدائے پیدائش نور سے وقت وصال شریف تک مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ وغیرہ کتابوں فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا۔ اور اس حال کے بیان کرنے میں سوائے ترجمہ کرنے کے کچھ دخل اس مترجم نے نہ دیا، جیسا کتابوں مذکور میں منظور تھا، نقل کیا اور اس کتاب کا "محافل الانوار فی احوال سید الابرار" نام رکھا۔ اس کتاب میں بارہ محفلیں مذکور ہیں۔[۲۷]

فاضل مؤلف مقدمے کے اختتام پر لکھتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے اس گنہگار کو اس

---

[۲۷] محافل الانوار فی احوال سید الابرار۔ ص ۷

سبب ہے کہ ذکر اوس کے حبیب کا کرتا ہے، خلعت ایمان کا عطا کرے اور گروہ مداحین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں دن قیامت کے اٹھا دے، اوس کے کرم سے یہ کچھ عجیب نہیں۔ امید پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اس کتاب سے یہ ہے کہ اس گنہ گار کے حق میں دعائے مغفرت فرماویں اور اوس کے سراسر نقصان پر کہ خود معترف قصور ہے، زبان اعتراض نہ کھولیں۔[۲۱]

نمونہ ملاحظہ ہو:

آغاز محفل ہفتم۔ در ذکر ہجرت

"ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ جب تیرہواں سال پیغمبری سے شروع ہوا، ارادۂ الٰہی نے چاہا کہ نیرہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند ہو اور مددگاری احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہور پاوے اور بنیاد کفر و شرک کی جہان کے میدان نابود ہو جائے، اور کافروں اور مشرکوں کو نگوں سار اور خوار کرے۔ ابتدا اس کی اس طرح تھی کہ اوس برس بہت آدمی آشنا اور بیگانہ مرد اور عورت واسطے زیارت خانہ کعبہ کے موسم حج میں مدینے سے مکہ کو آئے۔ ایک روایت ہے کہ وہ پانسو آدمی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ تین سو آدمی تھے۔ رات کے وقت عقبہ میں بعد عہد و پیمان جانبین کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور ایمان لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت خدا کی بجا لاؤ اور اوس کا کوئی شریک مت جانو اور محافظت اور مددگاری دین کی جس طرح اپنی اولاد اور اہل کی محافظت کرتے ہو، بجا لاؤ۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ نے فرمایا، ہم کو بدل قبول ہے۔"[۲۲]

۲۱۔ محافل الانوار فی احوال سید الابرار۔ ص ۹

۲۲۔ ایضاً۔ ص ۱۹۷

مولوی عبدالمجید قادری کی کتاب[1] " محافل الانوار فی احوال سید الابرار" ۱۲۳۱ھ ـــ (۱۶-۱۸۱۵ء) کی تالیف ہے۔ گویا شمالی ہند میں سیرت و احوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ اگرچہ دکن میں محمد باقر آگاہ (ف ۱۲۲۰ھ/ ۶-۱۸۰۵ء) کی کتاب " ریاض السیر " اس سے پہلے وجود میں آ چکی تھی۔

اس کتاب کا مقدمہ اس زمانے کے رواج کے مطابق مسجّع اور مرصّع عبارت میں لکھا گیا ہے۔ مؤلف نے عبارت آرائی، قافیہ پیمائی اور لفظی و معنوی صنائع و بدائع کا ایک مرقع پیش کیا ہے۔ یہی انداز محافل الانوار فی احوال سید الابرار سے پہلے کی تالیفات فضلی کی کربل کتھا اور تحسین کی نوطرز مرصع کا ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ کربل کتھا میں بھی بارہ مجلسیں ہیں اصل کتاب میں مقدمے کی طرح عبارت آرائی اور قافیہ پیمائی نہیں کی گئی ہے بلکہ عبارت میں خاصی روانی اور سلاست ہے جیسا کہ "محفل ہفتم" کے آغاز کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کے مآخذ میں معارج النبوہ (مؤلفہ معین الدین ہروی) اور مدارج النبوۃ (مولفہ شیخ عبدالحق دہلوی) کا خاص طور سے نام لیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے علاوہ اور بھی کتابیں ان کے پیش نظر رہی ہیں۔

مؤلف نے کتاب میں جابجا فارسی اشعار نقل کیے ہیں۔ ان میں اکثر خود مؤلف کے اشعار بھی ہیں۔ اس طرح کتاب میں اکثر آیات و احادیث بھی نقل کی گئی ہیں۔

زبان و بیان

محافل الانوار کی زبان اور طرز بیان بھی نجات المومنین کی طرح ہے۔ مندرجہ ذیل امور کی نشان دہی ضروری سمجھی گئی:

قافیہ پیمائی کی مثالیں:

گلزار عالم اسرار یعنی فلک دوار — ص ۷

خیمۂ نور خرگاہ سرور — ص ۷

بموجب فرمان واجب الاذعان — ص ۷

عطر حکمت اور بخور فطنت — ص ۷

الماس نور، کارگاہ ظہور — ص ۷

حجرۂ اسرار، حلیۂ انوار — ص ۷

تجنیس کی مختلف اقسام کا استعمال کیا ہے۔ تجنیس محرف اور تجنیس لاحق کی مثال ملاحظہ ہو:

نُور بہاو لایت ، نور نہار ہدایت

نُور اور نور میں تجنیس محرف

بہار اور نہار میں تجنیس لاحق

رعایت لفظی کی مثال ملاحظہ ہو:

مانند گل سرخ کے ہر پتی اور ڈالی اوس گلستان اخضر سے مؤسس حکمت اوس کے نے لٹکائے۔

خط کشیدہ الفاظ ایک دوسرے کی رعایت سے لائے گئے ہیں۔ تعقید عبارت کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

"حضرت سیدی سید شاہ آل احمد......... نے اس عاجز گنہ گار و شرمسار امیدوار مغفرت پروردگار و شفاعت سید ابرار محمد عبدالمجید ابن مولانا محمد عبدالمجید صاحب بدایونی سے کہ کمینہ مریدان اوس جناب اور ادنیٰ خاکروبانِ آستانہ اوس ہدایت مآب کے ہے سے فرمایا۔" (ص ۷)

"محافظت اور مددگاری دین کی جس طرح اپنی اولاد اور اہل کی محافظت کرتے ہو، بجالائی۔" (ص ۱۹۷)

مندرجہ ذیل جملے میں حرف اضافت "کے" حذف کر دیا ہے:

"امیدوار پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اس کتاب سے یہ ہے۔" (ص ۹)

اُس اور اُن کا املا بالعموم "اوس" اور "اون" لکھا ہے۔

۵ محافل الانوار فی احوال سید الابرار طبع نہیں ہوئی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں میں موجود و محفوظ ہے۔ یہ نسخہ چھوٹے سائز کے ۴۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۱۲، ۱۳ سطروں پر مشتمل ہے۔ یہی نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے۔
اس کتاب کا ایک نسخہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی طرف سے مرتبہ "کتابیات" کے مرتب کے سامنے بھی رہا ہے[۲۳]

ہدایت الاسلام

مولوی عبدالمجید قادری کی یہ تیسری کتاب ہے جو اردو زبان میں لکھی گئی ہے[۲۴]۔ خاندانی تذکروں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مولوی انوار الحق لکھتے ہیں :
" اور از انجملہ رسالہ ہدایت اسلام ہے رد فرقہ اسماعیلیہ وہابیہ میں[۲۵]"
اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ حامد اللہ ندوی صاحب نے اس کا تفصیلی تعارف " اردو مخطوطات " میں کرایا ہے۔
مولوی عبدالمجید قادری نے یہ کتاب شاہ اسمٰعیل شہید کی تقریروں اور رسالوں بالخصوص تقویۃ الایمان کے ردّ میں لکھی ہے۔
سبب تالیف بھی انہوں نے یہی بیان کیا ہے۔
ہدایت الاسلام مندرجہ ذیل سات فصلوں پر مشتمل ہے جن سے اس کے مباحث کا اندازہ ہوتا ہے :

---

۲۳ قاموس الکتب اردو (جلد اول) (انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۸۴۳۸

۲۴ تعجب ہے کہ مولوی محمد یعقوب ضیا قادری مرحوم نے اس کو فارسی تصنیف لکھ دیا ہے (اکمل التاریخ جلد اول ، ص ۱۱۰)

۲۵ ملاحظہ ہو طوالع الانوار ، ص ۴۷۔

پہلی فصل	اون آیات کے بیان میں جو انبیا اولیا کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔
دوسری فصل	اون احادیث کے بیان میں جن سے انبیا و اولیا کی محبت کے فوائد معلوم ہوتے ہیں۔
تیسری فصل	مُردوں کے بولنے سننے اور زندوں کے صدقہ وخیرات کے بیان میں۔
چوتھی فصل	تقویت الایمان کی تیسری فصل "اشراک فی التصرف" کے جواب میں۔
پانچویں فصل	تقویت الایمان کی چوتھی فصل "اشراک فی العبادۃ" کے جواب میں۔
چھٹی فصل	تقویت الایمان کی پانچویں فصل "اشراک فی العادت" کے جواب میں۔
ساتویں فصل	خدا کی بندگی اور فرق مراتب کے بیان میں[۲۶]

جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں ہدایت الاسلام کا جو نسخہ ہے اس کا پہلا صفحہ غائب ہے۔ لہٰذا اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"دوستوں اور معتقدوں کو اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا اور اون کے دشمنوں اور منکروں کو خوار و ذلیل اور مخذول کیا اور بہت بہت درود روح مبارک حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی آل اصحاب کو اون کے پیروں کو اور سب اولیا و صالحین کو۔ بعد حمد و صلوٰۃ بندہ حقیر پُر تقصیر جو جمع کرنے والا اس رسالہ کا ہے"۔[۲۷]

---

۲۶ بحوالہ اردو مخطوطات (کتب خانہ جامع مسجد بمبئی) مرتبہ حامد اللہ ندوی، انجمن اسلام اردو بمبئی۔ ۱۹۵۶ء ص ۲۵۔

۲۷ ایضاً۔ ص ۲۶

اس کتاب کا خاتمہ اس طرح ہوا ہے :

"پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ جن بزرگوں کی بزرگی اور کرامت عالموں اور صالحوں نے کتابوں میں لکھی ہیں، سچ جانیں اور اعتقاد کریں کہ سچ لکھا ہے ، ان بزرگوں کو جھوٹا کہنے سے نقصان ایمان کا ہوتا ہے اور خلاف آیت اور حدیث کے لازم آتا ہے"[۲۸]

۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۹ء) کو محمد عبد اللہ بریلوی نے ہدایت الاسلام کے اس نسخے کی کتابت مکمل کی ۔ اس نسخے کے حاشیے پر لکھا ہے کہ اس رسالے (ہدایت الاسلام) کے جواب میں مولوی عبد اللہ صاحب بنارسی نے "خیر الکلام فی دفع الاتہام" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے[۲۹]

حامد اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں :

" دونوں رسالے شائع ہو چکے ہیں، اول الذکر (ہدایت الاسلام) کا ایک مطبوعہ نسخہ پروفیسر ندوی (نجیب اشرف مرحوم المتوفی ۵ ستمبر ۱۹۶۸ء) کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے"[۳۰]

اس رسالے کی زبان و بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے حامد اللہ ندوی لکھتے ہیں :

" دوسرے مناظرانہ رسالوں کے مقابلے میں اس کی زبان زیادہ سنجیدہ و متوازن ہے"[۳۱]

زبان و بیان

زبان و بیان کے اعتبار سے مولوی عبد المجید قادری کی یہ کتاب بھی ان کی دوسری

۲۸؎ اردو مخطوطات ، ص ۲۶

۲۹؎ ایضاً ۔

۳۰؎ ایضاً

۳۱؎ ایضاً

اردو تالیفات کی طرح ہے۔ بعض ضروری امور کی نشان دہی کی جاتی ہے:

شاہ راہ محبت اولیاء اللہ کے سے لغزش کھا کہ گمراہ ہو گیا۔[۳۲] ص ۲۵

تکرار الفاظ

بڑی بڑی بدبختیوں میں پڑ گئی۔ ص ۲۵

جب یہ عاجز سنتے سنتے عاجز ہو گیا۔ ص ۲۵

"کو" بمعنی "پر" استعمال کیا ہے۔

"بہت بہت درود روح مبارک حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اون کی آل اصحاب کو اور اون کے پیروؤں کو۔" ص ۲۶

ہدایت الاسلام کے سن تصنیف کی کوئی داخلی شہادت کتاب میں موجود نہیں ہے مگر مؤلف مولوی عبدالمجید قادری نے شاہ اسماعیل شہید کی زندگی میں یہ رسالہ لکھا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

"اس فقیر نے دیکھا کہ اس وقت میں مولوی اسماعیل ایسی تقریریں کرتے ہیں اور رسالہ لکھتے ہیں۔"[۳۳]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ہدایت الاسلام کے مؤلف نے تقویت الایمان کی تالیف کے بعد اور شاہ اسماعیل شہید کی جہادی سرگرمیوں سے قبل اور شاہ اسماعیل کی شہادت مئی ۱۸۳۱ء سے بہت پہلے یہ کتاب لکھی ہے۔

جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں ہدایت الاسلام کا جو قلمی نسخہ محفوظ ہے، اس میں ۱۳۸ صفحات ہیں۔ ہر صفحے میں ۱۳ سطریں ہیں۔ سائز "۵ × "۹ ہے۔ خط نستعلیق ہے، عنوانات سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔[۳۴]

---

[۳۲] یہ صفحات "اردو مخطوطات" کے ہیں۔

[۳۳] اردو مخطوطات۔ ص ۲۵

[۳۴] ایضاً

مولوی محمد سلطان خاں[۳۵] شاہ آبادی[۳۶]

مولوی محمد سلطان خاں تحریک ولی اللٰہی سے ذہنی و فکری طور پر پوری طرح ہم آہنگ تھے۔ انہوں نے شاہ اسمٰعیل شہید کے خیالات و افکار کی خوب اشاعت کی اور اردو زبان میں مذہبی و اصلاحی تالیفات کا ایک اچھا ذخیرہ پیش کیا۔ انہوں نے بعض اہم اور بنیادی کتابوں کو اردو زبان کا جامہ پہنایا۔ ان کے علمی کام کا جائزہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ شرح عقائد نسفی (اردو ترجمہ)

۲۔ نور الایمان (ترکیب ساز) (اردو مطبوعہ)

---

۳۵ مولوی محمد سلطان خاں شاہ آباد ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے۔ شاہجہانپور کے نامور عالم مولوی عبدالجبار خان ۱۱۷۶ھ (۶۳-۱۷۶۲ء) تا محرم ۱۲۵۲ھ (۳۷-۱۸۳۶ء) سے علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ ۱۸ سال کی عمر میں فراغ حاصل کیا۔ پھر سرکاری ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ علی گڑھ کے کلکٹر کے سررشتہ دار رہے۔ کچھ مدت کے بعد ملازمت سے استعفا دے دیا۔ تاریخ شاہ آباد موسوم بہ نامہ مظفری کے مولف لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہیں۔ محلہ احاطہ (شاہ آباد) میں آپ کا مکان تھا۔ انہیں کے فرزند عبدالرحمٰن خان تھے۔ فرائض منصبی نہایت شرعی پابندی کے ساتھ ادا کیے۔ ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔" ملاحظہ ہو نامہ مظفری (حصہ دوم) ص ۴۲ رسالہ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء) نیز دیکھیے تاریخ شاہجہانپور (حصہ دوم) از ضیع الدین خلیل (نامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء) ص ۱۰۵۔

۳۶ شاہ آباد آج کل ضلع ہردوئی سے متعلق ہے پہلے یہ شاہجہانپور سے متعلق تھا اور یہ پٹھانوں کی بستی ہے۔ اسی شاہجہانپور سے تعلق کی وجہ سے غالباً تحفۃ العجم (ترجمہ کنز الدقائق) پر ناشر نے مولوی سلطان خاں کو "شاہجہانپوری" لکھ دیا ہے۔

۳۔ رشید المومنین (احوال نیاعت، (اردو مطبوعہ)[۳۶]

۴۔ تذکیر الاخوان (اردو مطبوعہ)

۵۔ تحفۃ العجم (ترجمہ کنز الدقائق) اردو مطبوعہ

۶۔ قصص الانبیا فی احوال الاصفیا

۷۔ زینت مستنبطین

۸۔ شجرۂ افاغنہ[۳۸]

مولوی محمد سلطان نے ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر تحفۃ العجم کے آغاز میں کیا ہے۔ ان کی دوسری تالیفات کے متعلق مظفر حسین خان لکھتے ہیں:

"قصص الانبیا فی احوال الاصفیا، زینت المستنبطین، رشید المومنین تین چار کتابیں آپ کی تصانیف سے ہیں۔ بعض کتب کو خاکسار نے دیکھا ہے۔ قصص الانبیا کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع بھی ہو گئی ہے جو روزہ نماز کے مسائل سے متعلق مفید رسالہ ہے۔ راقم کے پاس موجود بھی ہے۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابوالبشر آدم تک نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہے"[۳۹]

تذکیر الاخوان

شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی نے رد الاشراک کے نام سے جو رسالہ عربی زبان میں لکھا تھا،

---

۳۷ یہ کتاب دو سو تیس صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع نولکشور لکھنؤ سے طبع و شائع ہو چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو الفہرست از محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی (حیدرآباد دکن ۱۹۲۳ء) ص ۵۴

۳۸ مولوی محمد سلطان خاں نے علم فرائض پر ایک رسالہ لکھنے کا ذکر کیا ہے، معلوم نہیں یہ رسالہ وہ لکھ سکے یا نہیں۔ (ملاحظہ ہو تحفۃ العجم) قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ص ۱۳۵)

۳۹ نامۂ مظفری۔ ص ۳۴۔

اس کے باب اول کے اردو ترجمہ و شرح کو تقویۃ الایمان کے نام سے موسوم کیا اور اس رسالے کے دوسرے باب کو مولوی محمد سلطان صاحب نے ۱۲۵۰ھ (۳۵-۱۸۳۴ء) میں ترجمہ و شرح کے ساتھ اردو زبان میں منتقل کیا اور تذکیر الاخوان اس کا نام رکھا۔ چنانچہ مولوی محمد سلطان خاں اس کتاب کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خدایا حمد تیری ذات پاک کو کہ تو نے اپنے فضل سے ہم کو ہدایت بخشی اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا اور توحید خالص کی راہ پر لگایا اور بدعت کے عقاید سے بچایا اور نبیِّ امیّ کو قرآن معجزہ دے کر ہماری ہدایت کے واسطے رسول بنایا، سوائے مالک ہمارے اپنے اس رسول کریم پر اپنے علم کے موافق درود بے انتہا بھیج کہ اس نے خاص تیرے حکم کے بموجب ان لوگوں کو شرک اور بدعت سے روکا اور تیری سیدھی راہ پر چلایا، اور توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں مفصل بیان کیں، اور سنت پر عمل اور بدعت کے ترک کا تقید کیا، اور آل و اصحاب پر کہ انہوں نے سنت کو جاری اور بدعت کو رد کیا۔ بعد اس کے معلوم کیا چاہیے کہ ایک فاضل جلیل متشرع دیندار نے شرک اور بدعت کی برائی کے بیان میں ایک رسالہ تقویۃ الایمان نام لکھا اور اس میں صرف آیتیں اور حدیثیں جمع کیں، اور اس کے دو باب ٹھہرائے۔ ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں ہندی زبان میں بیان کیں اور دوسرے باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں اور تفصیل بعضی بدعات کی آیت و حدیث سے ذکر کی، اور ارادہ ہندی ترجمہ کا کیا، مگر فرصت نہ پائی اور راہِ خدا میں جان دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب سن بارہ سو پچاس ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار گنہگار ہیچمدان محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا، سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں شروع کیا اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان اس کا نام رکھا۔"[۱۸]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تذکیر الاخوان کا اختتام اس طرح ہوا ہے :

"یہ ترجمہ اتمام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے قبول کرے اور اس گنہگار کو اور سب بھائی مسلمانوں کو توفیق دے کہ عقیدۂ توحید خوب درست کریں اور جمیع انواع شرک سے بچیں۔ اور سنتِ رسول کریم کو اختیار کریں اور بدعات سے اجتناب رکھیں، اور تقدیر پر ایمان مضبوط کر کے ایمان اپنا ٹھیک کریں، اور حضرت کے اصحاب اور اہل بیت بلکہ جمیع متوسلوں سے محبت رکھیں، اور ان کے رستے کو اختیار کریں اور بدعاتِ قبور اور بدعاتِ رسوم سے توبہ کریں اور راگ باجا سننا اور اپنے نسب پر فخر کرنا اور شادیوں میں بیجا خرچ کرنا اور بہت سی زینت دنیا کے امور میں کرنا، ترک کر کے پاک باطن اور صاف ظاہر خالص مسلمان ہو جائیں۔"[۴۱]

تذکیر الاخوان ایک ضخیم تالیف ہے اور مندرجہ ذیل سات فصلوں پر مشتمل ہے :

پہلی فصل	سنت کو مضبوط پکڑنا اور بدعت سے بچنا۔
دوسری فصل	ایمان کی حقیقت۔
تیسری فصل	ایمان بالقدر کا بیان۔
چوتھی فصل	صحابہ اور اہل بیت کا ذکر۔
پانچویں فصل	بدعاتِ قبور کا ذکر۔
چھٹی فصل	بدعتِ تقلید کا ذکر۔
ساتویں فصل	رسوم کا رد

فاضل مولف نے اس کتاب میں شروع میں موضوع سے متعلق قرآنی آیات یا کوئی

(بقیہ حاشیہ ۴۰)

۴۰ تذکیر الاخوان۔ ص ۹۴ (تذکیر الاخوان کا یہ نسخہ تقویۃ الایمان کے ساتھ مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوا ہے، بڑی تقطیع ہے۔ اس میں چند اور رسالے بھی شامل ہیں۔ سن طباعت درج نہیں ہے)

۴۱ تذکیر الاخوان۔ ص ۲۲۴۔ ۲۲۵۔

حدیث نقل کی ہے اور پھر اس کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد فائدہ کے عنوان سے اس آیت یا حدیث کی مفصل شرح بیان کی ہے۔ زبان نہایت آسان، سلیس اور بامحاورہ ہے کہیں تعقید یا اغلاق نہیں ہے اور اس دور کے مذہبی ادب میں اس کتاب کی زبان سب سے زیادہ صاف اور ستھری ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو سہل ممتنع کا دھوکا ہوتا ہے۔ اب چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سنت کے بیان اور بدعت سے اجتناب کے متعلق لکھتے ہیں:

"سب مل کر قرآن وحدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو، اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی فرقے مت ہو جاؤ اور نئی نئی باتیں نکال کر تفرقہ اور پھوٹ مت ڈالو۔ اس واسطے کہ قیامت کو بعضے لوگ سرخ رو اور بعضے روسیاہ ہوں گے تو ان روسیاہوں سے کہا جائے گا کہ تم پہلے مسلمان ہوئے اور اللہ کی کتاب قرآن کے ماننے کا تم نے اقرار کیا۔ پھر دین میں نئی نئی باتیں رسمیں نکالیں اور بدعات کفریہ جاری کیں تو اس سے اللہ کی کتاب کے موافق عمل کرنا چھوٹ گیا۔ پھر ان نئی رسموں کے جاری ہونے سے ان کی محبت دل میں پڑ گئی اور چھوٹنا ان کا مشکل پڑ گیا تو قرآن میں جو اس کے خلاف حکم ہے اس حکم سے دل میں انکار آگیا۔ اس انکار کا مزہ چکھو۔"[۴۲]

خلفائے اربعہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

"حضرت ابوبکرؓ ابتدائے عمر سے حضرت کے ساتھ رہے خصوصاً غار میں ساتھ دیا اور ہجرت میں رفاقت کی اور بعد مرنے کے حضرت کے پاس ایک جگہ پر دفن ہوئے تو الذین معہ کی حقیقت ان پر خوب ثابت ہوئی۔ اور کافروں پر سخت ہونا حضرت عمرؓ کا مشہور و معروف ہے۔ جس روز

۴۲؎ تذکیر الاخوان، ص ۵۱۔

یہ مسلمان ہوئے اس روز جماعت سے سب مسلمانوں نے باہر نکل کر نماز پڑھی اس سے پہلے کافروں کے خوف سے نماز چھپ کر مسلمان پڑھتے تھے۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو قوت ہوئی اور کافر ڈر گئے اور ان کی خلافت میں کافروں کے ہزار شہروں میں مسلمانوں کا عمل ہوا اور دین اسلام جاری ہو گیا، تو اشداءُ علی الکفار کا مطلب حضرت عمرؓ میں خوب پایا گیا۔ اور مسلمانوں پر رحمدلی حضرت عثمانؓ کی ظاہر ہے کہ جب ان پر لوگوں نے بلوہ کیا تو اس وقت کم و بیش دو ہزار مسلح غلام حضرت عثمانؓ کے موجود تھے حضرت عثمانؓ نے اسی وقت ان کو آزاد کیا اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ مسلمانوں پر کوئی میرے سبب سے تلوار کھینچے، اگرچہ میں جان سے مارا جاؤں چنانچہ وہ سب غلام چلے گئے اور بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا، اور حضرت عثمانؓ نے ان سے مقابلہ نہ کیا تو رحماء بینھم کا وصف ان میں خوب ظاہر ہوا۔ اور نماز میں مشغول رہنا حضرت علیؓ کا کمال کیسے درجے کو پہنچا کہ عین سجدے کی حالت میں شہید ہوئے تو تراھم رکعاً سجداً کا بیان ان پر خوب مطابق ہوا۔[۴۳]

زبان و بیان

مولوی محمد سلطان نے نہایت صاف ستھری اور سلیس زبان استعمال کی ہے، نہ قافیہ پیمائی ہے اور نہ عبارت آرائی۔ وہ قوتِ بیان اور اظہارِ خیال پر پوری قدرت رکھتے ہیں عربی و فارسی الفاظ کی کثرت بھی نہیں ہے اور نہ ترجمے کا گمان ہوتا ہے۔ اب بعض دوسری لسانی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۴۳؎ ایضاً، ص ۱۰۷-۱۰۸

تکرار

نئی نئی رسم اور نئے نئے طریقے۔

گروہ گروہ جدے جدے ہوئے ہیں۔

جب آدمی مشکل مشکل کام کریں۔

لاکھ لاکھ کروڑ کروڑ مہر مقرر کیا کرتے ہیں۔ (ص ۱۱۹)

مترادفات

رسم رو یہ کو مقدم جاننا، مسئلے کے مقابلے میں اس کی دلیل اور سند پکڑنا، ماں باپ کی تابعداری کی طرح اور بادشاہ اور امیر کی فرمانبرداری کی وضع اور استاد اور پیر کی پیروی کا طریق اور دوست آشنا کی دوستی نبھانے کے انواع۔ (ص ۶۷)

بعض روزمرہ اور محاوروں کا استعمال

راہ لگانا	توحید خالص کو راہ لگایا۔	
ٹوٹ رہنا	جماعت سے ٹوٹ نہ رہو۔	
پیچ نکالنا	اس میں نئی نئی پیچیں نکالیں	(ص ۷۰)
جی جلنا	کافروں کا جی جلے	(ص ۱۰۷)
چونپ دلانا	چونپ دلائی اللہ کی کتاب پر	(ص ۱۴۷)
بولی مارنا	ان پر بولیاں مارو۔	(ص ۱۴۰)
کل بٹھانا	ان معنوں کی کل بٹھائیں گے۔	
دوں کی لینا	اپنی ذات، خاندان نسب پر فخر کرنا اس میں دوں کی لینا	(ص ۶۰)
پھٹے منہ	سبحان اللہ پھٹے منہ پھر دعویٰ مسلمانی کا کرتے ہیں۔	(ص ۱۶۶)
جماؤ کرنا	قبر پر سال کے بعد میلہ اور جماؤ کرتے ہیں	(ص ۱۴۹)
برسویں دن	عیدگاہ میں برسویں دن لوگ اچھی اچھی پوشاک پہن کر...... جمع ہوا کرتے ہیں	(ص ۱۴۹)

"بے تُسابقہ" (نافیہ)

بے انکار — وہ چیزیں بے انکار کے جاری نہ ہوئیں۔

بے ایمانی — بے ایمانی کے کام ہیں۔

بے پروا — مستغنی بے پروا ہوگا۔ (ص ۷۴)

بے نفسانیت — (ص ۷۵)

بے حکم — (ص ۷۷)

بے باپ — حضرت عیسیٰ کو بھی بے باپ کے پیدا کیا۔ (ص ۱۲۲)

بے سبب — بے سبب ہندوؤں کی طرح نہانا۔ (ص ۶۶)

"نا" سابقہ (نافیہ)

ناحاصل — (کیا) خیرات کرنا ناحاصل ہے بے فائدہ ہے (ص ۱۰۲)

ناکارگی — ناکارگی کے سبب بُرا ٹھیرا۔ (ص ۱۶۶)

"بد" سابقہ کا استعمال

بدقولی — اس کا مال مت چھینو یہ اللہ کی دی ہوئی امان میں .... بدقولی ہے۔ (ص ۸۲)

بدکار بمعنی برا کام — اللہ تعالیٰ نے نیک کام کا حکم دیا اور بدکار سے منع کیا ہے۔ (ص ۸۹)

بدکام — جو کوئی بدکام کرے (ص ۸۹)

جمع الجمع — اصحاب کی جمع اصحابوں (ص ۴۳، ۲، ۵۰۵ وغیرہ)

وہ کی جگہ وے — وے صراطِ مستقیم پر تھے (ص ۶۸، ۱۰۰)

واحد بطور جمع — قرآن شریف میں صاف صاف حکم آچکے ہیں۔

جمع بطور واحد — کوئی حاکم اور مفتی یا مولوی، مشائخ جائز رکھے (ص ۱۶۰)

وضع، طرحداری، بزرگی اور نفسانیت کی جمع

نئی نئی وضعیں اور طرحداریاں نکالتے ہیں (ص ۵۴)

سود دریافت کروان کی بزرگیاں (ص ۶۸)

ان میں لفسانیتیں پیدا ہوئیں (ص ۶۸)

دوزخ مذکر — دوزخ سامنے آوے گا (ص ۶۸)

قلم مونث — وہ (قلم) بولی (ص ۹۷)

شمع کی مونث شمعانی (ص ۱۹۴)

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

ایکا بمعنی اتفاق (ص ۴)

ٹکرانا — حق بات میں چون وچرا کی اور اس کو ٹکرانے لگے۔

ترت (فوراً) — پھر وہ ترت مر گیا۔

ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ

تنازع وجھگڑا (ص ۷۳)

بھوت وپری (ص ۷۴)

جن وپری وبڑے لوگ (ص ۱۶۹)

تابع اور تابعدار کا استعمال

جو لوگ بدر کی لڑائی کے بعد مسلمان ہوئے وے ان کے تابع ہیں (ص ۱۱۰)

وہ پیغمبر کا تابعدار ہے۔ (ص ۵۵)

واجبی بجائے واجب — دوستوں بھائیوں کو کھانا دینا واجبی ہے (ص ۱۹۰)

الٰہی سے اسم صفت الہیّت — درگاہ الہیّت کے برگزیدہ (ص ۱۴۲)

بانسلی بجائے بانسری (ص ۱۷۰)

بعضا اور جدی کا استعمال — بعضا شخص تقدیر کے بموجب دوزخی ہونا ہے (ص ۱۰۳)

وہ بات جدی ہے۔ (ص ۲۰۶)

بعض غریب اور نئے الفاظ کا استعمال۔

حضوری — وہ ہمارے حضوریوں میں گنا جائے گا۔ (ص ۷۹)

دردی — نماز...... گویا اسلام کی دردی ہے۔ (ص ۸۲)

مغرب (بمعنی افریقہ) شام اور مصر اور بر مغرب کے لوگ ان کے منکر تھے (ص ۱۱۰)
کرنا سے مضارع کرے۔ جو تم کو عبادت کا حکم دیا ہے سو کرے جاؤ۔ (ص ۹۶)
مضارع بطور مصدر۔ خدا کے کرے سے ہوگا۔ (ص ۱۸۵)
رکھنا سے امر رکھیو یہ بات جان رکھیو۔ (ص ۱۰۰)
پہ۔ زائد چھوٹنا ان کا مشکل پہ ہوگیا۔ (ص ۵)
کے۔ حذف حضرت نے پہلے قبر پاس جانے کو مطلق منع فرمایا تھا۔ (ص ۱۵۵)
خرچ سے مصدر خرچنا۔ اس کے نام پر خرچنا (ص ۷۴)
اترنا سے حاصل مصدر اتراپن۔ جس نے لٹکایا اپنا کپڑا اتراپن سے۔
وتنا جس کا جتنا حکم ہو وتنا ہی اور ویسا ہی بجا لاوے۔
منائی (ممانعت) اگرچہ منائی اور ممانعت بھی نہ ہوتی
مصنف نے اللہ صاحب اور پیغمبر صاحب بالعموم لکھا ہے۔

تحفۃ العجم

کتاب کا پورا نام "تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم" ہے۔ یہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند اول کتاب "کنز الدقائق" کا اردو ترجمہ[۱] ہے۔ خطبۂ ماثورہ کے بعد مولوی محمد سلطان خاں آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

---

[۱] کنز الدقائق ابو البرکات عبد اللہ احمد ابن محمود نسفی کی تالیف ہے۔ ان کا لقب حافظ الدین اور وطن نسف ہے۔ وہ زمانے کے مشہور عالم، مفسر اور فقیہ تھے۔ فقہ و اصول میں انھوں نے قابل قدر تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ان کی تصانیف میں مدارک التنزیل (تفسیر) کنز الدقائق (فقہ) منار الانوار، وافی اور اس کی شرح کافی مشہور ہیں۔ ربیع الاول ۷۱۰ھ (۱۳۱۰ء) میں بغداد میں انتقال ہوا۔

"بعد اس کے بندۂ ہیچمدان محمد سلطان خان عفی اللہ عنہ، اس کتاب کے دیکھنے والوں اور سننے والوں کی خدمت شریف میں بعد سلام سنتہ الاسلام کے یہ عرض کرتا ہے کہ جب اس خاکسار نے شرح عقائد نسفی کے متن کا ہندی میں ترجمہ کیا اور بعدہ نور الایمان رسالہ نماز کی تاکید کے بیان میں، اور رشید المومنین رسالہ قیامت کے حال کے ذکر میں تالیف کیا اور پس ازاں تقویۃ الایمان کے دوسرے باب میں ترجمہ مع فوائد ضروریہ کے لکھا اور تذکیر الاخوان اوس کا نام رکھا۔ اب سن بارہ سو باون (۱۲۵۲ھ) ہجری میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے دل میں ڈالا کہ ایک کتاب بالکل عبادات اور معاملات کے بیان میں بزبان ہندی مرتب کروں۔ لیکن ازبسکہ نئی تالیف سے پرانی کتاب کا اعتبار زیادہ ہے اور فقہ کی کتابوں میں کنز کو بہت مختصر اور اوس کے مسائل کو معتبر پایا، اس لیے اوس کے ترجمے کا ارادہ کیا اور نام اوس کا "تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم" رکھا۔ اللہ کریم اپنے کرم سے پورا اور قبول فرمادے اور خطا سے محفوظ رکھے۔[۴۵]

متن کتاب کے آغاز سے پہلے فاضل مترجم مندرجہ ذیل تین امور کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

۱۔ ترجمہ کو اصل کتاب اور اس کی شرحوں سے مقابلہ کریں۔

۲۔ یہ متن کا ترجمہ ہے شرح نہیں ہے۔ مسئلہ کی تفصیل دوسری کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

۳۔ اصطلاحات کی تشریح شروع کتاب میں کر دی گئی ہے اور متن کتاب میں ترجمہ میں اصطلاح کا لفظ جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے۔[۴۶]

---

۴۵ تحفۃ العجم (ترجمہ کنز الدقائق) از مولوی محمد سلطان خاں (مطبع صدیقی بریلی) ۱۲۸۴ھ ص ۱۔۲

۴۶ ایضاً۔ ص ۲

مولوی محمد سلطان خاں نے فقہی اصطلاحات کی آغاز کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے ایک فرہنگ دے دی ہے جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دو سو پانچ اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔ ہم "تلک عشرۃ کاملہ" کے تحت دس الفاظ کی تشریح بطور نمونہ درج ذیل کرتے ہیں

اقالہ	مول لی ہوئی چیز کو آپس کی رضامندی سے پھیر دینا	(ص ۲)
بائنہ	وہ طلاق جس سے عورت بالکل نکاح سے جاتی رہی اور وہ عورت بغیر عدت و نکاح ثانی کے رجوع نہ کر سکے۔	(ص ۲)
جبیرہ	تیلیاں (بانچ) جو ٹوٹے ہوئے عضو یا زخم پر باندھتے ہیں	(ص ۴)
حدود	قصور اور گناہ کی سزا جو شریعت سے مقرر ہے	(ص ۴)
ذمی	وہ کافر جو مسلمان کی رعیت ہو۔	(ص ۵)
ربیب	جورو کا بیٹا جو پہلے خاوند سے ہو۔	(ص ۵)
رجم	زانی کو پتھروں سے مارنا	(ص ۵)
سعی	صفا اور مروہ پر چڑھنا اور درمیان میں دوڑنا	(ص ۵)
مسبوق	جو پہلی رکعت کے بعد امام کے پیچھے نماز میں ملا۔	(ص ۸۲)
وصی	جس کو کہا میرے مرنے کے بعد یوں کیجیو	(ص ۱۰)

کنز الدقائق کا یہ ترجمہ کتاب الطہارت سے شروع ہو کر کتاب الفرائض پر ختم ہوا ہے عربی متن میں عبارت مسلسل ہے اردو ترجمے میں مترجم نے ہر مسئلے کے اختتام پر "مسئلہ" کا عنوان دے دیا ہے۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

طوافِ کعبہ

"اپنی چادر کو سیدھی طرف کی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال کر کعبہ شریف کا طواف کرے۔ حطیم کو اندر دے کر اور اپنی دھنی طرف کعبہ کے دروازے کی طرف کر کے دروازے کے پاس سے طواف شروع کرے اور سات بار طواف کرے۔ یعنی کعبہ کے گرد گھومے اور اوّل تین

بار یوں طواف کرے کہ مونڈھا ہلاتا ہوا جلدی جلدی چلے اور بعد اس کے چار آہستہ طواف کرے اور ہر بار میں جب حجر اسود کے پاس آوے تو اوس کو بوسہ دے اگر ہو سکے۔ اور ساتویں بار جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو بوسہ دے کر طواف ختم کرے، اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم میں یا جہاں کہیں مسجد الحرام میں ہو سکے پڑھے۔ اس کو طواف قدوم کہتے ہیں۔ اور جو مکہ میں نہ رہتا ہو اوس کے لیے یہ طواف قدوم سنت ہے۔ بعد اس طواف کے باہر نکل کر کوہ صفا پر جاوے اور کعبہ شریف کی طرف مونہہ کر کے کھڑا ہو اور تکبیر اور کلمہ اور درود پڑھے اور اپنی حاجتوں کے لیے دعا مانگے۔[۵۴]

عاریت

"چیز عاریت ہو جاتی ہے یوں کہنے سے کہ یہ چیز میں نے تجھ کو عاریت دی یا اپنی زمین تیرے کھانے کو دی یا اپنا کپڑا تجھ کو دیا پہننے کو یا اپنی سواری میں نے تیرے سوار ہونے کو دی، یا اپنا غلام میں نے تیرا کام کرنے کو دیا، یا میرا گھر تیرے رہنے کے لیے ہے، یا میرا گھر تیرے رہنے کے لیے ہے عمر بھر کو۔"

مترجم نے لفظی ترجمے کو ترجیح دی ہے۔ تحفۃ العجم کا ترجمہ ۱۲۸۴ھ (۶۸-۱۸۶۷ء) میں مطبع صدیقی بریلی میں مولانا محمد احسن نانوتوی کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا۔ وہ اس ترجمے پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من حیث المجموع کتاب بہت عمدہ اور ترجمہ صاف و سلیس اور مطابق روزمرہ اہلِ محاورہ کے ہے۔"

---

۵۴ تحفۃ العجم۔ ص ۴۳-۷۴۔

زبان و بیان

ہندی الفاظ کا استعمال

دھر دہر بمعنی امانت "جس کے پاس دھر دہر رکھی ہو" (ص ۳)

ستھرائی بمعنی طہارت (ص ۱۱)

گدیا (کان کی لو) "ایک گدیا سے دوسری گدیا تک" (ص ۱۱)

بھٹک لہو کی بھٹک ہو (ص ۱۲)

چنگا زیادہ چنگا ہو تو وضو کرے (ص ۱۷)

اشنان بمعنی خوشبو بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر جوش کیا ہو (ص ۵۱)

کر بمعنی ٹیکس یا جزیہ ذمی کے گھر پر کچھ کر نہیں (ص ۶۲)

بھوک بھوک یعنی } تاریکی، دسویں تاریخ صبح بھوک بھوک یعنی
دھندرکی } دھندلکا دھندرکی میں نماز پڑھے (ص ۷۴)

سیندھ بمعنی نقب اگر چور سیندھ دے کر گھر میں بیٹھا (ص ۱۸۴)

ڈانڈ بمعنی جرمانہ اگر بادشاہ نے زید سے ڈانڈ لیا (ص ۳۷۴)

پوت دہی یعنی بیٹا بیٹی (ص ۴۴۲)

بعض قدیم اور متروک مصادر کا استعمال

پیٹھنا بمعنی داخل ہونا یا گھسنا کوئے کے اندر پیٹھا (ص ۱۴)

توپ دینا بمعنی گاڑنا یا دفن کرنا کفن دے اور زمین میں توپ دے (ص ۵۳)

سڑکنا ناک میں کچھ سڑکا (ص ۶۷)

دلا پانا پھر پکڑنے والا اپنے دام مارنے والے سے دلا پاوے گا۔ (ص ۸۴)

دینا آنا اوس کی قیمت اوس کاٹنے والے پر دینا آوے گی (ص ۸۴)

آدھا مہر دینا آوے گا (ص ۹۷)

بٹونا یا بٹوڈالنا بمعنی بکھیرنا — اس کوزے میں پانی نہ تھا یا تھا اور بٹوڈالا (ص ۱۶۳)

بینا بمعنی چننا — فصل بکریاں بیننے سے (ص ۲۰۹)

پٹانا — پٹانے والی عورت اور گانے والی عورت کی گواہی نہ مانی جائے گی (ص ۲۶۲)

دائیں چلانا یا سیلانا — دائیں چلانے والوں اور سیلانے والوں کی مزدوری (ص ۳۶۴)

عربی الفاظ سے اردو مصدر

تحصیل سے تحصیلنا — بادشاہ نے زکوٰۃ تحصیلنے کے لیے مقرر کیا (ص ۶۳)

قبول سے قبولنا — اگر غلام نے ہزار روپے قبولے (ص ۱۵۴)

بعض اور الفاظ

میاں بمعنی آزاد — میاں جو کسی کا غلام نہ ہو (ص ۴)

بی بی بمعنی مالکہ — غلام کو اپنی بی بی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے (ص ۹۳)

مالخانہ — بادشاہی خزانہ اور مالخانہ جس میں سب مسلمانوں کا حق ہے (ص ۳)

تابعداری — میں امام کی تابعداری میں پیچھے نماز پڑھتا ہوں (ص ۲۵)

ملونی — اگر سونے میں سونا زیادہ ہو اور ملونی کم ہو تو وہ سب سونا ہے (ص ۵۹، ۲۴۰)

گنج بمعنی خزانہ — دارالحرب کی زمین کے گنج پر زکوٰۃ نہیں (ص ۶۱)

تہمد — تہمد کو باندھے (ص ۷۱)

چھنک آنا — سر میں لہو چھنک آیا (ص ۳۹۹)

حیض سے ہونا — وہ کپڑوں سے ہو (ص ۴۳۱)

اپنا آپ — اگر ایک عورت نے اپنا آپ دو گواہوں کے سامنے زید کو جو روبننے کے لیے دیا۔ (ص ۹۷)

سعادت دارین

یہ کتاب بدعات کے رد اور توحید خالص کے بیان میں لکھی ہے۔ سن تالیف ۱۲۵۰ھ (۳۵۔۱۸۳۴ء) ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے نہایت تفصیل سے ان غیر اسلامی رسوم اور عقائد کا رد کیا ہے جو مسلم معاشرے میں بالخصوص عوام میں مروّج تھے۔ یہ کتاب حقیقت میں تقویۃ الایمان کا نقش یا اس کی شرح ہے۔ سعادت دارین کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"ہزاروں ہزار حمد و ثنا اوس خالق بیچون اور واحد بے نمون کو کہ کوئی اوس کا شریک نہیں۔ بغیر اعانت اور بے مدد دوسرے کے ساری مخلوقات کو عدم سے وجود میں لایا۔ ہمیشگی و بقا اوسی کی ذات پاک کو ہے۔ سوائے اوس کے جو کچھ ہے، آدمی اور جانور، حور اور فرشتے، جن اور پری، زمین اور آسمان دریا اور جنگل، درخت اور پہاڑ اور جو چیزیں زمین اور آسمان کے نیچے اور

(بقیہ حاشیہ ۴۸)

(ف ۱۸۶۸ء) لکھتے ہیں:

"ان کے زمانے میں مولانا فضل رسول بدایونی (المتوفی ۱۲۸۹ھ) ایسے غالی حنفی تھے کہ "وہابی" کو گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ وہ مولوی سعد الدین صاحب کو اس درجہ تنگ اور دق کرتے تھے کہ ایک بار ان کا سنفا بھنگی تک بند کر دیا تھا۔ مگر مولوی سعد الدین صاحب اس پر بھی اپنی ساعی سے باز نہ آئے۔" (تحفۃ المسلمین۔ ص ۱۱۳۔۱۱۴)

۱۲۸۳ھ میں مولوی سعد الدین عثمانی کا انتقال ہوا۔ ان سے سعادت دارین، رفاہ المسلمین وغیرہ یادگار رہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔

اکمل التاریخ جلد اول۔ ص ۱۱۵

تحفۃ المسلمین۔ ص ۱۱۳۔۱۱۴

اوپر اور درمیان میں ہیں، سب کو موت اور فنا ہے"[۴۹]
آگے چل کر لکھتے ہیں:

"بعد اس کے بندۂ اضعف العباد راجی مغفرت رب العالمین محمد سعد الدین عثمانی بدایونی عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب بندوں کو صرف اپنی بندگی اور عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے اور بندے کا کام بندگی ہے جو بندہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں، اور بندوں کی ہدایت وارشاد کے واسطے ہر ایک وقت میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا کہ جس راہ نبی نے چلیں اوس راہ چلیں، اور جو طریق و سبیل اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت کا اون کو بتا دیں اوس کو دستاویز اور دستور العمل سمجھ کر قدم اپنا اوس راہ سے باہر نہ رکھیں"[۵۰]

سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ کتاب ناواقفوں اور انجانوں کے سکھانے کو اور واقفان بے عمل کے خوف اور رغبت دلانے کو اس گنہ گار خیر خواہ خلق اللہ نے ہندی زبان میں ۱۲۵۰ ہجری قدسی میں لکھی کہ سب لوگ پڑھے اور ان پڑھے اس کو پڑھ کر، سن کر، سمجھ کر نیک عمل کرنے سے نیک بختی دونوں جہان کی پائیں اور دین اور دنیا کے کاموں میں اس کو دستور العمل جان کر مطابق اس کے عمل کریں، اور کفر اور شرک کی تاریکی سے اور معصیت و بدعت کی گمراہی سے باہر آکر ایمان کے چراغ کی روشنی سا تھ لے کر اسلام کی سیدھی راہ میں پڑ کر بے دغدغے چور اور ٹھگ کے پل صراط سے اوتر کر سیدھے بہشت میں چلے جاویں"[۵۱]

---

[۴۹] سعادت دارین از مولوی سعد الدین بدایونی (مطبع صدیقی بریلی۔ ۱۲۹۰ھ) صفحہ ۲۔
[۵۰] سعادت دارین۔ ص ۳
[۵۱] ایضاً۔ ص ۱۴

کتاب کے نام کے متعلق لکھتے ہیں :

"چونکہ اس کتاب کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے نیک بختی اور سعادت دونوں جہان کی حاصل ہونی لازم ہے، اس واسطے اس کا نام سعادت دارین رکھا۔ یا اللہ العالمین یا مجیب الداعین مجھ کو اور سب مومنین و مومنات کو توفیق راستی کی نصیب کر کہ ہم سب اس کے مضمون اور مطلب کو خوب سا سمجھ کر یاد رکھیں، اور ہر وقت دین و دنیا کے کاموں میں اس کے موافق عمل کرتے رہیں، اور ہر ایک اپنے پرائے کو اس کے پڑھنے اور سیکھنے کا شوق دلادیں تو دونوں جہان کی سعادت پاویں اور عاقبت بخیر ہو۔"[۵۲]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوتا ہے :

"یا اللہ العالمین یا مجیب الداعین تو اپنی عنایت بے کراں اور رحمت بے پایاں سے مجھ گنہگار کو اور سب امت محمدی کو توفیق راستی کی دے کہ ہم سب کے سب جمیع موجبات کفر اور شرک سے اور رسومات و بدعات کفار و مبتدعین سے باز آویں، اور راہ راست اسلام کو سب راہوں سے افضل اور بہتر سمجھ کر یہ طریقہ پسندیدہ جناب سرور عالم فخر بنی آدم، بہر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کریں، اور اوس رسول مقبول کے اتباع و اطاعت کو سب چیز پر مقدم جان کر سب کام دین و دنیا کے شریعت نبوی کے موافق کرتے رہیں، اور اوس کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھیں۔ آمین۔"[۵۳]

سعادت دارین کے ماخذ کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

"احکام اور مسائل دین اسلام کے بڑی بڑی کتابیں مستند اور معتبر سے

۵۲؎ ایضاً۔ ص ۱۵-۱۶

۵۳؎ ایضاً۔ ص ۸۱

تلاش کر کے چن چن کر بیان کرتا ہوں۔[۵۴]

یہ کتاب تصنیف کرتے وقت مصنف کے پیشِ نظر بہت سی کتابیں رہی ہیں ۔ فتح العزیز (شاہ عبدالعزیز) موضح قرآن (شاہ عبدالقادر) رسالہ مسائل ہندی (نجات المومنین) (مولوی عبدالمجید بدایونی) راہِ نجات، مفتاح الجنۃ (مولوی کرامت علی) اصولِ نجات اور کنز المصلّی کا ذکر کتاب میں ملتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے استاد مولوی عبدالمجید بدایونی قادری کے رسالہ مسائلِ ہندی (نجات المومنین) کی شرح تقویۃ الایمان کی روشنی میں کی ہے اور نجات المومنین ان کے سامنے خاص طور سے رہی ہے، جیسا کہ دونوں کتابوں کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے

فاضل مصنف سیدھی سادی زبان میں اپنا مطلب بیان کرتے چلے جاتے ہیں عبارت میں خاصی روانی اور زورِ بیان ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"آخرش ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایمان و اسلام کے کاموں کا چرچا موقوف ہوا اور اسلام کا فقط نام باقی رہ گیا۔ اب اگر کوئی عالم دیندار و واقفِ کار ان کو امورِ منہیہ سے منع کرتا ہے تو بے خوف و خطر صاف کہتے ہیں کہ یہ کام تو مدت سے ہوتے آئے ہیں اور بہتیرے پڑھے لوگ عالم فاضل آپ بھی کرتے رہتے ہیں، اگر کچھ قباحت اور برائی ہوتی تو وہ کیوں کرتے۔"[۵۵]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"جنگل کی ریت کا، درختوں کے پتوں کا، پہاڑوں کے پتھروں کا، جنگلی اور آبی جانوروں کا، آسمان کے تاروں کا، سب کا شمار اور گنتی جانتا ہے۔ کوئی چیز ذرہ برابر بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کے چاہے نہیں ہوتا، ہوا کا چلنا، پتوں کا ہلنا، مینھ کا برسنا، گھاس کا جمنا

---

[۵۴] ایضاً۔ ص ۱۶

[۵۵] سعادت دارین۔ ص ۱۰

اور سوائے اس کے سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہیں۔ اگر سارا جہان جمع ہوکر ایک تار کو، ایک بال کو توڑنا چاہے جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے کبھی ہرگز نہ ٹوٹے اور وہ چاہے تو کیسی ہی بڑی چیز کو ایک آن میں توڑ ڈالے۔[۵۶]

قافیہ پیمائی کی مثالیں

"اوس کی رحمت کا دریا بحر زخار ہے، ویسا ہی اوس کے قہر کا طوفان ناپید کنار ہے۔ (ص ۴۵)

اپنے دیدار سرمۂ انوار (ص ۴۳)

فرمانِ حمید قرآن مجید (ص ۹)

عربی و فارسی کے الفاظ کا استعمال

دلیل قاطع (ص ۲) برہان ساطع (ص ۲) رب الارباب (ص ۲) زبدہ (ص ۲) امیدگاہ (ص ۲) خراج گیرندہ (ص ۳) نعمائے بہشت (ص ۳) محشور (ص ۴) ترسگار (ص ۵) خاوند بمعنی آقا (ص ۷) فہمید بمعنی سمجھ (ص ۱۱) امور منہیہ (ص ۱۲) شریعت غرا (ص ۶۷) حبط (ص ۷۸) فہو المراد (ص ۷۰) محرمات (ص ۷۳) تصدیع (ص ۷۳)

کتاب میں ہندی الفاظ بھی فاضل مصنف نے استعمال کیے ہیں۔

بعض محاورات و تراکیب کا استعمال

خدا کا خوف، پنچوں کی لاج (ص ۱۲) پرلے درجے کا (ص ٦) جیسی کرنی ویسی بھرنی (ص ۱۳) ہائے توبہ مچانا (ص ۲۳) بھکا مارا پڑنا (ص ۲۷) راس ڈھلوانا (ص ۳۵) نکاح بندھنا (ص ۴۸) بٹہ لگانا (ص ۴۹) ہتھیار جھکانا (ص ۵۲) پھاگ کھیلنا (ص ۵۵) لگن دھروانا (ص ٦۰) کلس پوجنا (ص ٦۰)

---

۵۶ ایضاً۔ ص ۱۷-۱۸

جمع الجمع

اقرباؤں (ص ۵) عورت کی جمع عورات اکثر استعمال کی ہے (ص ۴۸) دیوتا کی دیوتوں (ص ۳۸) اور قریب کی جمع قریبوں (ص ۵۲) لکھی ہے۔ اسی طرح فضیحت کی فضیحتیاں، رسوائی کی رسوائیاں (ص ۴۹) افطاری کی افطاریاں (ص ۵۰) اور خوشی کی خوشیاں (ص ۷۰) جمع استعمال کی ہے۔

رفاہ المسلمین

شاہ محمد اسحاق دہلوی کے مشہور رسالہ "مسائل اربعین" کا اردو ترجمہ و حواشی و شرح رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین کے نام سے ایک شخص پیرجی کرم نبی سہسوانی کی تحریک و درخواست پر ۱۲۵۶ھ (۴۱-۱۸۴۰ء) میں لکھی۔ چنانچہ کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں؛

"(مسائل اربعین کی) ایک نقل قصبہ سہسوان میں آئی۔ وہاں کے اکثر صاحبوں کو اس کے لکھنے اور پڑھنے کے بدل و جان شوق ہوا اور اس کے مطالب پر مطلع ہو کر کمال ذوق اٹھایا۔ چونکہ درینولا بماہ شوال سنہ حال یعنی بارہ سو چھپن ۱۲۵۶ھ (نومبر ۱۸۴۰ء) ہجریہ مقدسہ میں ہمراہ رکاب سعادت مآب جناب مستطاب مخدومی استاذی مولانا محمد عبدالمجید زاد مجدہ دام دوامہ کے اس گنہ گار قلیل البضاعت کے وارد ہونے کا اتفاق قصبہ مذکور میں ہوا اور جمع دوستان صمیم اور محبان قدیم کی ملاقات مجنت سمات سے حظ وافر اور عیش متکاثر اٹھایا۔ اس عرصے میں مخلص بے ریا محب یکتا سعادت مند ازلی سید کرم نبی مشہور بہ پیرجی سلمہ اللہ تعالیٰ قصبہ مذکور نے بعض مطلبین سوال و جواب مندرجہ متبرکہ موسومۃ الصدر پر اس عاجز کو مطلع کر کے بیان کیا کہ ہم لوگ فارسی خوان فہمیدہ مطالب و مضامین عبارت عربیہ سے مطلق عاری ہیں، اور یہ رسالہ عبارت عربی روایات کتب فقہ و احادیث سے مالامال و مملو ہے۔ اگر اس کی عربی کا بھی ترجمہ بزبان فارسی لکھا جاوے تو بوجہ احسن سمجھ

ہیں آوے، پس اس عاصی بانواع المعاصی نے یہ بات بہتر جان کران کے پاس سے وہ رسالہ لے کر نقل کیا۔ نقل کرایا اور اوس کی عربی کو فارسی زبان میں لکھنے کا ارادہ کیا۔ بعد اوس کے خیال یہ گزرا کہ جیسا فارسی خوان فہمیدہ معانی عبارات عربیہ سے عاری ہیں، ویسا ہی جو لوگ کہ جاہل محض اور مطلق ان پڑھے ہیں، وہ تو فارسی اور عربی دونوں کے سمجھنے سے محروم ہیں۔ پس اگر سارا رسالہ یعنی اس کی عربی اور فارسی سب اردو زبان میں لکھا جاوے تو نہایت خوب اور بہت بہتر و مرغوب ہے کہ ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ کو فائدہ برابر پہنچے اور بغیر سمجھائے سمجھ میں آوے۔[۵۵]

اس کتاب کے ترجمہ و تشریح کا کام شوال ۱۲۵۶ھ (نومبر ۱۸۴۰ء) میں شروع ہوا اور ۲۷ ذی الحج ۱۲۵۶ھ (جنوری ۱۸۴۱ء) کو اتمام کو پہنچا، جیسا کہ خاتمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

"الحمد للہ و المنۃ کہ امروز تاریخ ستائیسویں شہر ذی الحجہ سنہ ایک ہزار دو سو چھپن ۱۲۵۶ ہجری قدسی میں اس بندہ عاصی خادم المومنین الموحدین کو ..... ترجمہ اور شرح رسالہ متبرکہ موسوم مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین سے مع دیگر فوائد اور لوازم آں فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور جمیع مومنین اور مومنات کو اس کے مطالب کے یاد کرنے کا شوق اور اوس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرماوے، اور اس رسالہ مختصرہ مجموعۂ فوائد موجزہ کو میرے واسطے دنیا کی ذلت اور خواری سے بچنے کا وسیلہ اور عقبیٰ کے عذاب اور عقاب سے خلاص ہونے کا ذریعہ کرے۔ کیونکہ غرض اس عاصی کی اس رسالۂ نادرہ کو بزبان اردو بیان کر دینے سے یہی ہے کہ ہر ایک ناواقف اس کے مضامین پر واقف ہو کر خدا کا خوف کرے اور جمیع مراسم شادی اور

---

[۵۵] رفاہ المسلمین از مولوی سعدالدین عثمانی۔ (مطبع جوہر ہند دہلی۔ ۱۳۰۸ھ) ص ۳-۴

غمی میں موافق احکام شریعت غرا اور مطابق سنت خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے عمل کرنا ہے اور بدعات اور منہیات سے بچ کر اسراف بیجا اور زیرباری اور قرض داری سے رفاہ پاوے اور جب کہ اس پر عمل کرنے کے سبب سے دنیا اور آخرت کی زیر باری اور عذاب سے رفاہ حاصل ہونا ضروری ہے اسی واسطے اس کا نام رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین رکھا ہے۔"[۵۸]

رفاہ المسلمین، مسائل اربعین کے ترجمے سے زیادہ اس کی شرح ہے، جیسا کہ مولوی سعدالدین بدایونی نے خود اس کا نام "رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین" رکھا ہے۔ بہت کم ایسے مسئلے ہیں جن کے صرف ترجمے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ فاضل مترجم نے اکثر مسائل کے ترجمے کے ساتھ مضمون کی تائید میں آیات قرآنی (مع تفسیر) احادیث نبویہ یا فقہی کتب سے جو روایت یا مضمون ملا ہے، اس کو ترجمے کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ اس تائیدی اور اضافی عبارت کا عنوان کہیں تفصیل، کہیں تنبیہ، کہیں تائید اور کہیں فائدہ رکھا ہے، جیسا کہ مترجم نے تمہید میں خود لکھا ہے۔ اس سے فاضل مترجم کی عالمانہ حیثیت، فقیہانہ تبحر، اور وسعت مطالعہ، طرز استدلال اور نفس مضمون پر دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"ہزاران ہزار بلکہ بے حد و بے شمار حمد و ثنا اوس خالق بے زوال اور صانع باکمال کو جس نے اپنی قدرت طاہرہ اور صنعت باہرہ سے انسان کو پانی سے بنایا اور حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ کو اپنا نائب اور رسول کر کے ساری مخلوقات کا سردار ٹھیرایا، اور پھر سب آدمیوں پر جمیع امور دینی و دنیوی اور شادی و غمی میں اوس رسول مقبول کا اتباع فرض فرمایا، اور بشرط اتباع سنت اوس نایاب برحق کے سب کو وعدہ وصول نعمائے بہشت برین کا سنایا۔"[۵۹]

---

۵۸ رفاہ المسلمین۔ ص ۱۲

۵۹ رفاہ المسلمین۔ ص ۲

اب مسئلہ نمبر ۳ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

سوال نمبر ۳:۔ "لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہے کہ حجام وغیرہ اس لڑکے کے باپ وغیرہ قریبوں کے پاس جاکر مبارکباد کہتے ہیں۔ وہ لوگ مبارکباد کے عوض میں حجام وغیرہ کو کچھ کپڑا یا نقدی دیتے ہیں۔ یہ دستور درست ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ظاہراً نقد اور کپڑا یا کچھ اور حجام کو مبارکبادی کے بدلے میں دینا جائز ہے۔ اس واسطے کہ خوشی کے وقت خوش خبری پہنچانے والے کو بطریق انعام کچھ دینا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ یہ صحیح بخاری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جس وقت کسی شخص نے کعب بن مالک صحابی کو ان کی توبہ قبول ہونے کی خوشخبری پہنچائی تو انہوں نے ایک کپڑا خاص اپنا پہنا ہوا اس مبشر کو انعام میں دیا لیکن شرع شریعت سے یہ ثابت نہیں کہ ایسے وقت میں دینے لینے کو دستور اور دستاویز پکڑ کر خوشخبری دینے والا کسی سے دعویٰ کرے اور اپنا حق اور معمول جان کر زور سے لے۔ اس واسطے کہ ایسا دینا تبرع اور احسان کی قسم سے ہے، اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ تبرع اور احسان پر کسی کو جبر نہیں۔ اور یہ جو اکثر لوگ حجام وغیرہ ہری گھاس کا پونڈا دے کر مبارکباد دیتے ہیں، یہ رسم ہندوستان کے کفار کی ہے۔ پس اس طرح خوش خبری اور مبارکبادی پہنچانا اور اس کے عوض میں کوئی چیز بطریق انعام ان کو دینا درست نہیں، چاہیے کہ ایسے وقت میں حجام وغیرہ کو توبیخ و زجر کریں نہ کہ انعام و اجر دیں۔"[۲۰]

اکثر قافیہ آرائی کا خیال رکھا گیا ہے:

ملاقات محبت سمات	(ص ۴)
خط وافر و عیش متکاثر	(ص ۴)
ماہ شوال، سنہ حال	(ص ۳)

۲۰؎ ایضاً۔ ص ۱۰۔ ۱۱

دوستانِ صمیم محبانِ قدیم (ص ۴)

زیر باری قرضداری (ص ۱۲)

خالقِ بے زوال صانع باکمال (ص ۲)

جمع مونث غائب کے امدادی اور اصلی دونوں افعال کی جمع لائے ہیں

بڑے ناز و کرشمہ سے دولہا کو مارتیاں ہیں (ص ۴۱)

کھیل کود مچاتیاں ہیں (ص ۴۱)

رنگ پاشی ایک دوسرے پہ کرتیاں ہیں (ص ۴۱)

کتاب میں ہندی الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں

بعض قدیم الفاظ و تراکیب

بے حکم بمعنی نافرمان (اس سے کہ وہ لوگ بے حکم ہوئے) (ص ۲۷)

بے حکمی بمعنی حکم عدولی (اگر تیری بے حکمی کریں) (ص ۲۷)

چگوانا بمعنی چرانا (گائے بکری کی طرح چگوانا) (ص ۳۴)

ناچاری (ناچاری کو بیٹھ کر کھانا کھالیوے) (ص ۷۹)

لڑکائی بمعنی لڑکپن (اپنی لڑکائی کو یاد کرے) (ص ۶۵)

دار کی بجائے دال کا لاحقہ اور سمجھوال بجائے سمجھدار

بعض دولہ سمجھوال، علما کے سمجھانے سے کنگنا باندھنے کو کفر جان کر مطلق باندھتے ہی نہیں) (ص ۴۴)

○

مولوی نواب محمد حسن رضا خاں بریلوی

نواب محمد حسن رضا خاں[۶۱]، حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے خاندان میں نامور اہلِ قلم و مصنف گزرے ہیں۔ انہوں نے اردو زبان میں کئی قابل قدر کتابیں لکھ کر اردو ادب

(حاشیہ نمبر ۶۱ اگلے صفحہ پر)

کے دامن کو مالا مال کیا اور اس اعتبار سے وہ حافظ رحمت خانی خاندان کے گل سر سبد ہیں۔
ان کی مندرجہ ذیل کتابیں ہمارے علم میں آئی ہیں:

۱۔ اخبار حسن — تالیف ۱۲۵۰ھ
۲۔ عین الایمان — تصنیف ۱۲۵۹ھ
۳۔ گلشن خلافت — تالیف ۱۲۶۱ھ
۴۔ ریاض النبوۃ — تالیف قبل ۱۲۶۱ھ

خوش قسمتی سے اول الذکر تینوں کتابیں ہمیں ہم دست ہو گئیں۔ افسوس کہ آخر الذکر کتاب نہیں مل سکی۔

اخبار حسن

اخبار حسن کا موضوع روہیل کھنڈ اور روہیلوں کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب ۱۲۵۰ھ میں تالیف ہوئی جیسا کہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے:

"بہر اخبار حسن ڈھونڈا جو سال
غیب سے آئی ندا "تاریخ حال"
۱۲۵۰ھ

لے نواب محمد حسن رضا خاں ابن کامگار خاں ابن اللہ یار خاں ابن حافظ الملک حافظ رحمت خاں۔
نواب محمد حسن خاں کے دادا نواب اللہ یار خان عالم اور محقق تھے۔ انھوں نے پشتو اور اردو زبان کا ایک مبسوط لغت تیار کیا تھا حسن رضا خاں بریلی میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ کی تعلیم و تحصیل بریلی اور لکھنؤ میں کی۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ اپنی تصنیفات میں انھوں نے اکثر اپنے اشعار نقل کیے ہیں۔ افسوس کہ ان کے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔ ملاحظہ ہو (۱)
(۲) حیات حافظ رحمت خاں از الطاف علی بریلوی (کراچی ۔۱۹۶۳ء) ص ۹۷ ۳۔ ۳۹۶۔
نقش سلیمان فی البیان حالات نواب حافظ رحمت خاں از نواب محمد سلیمان خاں اسد (مطبع محمدی ٹونک ۱۹۰۴ء) ص ۱۳۴

فارسی زبان میں روہیلوں کی تاریخ پر کئی کتابیں لکھی گئیں، مگر اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو دو چمن اور کئی روشوں پر تقسیم کیا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا چمن چار روشوں پر مشتمل ہے۔

روش اول — حسب ونسب قوم افغان وذکر داؤد خاں
" دوم — ذکر علی محمد خاں
سوم — ذکر نواب حافظ رحمت خاں
چہارم — ذکر نواب دوندے خاں وبخشی محمد سردار خاں و فتح خان خانساماں

دوسرا چمن اس میں بھی چار روشیں ہیں۔

روش اول — ذکر نواب فیض اللہ خاں
دوم — نواب محمد علی خاں و احمد علی خاں
سوم — نواب نجیب الدولہ
چہارم — رئیسان فرخ آباد

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"حمد بے حد وثنائے بے عد ذات پاک قدسی صفات کی اور ستایش بے غایت وتوصیف بے نہایت ایزد بے ہمال بے مثال کی ایسی نہیں ہے کہ زبان انسان سے سلک تقریر میں اور خامۂ زبان سے سلسلۂ تحریر میں آوے۔"[۶۲]

اختتام اس طرح ہوتا ہے:

"این نسخہ داستان ہائے طلسم بیان سفیران دشت عدم اور رجلان میدان قدم کا واسطہ حسرت عمر گزشتہ اور عزت ایام آیندہ ارباب وبنیش

---

[۶۲] اخبار حسن از نواب محمد حسن رضا خاں (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ص ۲

کہ آیۂ کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار سے مستفید اور بہرہ مند رہیں، اور بجہت یادگار بندہ گنہگار ضعیف العباد محمد حسن رضا خاں حسب الارشاد خجستہ نژاد صاحب والا مناقب عالی مراتب مسٹر تھیو فلس بار لو صاحب بہادر کے اتمام و اختتام پذیر ہوا[۶۳]

نمونہ ملاحظہ ہو۔

شاہ عالم کا قتل

"حسب اتفاق جبکہ شاہ عالم خاں قریب شہر بدایوں کے پہنچے، دزدان روسیاہ اور قطاع الطریقان گمراہ نے اس طرح مال منال شب جمعہ نہم ذی الحجہ شاہ عالم خاں کو مع دو کس دیگر ہمراہ رکاب فیض انتساب کے تھے، شہید کیا۔ داؤد خاں بدریافت اس خبر تکدر اثر کے بسرعت سریعہ و عجلت عجیلہ روانہ بدایوں کے ہوئے۔ اول لاش اوس شہید سعید کو بجائے قتل مدفون کیا"[۶۴]

فتح خاں خانساماں کا حال

"فتح خاں خانساماں سابق میں قوم برہمن تھے۔ عہد داؤد خاں میں بعہد خوردسالی بحلیۂ اسلام آراستہ اور بزیور دین پیراستہ ہوئے اور ہمیشہ شفقت اور محبت داؤد خاں کی فتح خاں پر بدرجۂ کمال مصروف اور مبذول رہی۔ جب کہ نواب عالی جناب علی محمد خاں بہادر زیب افزا اور رونق پیرا مسند امارت و ریاست پر ہوئے۔ فتح خاں کو بنظر لیاقت و قابلیت بتصور اعتماد و اعتبار کے عہدہ جلیل القدر خانسامانی خاص پر مقرر اور منصوب فرمایا۔ نتایجات والاصفات نواب غفران مآب

---

۶۳ ایضاً، ص ۱۰

۶۴ اخبار حسن، ص ۴۰

خان ممدوح نے اس طور کا بدریانت اور امانت اور بجرم اور ہوشیاری انصرام اور انجام کیا کہ مورد تفقدات بے کراں اور مصدر تفضلات بے پایاں کے ہوئے۔ شہرہ نیک نامی و خوش طینتی خانساماں ممدوح کا ہر ملک و دیار اطراف واکناف میں پہنچا۔

زبان و بیان

قافیہ پیمائی

اس زمانے کے رواج کے مطابق عبارت میں قافیہ آرائی کا خاص التزام رکھا گیا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حمد بے حد و ثنائے بے عد (ص ۲)
ستایش بے غایت اور توصیف بے نہایت (ص ۲)
سلک تقریر بسلسلۂ تحریر (ص ۲)
سفیران دشت عدم اور رجیلان میدان قدم۔
حسرت عمر گزشتہ اور عزت ایام آئندہ (ص ۲)
نحیف العباد ضعیف البنیاد (ص ۲)
دزدان روسیاہ اور قطاع الطریقان گمراہ۔
ہمراہ رکاب فیض انتساب (ص ۱۰)
سرعت سریعہ و عجلت عجیلہ۔
بحلیۂ اسلام آراستہ و بزیور دین پیراستہ (ص ۴۷)
ناجیات والاصفات (ص ۴۷)
مورد تفقدات بے کراں اور مصدر تفضلات بے پایاں (ص ۴۷)

زبان میں عربی و فارسی کا غلبہ ہے اور مقفیٰ عبارت ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مصنف پیش نظر اپنے علم و فضل کا اظہار بھی مقصود ہے۔

اخبار حسن کا خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے جو ۱۲۷۷ھ کا مکتوبہ ہے۔

عین الانسان

مولوی محمد حسن رضا خاں نے بعض احباب کی تحریک پر یہ رسالہ "آمنت باللہ" کی تشریح و بیان میں ۱۲۵۹ھ میں تصنیف کیا۔ چونکہ یہ رسالہ ایمان کے بیان میں لکھا گیا ہے، اس لیے اس کا نام "عین الایمان" رکھا۔ حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں:

"خواطرِ صافیہ اور ضمائرِ زاکیہ کرارباب دانش اور بینش پر پوشیدہ اور محتجب نہ رہے کہ ہر چند یہ بندہ ہیچمدان محمد حسن رضا خاں خلف محمد کامگار خاں اصلاً لیاقت اور استعداد تحریر کرنے عقائد کی نہیں رکھتا، لیکن بسبب تکلیف دینے بعض احبابِ خاص اور دوستانِ با اختصاص کے اور بتصور فوائد انام اور منافع ہر خاص و عام کے، یہ نحیف چاہتا ہے کہ معنی "آمنت باللہ" کے تا آخر زبان فصاحت بیان اردو میں کہ زبان مروّج اس دیار و امصار کے ہے، تحریر و تسطیر کرے کہ فہم اس کا اہل عصر پر سہل و آسان اور باعث یادگاری اس بے نام و نشان کا ہو، اور چونکہ یہ رسالہ بیان معنی ایمان میں ہے، پس اس کا نام بھی، "عین الایمان" رکھا اور رسال ایک ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ ہجری مقدسہ میں اتفاق تسویدان اوراق کا ہوا۔"[۶۵]

اختتام

"اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عنایات سے تمام مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات خصوص اس عاصی ہیچمدان محمد حسن رضا خان کو عذاب دوزخ سے نجات بخشے اور داخل بہشت کرے۔"[۶۶]

---

۶۵ عین الایمان از نواب محمد حسن رضا خاں (مطبع صالحی، بمبئی ۱۲۶۹ھ) ص ۲۱-۳

۶۶ عین الایمان، ص ۴۶

نمونہ ملاحظہ ہو:

"آمنت باللہ یعنی ایمان لایا میں ساتھ اللہ کے۔ پہلے کیفیت ایمان کی معلوم کرنا چاہیے۔ پھر صفات ذات پاک اللہ تعالیٰ کے سمجھا چاہیے کہ نزدیک علمائے سنت و جماعت کے کوئی آدمی خالی دو حال سے نہیں یعنی مومن ہے یا کافر۔ خلاف عقائد معتزلہ کے کہ نزدیک اون کے مسلمان فاسق نہ مومن ہے نہ کافر۔ اور مومن وہ ہے کہ ایمان لاوے غیب پر، اور کافر وہ ہے کہ منکر غیب کا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے حق میں فرماتا ہے الذین یؤمنون بالغیب یعنی مومن متقی وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے ہیں غیب پر۔ اور غیب اس کو کہتے ہیں کہ ادراک اس کا حواس ظاہری اور باطنی سے خارج ہو۔ مثل ذات اور صفات حق تعالیٰ کے اور فرشتے اور کتابیں اور رسالت اور آخرت اور تقدیر اور بعث و نشر۔ پس جو کوئی کہ ایمان اس پر لایا اور احکام الٰہی کو قبول کیا وہ مومن ہے، اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور فرق بیان مومن اور کافر ہے کہ مومن کے قلب میں بسبب اقرار وحدانیت خدا اور رسالت رسول کے نور معرفت اور توحید کا آجاتا ہے، اور کافر کے دل میں باعث انکار کے ظلمت شرک اور معصیت کی"[۶۷]

کتاب میں بعض جگہ قدیم انداز ہے مثلاً:

"معنی تصدیق کے یہ ہیں کہ گرویدہ ہونا ساتھ دین کے باور کرنا اوس شے کا ساتھ یقین کے۔" (ص ۴)

"نزدیک علمائے محققین کے دیکھنا حق تعالیٰ کا دنیا میں بینائی چشم سے، اساتھ کیفیت کے غیر ممکن۔ مگر عالم منام میں بصارت قلبی سے دیکھنا خدا تعالیٰ کا جائز ہے۔" (ص ۱۰)

قوافی کی اکثر رعایت کی ہے۔

ہنود مردود

(ص ۱۲)

---

۶۷ ایضاً۔ ص ۳۔۴

جیات والاصفات (ص ۲۲)
شیوہ ناستودہ اور طریقہ بیہودہ (ص ۲۳)
افعال قبیحہ اور اعمال ذمیمہ (ص ۲۴)
اجزائے علویہ اور اشیائے سفلیہ (ص ۲۷)
دلیل ساطع اور برہان قاطع (ص ۲۷)
مقام نور الانبیاء (ص ۳۴)
خاطر دریا مقاطر (ص ۳۴)
خبر نکدر اثر (ص ۳۴)

بعض مصادر

باڑھ کرانا	باڑھ اوس (تلوار) پر کرائی	(ص ۶)
روزہ کھانا	روزے رمضان شریف کے بلا عذر کھانا	(ص ۷)
آواز کرنا	فرشتے آسمان پہ آواز کرتے ہیں	(ص ۱۵)

"غیر" سابقہ (نافیہ)

"بعضے یہ دلیل غیر معصومیت فرشتوں پر بیان کرتے ہیں"۔ (ص ۱۷)
"حکم اوس کا ناسخ اور تلاوت اون کی غیر واجب" (ص ۲۰)
"غیر نبی کی ولایت، افضل درجۂ نبوت سے نہیں" (ص ۲۷)

"بے" سابقہ (نافیہ)

"اللہ تعالیٰ نے کسی بے دولت پر زکوٰۃ واجب نہیں کی"۔ (ص ۴۳)

"کے" زائد

"کسی طرح کا زوال اور اختلال ذات پاک اس کے میں نہیں"۔ (ص ۱۰)

"کہر" "کو" "کہل"

"دھواں مثل کہل کے آسمان سے پیدا ہوگا"۔ (ص ۳۷)

ایک بمعنی ایسے

"اعراف پر ایک لوگ ہیں کہ پہچانتے ہیں ہر ایک کو پیشانی ان کی سے" (ص ۵۶)
مولوی نواب محمد حسن رضا خاں شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے "عین الانسان" میں مندرجہ ذیل اپنے اشعار نقل کیے ہیں۔

ہر موئے بدن اگر زبان ہو
کب شکرِ خدا بھلا بیان ہو

نکالے سب کو دوزخ سے جو رہبر ہو تو ایسا ہو
شفاعت ہو تو ایسی ہو پیمبر ہو تو ایسا ہو

جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام
جسے چاہے جنت میں دیوے مقام

وہ ہے مالک الملک دنیا و دین
ہے قبضے میں اس کے زمان و زمین

کتاب عین الایمان مطبع صالحی بمبئی میں ۱۲۶۹ھ میں اور مطبع حیدری بمبئی میں ۱۲۸۷ میں طبع ہوئی۔

گلشن خلافت

مولوی نواب محمد حسن رضا خاں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ایک کتاب "ریاض النبوۃ" لکھی۔ اس سے جب وہ فارغ ہوئے تو بعض احباب و مخلصین کی درخواست پر انہوں نے ۱۲۶۱ھ میں خلفائے اربعہ کے حالات "گلشن خلافت" کے نام سے

گلشن[68] یہ کتاب مندرجہ ذیل چھ گلشن پر تقسیم ہے:

پہلا گلشن	فضائل صحابۂ کرام ہیں۔
دوسرا گلشن	خلافت خلفائے عظام ہیں۔
تیسرا گلشن	بیان حال ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔
چوتھا گلشن	شرح حال عمر بن الخطاب رضؓ ہیں۔
پانچواں گلشن	تصریح حال عثمان رضؓ بن عفان ہیں۔
چھٹا گلشن	توضیح حال علیؓ ابن ابی طالب ہیں۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سپاس بے قیاس حضرت ذوالجلال والاکرام کو سزاوار ہے کہ جس کی توصیف عظمت اور جلال میں وصاف کو بمصداق لا احصی ثناء علیک بجز اعتراف قصور کے چارہ متصور نہیں، اور ستائش بے آلائش جناب منعم مکرم کو زیبا ہے"[69]

سبب تالیف کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

مقیسان انوار تحقیق اور مستنیران اشعہ تدقیق پر پوشیدہ اور محتجب نہ رہے کہ جب اس بندۂ ہیچمدان محمد حسن رضا خان خلف محمد کاظم رضا خان نے تالیف کتاب ریاض النبوۃ سے کہ بیان خلافت قدسی صفات حضرت سرور کائنات میں ہے، فراغ اور ثواب حاصل کیا، بعضے محب خاص اور دوست بااختصاص خاکسار سے خواہاں اور مستدعی ہوئے کہ ایک رسالہ مختصر و کتب معتبرہ

---

[68] گلشن خلافت کا قلمی نسخہ راقم الحروف کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ مجھے یہ نادر خطی کتاب مولوی حافظ عبد الصمد قادری بدایونی (ف ۱۹۶۰ء) نے مرحمت فرمائی تھی۔ حافظ صاحب مرحوم کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا۔ مرحوم نے اپنی ساری عمر درس و تدریس اور وعظ و تذکیر میں گزاری۔ ان کی تالیف سے دو "میلاد شریف" ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

[69] گلشن خلافت از مولوی نواب محمد حسن رضا خاں (قلمی۔ مملوکہ محمد ایوب قادری) ص ۱۔

سے حال خیر مآل خلفائے باکمال مین تالیف کرنا چاہیے تا اوصاف برگزیدہ اور اخلاق پسندیدہ ادن کے سے ہر خاص و عام کو آگاہی حاصل ہو۔ لہذا بپاس خاطر اون دوستوں کے اس ذرہ بے مقدار نے یہ رسالہ وجیزہ۔ بزبان فصاحت بیان اردو سال یک ہزار دو صد و شصت و یک ہجری مقدسہ میں تالیف کیا اور نام اس کا گلشن خلافت رکھا۔"[۷۰]

خاتمہ کتاب

"اللہ تعالیٰ ہر مسلمان خصوص بندہ گنہ گار محمد حسن رضا خان کو اپنی عنایت اور رحمت سے محبت اور پیروی میں خلفائے نامدار چار یار بزرگوار کی رکھے اور خاتمہ بخیر کرے۔ آمین ثم آمین"[۷۱]

اب اس کتاب سے مختلف عبارات کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

فضائل صحابۂ کرام

"ضمایر صافیہ اور خواطر زاکیہ ارباب دانش اور بینش پر مخفی نہ رہے کہ بعد پیغمبران عالی مقام اور انبیا علیہم السلام کے صحابہ کرام افضل ہیں جمیع اہل اسلام سے، یعنی حق تعالیٰ جل جلالہ نے اکثر مقام پر قرآن مجید اور فرقان حمید میں فضائل محمودہ اور اوصاف برگزیدہ اس فرقہ ناجیہ کے ارشاد فرمائے اور بشارت جنت کی دی اور وعدے نیک کیے۔"[۷۲]

ذکر صدیق رضی اللہ عنہ

"جب کہ سن شریف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اٹھارہ برس یا بیس برس کو پہنچا،

۷۰۔ ایضاً۔ ص ۲۔۳

۷۱۔ گلشن خلافت۔ ص ۱۳۱

۷۲۔ ایضاً۔ ص ۴

خدمت فیض درجت جناب رسالتماب میں حاضر ہو کر صحبت حضرت کی اختیار کی اور بباعث فیض صحبت اور مجالست رسول مقبول کے ایام جاہلیت میں بھی افعال قبیحہ مثل شراب خوری اور بت پرستی وغیرہ ذات بابرکات ابوبکر صدیق میں اصلاً نہ تھے، جب کہ تمام قوم قریش میں ساتھ خصائل حمیدہ کے معروف اور مشہور تھے۔ اور بصفات علم انساب اور علم تعبیر خواب اور علم عروض اور قافیہ وغیرہ میں موصوف۔ چنانچہ بباعث اوصاف نیک کے سب قوم ان کو گرامی رکھتی اور ہر امر میں صلاح اور مشورت کرتی۔ جب عمر شریف ابوبکر صدیق کی سی و ہفت سال اور چند مہینے کو پہنچی مشرف دولت اسلام اور نعمت ایمان سے ہوئے۔[۴۳]

بیانِ فاروق رض

"امیرالمومنین علی مرتضیٰ رض سے روایت ہے کہ وقت ہجرت کے حضرت عمر خانہ کعبہ میں گئے اور سات مرتبہ طواف اس خانہ فیض آستانہ کا کیا۔ پھر باآواز بلند قوم قریش سے کہا کہ مکہ سے جاتا ہوں، جس کسی کو تم میں سے یتیم کرنا اپنی اولاد کا اور بیوہ کرنا اپنی ازواج کا منظور ہو وہ اسی وقت سامنا میرا کرے۔ قریش نے کچھ جواب نہ دیا۔ پس وہ روبرو اون کے روانہ مدینے کے ہوئے۔ سوائے حضرت عمر رض کے کسی نے فریق مہاجرین سے آشکارا اور روبرو کفار کے ہجرت نہ فرمائی۔ چنانچہ اوس روز سے مدینہ طیبہ میں ہمراہ حضرت مقدس نبوی کے رہے اور پاس رسول مقبول کے دفن ہوئے۔"[۴۴]

۴۳۔ ایضاً۔ ص ۲۴، ۲۵

۴۴۔ گلشن خلافت۔ ص ۵۸ - ۵۹

حالِ عثمانؓ

"روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ بعد قبول ایمان کے بدرجہ عبادت اللہ کی کرتے تھے۔ یعنی (روزہ) ہر روز رکھتے اور ہر شب مقام ابراہیم میں جاکر تمام رات نماز پڑھتے اور ہر جمعہ کو ایک غلام راہِ خدا میں آزاد کرتے اور محتاجوں کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ بروایت صحیح بعد حصول دولت اسلام سے حضرت عثمان نے دو ہزار چار سو غلام راہِ خدا میں آزاد کیے، اور سوا اس کے جو افعال حسنہ مثل تجہیز جیش عسرت اور خرید چاہِ معتونہ اور زمین مسجد، اون سے ظہور میں آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گے۔"[۵۵]

سیرتِ علیؓ

"نام اصلی امیر کا علیؓ اور کنیت ابوالحسن اور ابوالسبطین اور ابوتراب ہے، اور لقب شریف اسد اللہ اور ابن عم رسول اللہ اور مولیٰ اور مرتضیٰ اور حیدر اور صفدر ہے۔ اور پیدا ہوئے وہ جناب جمعہ سیزدہم رجب سال بست و ہشتم واقعہ فیل سے (کعبہ) خانہ تجلی کا شانہ میں۔ پانچ برس تک جناب امیر ابوطالب کے گھر رہے۔ زاں بعد دولت خانہ فیض آشانہ رسول مقبول میں تربیت پائی اور صحبت جناب رسالت مآب میں سن تمیز کو پہنچے۔ برکت صحبت آنحضرت کی جمیع صفات برگزیدہ سے موصوف ہوئے اور علم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ جب سن شریف حضرت امیر کا تیرہ برس کو پہنچا رسول مقبول پر ایمان لائے مشرف دولت اسلام سے ہوئے۔"[۵۶]

---

۵۵ ایضاً، ص ۸۱

۵۶ ایضاً، ص ۱۰۰

زبان و بیان

ہم نے چاروں خلفا کے حالات سے اقتباسات پیش کیے ہیں
مؤلف نے مقفیٰ عبارت کا اہتمام کیا ہے ۔ اس سے پہلے اخبار حسن اور عین الایمان سے
قافیہ آرائی کی مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں

○

مولانا سلامت اللہ کشفی

(ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء)

مولانا سلامت اللہ کشفی [1] اپنے دور کے متبحر عالم اور شیخ طریقت تھے ۔ ان کی پوری زندگی درس و تدریس، وعظ و تذکیر اور اصلاح و اشاعتِ اسلام میں گزری ۔ وہ خاندان ولی اللّٰہی کے

---

[1] مولانا سلامت اللہ کشفی ابن شیخ برکت اللہ ۔ بدایوں کے مشہور متمول خاندان میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم مولوی ابوالمعانی بدایونی، مولوی عبدالمجید قادری بدایونی اور مولوی ولی اللہ جرجیوری سے حاصل کی ۔ پھر مولوی سعد الدین عرف مولوی مدن شاہجہانپوری (ف ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء) سے تحصیل علم کی ۔ علم حدیث کی تکمیل شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے کی ۔ شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید و خلیفہ ہوئے ۔ مولانا کشفی کی شادی کے موقع پر برادری میں کسی وجہ سے نزاع ہو گیا، یہاں تک کہ مولانا کشفی کو بدایوں کی سکونت ترک کرنی پڑی ۔ کچھ دن لکھنؤ میں رہے ۔ وہاں حالات سازگار نہ دیکھے تو کانپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں ۸۷ سال کی عمر ۱۳ رجب ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) کو انتقال ہوا اور اپنی معمرہ مسجد (محلہ ناچ گھر) میں دفن ہوئے ۔ شعر و شاعری

فیض یافتہ تھے۔ ان کی اصلاح و تبلیغ کا مرکز کان پور تھا۔ ہر ہفتے ان کے یہاں مجلسِ وعظ ہوتی تھی جس میں ہزار ہا آدمی شریک ہوتے تھے۔ وہ کثیر التصانیف مصنف تھے۔ ان کی تمام تر تصانیف عربی اور فارسی زبان میں ہیں صرف ایک کتاب "خدا کی رحمت" اردو زبان میں ملتی ہے۔ اس کتاب کا موضوع میلاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

خدا کی رحمت

مولانا کشفی کے شیخ طریقت شاہ آل احمد عرف اچھے میاں کی تحریک پر ان کے استاد مولوی عبدالمجید قادری بدایونی نے ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و سیرت پر اردو میں "محافل الانوار فی احوال سید الابرار" تالیف کی تھی۔ مولانا خود بھی میلاد شریف منعقد کرتے تھے اور اس کی تائید میں انھوں نے ایک رسالہ فارسی زبان میں "اشباع الکلام فی اثبات المولد و القیام" بھی لکھا تھا۔ لہذا مولانا کشفی نے اردو زبان میں میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب "خدا کی رحمت" لکھی۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"بعد حمد خدا اور نعت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و الثنا کے مسلمانوں کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ عمل مجلس مولود شریف کا جس طرح سے مہینے ربیع الاول اور سوا اس کے اور مہینوں میں معمول ملک ہندمیں ہے، قدیم سے ثابت اور معمول دین کے عالموں اور بزرگوں کا ہے۔ چنانچہ زیادہ چھ سو برس سے زمانہ

(بقیہ حاشیہ ۰۰)

میں تجمل کے شاگرد تھے مکشفی تخلص تھا۔ ان کی تصانیف میں تحفۃ الاحباب، معرکۃ الآرا، برق خاطف، تحریر الشہادتین، رسالہ شہاب ثاقب، اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام، دیوان کشفی اور خدا کی رحمت خاص طور سے مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (۱) تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۲۱۹۔ ۲۲۳ (۲) ابجد العلوم۔ ص ۹۱۸ (۳) شمع انجمن ا ص ۴۰۵۔ ۴۰۶ (۴) الیانع الجنی۔ ص ۸۹۔

گزرتا ہے کہ کتابوں معتبر سے رواج عمل خیر کا عرب عجم روم شام میں پایا جاتا ہے[۵۸]

رسالہ "خدا کی رحمت" کا اختتام اس طرح ہوتا ہے :

"المختصر حضرت کے فضائل اور خصائل بہت ہیں مسلمانوں کو لازم ہے کہ یہ اعتقاد دل سے کریں اور زبان سے بھی کہتے رہیں کہ سب سے بہتر بعد خدا کے رسولِ خدا ہیں۔

شعر

یہ بات سچ ہے کہ آدم سے لے کے تا عیسیٰ
خدا کے بعد بڑے سب سے ہیں رسول خدا[۵۹]

زبان و بیان

مولانا کشفی کا انداز تحریر بڑی حد تک قدیم ہے، پرانی ترکیبیں، مضاف، مضاف الیہ سے پہلے، موصوف، صفت سے پہلے، علامت اضافت حذف، اور پرانے طریقے پر جمع کا استعمال عام ہے۔ حالانکہ ان کے وطن قدیم بدایوں کے اکثر علما اس دور میں سلیس و صاف اردو میں متعدد کتابیں لکھ چکے تھے۔

اب ان کی نثر کی بعض خصوصیات ملاحظہ ہوں :

انداز تحریر

"انہوں نے ایک دم میں سواروں یہود کو قتل کیا۔" (ص ۷)

"اس بات کو بوسیلے بعض دوستوں کے عبدالمطلب کے کان تک پہونچایا۔" (ص ۷)

"آمنہ بیٹی وہب کو سب باتوں میں بہتر جان کے"

---

۵۸ خدا کی رحمت از مولانا سلامت اللہ کشفی (نولکشور پریس کانپور۔ ۱۸۸۲ء) صفحہ ۲

۵۹ ایضاً ص ۳۱

"کے" حرف اضافت حذف

"حق تعالیٰ نے برکت اوس لڑکے سے کہ قریش میں پیدا ہوا ہے۔" (ص ۱۶)

"عورتوں بنی سعد نے غریب اور یتیم جان کے اوس کو قبول نہ کیا۔" (ص ۱۷)

"نہروں بہشت میں غوطہ دیا۔" (ص ۴)

جملے کا استعمال

"قبیلہ بنی سعد کی عورتیں دودھ والیاں دو بار یعنی فصل ربیع اور خریف میں شہر مکے میں آتیں۔" (ص ۱۵)

"سب قبیلے والیاں بولیں" (ص ۱۸)

"وہاں قافلہ عالموں حبش کا اترا تھا۔"

"اوس مقام کے درختوں اور گھاسوں کو سرسبز اور شاداب کر دیتا۔" (ص ۱۹)

جمع بطور واحد

"مرد اشراف اپنی آبرو اور دین کو بری بات سے بچاتا ہے۔" (ص ۸)

تقدیم و تاخیر

"جب گرد و نواح مکے کے پہنچی" (ص ۱۵)

"لڑکے دودھ پینے والوں کو حضرت کی خدمت میں لاتے" (ص ۲۵)

کہیں کہیں الفاظ و عبارت میں قافیہ کی بھی رعایت رکھی ہے مثلاً

"خطاب باعتاب" (ص ۳)

کو بمعنی پر

"ایسا نور نکلا کہ چڑھ گیا آسمان کو۔" (ص ۱۷)

کو بمعنی میں

"حلیمہ حضرت کو گود میں لے کر خوش خوش اپنے مقام کو آئیں۔" (ص ۱۸)

آدمی بمعنی شخصیت

"اے حلیمہ! تو بڑی آدمی ہوئی" (ص ۱۹)

فعل مرکب میں مصدر کی بجائے ماضی مطلق کا استعمال

"جو کوئی کہا مائے گا" (ص ۳)

"سمجھا چاہیے" (ص ۳)

دہلوی روزمرہ و انداز

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی ہیں" (ص ۱۸)

"اپنے ہاتھوں کے زور سے زمین پر گھٹنیوں چلنے لگے" (ص ۱۹)

اخبار بمعنی حدیث

"اخبار میں آیا ہے" (ص ۹)

روحانیات بمعنی جن

"حضرت ابراہیم اور روحانیات اور آدمی فرشتے جانور سب بر طا ہر کرو" (ص ۱۲)

گوارا بمعنی خوش ذائقہ

"مزا اس پانی کا شہد سے زیادہ میٹھا اور گوارا تھا" (ص ۱۵)

وار بمعنی طرف

"حضرت کو آگے وار گود میں بٹھا لیا" (ص ۱۸)

○

مولوی جلال الدین باقر

بدایوں کے مشہور متولی خاندان سے رکن، شاہ عبد العزیز دہلوی کے شاگرد اور اپنے دور کے مشہور عالم تھے۔ وہ براہ راست شاہ ولی اللہی تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔ وعظ و تذکیر اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انہوں نے ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶ء۔۴۷ء میں اپنے

(حاشیہ ۸۰ اگلے صفحہ پر)

خاندان کے بچوں اور عورتوں کے لیے ایک مختصر سا رسالہ "جواہر المواعظ" کے نام سے اردو زبان میں لکھا۔ اس رسالے میں انھوں نے بچے کے پیدا ہونے سے اس کے مرنے دم تک کے بعض

(حاشیہ نمبر ۸۰)

ف۵ مولوی جلال الدین باقر ابن شیخ منتجاب الدین صدیقی، خاندان میں علم و فضل کی روایات متواتر میں ان کے دادا وہاب الدین موحد (ف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اپنے دور کے ممتاز شاعر تھے (تجلیات سخن۔ ص۔ ۴) مولوی جلال الدین کے تلامذہ میں ان کے برادر خورد مولوی جمال الدین حسن مصنف شبیہہ احمدی یعنی سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (المتوفی ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں (قاموس المشاہیر جلد اول۔ ص ۱۷۶) مولوی جلال الدین باقر کا ۱۲۶۹ھ (۳-۱۸۵۲ء) میں انتقال ہوا اور بدایوں میں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ وہ شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ باقر تخلص تھا۔ ان کے مندرجہ ذیل شعر ملے ہیں:

ہے تن ضعف ہو گیا باقر   وہ جمال اور وہ جلال کہاں

باقر دماغ شعر و سخن اب کہاں ملیں
وہ ولولہ و جوش طبیعت نہیں رہا

نہ دنیا کا آرام، آرام ہے   یہاں کی مصیبت، مصیبت نہیں
نہ ہی یاں کی کچھ منفعت، منفعت   یہاں کی مضرت، مضرت نہیں

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شجرۃ الصدیق از رضی الدین تویر (نظامی پریس بدایوں ۱۳۱۸ھ) عمدۃ التحقیق فی آل سیدنا صدیق از حافظ حمید الدین (وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۳۳۲ھ) تجلیات سخن از نظامی بدایونی (نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۰ء) کلمہ باقیہ از شیخ کبیر الدین (امیر الاقبال پریس بدایوں۔ ۱۹۳۷ء) قاموس المشاہیر جلد اول از نظامی بدایونی (نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۴ء) نظامی بدایونی (سوانح حیات نظامی بدایونی) از محمد احمد کاظمی (نظامی پریس بدایوں ۱۹۵۹ء) ص ۴

مسائل اور اصلاح معاشرت سے متعلق ضروری امور بیان کیے ہیں۔

مولوی جلال الدین کا یہ رسالہ قلمی صورت میں ان کے خاندان میں محفوظ تھا اس خاندان کے مشہور رکن اور مطبع نظامی بدایوں کے بانی و مالک مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی (ف ۱۹۴۷ء) نے اس رسالے کی قدامت وافادیت کے پیش نظر اسے اگست ۱۹۲۰ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع کیا تھا۔ شروع میں نظامی بدایونی نے بطور تعارف ایک مختصر سی تحریر بھی لکھ دی ہے نظامی بدایونی نے طباعت میں بڑی حد تک مصنف کے قدیم املا کی پابندی کی ہے۔

جواہر المواعظ[81]

جواہر المواعظ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۳ھ (۷-۱۸۴۶ء) برآمد ہوتے ہیں۔ سبب تالیف کے بارے میں خود مصنف لکھتے ہیں:

"الحمد للہ کہ اس نے ہم کو مسلمان بنایا اور درود اس کے رسول مقبول پر کہ جس کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ سبحان اللہ کیا بڑی عنایت ہے کہ ہم کو اس رسول مقبول کی امت میں کیا۔ بڑے بڑے شخصوں کی آرزو رہی کہ ہم نبی آخر الزماں کی امت میں ہوتے۔ یہ چند ورق رسالہ ہے عاصی محمد جلال الدین باقر سے اور اس کے دو نام ہیں۔ ایک جواہر المواعظ (۱۲۶۳ھ) اور دوسرا مخزن السعادت (۱۲۶۳ھ) کہ بنام خواہر زادہ کوچک محمد سعادت اللہ مسمی ہوا۔ دونوں ناموں سے سال تاریخ اتمام پیدا ہے۔ سب مسلمانوں کو علی الخصوص برادر عزیز از جان من محمد جمال الدین حسن اور برخوردار قرۃ العین محمد نور الدین حسین اور برادر زادہ اہلبیت زبادہ احمد حسن اور خواہر زادگان صلاحیت آگاہ محمد افضل حسن اور محمد سعادت اللہ مذکور کو چاہیے کہ اس کو ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے اور عورتوں کو

---

[81] اس کتاب کے ناشر نظامی بدایونی نے مؤلف کے تخلص باقر کی روایت سے اس کا ایک نام "یادگار باقری" بھی لکھ دیا ہے۔

سناتے سمجھاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں اور عزیزان مذکور کو توفیق خیر کی عطا فرمائے اور جان و مال اور عزت و ایمان سب کے اپنے کرم سے محفوظ رکھے، اور اس کے پڑھنے والوں سے امید ہے کہ بدعائے خیر یاد دلادیں، اور جس جگہ خطا اور نقصان دیکھیں بقلم اصلاح بہ صحیح کردیں۔ جو کوئی دل سے اس کو پڑھے گا اور سنا دے گا اور سمجھا وے گا اور جب تک اعتقاد سے اس پر عمل کرے گا انشاء اللہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔"[۱۲]

اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں، جن سے کتاب کے مندرجات اور مصنف کے خیالات و افکار کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایمان و توحید، صبر و شکر، تفاخر و تعلی، دعا اور اس کی اجابت، خلاف شرع امور و رسوم، بچے کی پیدایش، عقیقہ، نکاح، صفائی، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، تین چیزوں میں کفایت شعاری، خانہ داری کے کام اور مختلف پیشے، بچوں کی تربیت، آمدنی اور خرچ، خدا کا شکر، قرض کی عادت، تین کلموں میں عجلت، مہمان نوازی، عزیزوں اور مسافروں سے سلوک، غیظ و غضب، باہمی شکوہ و شکایت، بات کا بتنگڑ، معاملہ کی صفائی۔ اپنے بڑوں اور چھوٹوں سے برتاؤ۔ انسانی ہمدردی اور تیمارداری وغیرہ۔ منگنی کی اشیا۔ گفتگو کرنے کا طور، راستہ چلنے کا طریقہ، کھانا کھانے کے آداب، زن و شوہر میں ہم بستری کے متعلق نصیحت، روزانہ زندگی کا دستور العمل، تدبیر و تقدیر کا مسئلہ، انسان دو بلاؤں میں، جھوٹ سچ کا مقابلہ، شادی بیاہ کے سامان کی تفصیل، پردہ و حجاب، اسلام کا آخری دور، اور مسلمانوں کی نصیحت، عقیقہ کی دعا۔

کتاب کے آخر میں ضروریاتِ وضو اور ضروریاتِ نماز سے متعلق دو نقشے بھی شامل ہیں:

۱۲؎ جواہر المواعظ از مولوی جلال الدین باقر (نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۲۰ء) ص ۲۰۳

نمونہ ملاحظہ ہو:

خلاف شرع امور و رسوم کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ہر کام میں خیال شرع رکھو، خلاف شرع کوئی کام نہ کرو، جو خلاف شرع کرو گے تو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ ذرا غور کرو، کیا کیا کام خلاف شرع رائج ہیں اور ان برے کاموں سے کچھ فائدہ نہیں۔ ایام شادی میں کیا کیا بدعتیں اور گناہ کرتے ہو۔ ناچ اور راگ رنگ رسومات خلاف شرع اکثر عورتوں کا گلی کوچہ میں ایک گھر سے دوسرے گھر کو جانا، پردہ حجاب کماحقہ نہ کرنا، مردوں کو لال کپڑے اور ریشمی کپڑے اور زیور پہنانا اور اپنی نمود اور بزرگی جتانا اور تفاخر کے واسطے بڑی بڑی بھاجیاں بانٹنا اور طرح طرح کے بیجا خرچ اٹھانا اور پھر ان بیجا خرچوں کے واسطے قرض بھی لیتے ہو اور سود دیتے ہو اور قرض خواہ سے وعدہ خلافی بھی کرتے ہو اور اس کے سبب سے حق تلفی بھی ہو جاتی ہے، یعنی حق واجبی اور شخصوں کا تمہارے اس صرف بیجا میں آجاتا ہے۔ غرض خوب غور کرو کہ کیا کچھ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے بیجا خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ دوست نہیں رکھتا بیجا خرچ کرنے والوں کو ذرا سے چند روزہ نمود کے واسطے کیا کچھ عذاب اپنے اوپر لیتے ہو اور جو لوگ اس نمود اور طمطراق پر تم کو سراہتے ہیں اور شاباش کہتے ہیں، یہ کوئی قیامت کے دن تمہارے کام نہیں آویں گے۔ بلکہ اس دن بھائی بھائی سے اور بیٹا ماں باپ سے اور خاوند عورت سے اور باپ بیٹے سے دور دور بھاگیں گے۔ اور اگر تم اللہ کے کلام کو سچ جانتے ہو تو سیدھی راہ چلو اور اس کے حکم سے باہر نہ نکلو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حدیں مقرر کر دی ہیں۔ انہیں حدوں پر چلے جاؤ اور جو حدوں سے باہر نکل جاؤ گے تو تمہارے واسطے عذاب ہو گا۔"[۲]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"جو کچھ ہمیں کہنا تھا کہا، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق عمل عطا فرمائے اور سب کا اور اس عاصی کا خاتمہ بخیر کرے اور اپنی عافیت و کرم سے بخشے اور جنت میں داخل کرے اور شفاعت رسول مقبول کی اور دیدار اپنا نصیب کرے"¹

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جواہر المواعظ کے مصنف اس دور کے مذہبی اصلاحی ادب سے خاص طور سے متاثر ہیں اور اس رسالے کی تصنیف کے وقت شاہ اسحاق دہلوی (ف ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۵-۶ء) کا مشہور اصلاحی رسالہ مسائل اربعین ان کے پیش نظر رہا ہے۔ دونوں کتابوں کے متعدد عنوان اور مضمون ایک سے ہیں۔

جواہر المواعظ کے مصنف کا مقصد تبلیغ و تذکیر ہے۔ لہذا زبان سادہ اور عام روزمرہ کے مطابق استعمال کی گئی ہے۔ مگر مصنف نے کہیں کہیں عربی و فارسی کے ثقیل الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

مصنف نے اس زمانے کے رواج کے مطابق اردو کو ہندی زبان کہا ہے (ص ۴) کہیں کہیں قدیم طرز کے مطابق مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آیا ہے۔ مثلاً جنجال شرع کا۔ (ص ۶)

عورت کی جمع عورات اکثر جگہ لکھی ہے (ص ۳)

منہ کا املا موہنہ (ص ۹) بھیڑ کا بھینڑ (ص ۹) اور تیار کا املا طیار (ص ۱۰) لکھا ہے۔ چھوکرا بمعنی ملازم (ص ۱۰) سوختنی بمعنی جلانے کی لکڑی (ص ۱۰) مسلمانی بمعنی مسلمان ہونا (ص ۱۰) اور نوکری بمعنی تنخواہ (ص ۱۳) لکھا ہے مستعار کے لیے منگنی کا لفظ استعمال کیا ہے۔

○

---

¹ جواہر المواعظ ص ۲۲

مولانا فضلِ رسول بدایونی[۵۵]

۱۲۱۳ھ / ۱۲۸۹ھ

۱۷۹۸-۹۹ء / ۱۸۷۲ء

جب شاہ اسماعیل شہید کی تالیفات و تقاریر وغیرہ سے مسائلِ عدمِ تقلید، رفع یدین اور امکان و امتناعِ نظیر پر بحثیں شروع ہوئیں تو علمائے کرام دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ بعض

---

[۵۵] مولانا فضلِ رسول ابن مولوی عبدالمجید قادری ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں علم و فضل متوارث تھا۔ ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی۔ پھر لکھنؤ میں مولانا نورالحق فرنگی محلی سے تحصیلِ علم کی۔ علومِ دینیہ سے فراغ کے بعد دھولپور میں حکیم بہر علی موہانی سے علمِ طب کی تکمیل کی۔ اسی زمانے میں علمِ موسیقی میں کمال حاصل کیا۔ ۱۲۳۵ھ میں بدایوں آ گئے۔ پہلے گوالیار راج میں ملازمت کی کوشش کی اور پھر اودت نرائن راجا بنارس کے یہاں بزمرۂ اطبا ایک سال (۱۲۳۵-۳۶ھ) ملازم رہے۔ پھر بدایوں آ کر مدرسہ قادریہ میں درس و تدریس کا مشغلہ شروع کیا۔ جب اکتوبر ۱۸۲۳ء (۱۲۳۹ھ) میں بدایوں ضلع قرار پایا، تو مولانا فضلِ رسول پہلے سرکارِ انگریزی کی طرف سے مفتی اور پھر کلکٹر بدایوں کے سررشتہ دار مقرر ہوئے اور یہ تعلق تقریباً چار سال رہا۔ (اس زمانے میں صدر مقام سہسوان تھا)۔ یہ زمانہ ۱۲۳۹-۴۰ھ / تا ۱۲۴۴-۴۵ھ ہو سکتا ہے۔ ۱۲۵۶ھ میں مولانا دہلی گئے اور وہیں سے حج کا ارادہ کر لیا۔ ۱۲۵۷ھ میں حجازِ مقدس میں تھے۔ ۱۲۵۹ھ تا ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۷ء) کے دوران کچھ مدت بریلی میں مطب کیا۔ ۱۲۷۰ھ میں وہ سہ بارہ حج کے لیے گئے اور اپنے والد ماجد سے خلافت پائی۔ جنگِ آزادی ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) میں جب بدایوں سے انگریزی نظم و نسق اٹھ گیا تو مولوی فضلِ رسول نے جان پر کھیل کر چند روز بدایوں کا انتظام کیا اور سرکاری عملے کی حفاظت کی۔ جنگِ آزادی کے بعد ترکی کا سفر کیا۔ خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید (۱۲۵۵ھ تا ۱۲۷۷ھ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء) نے اعزاز و اکرام فرمایا۔ ۱۲۷۷ھ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علمانے ان کا رد کیا۔ اس گروہ میں مولوی محبوب علی دہلوی، مولوی فضل حق خیرآبادی وغیرہ شامل ہیں اور بعض نے ان کی تائید کی۔ اس دوسرے گروہ میں شاہ اسماعیل، شاہ محمد اسحاق اور ان کے تلامذہ و مسترشدین تھے۔

مولانا فضل رسول بدایونی کا تعلق پہلے گروہ سے تھا۔ مولوی محبوب علی اور مولانا فضل حق خیرآبادی نے "رد وہابیت" کا جو آغاز کیا تھا مولانا فضل رسول نے اس کو مکمل کیا اور آگے بڑھایا۔ اتفاق کی بات کہ خود مولانا فضل رسول کے خاندان میں مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی وہ بزرگ تھے کہ جنہوں نے شاہ اسماعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے اصلاحی و تبلیغی لٹریچر کی نہ صرف نشر و اشاعت کی بلکہ اس سلسلے میں خود کئی رسالے لکھے۔ مولانا کے والد مولوی عبد المجید "ہدایت الاسلام" لکھ کر شاہ اسماعیل کے رد کا آغاز کر چکے تھے۔ مولانا فضل رسول نے حالات و واقعات کا جائزہ لیا اور انہوں نے "وہابیت" کا رد کیا۔ وہ اس جماعت کے مقتدا اور پیشوا ٹھہرے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کتابیں لکھیں۔ ہمارا موضوع ان کی اردو تصانیف ہیں۔ اردو زبان میں انہوں نے چار کتابیں سیف الجبار (۱۲۶۵ھ) حرز معظم (۱۲۶۵ھ) فوز المبین (۱۲۷۳ھ) اور فصل الخطاب لکھیں۔ ان کی اول الذکر کتاب سیف الجبار متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ دوسری تینوں کتابیں نہ تو طبع ہوئیں اور نہ ان کے قلمی نسخے ملتے ہیں۔

میں بغداد کا سفر کیا۔ (۱۸۶۲ء) ۱۲۷۹ھ میں حیدرآباد دکن پہنچے۔ منصب و روزینہ کے مستحق ٹھہرے۔ سترہ روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر ہوا۔ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) میں انتقال ہوا۔ بدایوں میں درگاہ قادریہ میں دفن ہوئے۔ شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ مست تخلص فرماتے تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ ان کی تصانیف میں البوارق المحمدیہ، تصحیح المسائل، المعتقد المنتقد، احقاق الحق و ابطال الباطل اور سیف الجبار خاص طور سے مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (۱) طوالع الانوار (سوانح فضل رسول) از مولوی انوار الحق بدایونی (سیتاپور ۱۲۹۷ھ) اور اکمل التاریخ۔ جلد دوم (سوانح فضل رسول) از مولوی محمد یعقوب ضیا قادری (بدایوں ۱۹۱۰ء) وغیرہ

حیرت ہے کہ یہ کتابیں مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانے میں بھی موجود نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہو گئی ہوں، جیسا کہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں[۸۶]۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے "ردِّ وہابیت" میں سب سے پہلے ۱۲۵۶ھ میں البوارق المحمدیہ (فارسی) لکھی۔ اب ہم ان کی کتاب سیف الجبار کا تعارف پیش کرتے۔

سیف الجبار

سیف الجبار کا پورا نام "سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار" ہے۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۵ھ (۴۹-۱۸۴۸ء) برآمد ہوتے ہیں۔ سیف الجبار ایک مقدمہ، دو باب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔

مقدمے میں صراطِ مستقیم کا بیان ہے۔

باب اول: نجد کے سیاسی حالات، محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا آغاز و ارتقا، شریف مکہ سے جنگ، وہابیوں کا استیصال، تقلید کا بیان، امام ابوحنیفہ رح کی مدح، ہندوستان میں وہابیت کا آغاز، سید احمد شہید اور اسماعیل شہید کی تحریک پر تبصرہ، جامع مسجد دہلی کے مباحثہ ۱۲۴۰ھ کی مختصر کیفیت اور جہاد سرحد کے بیان پر مشتمل ہے۔

باب دوم: محمد بن عبدالوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" کے باب اول کا رد کیا گیا ہے۔

۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو علمائے مکہ شیخ عبدالرسول، عقیل بن یحییٰ علوی، شیخ عبدالمالک اور حسین مغربی نے "کتاب التوحید" کے باب اول کے رد میں ایک رسالہ لکھوایا جس کو شیخ احمد ابن یونس باعلوی نے مرتب کیا۔

---

[۸۶] طوالع الانوار۔ ص ۷۵۔

مولانا فضل رسول نے ایک کام یہ کیا ہے کہ کتاب التوحید اور شاہ اسماعیل کے رسالہ تقویۃ الایمان میں جہاں جہاں مضامین اور عبارتوں میں یکسانیت ہے اس کی خاص طور سے نشاندہی کی ہے۔ اس طرح کتاب التوحید کے ساتھ ساتھ تقویۃ الایمان کا بھی رد ہو گیا ہے۔

خاتمہ:

گو مختصر ہے مگر اس میں شاہ اسحاق کے رسائل مائۃ مسائل اور مسائل اربعین کی کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مولانا فضل رسول نے ردِ وہابیت میں عربی اور فارسی میں متعدد کتابیں لکھیں۔ مگر اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی غرض سے اردو زبان میں بھی کتابیں لکھنی ضروری سمجھیں۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب سیف الجبار ہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔ حکم شرع کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ کہ حکم ہے کسی چیز کے جان لینے اور مان لینے کا۔ کچھ کام کرنا نہ کرنا اس میں نہیں ہے جیسے اللہ ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، قیامت حق ہے شفاعت حق ہے، بہشت دوزخ حق ہے اس کو علم عقائد کہتے ہیں۔ دوسری قسم حکم ہے ہاتھ پاؤں زبان سے کام کرنے یا نہ کرنے کا۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، چوری، شراب خوری، زنا نہ کرنا۔ اس کو علم فقہ کہتے ہیں۔ تیسری قسم حکم ہے دل سے کام کرنے، نہ کرنے کا جیسے صبر، توکل، تسلیم، رضا، تبتل کرنا، عجب، حسد، بغض نہ کرنا اس کو علم تصوف کہتے ہیں۔"[۲۲]

سبب تالیف کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں کہ قاضی، مفتی، محتسب، خلیفہ، سر پر نہ رہے جن

---

[۲۲] سیف الجبار از مولانا فضل رسول بدایونی (سیتاپور ۱۲۹۲ھ) ص ۲

کا خوف ہو۔ نفس اور شیطان نے جو آدمی کے دشمن ہیں قابو پا یا۔ عجب طرح کا ہنگامہ برپا ہوا کہ ہر شخص گویا مالک دین کا ہے، جو چاہتا ہے حکم کر دیتا ہے تیسری قسم شرع کی یعنی تصوف کہ دین کا کمال ہے، بالکل چھٹ گیا، نام نشان باقی نہ رہا عمل کا تو کیا مذکور علم بھی کم یاب بلکہ گویا نایاب ہو گیا اور بے ادب زبان دراز جاہل لوگ اس کو برا کہنے لگے۔ اور پہلی قسم کہ جڑ ہے دین کی، سو جیسا سلف نے کہا ہے اوس کو بدعت سیئہ میں داخل کرتے ہیں اور دوسری قسم میں بھی جو پہلوں نے لکھا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ کفر، اسلام، حرام اون کے اختیار میں ہے جیسا جس کے جی میں آتا ہے کہہ دیتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ صراط مستقیم یہی ہے تو اس خیر خواہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ جو اوس کے علم و فہم میں آیا ہے قلم سے لکھ دے اور کہ اوروں کو بھی مفید ہو۔ اس واسطے یہ رسالہ محض للہ لکھا ہے اور ہر مسلمان دیندار بھائی کے حضور میں عرض ہے کہ اسے دیکھیں کہ اگر پسند خاطر ہو دعا خیر سے فقیر کو یاد کریں۔[۸۸]

سیف الجبار سے ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

"۱۲۰۳ ہجری میں سلطان عبدالحمید غازی بادشاہ روم کہ بڑا عادل دیندار صاحب عزم تھا جنت نصیب ہوا۔ سلطان سلیم ثالث اوس کے بھتیجے نے اوس کے بیٹوں کو نظر بند کیا اور زبردستی سے بادشاہ ہو گیا اور بہت امیروں اور سرداروں کو اس خیال سے کہ ہوا خواہ سلطان اور اس کی اولاد کی سلطنت کے خواہاں ہیں مع اکثر فوج عمدہ کے حالت غفلت میں بجرد قبض روح سلطان مرحوم کے مروا ڈالا اور رعیت پر بھی ظلم شروع کیا۔ ایسی باتوں سے روم کی سلطنت میں خلل پڑ گیا۔[۸۹]

---

۸۸ سیف الجبار ص ۳

۸۹ ایضاً ص ۱۰

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ عبارت صاف سلیس اور رواں ہے۔ عربی وفارسی الفاظ کی بھرمار بھی نہیں ہے اور نہ مقفّیٰ ومسجّع عبارت ہے۔ کہیں کہیں قدامت کا رنگ البتہ جھلکتا ہے اور تعقید بھی ہے۔

تعقید عبارت کی ایک مثال :

"جن کو اخص خواص مجھیں اونہیں سے بوجھ دیکھے کر بے رجوع کے کتابوں کی طرف کہ بڑے بڑے علم والوں نے تصنیف کی ہیں۔ اس بات کو بیان نہ کر سکیں گے بلکہ عجب نہیں کہ بعد صرف کرنے اپنے حوصلے کے بھی اس بات کو تنقیح نہ کر سکیں۔"[۹]

دکنی انداز

"ترک فوج کو شام و مصر کی چھاؤنیوں سے بلوائے" (ص ۱۴)

عامیانہ انداز

"وہاں سے مکہ کو چھوڑ کر دوڑ ماری" (ص ۱۴)

"مارا مار آئے" (ص ۱۴)

"مدینہ منورہ کو جا مارا" (ص ۱۶)

"جہاں کا تہاں پہنچا دیا" (ص ۱۷)

"پرلے درجے کا شرک ہے" (ص ۸۱)

بعض محاورات

"کھلے بندوں کھل کھیلے" (ص ۱۸)

"منہ اپنا کالا کیا۔" (ص ۱۶)

سیف الجبار میں تکرار لفظی عام ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

"ایک شہر سے ایک شہر کو ایک راہ میں جاتا ہے۔" (ص ۷)

۹۔ ایضاً۔ ص ۳۳

"بعضے بعضے گمراہ فرقے نکلتے گئے" (ص ۹)

"آپ آپ کو حاکم ہو گئے" (ص ۱۰)

"ہر چند ہر چند عرض کیا (ص ۱۵)

"ایک نامہ ایک مضمون ایک عبارت کا تمام مخصوصین کے نام پر شہر بشہر جاری ہوا (ص ۴۶)

بعض الفاظ کی جمع اکثر استعمال کی ہے جو اب متروک ہے۔

قابل — "بڑے بڑے عالم قابلوں کو معلوم نہیں ہوتی ہے"

اکثر — "اکثروں کی متابعت سے وہ اکیلا دوزخ میں گرایا جاوے گا" (ص ۸)

مال — "مالوں کی لوٹ ہو جاوے گی" (ص ۱۳)

دبی — "ایسے متبرک مکان میں کیا کیا دبیاں کیں" (ص ۲۶)

الہ — "الہوں کو ایسا اعتقاد نہ کرنے تھے" (ص ۱۰۹/۱۳۸)

وہ کی جمع وے

"وے چار فرقے ہیں (ص ۵)

بندر کی جمع بنادر استعمال کی ہے

واحد بطور جمع

"سکھ بہ جہاد کا عزم کیا (ص ۵۴)

جمع بطور واحد

"افغان کی قوم دینداری کے باب میں بڑی مضبوط ہیں" (ص ۵۵)

جدا کی بجائے جدے جدے در جدی

"پھر جدے جدے نام ہو گئے" (ص ۲)

"جس نے جدی راہ پکڑی" (ص ۷)

فلاں کی بجائے فلانی اور فلانے

"فلانی حدیث کی فلانے سے اور فلانی فلانے سے یوں روایت کی ہے" (ص ۲۱)

بعض قدیم الفاظ و محاورات کا استعمال

امان کرنا — "کسی کو امان نہیں کیا" (ص ۱۵)

بدفکری — "بدفکری اور بے عقلی کے سبب سلطنت کی کچھ شوکت نہ رہی تھی۔" (ص ۱۶)

کبھو — "کبھو حرام کہے کبھو حلال کبھو مکروہ جانے" (ص ۲۰)

کو بمعنی ہیں

"دلی ان تینوں فرقوں کو شامل ہے۔" (ص ۶)

ضرور بمعنی ضروری

"جناب کے بھی دستخط اس تحریر پر ضرور ہیں" (ص ۵۲)

توجہ کو مذکر استعمال کیا ہے

"انہوں نے بڑا ہی قوی توجہ کیا" (ص ۴۵)

دہلوی انداز

"زری تشریف رکھیے" (ص ۵۲)

"حرم کی تعظیم کرنی چاہیے۔" (ص ۸۵)

"چاہیے" کے ساتھ بجائے مصدر کے ماضی

"ایک جماعت کو مقرر کیا چاہیے" (ص ۴)

○

نواب خان بہادر خان

نواب خان بہادر خان[۹۱] ایک نامور حکمران خاندان کے رکن اور مجاہد و شہید کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔ ان خصوصیات کے علاوہ وہ علم و فضل میں بھی عالمانہ دسترس رکھنے

(حاشیہ ۹۱ اگلے صفحہ پر)

ہیں اور صاحب دیوان شاعر ہیں[۹۲]۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے انہوں نے اردو نثر میں ایک کتاب "مقاصد صالحین" لکھی۔ ان کی یہ قیمتی کتاب "مقاصد صالحین" کی بجائے "مقاصد الصالحین" کے نام سے کانپور، لکھنؤ اور لاہور کے اکثر مطابع، مصنف کے نام کی صراحت کے بغیر چھاپتے رہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور قائد و مجاہد کی وجہ سے ناشروں نے نواب خان بہادر خان کا نام حذف کر دیا، اور غضب یہ کیا کہ "درستی عبارت" کے بہانے سے کتاب کی زبان و بیان کی بھی اصلاح کر ڈالی۔ جیسا کہ ہم آگے تفصیل سے عرض کریں گے۔

(حاشیہ ۹۱)

[۹۱] نواب خان بہادر خان ابن نواب ذوالفقار خان ابن حافظ الملک حافظ رحمت خان۔ انہوں نے مروجہ علوم و فنون کی تعلیم و تحصیل بریلی اور لکھنؤ میں کی۔ ۳۰ اگست ۱۸۱۵ء کو سرکار انگریزی میں صدر امین مقرر ہوئے۔ فن شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے۔ معروف تخلص تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علاقہ روہیل کھنڈ میں زمام حکومت سنبھالی اور حریت و آزادی کی شمع روشن کی جب روہیل کھنڈ پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا تو دسمبر ۱۸۵۹ء میں نیپال کی ترائی سے گرفتار ہوئے۔ یکم جنوری ۱۸۶۰ء کو بریلی آئے۔ مقدمے کے بعد پھانسی کا حکم ہوا ۲۴ مارچ ۱۸۶۰ء کو صبح سات بج کر دس منٹ پر پرانی جیل (بریلی) میں پھانسی ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

[۹۲] نواب خان بہادر خان کا دیوان مولانا حسرت موہانی مرحوم کو مل گیا تھا۔ انہوں نے اس میں سے کچھ انتخاب بھی شائع کیا تھا جس کے کچھ اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

قصد کرتا ہوں ترے گھر سے جو میں جانے کا
دل یہ کہتا ہے کہ تو چل، میں نہیں آنے کا
شمع گو تجھ کو بھی ہے سوز محبت کی لگن
لیک قائل ہوں میں پروانے کے جل جانے کا
ناصحا دست جنوں سے یہ سلامت کب تک
چھوڑ سکتا ہوں میں دامن کہیں دیوانے کا

(بقیہ حاشیہ ۹۲ اگلے صفحہ پر)

اتفاق کی بات ہے کہ راقم الحروف کا ایک مضمون "مجاہد جلیل مفتی محمد عوض" العلم کراچی جون ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا جس کے ملاحظے کے بعد شاہجہان پور کے قاضی شہر جناب سید حسن صاحب نے اپنے جدِ امجد قاضی سرفراز علی[۹۳] کے کچھ خطی کاغذات اور مسودات فارسی بشیر الدین

(بقیہ حاشیہ ۹۲)

نہیں معلوم مزا کھانے تجھے اے معروف
خونِ دل پینے کا اور لختِ جگر کھانے کا

یار ہی جس کا ہر روز درپے آزار ہو
زندگی اپنی سے کیونکر پھر نہ وہ بیزار ہو

ہے مثلِ حباب زندگانی | اک نقش بر آب زندگانی
جیتا ہوں جو ہجر میں تو ہمدم | کرتی ہے عتاب زندگانی
معروف جہان کے بکھیڑے ہیں | کی ہم نے خراب زندگانی

مجھے کیا پوچھے ہے ہمدم تو کہاں رہتا ہے
کہیں اک جا بھی فقیروں کا مکاں رہتا ہے
دل ہے غش یار کی اس طرز فراموشی پر
جب ملوں ہوں تو وہ کہتا ہے کہاں رہتا ہے

احوالِ دردِ دل کوئی اظہار کیا کرے | بے مہر ہو طبیب تو بیمار کیا کرے
مرہم تمہارے لطف کا ہے عنبر کے لیے | فرمایئے کہ یہ جگر افگار کیا کرے
معروف ایک بوسے پہ دل دے کے جب ہا | قیمت ہو خوب پائے سو تکرار کیا کرے

(انتخاب سخن جلد ہفتم مرتبہ مولانا حسرت موہانی ص ۲۳)

۹۳ قاضی سرفراز علی ابن امانت علی، شاہجہان پور وطن ... دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ جنگ
(بقیہ حاشیہ ۹۳ اگلے صفحے پر)

پنڈت کو دکھائے۔ ان مسودات میں نواب حسان بہادر خان کی یہ کتاب "مقاصد صالحین" بھی تھی قاری صاحب نے "مقاصد صالحین" پر ایک تعارفی مقالہ لکھا ہے[۹۴] خوش قسمتی سے مقاصد الصالحین کا یہ نادر قلمی نسخہ کراچی منتقل ہو گیا اور قاری صاحب کے صاحبزادے ظہیر الدین کوثر کے پاس موجود ہے اور وہی نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

مقاصد الصالحین

اس کتاب کا موضوع تصوف اور اخلاق ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں انبیائے کرام، اولیائے عظام اور صلحائے عالی مقام کے ایمان افروز اور روح پرور حکایات اور واقعات لکھے ہیں مقاصد صالحین مندرجہ ذیل دس فصلوں (مقاصد) پر مشتمل ہے:

اول مقصد	عشق و محبت میں
دوسرا مقصد	گریہ و بکا اور ریاضت میں
تیسرا مقصد	ہمت اور قناعت میں
چوتھا مقصد	سکرات موت اور ساعت قبر میں
پانچواں مقصد	حقوق اہل اسلام میں
چھٹا مقصد	ہمسایے کے حقوق میں
ساتواں مقصد	جمعہ کی فضیلت میں
آٹھواں مقصد	کسب حلال اور اس کی فضیلت میں

(بقیہ حاشیہ ۹۳)

آزادی میں حصہ لیا جس میں دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔ جزائر انڈیمان سے دس بارہ سال کے بعد رہائی ہوئی ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ ساتجہانپور از صبیح الدین جلیل (لکھنؤ ۱۹۳۲ء) صفحہ ۲۶۶-۲۶۸

۹۴ ملاحظہ ہو "تعلیم" کراچی ستمبر ۱۹۰۵ء

نواں مقصد — عدل اور احسان میں

دسواں مقصد — سخاوت اور سد نفی کی فضیلت میں

نواب خان بہادر نے "مقاصد الصالحین" جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے لکھی تھی۔ اس کی تالیف کا صحیح سن تو نہیں ملتا، مگر جو خطی نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے اس کے ترقیمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان ۱۲۷ (اپریل ۱۸۵۴ء) میں یہ نسخہ نقل ہوا۔ ترقیمے کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"الحمدللہ کہ کتاب مقاصد الصالحین تصنیف نواب خان بہادر خان صاحب بہادر سعد آبادی بریلی حسب فرمائش جناب قاضی سرور علی صاحب بخط بے ربط بندۂ گنہگار محمد نثار علی ولد محمد ناصر خان ساکن شاہجہان پور محلہ خلیل ۱۳ شعبان یوم … سنہ ۱۲۷ھ ہجری باختتام رسید[95]"

کتاب مقاصد الصالحین کے سبب تصنیف اور نام کے متعلق نواب خان بہادر خان ارقام فرماتے ہیں

"بعد اس کے بندۂ گنہگار خان بہادر خان بن محمد ذوالفقار خان خلف حافظ الملک حافظ رحمت خان شہید مغفور چند حکایات بزرگان سلف کی کتابوں معتبر سے زبان ہندی میں بیان کرتا ہے تاکہ ہر بندہ اور بندی اس دستور العمل سے فائدہ حاصل کرے۔ جو نسخہ مملو ہے ساتھ مقاصد صلحا کے اس واسطے مقاصد الصالحین نام رکھا[96]"

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے

"ہزاروں حمد اور لاکھوں شکر اوس خالق اکبر کو جس نے انبیا علیہم السلام اور اولیا ذوی الاحترام کے بھیجنے واسطے رہنمائی گمراہوں کے مخلوق اور مبعوث فرمایا

---

95 مقاصد الصالحین از نواب خان بہادر خان (قلمی مملوکہ ظہیر الدین کوثر کراچی) ص ۲۹

96 ایضاً ص

اور درود نامحدود اوس خلاصۂ موجودات پر کہ نور باسرور جس کے سے ظلمات کفر اور نفاق مرتفع ہو کر آفتاب ہدایت نے جہان کو روشن کیا۔ ایسی ہی رحمت کامل اور روح پُر فتوح اہل بیت اور اصحاب اور اولیائے عالی جناب اور علمائے فضیلت اکتساب کے کہ شمع ارشاد اور اجتہاد اون کی سے تاریکی دلوں، نور ایمان سے مبدّل ہوئی۔"[97]

نمونہ عبارت "مقصد اول"

"عشق اور محبت ایک جوہر لطیف ہے کہ بے عنایت الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔ نقل ہے سہیل ابن عبداللہ تستری سے کہ حق تعالیٰ نے جب محبت کو پیدا کیا، چار ہزار برس پیچھے عرش کے فرش بے قراری پر زار و نالان ہو کر مناجات کی، خداوندا تو نے واسطے ہر مخلوق کے مکان خاص پیدا کیا ہے، معلوم نہیں کہ مقام میرا کہاں، فرمایا کہ دل میرے عاشقوں کا جگہ تیری ہے۔ عرض کیا کہ الٰہی بندے تیرے طاقت زخم میرے کی نہ رکھیں گے۔ خطاب ہوا کہ دوست میرے ایسے متحمل اور جگر دار ہوں گے کہ اگر آسمان غم کا اون کے سر پر گرے، راہِ طلب سے قدم نہ اوٹھائیں گے۔ اوس نے جب کہ موافق ظرف اور حوصلہ ہر طالب کے لذت اور حلاوت بخشی۔"[98]

ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو

عدل و احسان

"عدل یہ ہے کہ جو کچھ اپنے نفس پر قبول نہ کرے دوسرے پر بھی نہ گوارا

---

[97] ایضاً۔ ص: ۲

[98] ایضاً۔ ص ۲

کرے ۔ اور احسان اوس کو کہتے ہیں کہ طعام اپنا اور کو دے ۔ اور حساب بھی متعلقات عدل سے ہے ۔ یعنی جو نیک و بد کہ اوس سے ظہور میں آئے اوس پر دھیان رکھے نیکی پر شاکر اور بدی پر استغفار کرے ۔ امیر المومنین عمر رضؓ باوجود کمال عدل کے بارہ برس میں مقام حساب میں رہے ۔ ایک مرتبہ اونٹ صدقے کے بسبب خارشت کے نہایت خراب اور تباہ ہو گئے تھے ، جسے واسطے دوا ملنے کے فرماتے وہ قبول نہ کرتا ۔ آخر آپ جنگل میں تشریف لے جاکے دوا اونٹوں کی ملتے تھے ۔ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ حال دیکھ کے فرمایا کہ یا عمر ، یہ کیا رنج اپنے اوپر اختیار کیا ہے تم نے ۔ کہا ڈرتا ہوں ، یہ اونٹ صدقے کے ضائع ہوں اور میں قیامت کے دن جواب سے عاجز رہوں ۔ یا علیؓ حساب قیامت کی طاقت نہیں رکھتا ہوں ۔ میں اس واسطے یہ رنج دنیا میں گوارا کیا ہے ۔ اے عزیزو ! خیال کرو کہ حضرت عمرؓ اس قدر عدل رکھتے اور قیامت کے مظلمہ کی تاب نہ تھی ، تم ہمیشہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہو اور مطلق اندیشہ اس کا نہیں کہ خدا کو کیا جواب دیں گے ۔ افسوس ہے اوس شخص پر کہ برادر مومن پر ظلم کرے اور عیب دار مال کو بے عیب حساب کے بیچے ۔ ایک دن ایام خلافت میں کسی نے پوچھا کہ یا امیر المومنین ، آپ رات دن بے آرامی کیوں اختیار کرتے ہیں ۔ فرمایا کہ اگر دن کو کوئی ساعت آرام کروں ، رعیت ضائع ہو گی اور رات کے آرام میں اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میں ضائع ہوں ۔ سبحان اللہ حاکم اس زمانے کے تمام دن فسق و فجور میں کاٹتے ہیں اور رات کو پاؤں پھیلا کے کس آرام و اہتمام سے سوتے ہیں ۔ خدا جانے حال اس کا کیا ہو گا ۔"[۹۹]

خصوصیات ۔ انداز قدیم

" شمع ارشاد اور اجتہاد اون کی سے تاریکی دلوں ، نور ایمان سے

---

[۹۹] مقاصد صالحین ۔ ص ۹۵ ۔ ۹۶

مبتدا ہوئی
(ص ۱۰)

فاعل بجائے شروع کے آخر میں

"حساب قیامت کی طاقت نہیں رکھتا ہوں میں" (ص ۹۶)

"یا عمر یہ کیا رنج اپنے اوپر اختیار کیا ہے تم نے" (ص ۹۶)

"نے" علامت فاعل حذف

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وحی کی خدا تعالیٰ اور داؤد علیہ السلام کے" (ص ۲)

مضاف و مضاف الیہ سے پہلے

دل میرے عاشقوں کا (ص ۲)

دامن شکیبائی کا (ص ۲)

صفت و موصوف میں تقدم و تاخر

کتابوں معتبر سے (ص)

قافیہ پیمائی

انبیا علیہم السلام اولیاء ذوی الاحترام (ص)

درود نامحدود (ص ۱)

نور باسرور (ص)

روح پُرفتوح (ص ۱)

اصحاب والا القاب (ص)

دلبائے عالی جناب سمائے فضیلت اکتساب (ص ۲)

خلعت بے علت (ص ۹۵)

الفاظ کی رعایت

"نور باسرور جس کے سے ظلمات کفر و نفاق مرتفع ہو کر آفتاب ہدایت نے جہان کو روشن کیا"

"بے" سابقہ برائے نفی

بے عنایتِ الٰہی

بے رضامندی (ص ۲)

بے آرامی (ص ۷۰)

بے ہوشی (ص ۹۶)

بے قراری (ص ۳)

(ص ۲)

واحد بطور جمع

"تمام مونہہ پر آبلہ ہو گیا" (ص ۲)

"میں" بمعنی "سے"

"اٹھنے بیٹھنے میں عاجز ہوا" (ص ۳)

تئیں بمعنی واسطے

"انبیا علیہم السلام کے تئیں مبعوث فرمایا" (ص ۲)

کے بجائے کر

"آپ جنگل میں تشریف لے جا کے دو اونٹوں کی نلتے تھے" (ص ۹۵)

"یہ حال دیکھ کے فرمایا" (ص ۹۶)

"کو" زائد

"روز قیامت کو گواہی دے گا" (ص ۳)

ایک بمعنی کسی

"اگر ایک طعام کو بہ یقین جانے کہ حرام ہے" (ص ۷۰)

فاضل بمعنی افضل

"جو کوئی اپنے عزیز کے ساتھ غم خواری اور اخلاص کرے گا حق تعالیٰ اوس کو نزدیک اپنے کرے گا، سب خلائق سے یہ فاضل ہے" (ص ۷۰)

بعض الفاظ کا استعمال

جگر دار   "دوسرے میرے ایسے متحمل اور جگر وار ہوں گے (ص ۲)

رنج بمعنی بیماری   "پاؤں پر رنج جذام نے شدت کی" (ص ۲)

مقاصد صالحین کا مطبوعہ نسخہ

نواب خان بہادر خان کی کتاب "مقاصد صالحین" کو "مقاصد الصالحین" کے نام سے سب سے پہلے مطبع نظامی کانپور کے مالک محمد عبدالرحمٰن نے نواب مرحوم کے نام کو حذف کر کے شائع کیا اور میر وارث علی صاحب سے اس کتاب کی عبارت درست کرائی۔ چنانچہ وہ آغاز کتاب میں بطور پیش لفظ لکھتے ہیں۔

"یہ عاجز ناتوان محمد عبدالرحمٰن خدمت میں ارباب دین ویقین کی گزارش کرتا ہے کہ کتاب مقاصد الصالحین بندے کے ہاتھ آئی۔ اوس کو دیکھا تو اوس میں حکایتیں بزرگان باصفا اور اولیاء اللہ برگزیدۂ خدا کی نظر پڑیں۔ طبیعت اوس کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوئی کہ اس کتاب کا مطالعہ آدمی کے ایمان وایقان کو بڑھاتا ہے اور دنیا کی حرص وہوا کو گھٹاتا ہے۔ اس واسطے چاہا کہ اور مسلمان بھائی بھی اس کے پڑھنے سے فائدہ اوٹھائیں کہ تنہا خوری پسندیدۂ اہل مروّت نہیں ہے ...... پس بعد درستی عبارت باعانت میر وارث علی صاحب مرحوم کے کہ اکثر مقام اردو اس کتاب کے مربوط نہ تھے، مطبع نظامی میں چھپوائی۔"[۱]

اب ذیل میں مقاصد صالحین (قلمی) اور مقاصد الصالحین (مطبوعہ) کے دو مقام پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ میر وارث علی نے زبان و بیان کے اعتبار سے کس حد تک تبدیلیاں کی ہیں۔

مقاصد صالحین (قلمی)	مقاصد الصالحین (مطبوعہ)
ہزاروں حمد اور لاکھوں شکر اوس خالق اکبر کو کہ انبیا علیہم السلام اور اولیا ؟	ہزاروں حمد اور لاکھوں شکر اوس خالق اکبر کو سزاوار ہیں جس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ

---

[۱] مقاصد صالحین مطبوعہ مطبع نظامی کانپور۔ ۱۳۱۲ھ۔ ص ۲۔

ذوی الاحترام کے تئیں واسطے رہنمائی گمراہوں
کے مخلوق اور مبعوث فرمایا اور درود نامحدود
اوس خلاصۂ موجودات پر کہ نور باہر ور جس
کے سے ظلمات کفر اور نفاق مرتفع ہو کر آفتاب
ہدایت نے جہان کو روشن کیا۔ ایسی ہی رحمت
کامل اوپر روح پر فتوح اہل بیت اور اصحاب
والانصاب اور اولیائے عالی جناب اور
علما فضیلت اکتساب کے کہ شمع ارشاد اور
اجتہاد اون کی تاریک دلوں، نور ایمان سے
مبدّل ہوئی۔

بعد اس کے بندہ گنہ گار خان بہادر
خان ابن محمد ذوالفقار خان خلف حافظ الملک
حافظ رحمت خان شہید مغفور، چند حکایات
بزرگان سلف کی کتابوں معتبر سے زبان ہندی
میں بیان کرتاہے تا کہ خواندہ اور ناخواندہ اس
دستور العمل سے فائدہ حاصل کرے چونکہ یہ نسخہ
معنوی ہے اور مقاصد صلحا کے اس واسطے
مقاصد صالحین نام رکھا۔

والسلام اور اولیائے ذوی الاحترام کو واسطے
ہدایت گمراہوں کے مبعوث اور مخلوق فرمایا اور
درود بے شمار اوس سرور کائنات خلاصۂ
موجودات کو لائق ہے کہ جن کے نور افاضت
ظہور سے ظلمت کفر و نفاق کی زائل ہوئی اور
آفتاب ہدایت سے کے ایک عالم روشن ہوا
اور رحمت کاملہ اوپر ارواح طیبات حضرات
اہل بیت اور اصحاب حمیدہ صفات اور
اولیائے خوش اوقات اور علمائے فضائل سمات
کے کہ اون کی شمع ارشاد اور اجتہاد کی روشنی
سے تاریک دلوں کی نور ایقان سے مبدل ہوئی

بعد اس کے یہ بندہ گنہ گار عرض
کرتا ہے کہ چند حکایات ارشادات آیات
بزرگان سلف کی معتبر کتابوں سے انتخاب
کر کے زبان اردو میں بیان کیے ہیں تا کہ ہر
شخص اون کے پڑھنے اور سننے سے فائدہ
حاصل کرے اور چونکہ یہ نسخہ شامل اوپر
مقاصد صلحا کے ہے نام بھی اس کا
مقاصد الصالحین رکھا گیا۔

مقاصد صالحین (قلمی نسخے) میں بطور مصنف کے خاندان بہادر خاں کا نام موجود ہے لیکن
مطبوعہ نسخے (مقاصد الصالحین) میں ان کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔
اب قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی عبارت میں مقابلے کے لیے دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو۔

عدل واحسان

مطبوعہ	قلمی
سلطان محمود کو بعد مرگ اوس کے کسی نے خواب میں دیکھا کہ چلاتا ہے اور کہتا ہے خدا کے واسطے فریاد میری سنو کہ چیونٹیاں آنکھیں میری نکالے ڈالتی ہیں۔ پوچھا کیا سبب ہے۔ کہا ایک دن میرے غلام نے کسی محتاج کے گھر جا کر کچھ ایذا پہنچائی تھی۔ اوس کے عوض اب چیونٹیاں میری آنکھوں میں چمٹتی ہیں اور طرح طرح کی ایذا پہنچاتی ہیں (ص ۴۳)	"سلطان محمود کو بعد مرنے کے کسی نے خواب میں دیکھا کہ چلاتا ہے۔ کہتا ہے کہ خدا کے واسطے فریاد میری سنو کہ چیونٹیاں آنکھیں میری نکالے ڈالتی ہیں۔ پوچھا کیا سبب ہے۔ کہا ایک دن میرے غلاموں نے کسی کے گھر میں گھس کر ایذا پہنچائی تھی۔ اوس کے عوض چیونٹیاں آنکھیں میری نکالے ڈالتی ہیں۔" (ص ۹۶)

مقاصد صالحین میں نواب خان بہادر خان نے آیات قرآن، احادیث، کتب تصوف و تواریخ کے اقتباسات پیش کیے ہیں اور شمائل ترمذی، مشکوۃ شریف، مرأۃ الصالحین خلاصۃ الاحکام کتاب عجیبہ محیط، گلستان اور بوستان کا خاص طور سے حوالہ دیا ہے۔ سعدی، حافظ اور مولانا روم کے اشعار بھی جا بجا نقل کیے ہیں۔ کہیں کہیں اردو اشعار بھی لکھے ہیں۔ ممکن ہے یہ اردو اشعار خود ان کے اپنے ہوں

مقاصد صالحین کی عبارت صاف، رواں اور سلیس ہے۔ اس میں ایک قسم کا زور اور پختگی ہے۔

○

مولانا محمد احسن نانوتوی

(۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء)

مولانا محمد احسن نانوتوی[1] اپنے زمانے کے نامور عالم، مصنف، مترجم اور مدرس تھے۔ ان

(حاشیہ ۱۰۱ اگلے صفحہ پر)

کی پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے عبارت رہی۔ وہ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے عربی اور فارسی زبانوں سے نہایت اعلیٰ کتابوں کے ترجمے کیے ہیں سرسید احمد خاں کی تحریک پر ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا۔ انہوں نے باقاعدہ انگریزی کی تحصیل کی تھی۔ مولانا محمد احسن نانوتوی نے جو ترجمے کیے ہیں ان کی زبان بڑی حد تک صاف سلیس اور بامحاورہ ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی چونکہ سررشتہ تعلیم سے وابستہ

لـ۱۰۱ مولانا محمد احسن ابن حافظ لطف علی نانوتہ (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر دہلی پہنچے۔ دہلی کالج میں پڑھا۔ اس وقت کے مشہور علما مولانا مملوک علی (ف ۱۲۶۷ھ) شاہ عبد الغنی مجددی (ف ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) مولانا احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) اور مولوی سبحان بخش شکارپوری سے تحصیل علوم کی۔ مولانا احسن نانوتوی بنارس کالج اور بریلی کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر رہے۔ انہوں نے بریلی میں مطبع صدیقی کے نام سے ایک پریس قائم کیا جس سے اسلامی علوم کی بہت سی کتابیں طبع و شائع ہوئیں۔ انہوں نے ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) میں بریلی میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے قائم کیا جو آج بھی مصباح العلوم کے نام سے موجود ہے۔ رمضان ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) میں مولانا محمد احسن نانوتوی کا دیوبند میں انتقال ہوا، اور وہیں دفن ہوئے۔ جناب محمد ایوب قادری نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے احوال و آثار پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی (کراچی) کی طرف سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی ہے۔ تفصیل کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

مولانا محمد احسن نانوتوی کے علمی کارناموں کو ہم مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

تالیفات

(۱) تحفۂ محصنین (۱۸۴۹ء) (۲) اصول جر ثقیل (۱۸۵۴ء)

(۳) رسالہ سحر الفلاسفہ (۴) نافعہ خریداران (۱۸۵۶ء)

(۵) قواعد اردو حصہ چہارم (۱۸۶۲ء) (۶) رسالہ عروض (۱۸۶۴ء)

(بقیہ حاشیہ ۱۰۱ اگلے صفحہ پر)

تھے، لہذا انہوں نے نصابی ضرورت کی بنا پر بعض درسی کتابیں بھی لکھیں۔ قواعد اردو حصہ چہارم، عروض، مجموعہ مثنویات وغیرہ ان کی اسی نوع کی کتابیں ہیں۔ ۱۸۵۷ء تک ان کے مندرجہ ذیل

(بقیہ حاشیہ ۱۰۱)

(۷) زاد المخدرات (۱۸۷۰ء) (۸) مفید الطالبین (عربی)

تراجم

(۱) مذاق العارفین (ترجمہ احیاء العلوم، غزالی (۶۹-۱۸۶۴ء)

(۲) تہذیب الایمان (ترجمہ اغاثۃ اللہفان، ابن قیم) (۱۸۶۶ء)

(۳) احسن المسائل (ترجمہ کنز الدقائق، فارسی شاہ اہل اللہ)

(۴) غایۃ الاوطار (ترجمہ در مختار۔ باب الاذان تا کتاب الصلوۃ) (۱۸۷۱ء)

(۵) حمایت الاسلام (ترجمہ اپالوجی) گاڈفری ہیگنس) (۱۸۷۳ء)

(۶) کشاف (ترجمہ الانصاف۔ شاہ ولی اللہ) (۱۸۸۹ء)

(۷) سلک مروارید۔ (ترجمہ عقد الجید۔ شاہ ولی اللہ) (۱۸۹۱ء)

(۸) حیرمتین (ترجمہ حصن حصین) (۱۸۹۲ء)

(۹) نکات نماز ترجمہ اسرار الصلوۃ

حواشی و تصحیح

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ (تصحیح) (شاہ ولی اللہ) (۱۸۶۹ء)

(۲) ازالۃ الخفا (تصحیح) (شاہ ولی اللہ) (۱۸۶۹ء)

(۳) فتاوی عزیزی (تصحیح) (شاہ عبد العزیز) جواہر القرآن (تصحیح) (امام علی بن بخش علی)

(۵) مجموعہ مثنویات (تصحیح و ترتیب)

(۶) شفاء قاضی عیاض (حواشی بر نصف کتاب (۱۸۷۱ء) (عربی)

(۷) کنوز الحقائق (حواشی کنز الدقائق۔ جزوی) (عربی)

(۸) نعمۃ الیمن (حواشی) (عربی)

(۹) خلاصۃ الحساب (حواشی)

چار تصنیفی کارنامے ہیں:

۱۔ تحفۃ المحصنین (۱۸۴۹ء)

۲۔ نافع خریداران (۱۸۵۶ء)

۳۔ اصول جرثقیل (۱۸۵۴ء)[۱۰۲]

۴۔ رسالہ نیچرل فلاسفی (قبل ۱۸۵۷ء)[۱۰۳]

خوش قسمتی سے اول الذکر دونوں کتابیں ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہیں، جن کا ہم تفصیلی تعارف پیش کرتے ہیں۔

تحفۃ المحصنین

مولانا محمد حسن نانوتوی کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ انہوں نے یہ کتاب باشندگانِ بنارس کی درخواست پر ان عورتوں کے بیان میں لکھی ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ کتاب مابین عیدین ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) لکھی گئی ہے۔ اس میں ایک مقدمہ نو فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیے ہیں، بلکہ مقدمے اور خاتمے کے ساتھ بھی بعض مسائل شامل ہیں۔ تمام مسائل کا جواب حنفی فقہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔ بعض مسائل میں مختلف ائمۂ فقہ کی رائیں بھی نقل کر دی ہیں جس سے مولانا کے وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب میں تین فتوے بھی مع جوابات شامل ہیں۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۸۷۲ء رہا ہے۔

تحفۃ المحصنین کے آغاز میں سببِ تالیف اس طرح بیان کیا گیا ہے:

۱۰۲۔ بحوالہ داستان تاریخ اردو از حامد حسن قادری (آگرہ ۱۹۴۱ء) ص ۱۹۰

۱۰۳۔ Histoire De La Litterature Hindoue Et Hindoustanie, Vol. I. P. 146.

" بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ ضعیف محمد احسن صدیقی، رحم کرے خدا تعالیٰ اوس پر مرتے دم اور بخش دے گناہ اوس کے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں سب مسلمانوں کی عرض کرتا ہے کہ جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی اور عہدہ اولی مدرسی عربی مدرسہ بنارس پر مامور ہوا، اور چندے یہاں رہ کر باشندوں سے یہاں کے واقفیت حاصل کی، تو بعد دو سال کے ایک شفیق نے مجھ سے کہا کہ بیان اون عورتوں کا جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے اردو میں ہو جاوے تو نہایت مفید ہووے، اول تو میں نے بسبب قلتِ بضاعت اور عدم فرصت کے اس امر سے اعراض کیا، مگر جب کہ ان کا اصرار زیادہ ہوا اور میں نے بھی خیال کیا کہ کوئی رسالہ اردو میں اس باب میں تالیف نہیں ہوا تو اس امر خیر کو انجام دینے کو تیار ہوا، اور خدا کے فضل سے یہ رسالہ ۱۲۶۵ ہجری میں مابین عیدین کے زیورِ اتمام سے آراستہ ہوا اب اربابِ نظر سے توقع ہے کہ بہ مقتضائے بلند نظری کے سہو و خطا کو معاف فرماویں کہ مقصود اتم اور مطلبِ اہم یہی ہے ...... اور نام اس رسالے کا تحفۃ المحصنین رکھا گیا"[۳۵]

اختتام:

" اور یہ آخر ہے اس رسالہ کا، اب اللہ سے امید ہے کہ بہ طفیل اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے گناہوں سے درگزر کرے اور توفیق نیکی کی عنایت فرماوے اور جمیع ناظرین سے بھی توقع ہے کہ دعائے خیر سے محروم نہ فرماویں"[۳۶]

۳۵؎ تحفۃ المحصنین از مولانا محمد احسن نانوتوی (میسور پریس، دہلی) ص: ۲-۳

۳۶؎ ایضاً۔ ص ۱۹

مونہ:

"دودھ کی جہت سے دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتی ہیں وہ عورتیں جو کہ نسب اور قرابت کی جہت سے حرام تھیں۔ اور پینا دودھ کا معتبر ہے دو برس کی عمر تک صاحبین کے نزدیک اور ابی حنیفہ کے نزدیک اڑھائی برس تک اور اگر بڑا ہو کہ کسی عورت کا دودھ پیا تو حرمت معتبر نہیں ہے۔ اگر ایک قطرہ دودھ کا بھی پینے والے کے پیٹ میں چلا جاوے تو حرمت ثابت ہوگی"[۶۶]

مولانا محمد احسن نانوتوی کی یہ پہلی کتاب ہے۔ اس میں قدامت کا پورا پورا رنگ جھلک رہا ہے۔ تقدم و تاخر عبارت میں ایک عام بات ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"کوئی امر لوازم نکاح سے اون کے ساتھ درست نہیں" (ص ۴)

"زید بعد مرجانے اپنے ماموں یا چچا یا بھائی کے اور گزر جانے عدت کے منکوحہ سے نکاح کر سکتا ہے" (ص ۴)

"واسطے ثابت ہو جانے بھائی چارے کے درمیان دو شخصوں کے ضرور ہے" (ص ۹)

کو بمعنی سے

"آزاد شخص خواہ چار عورتوں آزاد کو نکاح کرے" (ص ۱۱)

کو بجائے کی

"وہ لوگ جو کہ آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں کو پرستش کرتے ہیں" (ص ۱۵)

بھائی پنا

"اون میں بھائی پنا ثابت نہ ہوگا" (ص ۱۰)

نافعۂ خریداران

مولانا محمد احسن نانوتوی نے یہ رسالہ بیع و شریٰ کے مسائل کے بیان میں ۱۲۷۲ھ

---

[۶۶] ایضاً ص ۷

(۱۸۵۶ء) میں لکھا ہے۔ جیسا کہ رسالے کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"بعد حمد و نعت کے سنا چاہیے کہ بہتر طریق معیشت کا بموجب حدیث شریف کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور بیع مبرور ہے۔ یعنی وہ بیع جو دیانت کے ساتھ ہو، مگر اس زمانے کے اکثر لوگ اپنے ہاتھ کی کمائی تو کم کرتے ہیں اور تجارت وغیرہ کیا کرتے ہیں، لیکن معاملات بیع و شری میں بعض امور نامشروع لاکر معاملہ کو فاسد کر دیتے ہیں لہٰذا لکھنا بیع و شری کا مسلمانوں کے نفع کے لیے ضروری جان کر یہ رسالہ کہ تاریخی نام اس کا "نافعِ خریداران" ہے، لکھا گیا۔"[۲۰۷]

مولوی محمد رضا مائل مراد آبادی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ تصنیف کہا ہے۔

جب رسالہ ہو گیا پورا	جو پسند آیا ایک عالم کو
مائلِ خستہ نے کہی تاریخ	"بائع و مشتری کے نافع ہو"[۲۰۸] ۱۲۷۲ھ

نمونہ ملاحظہ ہو:

"جاننا چاہیے کہ بیع اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے مال کو دوسرے سے بخوشی بدل لیوے۔ اس بدلنے کے دو طور ہیں، ایک تو ایجاب و قبول، وہ تو یوں ہے مثلاً بیچنے والا کہے کہ میں نے اپنی چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی، اور دوسرا کہے، میں نے خریدی۔ پہلے قول کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کو قبول۔ اور دوسرا طور لین دین کا ہے، اس طرح کہ آدمی دوسرے کی چیز بشرط رضا کے لے اور اس کو دے دے اور زبان سے کچھ نہ کہے، تو یہ بھی بیع میں داخل ہے۔ جیسا کہ آج کل کوڑیاں لیتے ہیں اور صراف کو پیسہ دے کر ایک ڈھیری کوڑیوں کی اوٹھا لیتے ہیں۔"[۲۰۹]

---

۲۰۷ نافعِ خریداران از مولانا محمد احسن نانوتوی (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ) ص ۲
۲۰۸ ایضاً، ص ۲۴
۲۰۹ ایضاً، ص ۳-۴

ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو :

"چہرہ دار روپیہ دے کر چلین کا روپیہ لینا اور چلین کا دے کر چہرہ دار کا لینا اور چلین کے روپیہ کے ساتھ بٹا دینا یا لینا صرف ایک صورت میں درست ہے کہ چلین کا روپیہ تول میں کم ہو اور چہرہ دار اوس سے زیادہ ۔ اور اگر دونوں برابر ہوں یا چلین کا روپیہ تول میں زیادہ ہو تو بیع حرام ہوگی"[۱۱۵]

بعض قدیم اور غریب الفاظ کا استعمال :

باٹ ڈنڈی	"کچھ باٹ ڈنڈی کا پھیر نہ کرے"	(ص ۵)
جاکڑ	"مسائل خیار شرط کے یعنی جاکڑ لینے دینے کے"	(ص ۶)
عیب دار	"اس سے گھر آکر عیب دار ہو گئی"	(ص ۸)
بیونتنا	"کپڑا خرید کر بیونت لیا"	(ص ۸)
کوٹنا	"خوشوں میں اناج کو کوٹ کر"	(ص ۹)
چکانا	"کسی کی چیز چکائی ہوئی"	(ص ۱۰)
رد کن، پچوترا	"ردکن یا پچوترا مانگتے ہیں"	(ص ۱۳)
پچھوڑن	"اناج کا پچھوڑن جو گھر کے کسی کام کا نہیں ہوتا"	(ص ۱۳)
ادنے	"ادنے اودھار میں (بیچنا) جائز ہے"	(ص ۱۴)
بدنی	"اس زمانے میں ایسی بدنی کرنے سے بہت فساد ہوتا ہے"	(ص ۱۵)
چہرہ دار، چلین کا	"چہرہ دار روپیہ دے کر چلین کا روپیہ لینا"	(ص ۱۶)
کیلی بمعنی ناپنے کے لائق	"گیہوں کیلی ہیں"	(ص ۱۸)
بدلانا	"پرانا تانبا دے کر نیا جو بدلانے ہیں"	(ص ۱۸)

---

۱۱۵ ایضاً۔ ص ۱۶

اتنا اور اتنے کی بجائے وتنا اور وتنے

"وتنے ہی کو لے" (ص ۱۰، ۱۱، ۱۸)

"جو کچھ اوس چیز کا مول ٹھیرا یا تھا وتنا دینا پڑے گا" (ص ۶)

یہ کا جمع ہے

"یے دونوں ایک دوسرے کے مکان کے شفیع ہیں" (ص ۲۰)

"بیں" زائد کا استعمال

"ان دنوں بیں لوگوں کا معمول یہ ہے" (ص ۱۲)

سے بمعنی کی

"تو ذرا اس بات سے پروا نہ کرے گا" (ص ۳)

کو بمعنی پہ

"ابھی ان کو قبضہ نہیں کیا تھا" (ص ۵)

دہلوی انداز

"دلالی کرنی اور اوس کی اجرت لینی درست ہے" (ص ۱۹)

○

بابِ ششم

عُلَمائے روہیلکھنڈ

(۲)

سید حسین علی رام پوری

سید حسین علی رام پور کے باشندے اور علوم متعارفہ سے بہرہ ور تھے۔ افسوس ہے ان کے حالات نہ مل سکے۔ نواب احمد علی خاں[1] رئیس رام پور امامیہ عقائد رکھتے تھے۔ انہوں نے نواب صاحب کی رعایت سے شہدائے کربلا کے حالات ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں اردو زبان میں لکھے اور اس کتاب کا نام "تعزیت نامہ" رکھا۔

تعزیت نامہ

مؤلف نے یہ کتاب دنیا و آخرت کی بہبودی اور استفادۂ عام کی غرض سے اردو زبان میں لکھی۔ چنانچہ سبب تالیف کے سلسلے میں مؤلف لکھتے ہیں:

"عصیاں پناہ معاصی دستگاہ امیدوار رحمت یزداں و شفاعت خواہ

---

[1] نواب احمد علی خاں بن نواب محمد علی خاں ۱۲۰۰ھ (۱۷۹۵ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۹۰ء میں ریاست رام پور کے حق دار قرار پائے۔ صغر سنی کی وجہ سے نواب نصر اللہ خاں نائب ریاست مقرر ہوئے۔ نواب نصر اللہ خاں کے انتقال کے بعد ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) میں کل اختیارات حکمرانی تفویض ہوئے۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۶ھ (۲۶ جولائی ۱۸۴۰ء) کو فوت ہوئے۔ (اخبار الصنادید جلد اول از حکیم نجم الغنی رام پوری، لکھنؤ ۱۹۱۸ء ص ۲۵۴)

سرورِ مرسلان خاک پائے آلِ محمدؐ کمترین اولادِ علیؑ بندہ حسین علی متوطن شہر پُر سرور مصطفےٰ آباد عرف رام پور کا کہ از امتداد ایام خرابہ گردِ کوئے حیرانی اور جادہ نوردِ بیابانِ پریشانی کا نواب مستطاب گردوں حشم خورشید عالم....... نواب احمد علی خاں ...... کو دوست باصفا جناب امامین شریفین کا پاکر حالات شہدائے کربلا کے تئیں واسطے استفادہ عام کا اور ذریعہ بہبود دنیا و آخرت کا بوجھ کر بزبانِ ہندی فراہم کیا[۲]

مؤلف نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ تالیف کتاب کہا ہے :

اسی غم میں جب فکر تاریخ میں
ہوا سر بزانو قلم کو اٹھا
جب آ عقل نے مجھ سے رو رو کہی
کہا "تعزیت نامۂ کربلا"

۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء)

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے :

"حمد و ثنائے نمایاں و ستایش فراواں اوس داورِ بے ہمال کے تئیں لائق ہے کہ جس نے جناب گرامی صفات شہیدانِ دشت کربلا کو بخلعت شہادت ممتاز کیا اور نورِ دیدۂ مرتضیٰ اور جگر گوشۂ رسول مجتبیٰ امام حسین علیہ السلام کے تئیں در بیابان تنہائی سرباز فرمایا اور بظہور اینی ماتم جانکاہ وحشت خیز ہفت تن افلاک منصب گردان کے تئیں لباس نیلگوں پہنایا"[۳]

نمونہ ملاحظہ ہو۔

"راوی اس حکایت الم آسود اور حاکی اس داستانِ غم و اندوہ کے

۲ـہ تعزیت نامہ از حسین علی رام پوری (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۲ الف

۳ تعزیت نامہ [illegible] قلمی [illegible]

نے ایسا لکھا ہے کہ دسویں سال ہجرت اور آخری ماہ ذی قعدہ کے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے[۲] اور حج ادا کیا۔ عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی کہ مضمون اوس کا یہ ہے۔ "کامل کیا میں نے واسطے تمہارا دین اور تمام کیں میں نے اوپر تمہارے نعمتیں اپنی اور راضی ہوا میں تم سے سبب اسلام کے اور دین کے"۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ سننے اس کلام کے کلمات رخصت اور وداع فرمانے لگے اور کہا شاید سال آئندہ میں تم میں نہ رہوں، اسی واسطے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ دن عرفے کے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ خطبے کے فرمایا۔ اے لوگو! دن قیامت کے اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ محمدؐ نے کس طور سے زندگانی کی۔ سبھوں نے بیچ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا کہ یارسول اللہ! گواہی دیتے ہیں ہم کہ تم بموجب فرمانے خدا تعالیٰ کے شرائطِ رسالت اور امانت اور نصیحت کے بجالائے اور رضامندی حق تعالیٰ کی ادا فرمائی۔ پس آنحضرت نے انگشت شہادت اٹھا کے جھکائی اور فرمایا۔ اے بار خدایا! گواہ ہو تو۔ بعد اس حج کے مراجعت فرمائی۔"

زبان و بیان

اکثر قافیہ کا التزام کیا ہے

عصیان پناہ　　　معاصی دست گاہ　　　(ورق ۲)

---

۲ ایضاً۔ ورق ۳۰ الف و ۳۰ ب سید حسین علی نے جس آیت کے بارے میں لکھا ہے، وہ یہ آیت ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً" (سورۂ مائدہ: ۳)

رحمت یزداں　　سرورِ مرسلاں　　(ورق ۲)

کمترین اولادِ علی　　بندہ حسین علی　　〃

شہر پر سرور　　رام پور　　〃

حمد و ثنائے نمایاں　　ستائش فراواں　　〃

نورِ دیدۂ مرتضیٰ　　جگر گوشۂ مجتبیٰ　　〃

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

ذریعہ بہبود دنیا و آخرت کا.　　(ورق ۲)

دن عرفے کے.　　〃

بیچ خطبے کے.　　〃

دن قیامت کے.　　〃

○

شاہ رؤف احمد مجددی

شاہ رؤف احمد مجددی خاندان کے چشم و چراغ، عالم، مفسر، شیخ طریقت، اور خوش فکر شاعر تھے[۵] ان کی تمام زندگی اصلاح معاشرہ اور شعر و ادب کی خدمت میں گزری۔ انہوں نے اردو زبان میں شعر و شاعری کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اسی طرح اردو زبان کے نثری

---

۵ شاہ رؤف احمد ابن شیخ شعور احمد حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں تھے۔ ۱۲۰۱ھ (۸۷-۱۷۸۶ء) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام " رحمان بخش " ہے۔ علوم مروّجہ کی تحصیل کے بعد شاہ درگاہی رام پوری (وفات ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اکتساب فیض کیا۔ حدیث کی سند مولانا شاہ سراج احمد مجددی (ف ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء) سے حاصل کی۔ شاہ درگاہی رام پوری

(بقیہ حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

سرمایے میں بھی انہوں نے خاطر خواہ اضافہ کیا۔ اردو نثر میں ان سے مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں

۱۔ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (المعروف بہ معراج نامہ)

۲۔ ارکان الاسلام

۳۔ تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رؤفی

مندرجہ بالا تینوں کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں:

(بقیہ حاشیہ ۵)

کے وصال کے بعد شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے فیض حاصل کیا۔ بعض اعمال و اوراد کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کی۔ ان کی سلوک و تصوف میں متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی) جواہر علویہ، مراتب الوصول، سلوک العارفین، شراب رحیق قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آخر الذکر تینوں کتابیں رضا لائبریری رام پور میں خطی صورت میں موجود ہیں۔ شاہ رؤف احمد نے کچھ دنوں سرونج میں قیام فرمایا۔ آخر میں بھوپال میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں سے حج بیت اللہ کو گئے اور ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۴ء) میں انتقال ہوا۔ بھوپال میں شاہ رؤف احمد کی اولاد امجاد موجود ہے۔ شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے اور رافت تخلص کرتے تھے۔

شاہ رؤف احمد مجددی کا مندرجہ ذیل منظوم سرمایہ خطی صورت میں سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔

۱۔ دیوان رافت ۔ ۴۲۰ صفحات (پانچ ہزار سے زیادہ اشعار)

۲۔ کلیات رافت ۔ ۲۰۰ صفحات (چار ہزار اشعار)

۳۔ مثنوی یوسف زلیخا ۔ (دو ہزار اشعار)

۴۔ مثنوی قصہ یہودی ۔ (ایک ہزار اشعار)

۵۔ رسالہ مولود ۔ (تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار)

۶۔ فقہ ہندی ۔ (چھ سو اشعار)

رضا لائبریری رام پور میں ان کی ایک مثنوی اسرار عجیب بھی بصورت مخطوطہ موجود ہے۔

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب

شاہ رؤف احمد نے معراج نبوی کے متعلق نہایت مفصل یہ کتاب اردو زبان میں لکھی ہے
خطبۂ ماثورہ کے بعد ایک نعتیہ قصیدہ ہے اور پھر کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"طیاران عروج اخبار اور سیاران بلندی آثار نے، وقت وقوع معراج میں آپ کی روایات متعددہ اور حکایات متنوعہ لکھی ہیں۔ ربیع الاوّل میں بارہویں برس نبوت سے واقع ہوا۔ بعضے کہتے ہیں ایک برس پانچ مہینے پہلے ہجرت سے ہوا۔ اس تقدیر پر شوال کی گیارہویں تاریخ ہوتا ہے۔ ایک قول میں رجب کی ستائیسویں شب ہوا۔ اکثر محدثین اس قول پر ہیں۔ ایک روایت میں سترہویں رمضان کی ہے۔ بارہویں برس نبوت سے۔ اور اکثر علما اور محدثین اس قول پر ہیں کہ شب دوشنبہ تھی اور اصل معراج میں کسی فرقہ اسلامیہ کا اختلاف نہیں ہے[1]"

کتاب کا خاتمہ منظوم مناجات پر ہوا ہے جس کے چند آخری اشعار درج ذیل ہیں:

رہوں گور میں بھی دیوانہ ترا ۔۔۔ نہ موقوف ہو منہ دکھانا ترا
اٹھوں تو ترے دھیان میں پھر اٹھوں ۔۔۔ غرض عشق میں ہی جیوں اور مروں
بکی رافت ہوں بندہ ترا اے خدا ۔۔۔ مرا اور سب اہل اسلام کا
کر ایمان اسلام پر خاتمہ ۔۔۔ طفیل نبی و بنی فاطمہ
الٰہی ہزاروں درود اور سلام ۔۔۔ پیمبر پہ نازل تو فرما مدام
پھر آل اور اصحاب پر آپ کے ۔۔۔ پھر ازداج و احباب پر آپ کے[2]

---

[1] مرغوب القلوب فی معراج المحبوب از شاہ رؤف احمد (قلمی) مخزونہ اردو ڈویلپمنٹ بورڈ، کراچی ص ۱۳۔۱۵۔

[2] ایضاً

اب دو اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حساب اُمّت کا دن قیامت کے میرے سپرد ہو۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد! عرض تیری قبول کی ہے۔ پھر عرض کیا مَیں نے کہ الٰہی امت میری فضیحت نہ ہو۔ فرمایا اے محمد! مَیں حساب اون کا ایسا کروں گا کہ تو بھی قبائح اعمال سے ان کے مطلع نہ ہوگا۔ جب میں گناہ اون کے تجھ سے کہ پیغمبر شفیق ہیں، چھپاؤں، بیگانوں پر کس طرح ظاہر کروں گا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر ان پر شفقت رسالت رکھتا ہے تو مَیں رحمت ربوبیت رکھتا ہوں۔ تو اگر پیغمبر اور رہنما ان کا ہے تو مَیں معبود اور خدا ان کا ہوں۔ تو آج بنگاہ الطاف ان کو دیکھتا ہے، میری نظر عنایت ازل سے ان کے حال پر ہے۔"[۸]

دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو:

"عرب میں مشہور ہے کہ جب دو گروہ میں نزاع ہوتا ہے اور چاہتے ہیں کہ صلح ہو جاوے تو ہمیں دونوں گروہ کے زہ اپنی کمان کی اتارتے ہیں۔ اس کی زہ وہ اپنی کمان پر چڑھا لیتا ہے، اس کی زہ یہ اپنی کمان پر چڑھا لیتا ہے۔ پھر کمانیں اپنے اپنے گھر لے جا کر لٹکا دیتے ہیں۔ قتال موقوف ہو جاتا ہے۔ امن و امان دونوں فرقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ پس گویا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری کمان شفاعت ہے، میری کمان رحمت کی۔ تو زہ میری رحمت کی اپنی کمان شفاعت پر باندھ، مَیں زہ تیری شفاعت کی اپنی کمان رحمت پر باندھوں اور دونوں کمانوں کو ساق عرش پر لٹکا دوں۔ جب تک کہ عرش باقی ہے عقد محبت اور صلح کا ساتھ تیری امت کے جانبین سے باقی رہے۔"[۹]

۸۔ ایضاً۔ ص ۲۱۵۔ ۲۱۶

۹۔ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب۔ ص ۱۸۹۔ ۱۹۰

ہمارے پیش نظر مرغوب القلوب فی معراج المحبوب کا خطی نسخہ رہا ہے جو اردو ڈولپمنٹ بورڈ (کراچی) کی ملکیت ہے۔ اس کا ترقیمہ درج ذیل ہے۔

"کتاب مستطاب مرغوب القلوب فی معراج المحبوب در ۱۲۷۲ (۱۸۵۶ء) ہجری نبوی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بماہ ذی الحجہ در شہر بہیت و دوم بروز یکشنبہ بوقت نماز عصر در قصبہ رائے گو فقیر حقیر ضعیف العباد نانک محمد غالب اختتام یافت[۱]"

زبان و بیان

اکثر قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔

شمع جلالت	چراغ رسالت	(ص ۷)
شافع قیامت	دافع ندامت	(ص ۷)
آفتاب ہدیٰ	ماہتاب عطا	(ص ۷)
گوہر درج صفا	اختر برج وفا	(ص ۸)
مہر سپہر نبوت	ماہ سماء فتوت	(ص ۸)
عندلیب گلستان احدیت	بلبل بوستان صمدیت	(ص ۸)

جب تلک کہ ہیں اس شرافت سے خالی ہوں، لاکھ طرح سے بلند اور عالی ہوں لیکن زمین کی پستی میری بلندی پر ہنستی ہے، سچ ہے کہ یہ دہچ ہے (ص ۳۸)

اکثر عربی کے تتبع میں فعل، جملے کے آغاز میں لاتے ہیں اور صریح ترجمہ معلوم ہوتا ہے مثلاً:

چھوڑ دو آرام سب اور اختیار کرو قیام شب (ص ۲۱)

عبارت میں اکثر تعقید ہے مثلاً

---

[۱] ایضاً ـــ یہ نسخہ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) اس قلمی نسخے سے نقل ہوا ہے جس کی کتابت ۲۱ ماہ ذی قعدہ ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) کو مکمل ہوئی تھی۔

خریدار راغب چیز خریدنے پر بغیر وصف سے دلالت کرنے والے نہیں ہوتے (ص ۲۷)

بعض ہندی الفاظ کا استعمال

دھرنا	غاشیہ کاندھے پر دھرا	(ص ۸۸)
تھان	جہاں مراکب انبیاء کا تھان تھا	(ص ۹۹)
باڑھ	ستر ہزار زنجیروں سے باڑھ بندھی	(ص ۱۰۳)
کبری	منہ اون کے کالے تھے آنکھیں کبری	(ص ۱۱۵)
پاٹ	ہر ایک دریا کا پاٹ ستر ہزار درجے آسمان اور زمین سے زیادہ تھا	(ص ۱۶۷)
چمک جھمک	چمک جھمک، گوشت، پوست، مغز استخوان ایسی کہ ہوش نظارگیوں کا اڑا دے	(ص ۲۶۳)
ڈھنپا	قاف سے تا قاف ڈھپ جائے	(ص ۲۴۵)
گنگا جمنی	دیواریں بہشت کی گنگا جمنی بنتی ہوئی تھیں	(ص ۱۶۸)

بعض متروک الفاظ کا استعمال

نپٹ	نپٹ پھولے ہوئے زرد رنگ	(ص ۱۱۴)
تلک	کب تلک چاہے گا امت کو اپنی	(ص ۲۱۴)

"با" سابقہ

آپ با جسم روح سے گئے (ص ۱۷)

بعض الفاظ کا استعمال

متلاشی	نور عرش کو مضمحل اور متلاشی کر دیا	(ص ۸۶)
	دونوں جہان عظمتِ خداوندی میں مضمحل اور متلاشی ہو گئے	(ص ۱۶۸)
شتابی	اے محمد! شتابی کر	(ص ۹۰)
حکم کش	بارہ ہزار فرشتے حکم کش ہیں	(ص ۱۰۵)

عمود	ہاتھوں میں عمود آتشیں لیے ہوئے کھڑے تھے	(ص ۱۴۳)
خدمت گاری	اب وقت میری خدمت گاری کا ہے	(ص ۱۶۷)
پردہ دار	فرشتہ پردہ دار نے پوچھا	(ص ۱۹۳)
بگانگی	جو کوئی میری بگانگی کا اقرار کرے گا	(ص ۲۵۹)
محمدی	فرض ہوئی محمد اور محمدیوں پر پانچ وقت کی نماز دن رات میں	(ص ۳۰۹)

بعض مصادر

صلوٰۃ کرنا	صلوٰۃ کر کے آگے چلا	(ص ۹۵)
فضیحت ہونا	الٰہی امت میری فضیحت نہ ہو	(ص ۲۱۵)
تراشنا	زبان ان کی تراشتے ہیں	(ص ۱۱۲)

بعض دیگر الفاظ

طرح بطرح	عجائبات طرح بطرح کے مشاہدہ کرنا باحادیث آحاد ثابت ہے	(ص ۱۷، ۱۸)
وے	انھوں نے وے مقامات جو دیکھے نہیں	(ص ۲۵)
	وے سب ایک دوسرے کو آپس میں بشارت دیتے تھے	(ص ۱۰۲)
جدی	ہر زیور کی جھنکار میں لذت کی کیفیت جدی	(ص ۲۶۳)
جدے جدے	چاروں ایک جا جدے جدے جاری تھے	(ص ۲۷۴)

کو بمعنی پر

پھر تیسرے آسمان کو پہنچا (ص ۱۲۱)

اپنے پر بجائے اپنے اوپر

پیچھے اپنے پر سوار کر کر اس پردے سے گزار (ص ۱۷۱)

کر کر اکثر استعمال کیا ہے مثلاً

پچاس وقت کی نماز قبول کر کر جب میں آنے لگا (ص ۲۱۰)

"نے" علامت فاعل حذف

جبرئیل بموجب امر رب جلیل ایک پردہ اٹھا دیا۔ (ص ۸۶)

لوح سے صفت "لوحی"

طوفان نوحی ہو گیا تھا (ص ۱۲۱)

سورہ

سورہ مزمل نازل ہوا (ص ۱۰۲)

بہشت

حق تعالیٰ بہشت تین قسم کیا ہے۔ دو قسم آپ کی امت کے واسطے رکھا ہے (ص ۲۸۶)

صندوق مونث

اس کے سامنے دو صندوقیں مصری تھیں (ص ۱۸۵)

ارکان الاسلام[1]

شاہ رؤف احمد کی یہ کتاب اسلام کے پانچ ارکان (۱) کلمہ (۲) نماز (۳) روزہ

---

[1] ارکان الاسلام کا نسخہ شاہ رؤف کے پوتے شاہ ابو محمد ابن خطیب احمد مجددی نے ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں مطبع نظامی کانپور سے شائع کرایا، جیسا کہ عبارت ذیل سے واضح ہے :
جمیع برادران دینی کو مژدہ ہو کہ ایک مدت سے صحیفۂ راہ نمائے اہل اسلام ارکان الاسلام نام تصنیف جناب کرامت انتساب عارف باکمال عالم بے مثال عمدۃ الاولیا زبدۃ الاصفیا مولانا حضرت شاہ رؤف احمد صاحب مجددی نور اللہ مرقدہ کہ مثل خزانۂ پوشیدہ تھا، ایک شب بندۂ احقر العباد ابو محمد مجددی بن مولانا المعظم جناب خطیب احمد صاحب مجددی خلف الرشید مولانائے ممدوح الصدر قدس اسرارہم کے دل پر از جناب روح پُر فتوح جناب مصنف ممدوح بہ فیضان اور القا ہوا کہ رسالہ مذکور چھپوا دے تاکہ اس کا اضافہ عام اور افادہ تام ہو۔ (ارکان الاسلام ص ۱۵)

(۴) حج اور (۵) زکوٰۃ کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں نماز کا تفصیلی بیان ہے، بقیہ ارکان کا مجمل سا ذکر ہے۔ ارکان الاسلام کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سب حمد و ثنا ثابت ہے واسطے خدا تعالیٰ کے اور درود اور سلام نازل ہوجیو اوپر ذات پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو اصحاب اقربا ان کے ہیں۔"[12]

سببِ تالیف کے سلسلے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے فقیر رؤف احمد بخشے اللہ تعالیٰ گناہ اس کے کہ بعضے لوگ جو علم سے بہرہ نہیں رکھتے ہیں، عربی، فارسی اون کو سمجھنا مشکل ہے، اون کے واسطے کتنے مسئلے ضروری لکھے تا ڈھب ڈھب ڈل ایمان اسلام کا جانیں اور کفر سے بچیں اور راہ دین و آئین کی پہچانیں۔"[13]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"اعتقاد کیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ساتھ ذات اور صفات اپنی کے۔ سب خوبیاں اوس میں ہیں اور سب برائیوں سے پاک ہے، قادر ہے اوپر ہر چیز کے۔ جو چاہا سو کیا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، جو چاہے گا وہ کرے گا۔ جو ہوتا ہے اوسی کے ارادے سے ہوتا ہے۔ سنتا ہے سب کی باتیں اور دیکھتا ہے سب کے کام اچھے اور برے۔ پس شرم کیا چاہیے کہ جس نے پیدا کیا اور کان، ناک، آنکھ، عقل، ہوش دیا، پانی برسایا، غلہ اوگایا، پیغمبروں کو بھیجا، ہماری تعلیم اور تلقین کے واسطے اور کیا کیا انعامات کیے کہ بیان سے باہر ہیں۔ وہ دیکھے اور ہم اوس کے خلاف مرضی کے کریں۔"[14]

---

[12] ارکان الاسلام از شاہ رؤف احمد (مطبع نظامی کانپور) ص ۹۔ ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء)

[13] ایضاً۔ ص ۲

[14] ایضاً۔ ص ۳

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ مجھے اور سب مسلمانوں کو توفیق عمل کی کرامت فرماوے کہ کوئی مستحب اور سنت ترک نہ ہووے۔ آمین"[۵۱]

زبان و بیان

قافیہ آرائی

صحابہ سب کے سب عدول ہیں اور روایتیں سبھوں کی مقبول ہیں (ص ۵)

کہیں کہیں تعقید عبارت ہے:

"روزہ ڈھال ہے بچانے والی آگ دوزخ کی سے اور روزہ رکھنا کسی اور کے نام کا کہ اکثر عورتیں ساتھ نیت پریوں کے اور بیبیوں کے رکھتی ہیں، حرام ہے۔" (ص ۸)

"سب سے بڑھ کر کبیرہ شرک پیدا کرنا اللہ کا ہے بیچ وجود کے اور عبادت کے کہ کفر ہے (ص ۳)

بعض الفاظ کا استعمال

انعام کرنا	کیا کیا انعامات کیے	(ص ۳)
نکاح باندھنا	نکاح پھر باندھے	(ص ۴)
مدد چاہنا	مدد چاہنی اپنے کام میں کسی سے سوا خدا کے ناروا ہے	(ص ۴)
بہتان اٹھانا	جیسے کوئی بہتان اٹھانے والے کو مارتا ہے	(ص ۵)
کرامت فرمانا	اللہ تعالیٰ مجھے اور سب مسلمانوں کو توفیق عمل کی کرامت فرماوے	(ص ۹)

"رسول" کا ترجمہ بھیجے ہوئے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے اللہ کے ہیں (ص ۲)

---

[۵۱] ایضاً۔ ص ۹

کتنے بمعنی بہت سے:

اون کے واسطے کتنے مسئلے ضروری لکھے ۔ (ص ۲)

بنا کی جمع بنائیں:

پانچ بنائیں اسلام کی ہیں (ص ۲)

مضاف، مضاف الیہ سے قبل:

نماز معراج مومن کی ہے۔ (ص ۶)

امر دعائیہ:

درود اور سلام نازل ہوجیو (ص ۲)

تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رؤفی

شاہ رؤف احمد نے قرآن کریم کی تفسیر دو جلدوں میں لکھی ہے۔ انہوں نے یہ تفسیر ۱۲۳۹ ہجری (۲۴-۱۸۲۳ء) میں لکھنی شروع کی اور ۱۱ ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ء) میں مکمل ہوئی۔ شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل مصرع سے اس کی تاریخ تالیف نکالی ہے:

"تفسیر قرآن بہندی زبان ہے" (۱۲۴۸ھ)

اردو زبان کی یہ پہلی مکمل تفسیر ہے جو سب سے پہلے زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ تفسیر لکھتے وقت شاہ صاحب نے جن امور کا التزام کیا ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"سمجھ لیجیے کہ اس تفسیر میں جو معانی مسطور ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ کتب تفسیر سے یا بعضے جا، مناسب مقام کے احادیث صحیحہ سے یا کہیں کہیں مسائل موافق آیہ شریفہ کے کتب فقہ معتبرہ سے مذکور رہوں گے، کہیں دخل اپنے ذہن فہم کا نہ ہوگا۔ مگر اتنا کہ عبادات عربی اور فارسی کو زبان ریختہ میں بیان کرنا، اور جس مقام پر کلام نظم لا ناوہ البتہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزوں بنانا ہوگا کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں نہ لایا جائے گا۔ اور مقام تصوف میں کتب معتبرہ صوفیہ سے نقل کیا جاوے گا۔ اور بعضی جا موافق اپنی فہمیدگی کے بھی بیان

ہوگا، اور جو جس کتاب سے کہ معانی منقول ہوں گے، وہاں نام بھی اس کتاب کا اگر مقام مشکل ہوگا تو لکھا جاوے گا، اگر سہل ہووے گا تو ترک کیا جاوے گا۔"[۱۶]

گویا شاہ صاحب نے اس تفسیر کے لکھنے میں مندرجہ ذیل امور کا التزام رکھا ہے:

۱۔ کتب تفاسیر۔

۲۔ کتب احادیث۔

۳۔ کتب فقہ سے مدد لی گئی ہے۔

۴۔ کہیں اپنی فہم ورائے کو دخل نہیں دیا ہے۔

۵۔ عربی وفارسی عبارتوں کو اردو میں منتقل کر دیا ہے۔

۶۔ تفسیر میں جہاں کہیں منظوم کلام آیا ہے وہ خود شاہ صاحب کا ہے۔

۷۔ صوفیا کی معتبر کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۸۔ شاہ صاحب نے بعض رموز ونکات خود بھی بیان کیے ہیں۔

۹ جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"بندہ گنہگار شرمسار بداطوار نابکار رؤف احمد بن شعور احمد ......

نہ وہ عمل رکھتا ہے کہ قابل قبول تیری جناب کے ہو اور نہ وہ فضل رکھتا ہے کہ جس سے رہائی دن قیامت کے ہو۔"[۱۷]

نمونہ تفسیر ملاحظہ ہو:

تفسیر "مالک یوم الدین"

"مالک ہے قیامت کے دن کا اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ مالک ہو اس

---

[۱۶] تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رؤفی (جلد اول) از شاہ رؤف احمد مجددی (نامی پریس۔ بمبئی۔ ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء) ص ۴

[۱۷] تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رؤفی۔ جلد اول۔ ص ۲۔

دن کا، سب کو اپنی اپنی پڑے گی اور سب اپنی اپنی بلائیں مبتلا ہوں گے، ماں باپ، بھائی، بیٹا، ماموں، چچا، دوست آشنا، اور امیر فقیر، دولت مند، کنگال سب کے سب موافق اعمالوں کے، سراسیمہ، ششدر، حیران، پریشان کھڑے ہوں گے۔ کوئی کسی کی مدد معاونت نہ کر سکے گا، اگرچہ یہاں بھی دنیا میں کوئی کسی کو نفع ضرر نہیں پہنچا سکتا، بغیر حکم اس کے کے۔ لیکن ظاہر میں ایک دوسرے کا آپس میں ممد و معاون ہوتا ہے اور ملکیت کرتا ہے اپنی اپنی ملک کی، جس کسی کو، حق تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے۔ اور اوس دن قیامت کے نہ کسی کے کچھ ملک میں ہوگا نہ کوئی کسی چیز پر تصرف کر سکے گا، مگر وہی اللہ کہ موصوف ساتھ ان صفات کاملہ کے ہے، بادشاہ ہوگا اوس دن کا، اور جو چاہے گا وہ کرے گا، کسی کو مجال انحراف کی نہ ہوگی۔ اور اگر بخشے گا جنت میں جاویں گے اور اگر نعوذ باللہ عنہا، عذاب کرے گا۔ دوزخ میں جلیں گے۔ پس اسی کو عبادت کیا چاہیے اور شریک کسی کو بیچ عبادت کے نہ کیا چاہیے۔[۱۸]

زبان و بیان

قافیہ آرائی:

گنہگار	شرمسار	(ص ۲)
بد اطوار	نابکار	(ص ۲)

حروف عاطفہ کا حذف:

کہیں دخل اپنے فہم ذہن کا نہ ہوگا (ص ۴)

ماں باپ، بھائی، بیٹا، ماموں، چچا، دوست، آشنا، امیر فقیر، دولت مند کنگال سب کے سب موافق اعمالوں کے سراسیمہ، ششدر، حیران، پریشان کھڑے ہوں گے۔" (ص ۵)

---

[۱۸] ایضاً۔ جلد اول۔ ص ۵

اردو کو "ریختہ" اور "ہندی" کہا ہے :

عبارت عربی اور فارسی کو زبان ریختہ میں بیان کرنا (ص ۴)

کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں کا نہ لایا جائے گا (ص ۴)

شاہ رؤف احمد کے طرز بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں :

"شاہ صاحب کا طرزِ تحریر سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی۔ البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا دیتی ہے۔ لیکن یہ عیب اس دور کے اچھے لکھنے والوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے" [۱۹]

شاہ رؤف احمد کے پوتے شاہ ابو محمد (ابن خطیب احمد مجددی) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رؤفی کی بعض عبارتوں میں اہل مطبع بمبئی نے تصحیف و تحریف بھی کی ہے [۲۰]

○

مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی مرادآبادی

مولوی نواب علی محمد خاں، [۲۱] نواب عظمت اللہ خاں فاروقی ناظم کھٹر کی اولاد امجاد سے تھے۔ یہ

---

۱۹ اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ص ۱۴۵

۲۰ ارکان الاسلام۔ ص ۱۵۔ و حاشیہ ص ۴

۲۱ مولوی نواب علی محمد خاں ابن رحیم الدین خان ابن فصیح الدین خاں ابن عظمت اللہ فاروقی، مرادآباد کے ساکن اور وہاں کے عمائد و رؤسا میں سے تھے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی تحصیل علمائے مرادآباد، رام پور اور دہلی سے کی۔ مولوی حاجی رفیع الدین سے علم حدیث پڑھا۔ مولوی عبدالغفار رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) ان کے متعلق لکھتے ہیں :

(باقی حاشیہ ۲۱ اگلے صفحہ پر)

خاندان ریاست و امارت، علم و فضل اور عقل و دانش کے اعتبار سے ممتاز رہا ہے[۲۲] مولوی حاجی رفیع الدین (ف ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۴ء) مولوی حکیم منصور علی خاں اور مولوی محی الدین جیسے علما اور علی الدین[۲۳] اور نواب شبیر علی خاں تنہا جیسے ادیب و شاعر اور نواب مجد الدین عرف بجو خاں جیسے مجاہد و قائد حریت اسی خاندان کے رکن ہیں۔

علی محمد خاں فاروقی شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے اردو زبان کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ ان کی دو اردو تصانیف، رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں۔

مولود شریف

مولوی نواب علی محمد خاں کے استاد اور اپنے عہد کے نامور عالم مولانا حاجی رفیع الدین[۲۴]، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود و سیرت پر دو کتابیں جن میں ایک "مولود شریف"[۲۵] ہے،

(بقیہ حاشیہ ۲۱)

"علی محمد خاں خوش رو، شاعر، منشی، خوش نویس اور پرہیزگار رہے" (علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی جلد اول۔ ص ۱۰۳)

مولوی نواب علی محمد خاں کا انتقال ۱۳ محرم ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) کو مراد آباد میں ہوا۔

۲۲۔ وقائع نصیر خانی از مرزا نصیر الدین مراد آبادی (مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۱ء ص ۹۰۔

۲۳۔ مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں "عطا حسین خاں تحسین کی چہار درویش میں منثور کلام سب اسی کا ہے"۔ (علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی جلد اول ص ۱۰۲ - ۱۰۴)

۲۴۔ مولوی حاجی رفیع الدین ابن فرید الدین، ۱۱۴۴ھ (۲۲ - ۱۷۲۱ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۴ء) میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۱۹۷ - ۱۹۸۔

۲۵۔ مولود شریف (فارسی) مؤلفہ مولوی حاجی رفیع الدین کا ایک خطی نسخہ (مکتوبہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء) از سید فتح علی ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

فارسی زبان میں لکھ چکے تھے۔ نواب علی محمد خاں نے اردو زبان میں مولود شریف لکھا۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"وقت تولد آنجناب عجائب و غرائب معجزات ظاہر ہوئے تا کہ اہل دنیا اون کو دلائل صدق نبوت جانیں اور جناب الٰہی میں عالی شانی اور بلند مرتبگی اوس تخت نشین عصر رسالت کی پہچانیں۔ پھر محافظت آسمان زیادہ کی گئی اور اجنہ و شیاطین کہ پیش از تولد شریف اخبار عالم غیب زبان ملائکہ سے بالائے آسمان سن کر گوش گذار کاہنان عرب کرتے تھے، صعود فلکی سے ممنوع اور صدمت آتشیں سے جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں راندہ ہوئے۔ جس پر ضرب حقہ ناری کامل پہنچی، جل گیا، والاصحرا و دشت میں گروہ نوردان وادی مسافرت کو گمراہ کرنے لگا غول بیابانی اشارت اوس سے ہم سوختہ نار عذاب کی طرف ہے اور کواکب چرخ بریں اس قدر قریب آنے لگے کہ تمام زمین حرم روشن ہو گئی۔ بلکہ دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ زمین پر گر پڑیں گے اور ایسا نور جسم مبارک سے ظاہر ہوا کہ اوس کی روشنی میں تمام عمارات روم و شام نظر آنے لگیں، شہر مدائن میں کوشک نوشیروان شق ہو گیا اور اوس سے چودہ کنگرے مسمار ہو گئے آتش بت خانہ ہائے ملک فارس ہزار سال سے روشن اور معبود اہل فارس تھی، بجھ گئی۔"[26]

مولود شریف کو ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء) میں محمد فضل امام نے مراد آباد میں کتابت کیا، اور ان کا مخطوبہ نسخہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

کتاب کے زبان و بیان میں فارسی و عربی لغات و تراکیب کا غلبہ ہے، بلکہ بعض جگہ فسانہ عجائب کا سا رنگ پیدا ہو گیا ہے، جیسا کہ مذکورہ اقتباس سے ظاہر ہے۔

---

[26] ایضاً۔ ورق ۳، الف و ۳ ب

غم کدہ

مولوی نواب علی محمد خاں نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات اردو زبان میں "غم کدہ" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ اس کا آغاز بھی اشعار سے کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

نمونہ ملاحظہ ہو:

"جب باہم علی و فاطمہ علیہما السلام کے عقد نکاح ہو چکا اور چار سو درہم کہ زر قیمت زرہ تھی، مہر مقرر ہوا، بتول نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مہر اولاد خلق اللہ، درہم و دینار ہوتے ہیں اور آپ کی بیٹی کا بھی یہی مہر ٹھہرا، پھر مجھ میں اون میں فرق کیا رہا۔ جناب الہی میں عرض کیجیے کہ میرا مہر تمہاری امت کی مغفرت ہو۔ بمجرد اس گفتگو کے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک قطعہ حریر بہشت لائے، اس میں تحریر تھا کہ جناب سبحانہٗ تعالی نے مہر فاطمہ مغفرت اُمّت عاصی اون کے پدر بزرگوار کی مقرر فرمایا۔ حضرت فاطمہ نے وہ قطعہ حریر بہشت لے کر اپنے پاس رکھا اور وصیت کی کہ اس کو بعد مرگ میرے کفن میں رکھ دینا کہ روز حشر اس سند سے اپنے باپ کی امت گنہگار کو بخشواؤں گی۔"[۲۷]

غم کدہ کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اے خدا مغفرت کر مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کی خصوصاً بندۂ گنہ گار علی محمد مولف اس رسالہ کی کہ مسمی بہ غم کدہ ہے اور جمیع حاضرین مجلس کی اور عفو کر معاصی کو بحق سید الابرار و آلہ الاطہار و صحبہ الاخیار، یا غافر المذنبین برحمتک یا ارحم الراحمین۔"[۲۸]

مولود شریف کے مقابلے میں غم کدہ کی عبارت قدرے صاف اور شستہ ہے۔

---

۲۷ غم کدہ از علی محمد خاں (قلمی) ورق ص ۵۵ ب

۲۸ غم کدہ ورق ۱۳۴، الف

مولوی حکیم علی حسین بدایونی

مولوی حکیم علی حسین عرف محمد انعام اللہ[۲۹] بدایوں کے حمیدی خاندان کے ممتاز رکن تھے۔ یہ خاندان امارت و ریاست اور علم و فضل کے اعتبار سے شہر بدایوں میں عہد قدیم سے مشہور اور نامور رہا ہے اور شاہ ولی اللٰہی تحریک سے خاص طور سے متاثر تھا۔ مولوی حکیم علی حسین اور ان کے برادرِ حقیقی مولوی احسان اللہ (ف ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء) نے علم حدیث میں خاص طور سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے استفادہ کیا تھا۔ مولوی احسان اللہ بدایونی نواب وزیر الدولہ (ف ۱۳ محرم ۱۲۸۱ھ / ۱۸ جون ۱۸۶۴ء) کے یہاں ٹونک میں بزمرۂ واعظین ملازم تھے۔ انہوں نے بدایوں میں بھی وعظ و تذکیر کے ذریعے اصلاحِ مسلمین کی کوشش کی[۳۰]۔ مولوی حکیم علی حسین ریاست رام پور سے وابستہ تھے۔

چمن حسنۂ حسینیہ

مولوی حکیم علی حسین عرف حکیم محمد انعام اللہ نے ریاست رام پور کے قیام کے زمانے میں

---

[۲۹] مولوی حکیم علی حسین عرف انعام اللہ ابن شیخ حافظ حیات اللہ ابن شیخ امین اللہ صدیقی حمیدی، بدایوں کے مشہور حمیدی خاندان کے رکن تھے۔ عمائد و رؤسا میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل دہلی میں کی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ علم طب میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ نواب احمد علی خاں کے دور میں رام پور میں قیام رہا اور ان کی دریسانہ نوازشوں سے بھی مستفیض ہوئے۔ بدایوں میں لاولد فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تاریخ بنی حمید از مولوی انشاء اللہ بدایونی (امیر الاقبال پریس، بدایوں ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء) ص ۴۵ - ۴۷

[۳۰] تاریخ بنی حمید ص ۴۷، ذوالقرنین بدایوں (بدایوں نمبر) اپریل ۱۹۵۶ء ص ۱۳، الحمید کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء (رپورٹ حمیدیہ سوسائٹی کراچی نمبر ۲) ص ۳۸۔

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور فضائل و مناقب اہل بیت میں ایک کتاب بعنوان "چمن حسنہ حسینیہ" اردو زبان میں لکھی جسے نواب احمد علی خاں رئیس رام پور نے نہایت پسند کیا اور مؤلف کتاب مولوی حکیم علی حسین بدایونی کو نقد انعام سے نوازا۔

فاضل مؤلف کتاب کے آغاز میں سبب تالیف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے عرض حال بندہ علی حسین عرف محمد انعام اللہ ابن شیخ حافظ حیات اللہ بدایونی کا پوشیدہ نہ رہے۔ عرصہ قریب گزرا کہ ایک رسالہ اسرار شہادت جناب حسنین علیہما السلام کا تصنیف ملک العلما استاذ علماء مولانا عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کی ہے[۳۱] اور بعض احادیث معتبر اخبار شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی کہ مولانا موصوف بروز عاشورہ درس فرماتے تھے۔ اس گنہ گار نے واسطے استفادہ خلق کے بزبان ہندی کیا اور بعض آیات قرآنی اور احادیث اصح بیچ فضائل اور مناقب اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرج کیے کہ بعض بعض روایات صحیح نہایت کتب معتبرہ سے اوس میں داخل کی اور نام رسالہ کا "چمن حسنہ حسینیہ" رکھا......... جب کہ یہ رسالہ بہ نظر حضور پُر نور نواب مستطاب معلی القاب حاتم زمان رستم دوران فریدون فر دارا فشاں جناب والا نواب احمد علی خاں بہادر دام اللہ تعالیٰ اقبالہ کے گزرا، الحمد للہ قبول نظر حضور فیض گنجور کے ہوا۔ پس دامن میرا پُر از زر ہو گیا۔"[۳۲]

نمونہ ملاحظہ ہو:

"مسلمانان بگوش انصاف سنو کہ بعد وفات رسالت پناہ سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت بلال پر کمال مفارقت اور اندوہ ہجرت حضرت کا گزرا تھا یہاں تک کہ حضرت بلال بغیر ملازمت حضرت

---

۳۱ رسالہ "سر الشہادتین" مراد ہے۔

۳۲ چمن حسنہ حسینیہ از مولوی حکیم حسین علی بدایونی (قلمی، مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۱ الف

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں ایک دم نہ رہ سکے کہ عاشق حضرت پناہ کے تھے۔ پس بلال طرف شام کے تشریف لے گئے، اور وہاں مدت تک استقامت فرمائی۔ پھر حضرت بلال نے ایک روز جناب رسالت پناہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے بلال! اوپر میرے جفا کیا تو نے اور جوار ہمارے سے باہر گیا، تو اب قصد زیارت ہماری کا نہیں کرتا۔ جب کہ حضرت بلال اس خواب سے بیدار ہوئے، پس مراجعت مدینہ کی طرف کی، اور بیچ اون ایام کے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی، جب کہ حضرت بلال مدینے کے داخل ہوئے۔[۳۳]

یہ کتاب "چمن حسنہ حسینیہ" نواب احمد علی خاں رئیس رام پور کے دور حکومت میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے انتقال (۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) کے بعد ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) سے قبل لکھی گئی اور مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ ترقیمہ اس طرح لکھا ہے:

"من تصنیف بندہ علی حسین معروف بہ محمد انعام اللہ ابن شیخ حافظ حیات اللہ مرحوم بدایونی۔"

زبان و بیان

قافیہ آرائی کی مثالیں:

حضور، پرنور	(ورق ۱)
نواب مستطاب، معلی القاب	(〃 ۱)
حاتم زماں، رستم دوراں	(〃 ۱)

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

۳۳۔ چمن حسنہ حسینیہ ورق ۵ الف

بعد حمد و صلوٰۃ کے	(ورق ۱)
اندوہ ہجرت حضرت کا	(" ۵)
عاشق حضرت پناہ کے	(" ۵)
بیچ مدینہ کے	(" ")

○

مولوی احمد یار خاں رام پوری

مولوی احمد یار خاں، رام پور کے محلہ ہیلو کی مسجد میں رہتے تھے، زیورِ علم سے آراستہ اور فارسی زبان و ادب کے ادیب تھے۔ کچھ دنوں ریاست بھوپال میں بھی ملازم رہے۔ ان کے مزید حالات نہیں ملتے۔[۳۴]

رسالہ احمدی در مناقب ہندی

مولوی احمد یار خاں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و سیرت مبارکہ پر اردو زبان میں ایک کتاب ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰) سے قبل لکھی تھی۔[۳۵] اس میں سیرت و اقوال کے ساتھ ساتھ فضائل و مناقب و معجزات کا بھی ذکر ہے۔

رسالہ احمدی در مناقب محمدی[۳۶] سے بطور نمونہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غار ثور پہنچنے کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

---

۳۴ تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۰، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ، ص ۱۴۵

۳۵ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں۔ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۵ء) میں یہ کتاب نواب فوجدار محمد خاں کی فرمائش پر لکھی ہے۔ (اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ص ۱۴۵) حالانکہ رام پور کے

(بقیہ حاشیہ ۳۵، ۳۶، اگلے صفحہ پر)

"جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ عرب کو ہمیشہ دعوتِ اسلام کی فرماتے تھے، جو لوگ نیک بخت تھے، اسلام لاتے تھے اور جو بد تھے حضرت کے کلام پر کچھ خیال نہ کرتے تھے، بلکہ فتنہ اور فساد پر مستعد ہوتے تھے۔ آخر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک پہنچا اکثر انصار مسلمان ہوئے اور حضرت کو حکم ہجرت کا مدینہ کی طرف صادر ہوا۔ شب کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے مقام پر سلایا اور چادر مبارک اپنی اون کو اوڑھائی۔ بذاتِ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ ستائیسویں تاریخ سفر کی، شب دوشنبہ کو ابوبکر صدیق کے کاندھے پر سوار ہو کے غارِ ثور تک پہنچے، ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ رات اندھیری ہے اور غار پہاڑ کے اکثر حشرات سے خالی نہیں ہوتے۔ آپ تھوڑا توقف فرمایئے تو میں اول اوس غار میں جاؤں اور آپ کے واسطے مکان صاف کر دوں۔ جو تکلیف اور اذیت ہوئی سو مجھی پر ہو اور بدنِ مبارک پر کچھ آسیب نہ لگے۔ الغرض ابوبکر صدیق غار میں گئے۔ غار کو نہایت تنگ اور تاریک پایا۔ اوسے خوب جھاڑ کے صاف کیا اور جو سوراخ کہ نظر آئے اونہیں اپنی چادر کے ٹکڑے دن

(بقیہ حاشیہ ۳۵ اور ۳۶)

کتب خانہ کا نسخہ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) کا مکتوبہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتاب ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) سے قبل لکھی گئی ہوگی۔

۳۶۔ رام پور کے کتب خانے میں اس کتاب کے دو نسخے ہیں اور دونوں پر اس کا نام "رسالہ احمدی در مناقب محمدی" تحریر ہے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اس کا نام "رسالہ مولود شریف" لکھا ہے (اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ص ۱۴۵) جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک نسخہ ہے۔ حامد اللہ ندوی نے اس کا نام "سیرت النبی" لکھا ہے (اردو مخطوطات، ص ۱۰۴) کراچی میں ڈاکٹر قاضی فضل عظیم کے کتب خانے میں جو نسخہ ہے اس پر "رسالہ مولود مسعود" لکھا ہے۔

سے بند کیا، مگر ایک سوراخ باقی رہا اور چادر کے ٹکڑوں نے وفا نہ کی۔ اوس کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا۔ بعد اس کے حضرت سرور عالم کو بلایا۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور سر مبارک اپنا ابوبکر صدیق کے زانو پر رکھ کر آرام کیا۔[۳۷]

زبان و بیان

اکثر مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے:

دعوت اسلام کی (ورق ۴۲ ب)

ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (")

حکم ہجرت کا۔ (")

چادر مبارک اپنی۔ (")

ستائیسویں تاریخ سفر کی۔ (")

غار پہاڑ کے۔ (")

سر مبارک اپنا (ورق ۴۳ الف)

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ سب مسلمانوں کو توفیق خیر کی دے، خصوصاً اس رسالہ کے جمع کرنے والے احمد یار خاں گنہ گار کو اور سب لوگوں کو جو اس مجلس متبرک میں بسبب تعظیم و تکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوتے ہیں۔ محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی آل اور اصحاب کی دیوے اور مرادیں دینی اور دنیوی حاصل کرائے۔ آمین (ورق ۴۷ ب)

۳۷۔ رسالہ احمدی در مناقب محمدی از مولوی احمد یار خاں رام پوری (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۴۲ ب و ورق ۴۳ الف

مفتی سعد اللہ مراد آبادی

مفتی سعد اللہ مراد آبادی[۳۸] اپنے دور کے نامور عالم، فقیہ اور مصنف تھے۔ تمام عمر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور منصبِ افتا و قضا سے وابستہ رہے۔ یوں تو انہوں نے عربی و فارسی میں بہت سی کتابیں لکھیں مگر مندرجہ ذیل اردو رسالے بھی ان سے یادگار ہیں:

---

[۳۸] مفتی سعد اللہ ولد شیخ نظام الدین، شیوخ کلال سے تھے۔ ۱۲۱۹ھ (۵-۱۸۰۴ء) میں مراد آباد (محلہ کسرول) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مراد آباد اور رام پور اور نجیب آباد میں پڑھیں پھر علمائے دہلی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ مفتی صدر الدین آزردہ سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۲۳۹ھ (۲۴-۱۸۲۳ء) میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کی مجلس میں شرکت کی۔ ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) میں لکھنؤ پہنچے۔ وہاں مولوی اسماعیل لندنی (ف ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) مرزا حسن علی محدث (ف ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) اور مفتی ظہور اللہ سے تکمیل کی۔ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) میں مدرسہ شاہی لکھنؤ سے وابستہ ہو گئے۔ تاج اللغات کے ادارۂ ترتیب سے بھی تعلق رہا۔ منصب افتا کو بھی زینت بخشی۔ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں حج سے مشرف ہوئے۔ اسی سفر مقدس میں شیخ جمال مکی سے سند حدیث حاصل کی۔ الحاق اودھ کے بعد ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ء) میں جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) سے پہلے نواب یوسف علی خان نے رام پور میں بلا لیا اور وہاں عہدۂ افتا و قضا اور مرافعہ پر سرفراز رہے۔ شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ آشفتہ تخلص کرتے تھے۔ مولوی امیر الدین علی کے جہاد ہنومان گڑھی (۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) کے موقع پر مفتی سعد اللہ نے ان کے خلاف فتویٰ دیا۔ اسی نوع کا ایک فتویٰ انہوں نے ہندوستان کے دار الحرب اور دار الاسلام کی بحث میں دیا، جسے نواب عبداللطیف خان بہادر نے اسلامی مجلس مذاکرہ اسلامیہ کلکتہ کی روداد سال ہشتم میں نقل کیا ہے۔ ۱۴ رمضان ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) کو مفتی سعد اللہ کا رام پور میں انتقال ہوا۔ "مات مفتی الانام سعد اللہ" سے تاریخ نکلتی ہے۔

۱۔ ترجمہ فقہ اکبر

۲۔ فضائل امام ابوحنیفہ

۳۔ وصیت نامہ امام ابوحنیفہ

۴۔ زاد السبیل الی دار الخلیل

ان میں اول الذکر تینوں ترجمے ہیں اور زاد السبیل الی دار الخلیل تالیف ہے۔

ترجمہ فقہ اکبر

فقہ اکبر کے عنوان سے ایک مختصر سا رسالہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے منسوب ہے۔ اس رسالے میں عقائد کا مجمل سا بیان ہے۔ مفتی سعد اللہ مرادآبادی نے اس کا ۱۲۵۵ھ (۴۰-۱۸۳۹ء) میں اردو ترجمہ کیا جو ۱۲۵۶ھ (۴۱-۱۸۴۰ء) میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کے بعد لکھنؤ کے مختلف مطابع نے اسے شائع کیا۔ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں مطبع محمدی (لکھنؤ) کے مالک محمد حسین نے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن اپنے مطبع سے شائع کیا۔ محمد حسین صاحب کی تحریک پر مفتی سعد اللہ نے اس کے شروع میں امام اعظم ابوحنیفہ کے حالات و فضائل بھی شامل کر دیے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فقہ اکبر کا عنوان ہے: "اصل التوحید وما یصح الاعتقاد علیہ"

(یہ کتاب) ہے اصل توحید اور اعتقاد صحیح کے بیان میں۔ اس رسالے کا ترجمہ عربی متن کے ساتھ بین السطور کیا گیا ہے۔ کتاب کی ابتدائی سطور کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"واجب ہے ہر مسلمان پر کہ کہے صدق دل سے یقین لایا میں اللہ پر اور اوس کے سب فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اوٹھنے پر پیچھے مرنے کے اور خیر و شر کی تقدیر پر کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہے اور حساب ہونا اور تلنا اعمال کا قیامت میں، اور بہشت اور دوزخ سب حق ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے عدد سے نہیں، پر اس راہ سے کہ اوس کا کوئی ساجھی نہیں۔ نہ اولاد والا ہے اور نہ کسی کی اولاد سے۔ نہ کوئی اوس کا

ہم قوم ہے۔ مشابہ نہیں کسی چیز کے اپنی مخلوق میں سے، اور نہ ویسی کوئی چیز ہے خلق میں، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا اپنے ناموں اور صفتوں ذاتی اور فعلی کے ساتھ''[۳۹]

ترجمے کی اختتامی سطور یہ ہیں:

''نکلنا دجال اور یاجوج اور ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان اور باقی نشانیوں قیامت کا جیسا وارد ہوا ہے، بیچ صحیح حدیثوں میں، حق ہی مقرر ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے راہ سیدھی''[۴۰]

مفتی سعد اللہ نے اس رسالے میں ترجمے کے ساتھ اکثر حواشی بھی لکھے ہیں اور یہ حواشی حل لغات، تشریح مصطلحات، اختلاف نسخ اور بعض دوسری توضیحات سے متعلق ہیں۔ ترجمے میں اصل کی پوری طرح رعایت کی گئی ہے اور لفظی ترجمے پر زور دیا گیا ہے۔

رسالہ فضائل امام ابو حنیفہ

مطبع محمدی (لکھنؤ) کے مالک محمد حسین کی تحریک پر مفتی سعد اللہ نے ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں یہ رسالہ لکھ کر ترجمہ فقہ اکبر کے شروع میں شامل کیا ہے۔ یہ رسالہ مختصر مگر جامع ہے۔ اس میں مفتی صاحب نے امام ابو حنیفہ کے مختصر سوانح، علمی کمالات اور فضائل قلم بند کیے ہیں۔ تقریب تالیف کے سلسلے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''بعد اس کے جاننا چاہیے کہ کئی برس پہلے اس عاجز نے بعض احباب کی فرمایش سے فقہ اکبر کا ترجمہ اردو زبان میں کیا تھا۔ وہ ترجمہ کئی مرتبہ چھپا مگر صاحبان چھاپہ نے اوس کی صحت میں جیسا کہ چاہیے اہتمام نہ کیا۔ لہٰذا ان دنوں

---

۳۹ ترجمہ فقہ اکبر ص ۲-۳

۴۰ ایضاً - ص ۴

میں برادر دینی اور دوست قدیمی زبدہ کونین حاجی محمد حسین صاحب نے اصرار کیا کہ بعضے حالات امام ابو حنیفہ کے بھی تیمناً اور تبرکاً اس ترجمے کے اول میں لکھے جائیں تا اس مرتبہ یہ رسالہ بکمال صحت کے ساتھ واسطے فائدہ مسلمانوں بھائیوں کے چھاپہ کیا جائے۔ ہر چند فضل و کمال امام صاحب کے سارے جہاں پر روشن ہیں اور صدہا کتابیں آپ کے مناقب میں موافق و مخالف مذہب نے تصنیف کی ہیں۔[۴۱]

اب اس کتاب سے دو اقتباس بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

"زاندی اور سمعانی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم سن اسی میں پیدا ہوئے اور اتفاق ہے محدثین اور مورخین کا کہ امام کے زمانے میں کتنے اصحاب تھے، ایک ان سے انس بن مالک کہ بصرے میں سب اصحاب کے بعد سن اکانوے، بانوے، یا ننانوے برس کے ہو کر حجاج کے مرنے سے دو برس پہلے دنیا سے تشریف لے گئے۔ ان کی وفات کے وقت امام گیارہ یا تیرہ برس کے تھے، کذا فی مدینۃ العلوم و معدن الیواقیت و اعلام الاخبار وغیرہ کہتے ہیں۔ امام نے حضرت انس سے تین حدیثیں روایت کی ہیں۔"[۴۲]

دوسرا اقتباس:

"امام صاحب ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ یہ خز کہتے ہیں، سوداگری کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھیا نے آکر کہا، تھان خریدنے کو آئی ہوں ایک تھان دیکھ کر کہا، میں ضعیف و غریب ہوں۔ تمہیں یہ تھان جتنے کا پڑا ہو مجھے دو۔ فرمایا چار درم کو۔ وہ بولی مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ میرا بڑھاپا ہے۔ فرمایا میں نے دو کپڑے لیے تھے۔ ایک چار درم کم دونوں کی قیمت کے برابر بک گیا۔ تو

---

[۴۱] فقہ اکبر و وصیت نامہ مترجم مفتی سعد اللہ مراد آبادی (مطبع محمدی لکھنؤ ۱۲۶۰ھ) ص ۲-۳

[۴۲] ایضاً۔ ص ۴

چار درم دے کرے جا۔[۴۳]

اس رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"کہتے ہیں کہ امام صاحب کی تین کتاب تصنیف ہیں، باقی زبانی منقول ہے۔ ایک کتاب "العالم والمتعلم"، دوسری کتاب "الرسالہ" کہ ابوعثمان تستی کو پہنچی تھی۔ تیسری کتاب فقہ اکبر کہ آپ کے شاگرد ابومطیع نے روایت کی ہے اور بعض کہتے ہیں کتاب مقصود صرف بھی یہی لکھی ہے۔"[۴۴]

زبان و بیان

اکھایا	صبح کو خالی پیٹ جاتا ہے شام کو اکھایا بھرتا ہے۔	(ص ۴)
لڑکائی	لڑکائی بیں ان کا تشریف فرما ہونا کئے بیں ثابت نہیں	(ص ۷-۱۱)
تمہے بجائے تمہیں	تمہے برتھان جتنے کو پڑا ہو	(ص)

فعل عطف "کرکر" کا استعمال:

اوس نے بظاہر ذرا سا انکار کرکر مان لیا (ص ۱۴)

"بے" نافیہ کا استعمال:

حکم حق کو بے پوچھے بجا لایا کر (ص ۱۵)

"سے" حرف تشبیہ کا استعمال:

گھٹنے آپ کے اونٹ کے سے ہو گئے تھے (ص ۱۷)

جمع الجمع

"اصحابوں" (ص ۸)

واحد بطور جمع

---

[۴۳] ترجمہ فقہ اکبر و وصیت نامہ۔ ص ۱۸

[۴۴] ایضاً۔ ص ۲۲

"ہم دو بات پوچھتے ہیں" (ص ۱۳)

"کتنے ہیں امام صاحب کی تین کتاب تصنیف ہیں؟" (ص ۲۲)

ترکیب اضافی عربی و ہندی الفاظ کے ساتھ :

"صاحبانِ چھاپنے" (ص ۲)

مرکب توصیفی میں وصف کی رعایت

"واسطے فائدہ مسلمانوں بھائیوں کے چھاپہ کیا جائے" (ص ۲)

سے صفت جمع

دہلوی انداز

"ان چاروں میں سے کسی کو قاضی کیا جائے" (ص ۲۰)

وصیت نامہ امام ابوحنیفہ

یہ مختصر سا وصیت نامہ امام اعظم ابوحنیفہ سے منسوب ہے۔ اس میں بارہ وصیتیں ہیں عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ بین السطور ہے۔ لفظی ترجمے کو ترجیح دی گئی ہے۔ کتاب کا عنوان اس طرح ہے "ہذا کتاب الوصیۃ من الامام الاجل الاعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ لاصحابہ" یہ کتاب ہے وصیت نامہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اپنے یاروں کے لیے۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

"جب بیمار ہوئے امام اعظم تو فرمایا کہ جانو میرے یارو اور بھائیو! خدا تم کو توفیق دے کہ مذہب اہل سنت اور جماعت میں بارہ خصلتیں ہیں ان پر جو ٹھیرے وہ بدعتی نہیں اور نہ جی کے چاؤ والا۔ یارو بھائیو ان خصلتوں کو مضبوط پکڑو، تم کو شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قیامت میں نصیب ہوگی[۴۵]"

---

۴۵ وصیت نامہ امام ابوحنیفہ۔ ص ۱۴

نمونہ۔ چھٹی وصیت

"ہم اقرار کرتے ہیں، سب سے بہتر اس امت میں ہمارے پیغمبر محمد علیہ السلام کے پیچھے حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی، راضی ہو جیو اللہ ان سب سے، اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، اگلے لوگ آگے ہیں اور وہی لوگ پاس ہوں گے نعمت کے باغوں میں، جو پہلے ہیں افضل ہیں، دوست رکھتا ہے، ان اصحاب کو مسلمان پرہیزگار اور بغض رکھتا ہے ان سے ہر منافق بدبخت"[۱۶۶]

اختتام اس طرح ہوا ہے:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے بہتر ہیں، حضرت خدیجہ کبریٰ کے پیچھے، اور وہ سب مومنوں کی ماہیں اور پاک ہیں .... اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور دوزخی، دوزخ میں ہمیشہ، حق تعالیٰ کے فرمانے سے، مومنین کے حق میں، یہی لوگ جنتی ہیں، اوس میں ہمیشہ رہیں گے اور دوزخیوں کے حق میں، یہ لوگ دوزخی ہیں اور اوس میں ہمیشہ رہیں گے"[۱۶۷]

زاد السبیل الی دار الخلیل

۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں مفتی سعد اللہ مراد آبادی حج کے لیے گئے تو ان کے ہمراہیوں نے درخواست کی کہ حج و زیارت کے مسائل سے متعلق ایک رسالہ ناواقفوں کی رہنمائی کے لیے اردو زبان میں لکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس موضوع پر مفتی صاحب نے ایک رسالہ "زاد السبیل الی دار الخلیل" نام دوران سفر ہی میں لکھ دیا۔ چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

---

۱۶۶ ایضاً ص ۱۷، ۱۸

۱۶۷ ایضاً ص ۲۰

"امابعد عرض کرتا ہے بندۂ سراپا گناہ محمد سعد اللہ عفا اللہ عنہ ماجناہ ووفقہ لمایحبہ ویرضاہ کہ یہ فقیر توفیق الٰہی سے سن بارہ سئے ستر ہجری میں حج کے ارادے سے جب قصبہ دھولیہ تک پہنچا، یاران ہمدم و رفیقان راسخ قدم نے التماس کیا مناسک حرمین کو زبان اردو میں لکھنا چاہیے اور مسائلِ حج اور عمرے اور زیارت کی عبارت عام فہم میں بیان فرمایئے" تاناواقفوں کو ہدایت اور حجاج کو اعانت ہو۔ لہٰذا اس عاجز نے اسی شب میں لکھنا شروع کیا اور باوجود روا داری اور بے سامانی اور مرض اور ناتوانی کے عین سفر بحر و بر میں کچھ کچھ لکھتا رہا، الحمدللہ کہ ہنوز بندر مکلے تک نہیں پہنچا تھا کہ یہ رسالہ بتوفیق ایزدی تمام ہوا۔ لہٰذا اس رسالے کا "زاد السبیل الی دار الخلیل" نام ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے .... اس فقیر کو مع دوستان ہم سفر کے حج مبرور نصیب فرمائے۔"[۴۸]

حج ادا کرنے کے بعد مفتی صاحب نے اس رسالے پر نظر ثانی فرمائی اور اس میں حک و اضافہ بھی کیا۔ چنانچہ خاتمے میں لکھتے ہیں:

"الحمدللہ کہ بعد لکھنے اس رسالے کے حق تعالیٰ نے حج و زیارت سے مشرف کیا، لہٰذا بعض چیزیں اس میں موافق مشاہدہ کے پھر درست کرنے کا اتفاق ہوا۔"[۴۹]

اس کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"پھر گھر میں جاکر دوگانہ تحیۃ المنزل کا پڑھے اور ہمیشہ بقیۃ العمر خیر و صلاح میں پہلے سے زیادہ تر مشغول رہے کہ یہ علامت ہے حج مبرور کی۔ خداوندا! تو اس عاجز کو اور اپنے ساتھ والوں کو ان باتوں کی توفیق دے اور حج مبرور و زیارت

---

[۴۸] زاد السبیل الی دار الخلیل۔ ص ۲۔ (العجز من الادراک عین الادراک)

[۴۹] ایضاً۔ ص ۲۔

مقبول بطفیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب کیجیو اور دار ناپائدار سے باایمان اٹھائیو۔[۵۰]

اب بطور نمونہ دو عبارتیں نقل کی جاتی ہیں :

"مستحب ہے زیارت خانہ کعبہ کی اندر سے اس طرح پر کہ ننگے پاؤں سر جھکائے ہوئے کمال عاجزی سے پشیماں، اپنے برے کاموں پہ توبہ و استغفار پڑھتا ہوا داخل ہو، اور واسطے تماشے قندیلوں وغیرہ کے جو اوپر لٹکتی ہیں چھت کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھے کہ خلاف آداب ہے، اور سامنے باب کے چلا جائے۔ جب تین ہاتھ دیوار باقی رہے وہاں نفل پڑھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلے ہے۔ پھر سامنے سیدھا بڑھ کر اپنا رخسارہ دیوار پر رکھے اور حمد و استغفار کرے اور جو چاہے دعا مانگے اور والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے۔"

"(مستحب ہے) زیارت غار حرا کی جس کو بالفعل جبل نور کہتے ہیں، مکے سے مشرق کی طرف تین کوس پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت کے اوس غار میں عبادت کیا کرتے تھے۔ وہاں شق صدر کا مقام بھی بنا ہوا ہے۔ اور زیارت غار ثور کی کہ وہ مکے سے جنوب و مشرق کی طرف تین کوس سے بھی زائد ہے۔ یہ پہاڑ نہایت بلند دشوار گذار ہے۔ چوٹی کے پاس اوس کے وہ غار ہے۔ داخل ہونے کا مقام اوس میں ایسا تنگ ہے کہ ظاہر دیکھنے میں اوس کے اندر جانا ہرگز خیال میں نہیں آتا۔ فقط درمیان میں ایک بالشت چار انگشت کی بلندی رکھتا ہے اور دونوں طرف سے کم ہوتا گیا ہے۔ مگر حکمت سے داخل ہوتے ہیں کہ پہلے دونوں ہاتھ اندر بڑھا کر باقی بدن سے گھسٹ جاتے ہیں۔"[۵۱]

---

[۵۰] ایضاً۔ ص ۱۶

[۵۱] ایضاً۔ ص ۵۱-۵۲

زبان و بیان

تعقید عبارت کا نمونہ

"استلام نہ کرنا حجر اسود اور رکن یمانی کا بروقت جمع ہونے مردوں اجنبی کے" (ص ۵۴)

کہیں کہیں قافیہ آرائی بھی ہے اگرچہ کم ہے مثلاً

زاد السبیل، الی دار الخلیل (ص ۲)

یارانِ ہمدم، رفیقانِ راسخ قدم (ص ۲)

ناواقفوں کو ہدایت، حجاج کو اعانت (ص ۲)

مصور قبول پر پہنچائے، حج مبرور نصیب فرمائے (ص ۲)

واحد بطور جمع

"کئی بال کے دور ہونے میں لپ بھر گیہوں یا چھوارہ کافی ہے"۔ (ص ۲۴)

○

ملک محمدؐ علی خاں

ملک محمد علی خاں[۵۲] کے والد کا نام حاجی ملک محمد خاں ابن ملک سید خاں تھا۔ مولانا امتیاز علی عرشی کا خیال ہے کہ وہ بریلی کے باشندے تھے[۵۳] علمائے روہیل کھنڈ (بریلی و بدایوں)

---

۵۲ افسوس کہ ملک محمد علی خاں کے حالات نہ مل سکے مگر ان کی کتاب "تصحیح الایمان" ان کے علم و فضل پر دال ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۵۳ ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات۔ رضا لائبریری۔ رام پور (از امتیاز علی عرشی ص ۷۸)

نے شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان کے کئی جواب لکھے ہیں۔ ملک محمد علی خاں نے تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کے بعض مندرجات کو خاص طور سے تنقید و تردید کا موضوع بنایا اور اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب تصحیح الایمان لکھی۔

تصحیح الایمان[۵۴]

ملک محمد علی خاں نے تصحیح الایمان رجب ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں مکمل کی۔ اس کتاب میں انہوں نے تقویۃ الایمان کا مکمل تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح صراط مستقیم کی بعض عبارتوں پر بھی اعتراض کیے ہیں۔ ہر موضوع پر نہایت تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کتاب میں دس باب ہیں جو بیس فصلوں پر مشتمل ہیں۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

> "الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تو نے ایسے نبی کریم کو رحمت واسطے عالم کے اور رؤف الرحیم واسطے ایمان والوں کے اور ہدایت کرنے والا واسطے گمراہوں کے اور خوش خبری دینے والا واسطے مطیعوں کے اور ڈر سنانے والا واسطے منکروں کے اور شفیع واسطے گنہ گاروں کے بھیج دیا، اور اوس کے طفیل سے راہ ہدایت اور عرفان کی پائی۔ اے اللہ! اوس رسول مقبول پر کہ جو حبیب تیرا ہے کروڑوں درود اور رحمت بھیج اور اوس کی آل و اطہار پر اور عترت مطہر اور اصحاب کرام پر اور اوس کے اولیائے امت پر اور علما اور فضلا پر اور مشائخ کرام پر اور سب مسلمانوں پر، اور ہم کو اون کی محبت دے اور انہیں

---

[۵۴] کتاب کے دیباچہ (ورق ۷، الف) میں اس کا نام "صحیح الایمان" لکھا گیا ہے اور یہی نام مولوی ظہور علی دہلوی نے اپنی کتاب "تحقیق الحقیقۃ" (ص ۲۰) میں لکھ دیا ہے۔ لیکن مؤلف نے کتاب کے نام کے بعد ہی اس کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ہے "یعنی صحیح کرنے والی ایمان مسلمانوں کی" اور کاتب نے ترقیمہ میں بھی اس کا نام "تصحیح الایمان" لکھا ہے

کی پیروی کی توفیق نصیب کر کے اون میں شامل کر۔"[۵۵]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"فراغت پائی جمع کرنے سے اس کتاب کے دن جمعہ کے، مہینے رجب مبارک میں، بیسویں تاریخ بیچ، سن بارہ سو چھپن ہجری پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"[۵۶]

زبان و بیان

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

شکر تیرے احسان کا	(ورق الف)
راہ ہدایت اور عرفان کی	(")
حبیب تیرا	(")
دن جمعہ کے	(")
نام انبیا کے	(")

عربی کی تقلید میں فعل، فاعل و مفعول سے پہلے

فراغت پائی جمع کرنے سے اس کتاب کے	(ورق ۲۳۴ ب)

انداز تحریر سے ترجمے کا گمان ہوتا ہے۔ مضاف، مضاف الیہ سے پہلے اور موصوف صفت سے پہلے عربی طریقے پر عام طور سے استعمال کیے گئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود عبارت میں سلاست اور روانی ہے۔

○

۵۵ے تصحیح الایمان از ملک محمد علی خاں (قلمی) مخزونہ رضا لائبریری رام پور، ورق ۱ الف۔

۵۶ے تصحیح الایمان ورق ۲۳۴ ب

قاری حافظ فخر اللہ رام پوری

قاری فخر اللہ رام پوری[۵۵] کے ایک علمی خاندان کے رکن اور صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ وہ علم قرات میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے حافظ محمد کبیر مجددی اور مفتی شرف الدین رام پوری (۱۲۶۸ھ / ۵۲-۱۸۵۱ء) کی تحریک پر نواب محمد سعید خاں (ف ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) کے عہد (۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء) میں علم قرات پر ایک جامع کتاب فخر المتعلمین لکھی۔

فخر المتعلمین

فخر المتعلمین کی تالیف کے سلسلے میں قاری فخر اللہ رام پوری رقم طراز ہیں

"پس اب کہ سن بارہ سو اٹھاون ہجری ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں بپاس خاطر دریا مقاطر حاجی حافظ والا مناقب عالی مرتبت متعالی منزلت معدن جود و سخا مخزن فضل و عطا مجمع جمیع کمالات مستجمع جمیع حسنات میاں حافظ کبیر احمد صاحب دام اشفاقہم کے اور بایمائے عالی عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حاوی فروع و اصول جامع معقول و منقول بے بدل مدقق ضرب المثل استاذی مخدومی مولوی مفتی محمد شرف الدین صاحب دام فیوضہم کے بیچ عہد والی ملک روہیل کھنڈ نواب مستطاب سپہر رکاب معلی القاب ارسطو فطرت دارا شوکت عادل زمان حاتم

---

[۵۵] قاری فخر اللہ ولد شیخ محمد اسلم صدیقی، رام پور کے باشندے، حافظ کلام اللہ اور علم قرأت و تجوید میں ماہر کامل تھے۔ انہوں نے مروجہ علوم مفتی شرف الدین رام پوری سے حاصل کیے اور علم قرأت رام پور کے ممتاز قاری محمد نسیم (ف ۱۲۱۴ھ/ ۱۸۰۰-۹۹ء) سے پڑھا۔ وہ قاری محمد نسیم کے داماد بھی تھے۔ ملاحظہ ہو۔
تذکرہ کاملان رام پور۔ ص ۳۱۳ ـــ علم و عمل (وقایع عبد القادر خانی) جلد اول۔ ص ۴۷۔

دوران فیاض زمان والی بے کسان دادرس مظلومان معدن جود و احسان مخزن فضل و امتنان نواب محمد سعید خاں بہادر دام اقبالہ و تام افضالہ کے[۵۸] (لکھی)

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"حمد بے حد و ثنائے بے عد ایسے خالق تئیں سزاوار ہے کہ جس نے پیدا کیا جن اور انس، زمین اور آسمان کو، رحمت نازل کی اوپر رسول اپنے کے کہ وہ اشرف مخلوقات ہیں اور برگزیدہ جمیع کائنات ہیں...... اور رحمت ہووے اوپر چاروں یاروں اون کے کہ وہ وجود اسلام کے بمنزلہ عناصر اربعہ کے ہیں اور کاشانۂ دین کے شمع اور چراغ۔ بعد حمد اور صلوٰۃ کے کہتا ہے اضعف العباد حاجی حافظ فخر اللہ قاری ولد شیخ اسلم صدیقی مغفور کہ نسبت دامادی اور شاگردی کی ساتھ حاجی حافظ مولوی قاری محمد نسیم مرحوم کے رکھتا ہے، اور وہ شاگرد تھے قاری عبید اللہ کے اور وہ مولانا مغربی کے، اور قاری محمد نسیم بیچ علم قرات کے از روئے علم اور عمل کے کامل اور مکمل تھے اور کمالات اون کے بیچ اس علم کے اوپر تمام مخلوق ادنیٰ اور اعلیٰ کے ظاہر اور باہر۔ بندے نے قاری صاحب مرحوم سے قرآن مجید حفظ کیا اور علم قرأت کا پڑھ کر عمل سیکھا"[۵۹]

کتاب کے آخر میں مندرجہ ذیل ترقیمہ ہے:

"تمام شد رسالہ فخر المتعلمین در علم تجوید بروز جمعہ بتاریخ پنجم شہر ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ۔"

نمونہ ملاحظہ ہو:

"سبب نزول کا دلیسا مذکور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ مکہ

---

۵۸ فخر المتعلمین از قاری فخر اللہ (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ص ۱-۲

۵۹ فخر المتعلمین۔ ص ۱-۲

معظمہ کے دعوت اسلام کی آشکارا فرمائی۔ مردم مکہ معظمہ نے نزدیک یہودیوں مدینہ منورہ کے آدمی بھیجے کہ درمیان ہمارے ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے اور دعویٰ نبوت کا کرتا ہے۔ تم واسطے امتحان صدق دعویٰ کے علامتیں نشانی کی دیو۔ اس واسطے کہ اہل کتاب ہو تم، اور نشان انبیا علیہم السلام کے سے کمال واقفیت رکھتے ہو تم، تو سات اوس کے علامت ہیں، امتحان کریں ہم۔ یہودیوں نے کہا کہ اوس کے تئیں تین چیز سے پوچھو تم، قصۂ ذوالقرنین اور قصہ اصحاب کہف اور حقیقت روح۔ کفاران مکہ شریف نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے اور تین چیز سے پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے تئیں ان تین چیز سے کل کو خبر دیوں گا۔ (انشاء اللہ) اوپر زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ گیا۔ چند روز وحی منقطع رہی۔[۹۹]

زبان وبیان

مقفّٰی عبارت کا التزام کیا گیا ہے۔ مقدمے میں خاص طور سے قافیہ آرائی کی گئی ہے مثلاً

اشرف المخلوقات	برگزیدۂ جمیع کائنات
بپاس خاطر	دریا مفاطر
عالی مرتبت	متعالی منزلت
مجمع جمیع کمالات	مستجمع جمیع حسنات
حاوی فروغ واصول	جامع معقول ومنقول
محقق بے بدل	مدقق ضرب المثل
نواب مستطاب	سپہر رکاب
ارسطو فطرت	دار اشوکت

---

۹۹ ایضاً۔ ص ۲۰۰

عادل زماں   خانم دوراں

معدن جود واحسان   مخزن فضل وامتنان

پوری کتاب میں ترجمے کا سا انداز ہے اور عبارت اُکھڑی اُکھڑی سی ہے۔ مثلاً:

رحمت نازل کی اوپر رسول اپنے کے   (ص ۱)

رحمت ہو جیو اوپر چاروں یاروں اون کے کے   (ص ۱)

اوس کے تئیں تین چیز سے پوچھو   (ص ۲۰۰)

تم واسطے امتحان صدق دعوی کے علامتیں نشانی کی دیو   (ص ۲۰۰)

بعض الفاظ کا استعمال:

"جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ مکہ معظمہ کے دعوت اسلام کی آشکارا فرمائی"   (ص ۲۰۰)

فعل مستقبل دوں گا کی بجائے دیوں گا:

"تمہارے تئیں ان تین چیز سے کل خبر دیوں گا"   (ص ۲۰۰)

دینا کا امر دیو:

"تم واسطے امتحان صدق دعوی کے علامتیں نشانی کی دیو"   (ص ۲۰۰)

واحد بطور جمع

"سات اوس کے علامت ہیں"   (ص ۲۰۰)

"اوس کے تئیں تین چیز سے پوچھو"   (ص ۲۰۰)

○

مولوی حبیب النبی رفت

مولوی حبیب النبی[۶۱] رام پور کے مجددی خاندان کے نامور رکن تھے۔ وہ علوم شریعت میں

(حاشیہ ۶۱، اگلے صفحہ پر)

کامل دستگاہ اور شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی مشغلہ تھا۔ انہوں نے اردو زبان میں دو کتابیں (۱) شرح قصیدہ ملحادی اور (۲) تحفہ احمدی یا رفت افزا لکھیں۔ آخرالذکر کتاب کا تعارف یہاں مقصود ہے۔

تحفہ احمدی یا رفت افزا

مولوی حبیب النبی رفعت[۶۱] نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین اور شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات میں ایک کتاب "تحفہ احمدی یا رفت افزا" کے عنوان سے اردو زبان میں لکھی۔

"تحفہ احمدی" کا آغاز حمد و نعت کے بعد اس طرح ہوا ہے "ذات کے ہے کہ وہ ند شریک انباز سے مبرا ہے۔ صمد احد فرد یکا اکیلا ہے بے چون اور بے چگون ہے۔ بے شبہ بے نمون ہے۔ دریائے قدرت میں سے اوس کے، آسمان ایک حباب ہے شعلۂ حسن و جمال اوس کے سے، آفتاب اور ماہتاب ایک تاب ہے"[۶۲]

تقریب تالیف کے سلسلے میں رقم طراز ہے:

"بعد حمد و ثنا کے خاک پا رسول اللہ کا اور گرد اون کی راہ کا حبیب النبی ابن ضیاء النبی متخلص بہ رفعت عفی اللہ لہ و لوالدیہ یوں عرض کرتا ہے...... کہ

(حاشیہ ۶۱)

[۶۱] مولوی حافظ حبیب النبی ابن مولوی شاہ ضیاء النبی ۱۲۰۸ھ (۹۴-۱۷۹۳ء) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل رام پور کے مشہور علما، مولوی غلام جیلانی رفعت، مولوی جمال اور مفتی شرف الدین سے کی۔ علم تفسیر و حدیث مولوی نورالاسلام سے پڑھا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے بھی سند حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ ۴ رجب ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) کو کلکتہ میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: انتخاب یادگار، ص ۱۵۸، ۱۵۹۔ تذکرہ کاملان رام پور، ص ۱۰۱۔ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول ص ۱۷۹۔

[۶۲] تحفہ احمدی یا رفت افزا از مولوی حبیب النبی مخزونہ رضا لائبریری رام پور، ورق ۱ ب

میں نے تھوڑا احوال آن سرور کا اور حضرت شاہ[۶۳] کا اور حضرت زہرا کا اور حضرات حسنین کا مع شہدائے کربلا اس کتاب میں لکھا ہے کہ ہر آدمی اوس کو دیکھ اور پڑھ کر روئے اور تعویذ جان کا کرے اور خدا مجھ سے راضی ہووے اور برکت اون کی سے آلائش گناہوں کی میرے دل سے دھووے[۶۴]

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"تولد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا پانچ برس نبوت سے پہلے ہوا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت اکتالیس برس کے تھے جب اون کا تولد ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت میں تولد ہوا ہے لیکن یہ قول اصح ہے۔ کنیت اون کی ام محمد ہے اور نام مبارک فاطمہ کہ مشتق ہے فطم سے یعنی باز رکھنا، اور حدیث میں آیا ہے کہ اون کا نام فاطمہ اس واسطے ہے کہ خدا نے باز رکھا ہے اوس کو اور اولاد کو اوس کے آگ سے دوزخ کی، روایت کیا اس حدیث کو ابن حجر نے صواعق میں حافظ ابو القاسم دمشقی سے اور غسانی سے۔ اور لقب اون کے بہت ہیں از انجملہ، مبارکہ اور طاہرہ اور زاکیہ اور مرضیہ اور بتول اور زہرا اور حورا ہے، .... اور نکاح آپ کا حضرت شاہ کے ساتھ دوسرے برس میں ہجرت سے ہوا، پس بعد جنگ بدر کے"[۶۵]

زبان و بیان

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

احوال آن سرور کا (ورق ۳ ب)

---

[۶۳] حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں

[۶۴] تحفہ احمدی ورق ۳ ب

[۶۵] تحفہ احمدی ورق ۲۴ ب و ۲۵ ، الف

تعویذ جان کا (ورق ۴۳ ب)

تولد حضرت زہرا علیہا السلام کا (ورق ۴۴ ب)

دوستوں کو اوس کے (〃)

لقب اون کے (ورق ۴۵ الف)

نکاح آپ کا (〃)

بڑائی اون کی (〃)

عربی کی تقلید میں فعل، فاعل و مفعول سے پہلے

روایت کیا اس حدیث کو ابن حجر نے (ورق ۴۴ ب)

○

مُلا محمد نظام شاہجہان پوری

مُلا محمد نظام[66] خاندان ولی اللّٰہی کے تربیت یافتہ اور مستفید تھے۔ انہوں نے اصلاح معاشرت

---

[66] مُلا محمد نظام ولد واجد علی ولد شاہ محب اللّٰہ شاہجہان پور کے محلہ جلال نگر میں ۱۷۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ شاہجہانپور کے مشہور علما مولوی بہاء الدین (۱۲۸۵ھ/ ۶۹-۱۸۶۸ء) اور مولوی کلن خان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اس کے بعد رام پور گئے اور وہاں کے نامور اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی۔ علم حدیث کی تکمیل دہلی میں شاہ ولی اللّٰہ کے خاندان میں کی۔ کچھ دنوں رام پور میں رہے۔ صدرا اور ملا حسن پر حواشی لکھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا، جس کے نتیجے میں شدائد و مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد وہ شاہجہان پور میں محلہ مکلی میں رہنے لگے۔ ۱۸۹۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ شاہجہانپور حصہ دوم۔ ص ۱۸۲۔ حاجی سید احمد بغدادی اور ملا نظام صاحب از قاری بشیر الدین پنڈت۔ العلم کراچی۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء۔ ص ۵۷-۶۹۔

اور تبلیغی نقطۂ نظر سے مندرجہ ذیل دو فارسی کتابوں کو اردو زبان کا جامہ پہنایا:

۱۔ مسائل اربعین

۲۔ رسالہ عقیقہ

یہ دونوں رسالے ایک ہی سال، ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں فارسی سے اردو میں منتقل ہوئے۔

تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائل اربعین

شاہ محمد اسحاق دہلوی کے رسالہ مسائل اربعین کا اردو ترجمہ مع تشریح و تفصیل رفاہ المسلمین کے نام سے ۱۲۵۶ھ (۴۱-۱۸۴۰ء) میں مولوی سعد الدین عثمانی کر چکے تھے، مگر وہ ترجمے سے زیادہ شرح تھی جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ مُلا محمد نظام نے افادۂ عام کی غرض سے مسائل اربعین کا از سر نو اردو ترجمہ کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں اگرچہ سوال اور حاصل جواب کی عبارت زبان فارسی میں تھی، لیکن اردو عربی کی کتابوں کی عبارت یا قرآن کی آیت اور حدیث جو سند کے واسطے مرقوم تھی، سو بے ترجمہ تھی، تو اس کا سمجھنا فقط فارسی پڑھے آدمی پر تو دشوار تھا ہی، جس کو عربی میں استعداد کم ہو، اوس کو بھی فائدہ تام نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اس واسطے اس خیر خواہِ اسلام محمد نظام شاہجہان پوری نے سن بارہ سے ساٹھ (۱۲۶۰) ہجری میں اس کا ترجمہ اردو زبان میں کر دیا تاکہ ہر مسلمان اس سے پورا فائدہ پاوے اور حرف آشنا آدمی بھی پڑھ کر یا محض بے علم سن کر اس کو اپنی شادی و غمی میں دستور العمل بناوے، اور تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائل اربعین اس کا نام رکھا۔"[۱۶۷]

---

[۱۶۷] مسائل اربعین پہلی مرتبہ ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۰ء) میں مطبع علوی باہتمام علی بخش صاحب چھپی۔ اس میں چار رسالے (۱) مسائل اربعین (۲) رسالہ عقیقہ (۳) معدن الجواہر (نواب قطب الدین خان) اور (۴) رسالہ تجہیز و تکفین (مولوی محمد عمران رام پوری) شامل ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا

(بقیہ حاشیہ ۱۶۷ اگلے صفحہ پر)

ترجمے کے سلسلے میں ملا محمد نظام نے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کی ہے:

۱۔ یہ کہ جیسے دلّی والوں کی عادت ہے کہ ترجمہ کرنے میں ترکیبی معنی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں، لوگوں کے محاورے بول چال بموجب لکھتے ہیں، وہی اس ترجمہ میں بھی اختیار کی اور معنی ترکیبی سے مزاحمت نہ کی کہ ہر کوئی بے تکلف فائدہ اٹھاوے اور کسی پر کٹھن نہ ہو جاوے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس میں بعینہٖ اسی کتاب کا مضمون لکھا، کچھ اپنی طرف سے نہیں ملایا[۶۸] اور جس مقام پر ترجمے کا بھی مطلب دشوار فہم تھا اس کا حاصل اور جو اس کتاب کا مضمون اس کا موید نظر آیا، اس کو حاشیے پر بطور فائدے کے لکھ دیا۔ کتاب میں نہ داخل کیا تاکہ بہ سبب اس اختلاط کے کتاب اعتبار سے ساقط نہ ہو جاوے اور کوئی کم فہم جھگڑیں اور تکراریں نہ اٹھاوے۔

۳۔ یہ کہ جو عبارت اس میں عربی کی تھی خواہ حدیث یا آیت یا فقہ کی روایت کی عبارت کو تو اس کے ترجمے کے ساتھ مندرج کیا اور جو فارسی کی عبارت تھی اس کو تطویل لاطائل سمجھ کر نہ لکھا، فقط ترجمے پر اکتفا کیا[۶۹]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"سزاوار حمد وہ خالق بے مثال ہے کہ ہماری تعلیم کے واسطے ایسے نبی آخر الزماں کو پیدا کیا کہ جن کی تعریف میں بجز اسے جیب رہنا عین کمال ہے"

(بقیہ حاشیہ ۶۷)

ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا جس کی ترتیب و تہذیب کے فرائض مولوی محمد مقتدی خاں شروانی نے انجام دیے ہیں۔ آخر الذکر ایڈیشن کے سلسلے میں راقم الحروف نے نئی معلومات حاجی محمد مقتدی خاں کو مہیا کی تھیں جس کا انھوں نے اعتراف کیا ہے۔

۶۸۔ یہ مولوی سعدالدین عثمانی بدایونی کی کتاب رفاہ المسلمین شرح مسائل اربعین کی طرف اشارہ ہے۔

۶۹۔ ملاحظہ ہو تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائل اربعین (مرتبہ محمد مقتدی خاں شروانی) شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ (۱۹۵۹ء) ص ۱۳

اور لایق شکر کے وہ قادر ذوالجلال ہے کہ ہماری تربیت کے لیے ایسے رسول اولوالعزم کو بھیجا کہ ان کی مدح میں زبان ناطقہ لال ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اس کی کہ واسطے پرورش اولاد کے ماں باپ کو محبت دلی عطا فرمائی اور رسول مقبول اپنے کے تربیت اور تادیب کی راہ بتائی، ایسے رسول مقبول کہ مخاطب برحمۃ للعالمین اور ملقب برؤف رحیم ہیں۔ اُمت پر باپ سے زیادہ شفیق، ماں سے زیادہ کریم ہیں۔ جو ان کا ہم نام ہوا آگ سے بچا۔ مستحق انعام ہوا شادی وغم میں، ہم کو جو چاہیے سب صاف صاف بتایا اور رسمیں کفر اور شرک کی کہ ہمارے حق میں مضر تھیں ان سے منع فرمایا۔ ان کے اعوان اور انصار آل اطہار و اصحاب کبار ہیں۔ جب تک جیے، صحبت کا دم بھرتے رہے اور ترویج دین سید المرسلین میں جان و مال سے کوشش کرتے رہے [۵۰]

کتاب کا خاتمہ یوں ہوا ہے:

"اب جاننا چاہیے کہ ان مسئلوں کے مجیب مولانا محمد اسحاق سلمہ اللہ تعالی نہایت مرتبے میں تقویٰ اور پرہیز گاری سے آراستہ اور ورع اور دینداری سے پیراستہ ہیں۔ ایمان کا نور ایسا ان کی پیشانی نورانی سے چمکتا ہے کہ جس کے نظر وہ جمال متبرک پڑے وہ جان لیتا ہے کہ یہ شخص مومن متقی ہے۔ زہد و حق گوئی کا یہ حال ہے کہ صدہا روپے پر نظر نہ کی اور ایک اپنی دنیا کے مقدمے میں بخلاف اور برادری کے حق بات کہہ دی۔ جو کوئی مسئلہ پوچھے، بے تعصب کتاب بموجب بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی کسی کا لحاظ یا کسی جانب کو میل نہیں کرتے۔ احتیاط اور اتباع سنت کا یہ عالم ہے کہ اس ملک میں تسلط کفار دیکھ کر بے اس کے کہ بالکل دار الحرب کے احکام جاری ہوں گھر بار، ریاست، برادری اور دوست آشنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر

---

[۵۰] تحفۃ المسلمین۔ ص ۱۱

گئے اور کمال شوق سے ملک عرب میں جا بسے۔ اب وہاں کے مدرس ہیں۔ اللھم وفقنا کذالک۔ اور علم و فضل کا حال تو ظاہر ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے اور شاگرد ہیں، اور ان کے صحبت یافتہ اور تعلیم پرداختہ ہیں الغرض محامد اور مناقب اس جناب کے اس قدر ہیں کہ ان کے بیان کو ایک دفتر چاہیے۔ یہاں بطور اختصار اتنے بھی کافی ہیں اور مولوی محبوب علی صاحب جعفری حنفی جن کی دوسری مہر اس رسالے پر ہے ان کے کمال کا ادنی حال یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز اکثر وعظ میں ان کو بٹھلا لیتے تھے، تب بیان کرتے تھے۔ بڑے جید فاضل اور علم حدیث میں کامل ہیں۔ اور مولوی امین الدین صاحب جو ان جوابوں کے لکھنے والے ہیں، وہ بھی سید پاک اور دین اسلام کے عقیدے میں چست و چالاک ہیں۔ ساری بدعات سے جو آج کل سادات میں رائج ہیں تائب و بیزار اور ہر خرافات سے دست بردار ہو کر پاک صاف مسلمان ہو گئے ہیں، اور علم حدیث میں بہت سی مہارت رکھتے ہیں۔ بہر تقدیر مسلمان کو چاہیے کہ ان مسائل میں کسی طرح کا شبہ اور خیال فاسد دل میں نہ لاوے اور آنکھ بند کیے عمل کیے جاوے[لہ]

کتاب کے آغاز و اختتام کی یہ عبارتیں مترجم کے رشحاتِ قلم کا نمونہ ہیں۔ اب اصل کتاب کے ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

تیسرا مسئلہ

لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہے کہ حجام اس لڑکے کے اقربا کو مبارک باد دیتا ہے اور وہ اس کو کچھ کپڑا یا نقد اس کے عوض میں دیتے ہیں، یہ دستور جائز ہے یا نہیں۔

جواب

ظاہر میں یہ دینا جائز معلوم ہوتا ہے، اس واسطے کہ صحابہ سے خوشی سنانے

لہ ایضاً۔ ص ۸۴-۸۵

والے کو انعام دینا ثابت ہے، چنانچہ کعب بن مالک کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے اس کو جس نے توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی، اپنے خاص کپڑے دیے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ قصہ موجود ہے۔ لیکن اس خوشی سنانے والے کا اس پر جس کو خوشی سنادے کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ زمانے کا دستور اپنی دست آویز ٹھہرا کر لڑ جھگڑ کر لیوے۔ یہ بات شرع میں ثابت نہیں، بلکہ ایسے وقت کچھ دینا تبرع اور احسان ہے اور احسان میں کچھ جبر اور زبردستی نہیں ہوتی، چنانچہ ولا جبر علی التبرع فقہ میں موجود ہے۔ اور جو اس وقت کوئی گھاس وغیرہ سبز چیز سامنے لاکر مبارک باد دے جیسا کہ کفار ہند کی رسم ہے تو اس صورت میں اس کو تنبیہہ و زجر چاہیے نہ انعام و اجر، واللہ اعلم[۲]

زبان و بیان

کہیں کہیں قدیم انداز ہے مثلاً:

"بزبان رسول مقبول اپنے کے تربیت اور تادیب کی راہ بتائی" (ص الف)

دہلوی انداز:

"معلوم کیا چاہیے" (ص ۱۲)

کہیں کہیں قافیہ آرائی بھی ہے مثلاً:

بے مثال، عین کمال،	قادر و ذوالجلال، ناطقہ لال	(ص ۱۱)
ہم نام	مستحق الغام	(ص ۱۱)
آل اطہار	اصحاب کبار	(ص ۱۱)
دم بھرتے رہے	کوشش کرتے رہے	(ص ۱۱)
جادۂ قدیم	صراط مستقیم	(ص ۱۲)

---

[۲] ایضاً۔ ص ۱۹

سنتِ سنیہ، قواعد شرعیہ (ص ۱۲)

علمائے دیندار، واعظینِ ابرار (ص ۱۱)

بعض ہندی الفاظ کا استعمال:

دائی جنائی ایک دان دائی جنائی یعنی جوگن کو دیں (ص ۲۱)

دڑھرا افیون اور پوست اور گانا اور بینگ و بوزہ اور دڑھرا

...... سب حرام ہے (ص ۲۵، حاشیہ)

نیوتہ نیوتے کی رسم میں مال خرچنا (ص ۲۹)

منہ دکھائی اس کو بھی منہ دکھائی دیتے ہیں (ص ۲۹)

سوہابری ساچق یعنی سوہابری کا دن مقرر کرنا (ص ۳۲)

کورا کورے گھڑے پر پھول ڈال کر صندل ملتے ہیں (ص ۳۵)

سنکارنا ان کو سنکارا بی بی فاطمہ کے مانگتے پر (ص ۴۳)

کھوئی جس میں چھوارے کی کھوئی بھری تھی (ص ۴۴)

ترت وہ ترت اسی وقت مرتد کافر ہو گیا (ص ۵۱)

ناتے دار (ص ۵۴)

جماؤ بمعنی مجمع جماؤ کر کے تیسرے دن کچھ پڑھنا (ص ۶۱)

کپٹ کسی مسلمان سے حسد اور کینہ اور کپٹ نہ رکھے (ص ۸۲)

اتائی جس نے راگ سنا سرودی یا خبیر سرودی اتائی سے (ص ۵۱)

بھونرے ڈالنا نوشہ دلہن کے آس پاس سات بار گھوما کرتے ہے

بھونرے ڈالتا ہے (ص ۳۶)

بعض افعال مرکبہ

دعوی پہنچنا خوشی سنانے والے کا ...... کچھ دعوی نہیں

پہنچتا ہے (ص ۱۹)

ہاتھ پہنچنا اگر کوئی تنگ دست اور مفلس ہو اور اس کا ہاتھ

	عقیقے کو نہ پہنچے۔	(ص ۲۰۳)
۱ دباغت دینا	اس کا چمڑا...... دباغت دے کر کتاب کی جلد میں استعمال کریں	(ص ۲۲)
اول کرنا	کر دے اس (عقیقے) کو میرے بیٹے کا اول آگ سے	(ص ۲۲)
زبان چلنا	جب لڑکے کی زبان چلے یعنی باتیں کرنا شروع ہو	(ص ۴۳)
لازم کرنا	خواہ مخواہ لازم کرے	(ص ۲۷)
علاقہ اٹھنا	مرد اور جورو ہونے کا علاقہ اٹھ جاتا ہے	(ص ۲۶)
ناچیز کرنا	اس نے شریعت کا حکم ناچیز کر دیا	(ص ۵۱)
رل مل جانا	آپس میں رل مل کے	(ص ۵۳)
اٹکل کرنا	پھر سب اسی پر اٹکل کرتے ہیں	(ص ۶۸)
زینت دینا	سیاہ سرمہ لگا کر زینت دیتے ہیں	(ص ۳۶)
"بے" سابقہ نافیہ		
بے مقدوری	بے مقدوری کی حالت میں قرض لے	(ص ۲۹)
بے تامل	بے تامل عمل میں لاوے	(ص ۳۳)
بے مانگے	بے ان کے مانگے کچھ دینا جائز ہے	(ص ۴۳)
"نا" سابقہ نافیہ		
نامشروع	نامشروع اور ممنوع ہو	(ص ۳۳)
ناشکرا	اپنے رب کا ناشکرا ہے	(ص ۳۹)
بعض الفاظ کی بگڑی ہوئی شکل		
	ڈھب بجائے دف	(ص ۵۲)
	بانسلی بجائے بانسری	(ص ۵۲)
	ڈھبلی	(ص ۵۴)

ماضی مطلق بجائے اسم حالیہ

پڑھے بجائے پڑھے ہوئے۔ فقط فارسی پڑھے آدمی پر نو دشوار تھا (ص ۱۲)

امالہ جلشے کے بادشاہ نے جلشے میں (ص ۴۷)

مرتب کتاب مولوی محمد مقتدی خاں شروانی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فتاوے جو اس کتاب میں جمع ہیں ان کے متعلق مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان کے اردو ترجمے کے متعلق صرف اس واقعہ کی طرف توجہ دلانی ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ یہ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) یعنی اب سے (جو ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء) ہے، ایک سو سال پہلے کا ہے، تاہم اس کی زبان اس قدر صاف اور منجھی ہوئی ہے کہ کوئی مقام زبان کے لحاظ سے غیر مانوس نہیں معلوم ہوتا، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اردو زبان اس سے بھی صدیوں پہلے متداول اور زبان زد خاص و عام تھی۔"[۳]

ایک بات اور کی طرف توجہ دلائی ہے کہ فاضل مترجم نے اس کا خاص طور سے اشارہ کیا ہے کہ وہ اہل دہلی کے تتبع میں بامحاورہ ترجمے کو ترجیح دے رہے ہیں۔

رسالہ عقیقہ

مولوی تراب علی لکھنوی[۴] نے عقیقے کے موضوع پر ایک رسالہ فارسی زبان میں عجالۃ الرقیقۃ فی مسائل العقیقۃ کے نام سے لکھا تھا۔ ملا محمد نظام نے اسی رسالے کا ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء)

۳؎ ایضاً، ص ۸۷-۸۸

۴؎ مولوی تراب علی بن شیخ شجاعت علی ۱۲۱۳ھ (۹۹-۱۷۹۸ء) میں پیدا ہوئے۔ علمائے لکھنؤ سے تحصیل علم کی۔ تمام عمر درس، تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہا۔ ۱۲ صفر ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) کو قصبہ محمد آباد (ضلع اعظم گڑھ) میں فوت ہوئے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۱۳۷-۱۳۸

ہیں اردو میں ترجمہ کیا۔ کہیں کہیں توضیحی حواشی بھی لکھ دیے ہیں۔ کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"یہ خمول و گمنام محمد نظام اس رسالے کے مطالعہ فرمانے والوں کی خدمت میں بعد سلام سنۃ الاسلام کے یہ عرض کرتا ہے کہ اس عرصے میں ایک رسالہ عقیقے کے بیان میں مولوی تراب علی صاحب کی تالیف کہ انہوں نے بہت سی کتابوں سے تلاش کر کے لکھا تھا...... اس خاکسار کی نظر سے گزرا، چونکہ رسالہ مذکور زبان فارسی میں تھا بلکہ اکثر روایات عربیہ کا ترجمہ بھی نہ تھا اور اکثر مسلمانوں کو ان مسائل کی حاجت پڑا کرتی ہے، سو علما سے پوچھا کرتے ہیں تو بعضے مقام پر عالم میسر نہیں ہوتا، پھر اگر عالم ملا تو کبھی یوں ہوتا ہے کہ اوس کے پاس کتاب نہیں ہوتی اور مسائل یاد نہیں ہوتے، لہذا یوں بہتر معلوم ہوا کہ اس کو اردو میں لکھ دیا چاہیے تاکہ تھوڑا پڑھا آدمی بھی اس کو سمجھ لیوے اور ان پڑھوں کو سمجھا دیا کرے۔ سو یہ ترجمہ سنہ بارہ سے ساٹھ ہجری مقدسہ (۱۲۶۰ھ) علی ہاجرہا الصلوٰۃ والسلام میں لکھا گیا اور اس میں جو مطلب مؤلف نے حاشیہ پر لکھا تھا، اوس کو مع ترجمہ حاشیہ ہی پر لکھا تاکہ اصل کتاب کی مطابقت نہ فوت ہو اور بعض مطلب جو کسی اور کتاب میں نظر پڑا وہ بھی اس میں داخل کیا اور اس کا نام المتکلہ الانیقہ ترجمہ عجالۃ الدقیقہ فی مسائل العقیقہ ہے۔"[۷۵]

اس کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"مصنف نے اس رسالے کے آخر میں لکھا ہے کہ جو ماں باپ کا حق اولاد پر اور استاد کا حق شاگرد پر اور پیر کا حق مرید پر ہے، اس کا بیان جداگانہ رسالے میں خوب تشریح سے ہم نے لکھا ہے۔ اس رسالے میں تطویل کے سبب نہ بیان کیا۔ جس کو دیکھنا ہو تلاش کر کے اوس میں دیکھ لے۔"[۷۶]

---

۷۵ رسالہ عقیقہ۔ ص ۲-۳

۷۶ رسالہ عقیقہ۔ ص ۱۷

اب نمونہ ملاحظہ ہو:

"اس اختلاف کے بیان میں کہ لڑکی لڑکا دونوں کا عقیقہ برابر ہے یا مختلف۔ مطلب یہ کہ لڑکی لڑکا دونوں کے لیے ایک ایک بکری چاہیے یا یہ کہ لڑکا ہو تو دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری درکار ہے۔ سو اکثر علما کے نزدیک مختار یہ ہے کہ لڑکا ہونے میں دو اور لڑکی تولد میں ایک بکری ذبح کریں اور اسی پر اہلِ علم عمل کرتے رہے۔ یہی مذہب بہت قوی اور ٹھیک ہے۔"[۷۷]

ایک اور مقام ملاحظہ ہو:

"بہتر اور افضل تو یہ کہ لڑکے کے لیے دو بکریاں ہوں۔ پھر اگر ایک ہی ہو تو بھی جائز ہے اور لڑکی کے واسطے ایک ذبح کریں، اور جاننا چاہیے لڑکے کے تولد سے بہت خوشی نہ کریں اور لڑکی کے تولد میں غمگین نہ ہوں کہ لڑکیوں کا ثواب بہت ہے اور بہت لڑکوں والوں نے آرزو کی ہے کہ کاش ہمارا لڑکا نہ ہوتا لڑکی ہوتی۔"[۷۸]

مندرجہ ذیل عبارت میں نہایت روانی ہے:

"لڑکا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ اوس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس نعمت کا شکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ ثابت ہوا ہے کہ اس میں اللہ کا شکر اور لڑکے کی سلامتی کی طلب ہے۔"[۷۹]

زبان و بیان

اکثر ہندی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور سے قابل

۷۷؎ ایضاً۔ ص ۶

۷۸؎ ایضاً۔ ص ۷

۷۹؎ ایضاً۔ ص ۶

ذکلہ ہیں:

دونا	میراث میں مرد کا حصہ عورت سے دونا مقرر کیا	(ص ۷)
ذنا ہوا (دانت والا)	ذنا ہوا اچھا ہے	(ص ۹)
کھلڑی	جب تک ختنہ نہ ہووے اور سر ذکر کھلڑی میں چھپا رہے	(ص ۱۵)
لگاڈہ	یہاں ختنے کے لگاڈہ کے کئی مسئلے ذکر ہوتے ہیں	(ص ۱۶)
سیانے	اوس کو کسی سیانے حجام کو دکھلائیں	(ص ۱۶)
جھٹ پٹ	عقیقہ کی لفظ بولتے ہیں جھٹ پٹ	(ص ۳)

○

مولوی محمد حسن خاں رام پوری

مولوی محمد حسن خاں[۱] اپنے دور کے ممتاز عالم، مفسر، مصنف، مجاہد اور سید احمد شہید کی تحریک کے سرگرم کارکن تھے۔ وہ شاہ ولی اللّٰہی خاندان کی تحریکِ اصلاح و تبلیغ سے متاثر

---

[۱] مولوی محمد حسن خاں ابن محمد یوسف خاں، رام پور کے باشندے تھے۔ ۱۲۲۹ھ (۱۸۱۴ء) میں سید احمد شہید کے ہمراہ یاغستان میں جہاد کیا۔ وہاں سے واپس آکر مکہ معظمہ چلے گئے۔ کچھ مدت قیام کے بعد پھر وطن واپس آئے اور بمبئی میں قیام رہا۔ ۱۲۸۲ھ (۶۶-۱۸۶۵ء) میں ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ شیدا تخلص کرتے تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ احمد خاں غفلت (۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) اور حبیب النبی رفعت (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء) کے شاگرد تھے۔ ان کے چار بیٹے مشہور ہیں۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور، ص ۳۵۴۔ انتخاب یادگار، ص ۱۸۷۔

تھے۔ انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی فارسی تفسیر کے آخری حصے (پارہ تبارک الذی اور عمّ یتساءلون) کو اردو کا جامہ پہنایا۔

تفسیر فتح العزیز یا تفسیر عزیزی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ء) میں اپنے مرید و معتقد شیخ مصدق الدین عبداللہ کی خواہش اور تحریک پر ان کو املا کرائی۔ یہ تفسیر دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ پہلی جلد سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۴ ...... وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) پر ختم ہو جاتی ہے اور دوسری جلد قرآن کریم کے آخری دو سیپاروں تبارک الذی اور عمّ یتساءلون پر مشتمل ہے۔[۱]

پارہ عمّ یتساءلون

مولوی محمد حسن خاں نے بمبئی کے نامور اور دیندار ملک التجار محمد علی[۲] روگھے کی تحریک پر پارہ عمّ یتساءلون کی تفسیر کا ترجمہ کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

---

[۱] محمد عضد الدین صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے تفسیر فتح العزیز کے سلسلے میں ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے جس میں انہوں نے ان امکانات کا جائزہ لیا ہے کہ تفسیر فتح العزیز قرآن کی مکمل تفسیر لکھی گئی ہوگی۔ ملاحظہ ہو معارف اعظم گڑھ۔ ستمبر ۱۹۶۷ء۔ ص ۲۱۷-۲۳۲

[۲] محمد علی ولد محمد حسین روگھے، ممتاز تاجر، علوم دینیہ کے ماہر اور متعدد جہازوں کے مالک تھے، اس لیے ان کا لقب "ناخدا" پڑ گیا۔ انہوں نے بمبئی کی جامع مسجد میں مدرسہ محمدیہ قائم کیا۔ ۱۸۷۴ء میں "محمدی" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا اور مسلمانوں کے متعدد رفاہی اداروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مذہب سے خاص لگاؤ تھا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ قوم کوکنی (حصہ اول) از عبدالحمید خاں بویری (بمبئی ۱۹۲۶ء) ص ۔ ۱۳۱ ۔ بمبئی میں اردو از ڈاکٹر میمونہ دلوی (مرکز تحقیق بمبئی ۱۹۷۰ء) ص ۶۳-۶۴

"ناؤ خدا محمد علی بن محمد حسین صاحب رونق گھرے رام اقبالہ نے اس امر شریف کو باقیات صالحات سے سمجھ کر ایک روز فرمایا کہ اس کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں ہو کر چھپے تو لوگوں کو فائدہ ہو۔ سو جناب ممدوح کے فرمانے کے بموجب اس فقیر ..... محمد حسن خان مصطفیٰ آبادی عرف رام پوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھ کر کوشش کی، اس کے سرانجام دینے میں مضبوط باندھی، اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور بانی موصوف کی خوش نیتی کے سبب سے تھوڑے ہی دنوں میں اختتام کو پہنچایا۔ چنانچہ ۱۲۶۱ھ میں شہر ربیع الاوّل کے عشرۂ متوسط میں ابتدائے ترجمے کی تحریر کی اور اسی مہینے میں جناب ناؤ خدا صاحب ممدوح کے حکم کے بموجب چھپنا شروع ہوا۔ بحمد للہ ستائیسویں تاریخ رمضان المبارک سنہ مذکورہ کو تحریر اور طبع نے حلّہ اختتام کا پہنا۔"[۸۳]

مولوی محمد حسن خاں نے اس ترجمے میں مندرجہ ذیل امور کی رعایت رکھی ہے:

۱۔ ترجمہ لفظ بہ لفظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہے تاکہ مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے۔

۲۔ اصل مطلب میں کوئی کمی بیشی نہ ہو، لیکن مجمل مطلب کی تصریح میں تشریح و توضیح کے طور پر البتہ ایک دو کلمے بڑھ گئے ہیں، مگر مطلب وہی رہا ہے۔

۳۔ جہاں کوئی مطلب دقیق یا مشکل آگیا ہے کہ جس کا سمجھنا کسی اور علم کی مہارت پر منحصر ہے جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا ہندسہ کا تو اس کا فقط ترجمہ ہی کر دیا گیا ہے کیونکہ تفسیر عام فہم منظور ہے، لہٰذا اس کی اصطلاحی باتوں کی طول طویل تصریح نہیں کی گئی۔

۴۔ یہ ترجمہ کلکتہ کی مطبوعہ تفسیر عزیزی کے متن کے موافق ہے کیونکہ کلکتہ کا ایڈیشن نہایت صحت کے ساتھ طبع ہوا تھا۔[۸۴]

شاہ عبدالعزیز نے ہر سورۃ سے پہلے بطور مقدمہ بعض ضروری امور کی وضاحت کی

۸۳؎ تفسیر فتح العزیز۔ پارہ عم (اردو) (کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔ ۱۳۷۳ھ) ص ۷۔۸۔

۸۴؎ تفسیر فتح العزیز۔ پارہ عم۔ ص ۸

ہے۔ اس میں ہر سورۃ کا مقدم یا موخر سورۃ سے ربط و تعلق بھی بیان کیا ہے، مترجم نے
بھی وہی ترتیب قائم رکھی ہے۔

پارہ عم یتسآءلون کا آغاز سورۃ تساؤل سے ہوا ہے۔ چنانچہ آغاز اس طرح ہوتا ہے،

"اس سورۃ کا نام تساؤل ہے اور اس کو سورۂ نبا بھی کہتے ہیں، یعنی
قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہے۔ اس میں چالیس آیتیں، ایک سو بہتر کلمے
اور سات سو ستر حروف ہیں اور ربط اس سورۃ کا سورۃ مرسلات سے اس
وجہ سے واقع ہے کہ ان دونوں سورتوں میں جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل
کے آنے پر وابستہ کیا ہے"[۸۵]

اب بطور نمونہ دو آیات کی تفسیر نقل کی جاتی ہے:

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا

"کیا اچھا ہوتا کہ میں مٹی ہوتا اور کاشش کہ انسان کی شکل پر پیدا نہ ہوتا تو مجھے
بری صورتیں ظاہر نہ ہوتیں، اور مٹی کو خاص اس واسطے یاد کرے گا کہ اصل
آدمی کی خاک ہے۔ اس واسطے کہ اگر نطفہ ہے تو غذا سے پیدا ہوتا ہے، اور
غذا زمین کی اگنے والی چیز سے پیدا ہوتی ہے یا حیوانات سے۔ اور یہ دونوں
چیزیں خاک سے پیدا ہوتی ہیں اور گوشت اور کھال اور خون خلط بھی غذا اور
دوا اور میوے سے پیدا ہوتا ہے، اور پھر آخر کو یہ سب خاک ہو جاتا ہے،
اور جو خاک کے بعد کوئی مادہ دوسرا اس کے خیال میں نہیں ہے، ناچار وقت
بھاگنے کے صورت انسانیہ سے بعد مادہ کو کہ خاک ہے آرزو کرتا ہے جس
طرح کسی کو سفر میں رنج پہنچتا ہے تو کہتا ہے کیا اچھی بات ہوتی کہ گھر سے میں
باہر نہ نکلتا، اور یہ نہیں کہتا کہ میں راہ سے پھر جاتا یا راہ میں رہ جاتا۔ اس
واسطے سے کہ اس کہنے سے کمال دوری اس بلا سے معلوم نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی

---

[۸۵] تفسیر فتح العزیز۔ پارہ عم۔ ص ۹

جان لے گا کہ یہ سب گرفتاری میری روح کے باقی رہنے کے سبب سے ہوئی۔ اگر میں صرف بدن ہوتا اور خاک ہو جاتا تو اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتا اور حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ قیامت کے دن جانوروں سے حساب کتاب کے بعد جیسے جس جانوروں نے کسی دوسرے جانور کو سینگ یا کھر مارا ہوگا، وہاں قصاص اس کا لے کے حکم ہوگا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ۔ اس وقت کافر ان کے حال کو دیکھ کر غبطہ کرے گا اور کہے گا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مجھ کو خاک ہونے کا حکم ہوتا، اور اس بری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوا ہے دور رہتا۔ اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ مراد خاک ہونے سے یہ ہے کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا۔ میں تکبر اور غرور اور نافرمانی نہ کرتا۔ اور بعضے واعظوں نے کہا ہے کہ مراد کافر سے ابلیس ہے کہ کفر میں سب سے بڑھ کر ہے۔ سو جب حضرت آدم اور ان کی اولاد پر طرح طرح کی بخششیں اور نوازشیں دیکھے گا، آرزو کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ میں بھی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب فخر کیا اور کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین[۹۶]

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً

"داخل ہوتے ہیں دین میں اللہ کے یعنی اس دین میں جس میں شرک اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہیں ہے، بلکہ حق سے باطل کی طرف میلان بھی مطلق نہ ہوگا، گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے۔ ہر چند کہ شروع نبوت سے لوگ اس دین میں داخل ہوتے تھے، لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینوں باتوں کی اس صورت سے ظہور میں آئی کہ ہجرت سے

---

۹۶ ایضاً۔ ص ۳۱۔ ۳۲

سے ایک برس کے بعد قوت لڑنے بھڑنے کی بہم پہنچی اور انصار جان بازی میں مشغول ہوئے تو وہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا، اور مکہ کی فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار کے لینا شروع ہوگیا اور نویں دسویں سال میں خلق کا رجوع ہونا اور پے در پے آنا اسلام میں گروہوں اور قبیلوں کا ظاہر ہوا چنانچہ بنی اسعد اور بنی خزار اور بنی مرہ اور بنی ہلال اور بنی عامر نجیب اور دوسرے تمیم کے بطنوں کا، اور عبدالقیس کے قبیلے اور بنو طیؒ اور یمن کے شام کے اور عراق کے لوگ اطراف اور جوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ان میں سے بعضوں نے نفس اور شیطان کے جہاد پر اور بعضوں نے کفار اور منافقوں سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کمر باندھی اور تبار ہوگئے، اور چار یار کبار ابتدائے نبوت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور خدا کی راہ کے رفیق اور مشورہ دینے میں اور مددگاری میں ہر مقدمے کے دل اور جان سے حاضر تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور اور وضع ابتدائے نبوت سے انتہائے خلافت تک کما حقہ دریافت کیے تھے، پس اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نہ رہی تھی۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اجل آ پہنچی اور ان کو مامور دوسری چیز کی طرف فرمایا۔"[۵۸]

زبان و بیان

کچھ ہندی الفاظ بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

پوچھ تاچھ — بہت پوچھ تاچھ حقیقت کے کاموں کی — (ص ۱۰)

---

[۵۸] تفسیر فتح العزیز، پارہ عم، ص ۴۵۱۔ ۴۵۲

بُوجھ	جن کا عوام کی فہم اور بُوجھ میں آنا محال ہے	(ص ۱۰)
دھر پکڑ	دھر پکڑ گنہ گاروں کی	(ص ۵۷)
چاؤ	رو کا بھی چاؤ سے	(ص ۵۹)
انکھیارے	ہزاروں انکھیاروں سے بہتر ہو جائے	(ص ۶۰)
الجھنا	تجھ پر الجھنا نہیں	(ص ۶۱)
اڑاوٹ	کوئی چیز آپس میں ایک دوسرے کی اڑاوٹ نہ ہو	(ص ۱۵۹)
باسن	جب اس باسن سے یہ موذ بات نکلیں گے	(ص ۱۶۰)
بٹ مار (رہزن)		(ص ۲۸۶)
ٹیکری	سب اوس کو ٹیکری کے برابر معلوم ہوئے	(ص ۲۹۴)
جھاڑے (پاخانہ)	کسی آدمی نے ان کے جھاڑے کو زمین پر نہ دیکھا	(ص ۳۲۹)
لچھن / من بھانے	ان کے لچھن سب کو من بھاتے لگے تھے	(ص ۳۴۱)
سکورا	نیل اور بتی اور سکورے کو فقط شعلہ سنوار نہیں سکتا	(ص ۳۸۴)
دودھار	(بکریوں کو) دودھار پایا	(ص ۳۵۹)
جلاڑ	وہاں شکار مارا یا جلاڑ کاٹا تو اس پر کفارہ آتا ہے	(ص ۲۷۵)
پھٹکی	انسان لہو کی ایک پھٹکی سے بنا ہے	(ص ۳۸۰)
سنگت	اگلی امتوں کے اور گزری ہوئی سنگتوں کے	(ص ۳۸۸)

کچھ اور الفاظ کا استعمال:

اعتباری	جو مزدور اپنے اعتباری ہیں	(ص ۲۴۶)
چوگرد	ستر ہزار فرشتے ان کے چوگرد رہوں گے	(ص ۲۳۹)
چونٹے	(چوہے کا اسم تصغیر)	(ص ۲۴۲)
جائے (بمعنی جگہ)	دوسری جائے یہ ان کی زبان سے فرمایا ہے	(ص ۶۲)
جفری (جفر دان)	یہ ...... جفریوں ...... کا کام ہے	(ص ۶۰)

جوں جوں دوں دوں جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو

جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے اور اس وقت رنگ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب سے زرد ہو جاتا تھا (ص ۶۵)

خزانہ خانہ — مطبخ اور خزانہ خانہ اس کا خراب ہو جاوے گا (ص ۸۸)

میاں (آقا) — خاوند کا حکم جورو پر اور میاں کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہے (ص ۱۳۴، ۱۶۵)

بعض اسمائے صفت "ی" "ئی" "گی"

کڑوائی (بمعنی کڑواہٹ) کڑوائی میں ایلوے سے زیادہ (ص ۲۲۱)

چنڈولی — چنڈولی کے پیادے گر پڑے (ص ۲۴۵)

ملکی — کارخانہ اور روزینہ داروں، جاگیر داروں اور ملکیوں کا اس کو ساتوں اقلیموں کے بادشاہوں کے دفتروں سے پہچاننا چاہیے (ص ۳۹۰)

محتاجگی — اس کی محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہے (ص ۳۹۸)

بچگی — باپ اور دادا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے بچگی کی حالت میں گزر گئے تھے (ص ۴۱۱)

نابینائی — باوجود اس نابینائی کے کافروں کی صفوں پر حملہ کرتے تھے (ص ۶۶)

مسخرگی / عیب گری — مسخرگی اور عیب گیری ان کی صحبت میں دخل نہ رکھتی تھی (ص ۲۷)

ایلچی گری — رسالت اور ایلچی گری کے طور پر تمہارے پاس بھیجا ہے (ص ۴۹، ۱۰۳)

بدبوئی — دفن کرنا بدبوئی اور ناپاکی کا موجب ہے (ص ۷۶)

مالکی — وہ میری مالکی سے معزول ہو جاوے گا (ص ۱۴۳)

گرفت گیری — اللہ تعالیٰ باوجود اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے اپنے مسلمان بندوں پر بخشش کرنے والا ہے (ص ۱۹۰)

مترجم نے بعض الفاظ کا ترجمہ "والا" لاحقہ کے ساتھ کیا ہے جو بعض مقامات پر روزمرہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ناتہ والے (ناتہ دار)	(ص ۱۵)
قرابت والے (قرابت دار)	(ص ۱۵)
دنیا والے (اہل دنیا)	(ص ۱۸)
قحط والے (قحط زدہ)	(ص ۱۸)
محبت والے (محب)	(ص ۱۹)
رتبے والے (صاحب مرتبہ)	(ص ۱۹)
محشر والے (اہل محشر)	(ص ۲۰)
تپ والے (مریض تپ)	(ص ۲۲)
دق والے (مریض دق)	(ص ۲۵)
کشاف والے (مصنف کشاف)	(ص ۵۶، ۱۷۹)
ڈر والے (متقی)	(ص ۶۰)
تجربہ والے (تجربہ کار)	(ص ۹۱)
غرض والے (غرض مند)	(ص ۱۶۶)
روزے والے (روزہ دار)	(ص ۲۰۰)
تواریخ والے (مورخ)	(ص ۳۴۵)
ہریائی والے (سبز یا سبزہ دار)	(ص ۲۷۳)
سرمہ والی (مکحول)	(ص ۳۷۷) سرمہ لگائی ہوئی
لباب والے (مصنف لباب)	(ص ۴۷۱)

جمع الجمع

احوالوں	(ص ۴۵)
اولیاؤں	(ص ۱۳۳)
انبیاؤں	(ص ۲۴۲، ۴۱۲)
اصحابوں	(ص ۲۴۶)
اعمالوں	(ص ۳۲۱)
انواروں	(ص ۳۵۷)
اقوالوں	(ص ۴۱۱)
اسبابوں	(ص ۴۳۶)

پارہ تبارک الذی

پارہ عم یتسا٘ءلوں کا اردو ترجمہ خاصا مقبول ہوا، لہٰذا مترجم سے تبارک الذی کے سیپارے کے اردو ترجمے کی بھی درخواست کی گئی اور انہوں نے ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) میں اس کا بھی ترجمہ کر دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"احقر العباد محمد حسن خاں مصطفےٰ آبادی عرف رام پوری......
خدمت میں برادرانِ دیندار اور محبانِ تقوی شعار کے عرض کرتا ہے کہ قبل اس کے ۱۲۶۱ ہجریہ مقدسہ نبویہ میں جب تفسیر فتح العزیز فارسی کے سیپارۂ عم کا ترجمہ بحکم ...... ناخدا محمد علی بن محمد حسین رو گھے...... کے بزبان ہندی عام فہم چھپ کر شائع ہوا اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت مرغوب طبائع ہوا تو ہر شخص بکمال شوق و رغبت کہنے لگا اگر سیپارہ تبارک الذی کی تفسیر بھی مثل اس کے ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر چھپ جاوے تو دین کا بڑا فائدہ ہو اور بخوبی ہم لوگوں کی سمجھ میں آوے۔ پس ان کی خواہش اور خواستگاری کے سبب جناب ناخدا صاحب ممدوح کو منظور ہوا کہ اس

کا بھی ترجمہ ہو کر چھپے تاکہ کوئی اس فیض سے محروم نہ رہے۔ الحمد للہ حسب ارشاد و حسن نیت جناب موصوف کے ۱۲۶۴ھ میں اس کا بھی ترجمہ مطبع محمدی میں چھپنا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے اور نفع اس کا دینی بھائیوں کو پہنچائے[۸۸]

اس سیپارے میں بھی پارہ عم تیساءلون کی طرح ہر سورۃ سے پہلے بطور مقدمہ بعض امور کی تشریح کی گئی ہے۔ سیپارہ تبارک الذی کا آغاز سورۃ " الملک " سے ہوا ہے۔ چنانچہ اس سورۃ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"اس میں تیس آیتیں اور تین سو پینتیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حرف ہیں۔ اور سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور الم تنزیل السجدہ کے بعد مکے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد سورۃ حاقہ اور سورۃ معارج نازل ہوئی ہیں۔ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابیوں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے[۸۹]

اب بطور نمونہ دو آیتوں کی مختصر تفسیر نقل کی جاتی ہے:

تنزیل من رب العالمین

"اتارا ہوا ہے تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے۔ اس کی ربوبیت عام ہے، سب کو شامل اور یہی عام ربوبیت اس کی اس کلام کے اتارنے کی مقتضی ہوئی۔ یعنی اس نے خواہش کی تاکہ سب جہان والوں کو دین اور دنیا کے کاموں میں اس کلام پاک سے تربیت فرمائے اور یہ کہیں کہ کلام حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کا اتارا ہوا ہے، کسی آدمی اور جن کا کام نہیں ہے[۹۰]

---

۸۸ تفسیر فتح العزیز۔ پارہ تبارک الذی۔ ص ۵۔

۸۹ تفسیر فتح العزیز۔ سیپارہ تبارک الذی۔ ص ۶

۹۰ ایضاً۔ ص ۱۶۹

والذین ھم بشھاداتھم قائمون

"وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کے اظہار کرنے پر مستعد کھڑے ہوئے ہیں اور سچی گواہی دینے میں دوستی جاتی رہنے سے اور قرابت کے چھوٹ جانے سے ڈرتے نہیں ہیں، اور گواہی دینے میں جو ان کے مخالفوں کو اور دشمنوں کو نفع پہنچتا ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ سو اس سبب سے حق والے اپنے حقوق کو پہنچتے ہیں۔ یہاں پر جان لینا چاہیے کہ گواہی کا چھپانا بڑا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جان بوجھ کے گواہی دینے سے انکار کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ گواہی دینے کے وقت انکار صریح نہ کرے لیکن کسی حیلے اور بہانے سے اس کو ٹال دے۔ ان دونوں صورتوں میں خلق اللہ کے حق تلف ہوتے ہیں اور ٹلتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گناہ کبیرہ ہے یعنی جھوٹی گواہی دینا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں حق کو باطل کرنا اور جھوٹے حق کو ثابت کرنا۔ ان دونوں گناہوں میں یہ شخص مبتلا ہوتا ہے۔ اور اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ گواہی کو بدوں کم اور زیادہ کے بیان کر دینا چاہیے۔ اس واسطے کہ کم اور زیادہ کرنے میں قیام اس گواہی پر ثابت نہیں ہوتا" [۹۱]

زبان و بیان

اس کا انداز بیان اور زبان وہی ہے جس کا ذکر پارہ عم بنیائون کے سلسلے میں ذکر ہو چکا ہے، اور اس دور میں یہ عام چلتا تھا۔

○

---

[۹۱] ایضاً۔ ص ۲۰۴ - ۲۰۵

سیّد محمد عباس علی مرادآبادی

سید محمد عباس علی مراد آباد کے خاندان سادات سے تھے[92] شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ اردو نثر میں انہوں نے ایک کتاب "سعید الشاتین فی ذکر شہادت الحسنین" لکھی جس کا یہاں تعارف مقصود ہے۔

---

92 سید محمد عباس علی ابن نادر علی مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۲۹ھ (۱۸۱۴ء) میں پیدا ہوئے علوم مروجہ کی تعلیم و تحصیل علمائے مراد آباد اور رام پور سے کی۔ اول عدالت منصفی مرادآباد میں وکیل رہے۔ پھر ریاست رام پور میں محکمہ رجسٹری میں محرر اول ہوئے۔ شاعری میں مولوی امین الدین امین اور مولانا کفایت علی کافی کے شاگرد تھے۔ زیادہ تر نعت و منقبت کے اشعار کہتے تھے میلاد شریف نہایت شوق سے پڑھتے تھے۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۶ء) کو پچپن سال کی عمر میں بمرض ہیضہ انتقال ہوا۔ کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کے فرزند مولانا نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) اور دوسری سے حکیم غلام احمد فریدی سنبھلی (ف ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) تھے۔ نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے:

اے خالق ارض و سما دیدار احمد کا دکھا
ہردم یہ تجھ سے ہے دعا دیدار احمد کا دکھا
درگاہ میں تیری یہی ہے التجا عباس کی
دن رات ہر صبح و مسا دیدار احمد کا دکھا

ملاحظہ ہو: انتخاب یادگار، ص ۲۱۹-۲۲۰ — تذکرہ شعرائے رام پور از جارج فاستون فرانسیسی (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ص ۴۴ — العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۵۷ء (جنگ آزادی نمبر) ص ۱۳۰۔

سعید النشائتین فی ذکر شہادت الحسنین

سید محمد عباس علی نے رام پور کے دوران قیام (۱۲۶۶ھ/ ۵۰-۱۸۴۹ء) میں اردو زبان میں واقعہ کربلا کے موضوع پر ایک کتاب لکھی اور نواب محمد سعید خاں رئیس رام پور[۹۳] کے نام پر اس کتاب کا نام "سعید النشائتین فی ذکر شہادت الحسنین" رکھا۔

محمد عباس علی تقریب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں

"سزاوار حمد و ثنا وہ خالق کبریا کہ جس نے ساتھ قدرت کاملہ اپنی کے، انسان ضعیف البنیان کو لباس "ولقد کرمنا بنی آدم" کا عنایت کیا اور خلعت دیبائے عناصر کی بخطاب "وصورکم فاحسن صورکم" کی عطا فرمائی .... محمد عباس علی، لعث کرے اللہ تعالیٰ اوس کو زمرہ شہدائے کربلا عطا کرے سبحانہ تعالیٰ مقام سکونت بعد ممات کے درمیان جنت علیا کے ...... مدت دراز سے یہ اندیشہ دامن گیر خاطر فاتر تھا کہ .... ایک ایسا مجموعہ غریب اور نسخہ عجیب بزبان اردو کہ جس میں من اولہ الی آخرہ واقعہ کربلا مندرج ہووے لکھا جاوے .... چنانچہ تصنیف و تالیف اس کتاب کی شروع ۱۲۶۶ھ میں کی .... اور اس رسالہ کو اوپر نام نامی نواب ممدوح (محمد سعید خان والی رام پور) کے اور ساتھ "سعید النشائتین فی احوال شہادت الحسنین" کے موسوم کیا۔"[۹۴]

---

۹۳ نواب محمد سعید خاں ابن نواب غلام محمد خان ۱۹ مئی ۱۷۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ نواب احمد علی خاں کے انتقال کے بعد مسند نشین ریاست رام پور ہوئے۔ فارسی نثر میں مرزا قتیل سے مشورہ تھا طب حکیم مرزا علی لکھنوی سے پڑھی۔ درسی کتابیں قطبی میر تک پڑھی تھیں۔ یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو نواب محمد سعید خان کا انتقال ہوا۔ (ملاحظہ ہو اخبار الصنادید۔ جلد دوم۔ ص ۲۰۔ ۲۱)

۹۴ سعید النشائتین فی ذکر شہادت الحسنین از محمد عباس علی (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورقا ۲، اب و ۲، الف

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"مولوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر سورۂ والفجر ولیال عشر میں لکھا ہے کہ مراد لیال عشر سے عشرہ ماہ محرم کا ہے اور روایت کی ہے میمون بن مہران نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جس نے دست شفقت رکھا اوپر سر یتیم کے روز عاشورہ کے، بلند کرے گا اللہ تعالیٰ بعوض ہر موئے سر اوس کے درجہ بیچ جنت اور جو شخص پلاوے گا ایک جرعہ شربت کا پاوے گا ثواب بے حساب، اور جو شخص وسعت کرے گا فقرا پر فراخی رزق ہوگی اوس پر تمام سال میں۔ عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ! تحقیق عظمت اور بزرگی دی ایام عشرہ کو اللہ تعالیٰ نے اوپر سب ایام کے۔ فرمایا پیدا کیا زمین اور آسمان اور لوح و قلم اور عرش اور کرسی اور ستارے اور چاند سورج اور آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام دن عاشورے اور عفو ہوئی خطا ایوب علیہ السلام کی اور داخل ہوئے بہشت میں، اور عطا کیا خدا تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ملک دن عاشورے کے خاصہ، جس روز سے جناب سید الشہدا علیہ افضل التحیہ والثنا اپنی نقد جان کو راہ خدا میں ایثار کیا زیادہ تر نزول برکات اوس عشرہ کا ثابت اور محقق ہے۔ چاہیے ہر مسلمان باایمان کو کہ جس قدر ہو سکے بیاد تکلیفات اہل بیت معصوم اور اشکبار رہے کس واسطے کہ ملول اور غمگین ہونا اوپر شہادت اہل بیت والا درجات کے دلیل رحمت کردگار اور پیروی جناب سید ابرار کی ہے۔"[۹۵]

زبان و بیان

اکثر قافیہ آرائی ہے:

سزاوار حمد و ثنا، خالق کبریا (ورق الف)

---

۹۵ ایضاً۔ ورق ۳ ، الف۔ ۳ب

مجموعۂ غریب نسخۂ عجیب	(ورق)
من اولہ الی آخرہ	(۲)
سلمان، باایمان	(ورق ۳ الف)
رحمت کردگار، سید ابرار	(")
ثواب، بےحساب	(")

عربی کی طرح فعل پہلے۔ اور فاعل و مفعول بعد میں

عطا کرے حق سبحانہ تعالیٰ	(ورق ۳ الف)
روایت کی ہے میمون بن مہران نے	(")
بلند کرے گا اللہ تعالیٰ	(")
پاوے کا ثواب بے حساب	(")
داخل ہوئے بہشت میں	(")

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے

خلعت دیبائے عناصر کی	(ورق ۱ الف)
تصنیف و تالیف اس کتاب کی	(")
عشرہ ماہ محرم کا	(")
خطا ایوب علیہ السلام کی	(ورق ۳ الف)

○

مولوی محمد اسحاق بدایونی

مولوی محمد اسحاق بدایونی[۹۷] نہایت عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ وعظ و تذکیر کا بھی مشغلہ رکھتے تھے یوں تو وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں مگر اردو زبان میں انہوں نے دو رسالے

(حاشیہ ۹۷ اگلے صفحہ پر)

(۱) سراج وہاج فی لیلۃ المعراج، اور (۲) ہدیۃ البرکات فی فضل لیلۃ البرأت لکھے۔ آخرالذکر ہمارے پیش نظر ہے:

ہدیۃ البرکات فی فضل لیلۃ البرأت

مولوی محمد اسحاق بدایونی نے شب برات کے فضائل و اذکار سے متعلق یہ مختصر سا رسالہ ۱۲۶۷ھ (۵۰-۱۸۵۰ء) میں لکھا۔ سبب تالیف کے سلسلے میں وہ رقم طراز ہیں:

"اما بعد یہ چند اوراق ہیں کہ بہیئت مجموعی ان کی نتائج طبع احقر العباد محمد اسحاق بدایونی سے ہے اپیچ بیان فضائل اور اذکار شب برأت کے مسمی

(حاشیہ ۹۶)

۹۶ مولوی محمد اسحاق، بدایوں کے مشہور متولی خاندان کے رکن تھے علوم متداولہ کی تحصیل مولانا فیض احمد بدایونی سے کی۔ مراد آباد اور دہلی کے علما سے بھی استفادہ کیا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی سے بھی خاص تعلقات تھے۔ مولانا کافی مراد آبادی نے مولوی محمد اسحاق کے ایک رسالے کی بنیاد پر اپنا رسالہ "داستان صادقاں" نظم کیا۔ مولوی محمد اسحاق نے عربی زبان میں ایک کتاب "منازل البرکات" لکھی۔ ۱۲۹۷ھ (۸۰-۱۸۷۹ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ مولانا کافی مراد آبادی مولوی محمد اسحاق بدایوں کے متعلق "داستان صادقاں" میں لکھتے ہیں:

کہ مرے مشفق ذی شان کریم الاخلاق	مولوی مجمع افضال محمد اسحاق
مولد و موطن و مسکن ہے بدایوں ان کا	ہے جو وہ شہر دل آویز ہمایوں پلدا
ہیں وہ سرمخزن علم و عمل و حلم و کرم	مصدر خلق حسن منہل اطوار اہم
بیشتر شغلِ احادیث و خبر رکھتے ہیں	مونس وقت کبھی سیر و سبر رکھتے ہیں
علم دینی سے نہایت ہے محبت ان کو	حق تعالیٰ رکھے باخیر سلامت ان کو

ملاحظہ ہو: اکمل التاریخ: حصہ اول۔ ص ۶۴۔ مولانا کافی شہید از محمد ایوب قادری۔ العلم کراچی۔ اپریل ۱۹۵۷ء۔ ص ۱۱۰، ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ داستان صادقاں از مولانا کفایت علی کافی ص ۲

بہدیۃ البرکات فی فضل لیلۃ البرات' لکھا۔ ان ورقوں کو واسطے پڑھے جانے کے بیچ محفل شب برات کے، بعد تالیف رسالہ "سراج وہاج فی لیلۃ المعراج" کے ۱۲۶۷ ہجری میں، رحمت اور عفو فرماوے اوس پر رحمان رزاق اور موفق و مستفید اون سے کرے خلق کو بعین اشتیاق، اور کاتب و مؤلف کو شاد کرے اون برکات سے جو اس جہان میں ہیں اور جو دار بقا میں ہیں وما عند اللہ باق، امید ناظرین سے تصحیح اور عفو جمیل کی ہے نہ تتم و بے انصافی لازمہ صفت رذیل کی ۔[97]

اس رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"حمد متواتر و متوالی بجناب اوس خالق ایام ولیالی کے ہے جس نے اپنے کلام متعالی میں فرمایا" والفجر ولیال عشر" یعنی قسم ہے وقت فجر کی کہ وہ وقت بڑی رحمت و برکت کا ہے، وہ زمان مشہور وقت حاضر ہونے ملائکہ موکلان شب و روز کا ہے، اور وقت قبولیت دعاؤں دل سوز کا، اور وقت آرام دردمندان تمام شب کا ہے اور نمونہ ذرہ نور اور قدرت رب کا ہے، گرسنگان تمام شب کے باامید لب نان اور اسی طرح ہزاروں فرقہ حاجت مندان منتظر وقت صبح کے رہتے ہیں خصوصاً فجر اور عرفہ اور فجر عید نحر کہ سال بھر سے حج کرنے والے ان فجر دن کی آرزو میں رہ کر دور دور سے اوس دن کے پانے کو جا پہنچتے ہیں "[98]

رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"بحمد اللہ و باسمہ تمام کرتا ہوں تحریبان اوراق کو اور سونپتا ہوں سب امور اوس رب خلاق کو، والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد المصطفٰی

---

[97] ہدیۃ البرکات فی فضل لیلۃ البرات از مولوی محمد اسحاق بدایونی۔ (مطبع فتح گڑھ-۱۲۹۰) ص: ۶-۷
[98] ہدیۃ البرکات۔ ص ۲-۳

وعلی آلہ وصحبہ واحبابہ و انصارہ وآئمہ الوریٰ"[99]

اب دو عبارتیں بطور نمونہ نقل کی جاتی ہیں:

معنی شب برات:

"معنی شب برات کے دو طرح پر مشہور ہیں کہ برات مخفف برأت کا ہے بمعنی بری ہونے کے۔ معنی اس شب ۱۵ شعبان میں نیک بختوں اور نکوکاروں کو برأت اور بے زاری دی جاتی ہے آتش دوزخ سے، اور امان اور عذاب اور تکلیف پل صراط کی سے، اور برأت دی جاتی ہے اس شب مع منکروں اور دشمنان خدا اور رسول کو جنت سے۔ یعنی بیزاری بہشت سے، اور دوسرے معنی اس طرح پر کہتے ہیں کہ برات یعنی تنخواہ، رزقوں اور عمروں آدم کی اس رات میں تقسیم و تفریق ہوتی ہے"[100]

بدعات و مکروہات:

بدعتوں مثل آتش بازی وغیرہ مکروہات سے پرہیز کرے کہ سراج الہدایہ سے منقول ہے کہ ہوائی مثل تیر آتشیں کے پھینکنا تشبیہ نمرود کی ہے جو کوئی ہوائی اس کو قبلہ کی طرف پھینکے گا، گویا خدا تعالیٰ سے لڑتا ہے، اوس کے دین میں خلل کا خوف ہے، اور بوقت مقابلہ گروہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ساحران فرعون نے ایک قسم کی آتش بازی جلائی تھی تاکہ مسلمان خوف کر کے قریب نہ آویں۔ پس جو کوئی شب برأت میں اس قسم کی بدعتیں کرے گا۔ دل اوس کا سیاہ ہوگا اور سوائے اس کے اور چیزیں جلانا اس شب میں بدعت ہیں۔ یہ شب توبہ اور استغفار کی اور خیرات اور اذکار کی ہے"[101]

---

[99] ایضاً۔ ص ۳۱

[100] ایضاً۔ ص ۱۸

[101] ایضاً۔ ص ۳۰

زبان وبیان

مؤلف پر عربی وفارسی کا غلبہ ہے۔ تراکیب وروزمرہ عربی وفارسی ہے، بلکہ بڑی حد تک ترجمے کا گمان ہوتا ہے۔ عبارت میں اکثر تعقید ہے۔ مثلاً

"یہاں پر ایک بیان عظیم الشان ہے در باب تحقیق اور تعیین شب قدر اور شب برات کے مع حل معنی اون کے۔" (ص ۱۵)

بعض فارسی محاورات کا ترجمہ:

انتظار کھینچنا — "ارباب بدعت بھی انتظار ...... تمام سال سے کھینچتے ہیں" (ص ۴)

بس کرنا — "آب سجادہ وگریہ بس کرو" (ص ۸)

گردن آزاد کرنا — "اس شخص کو ثواب .... ہزار گردن آزاد کرنے کا ملے گا" (ص ۹)

"کہ کہ"

(وہ) پابوسی کہ کہ عرض کرنے لگے (ص ۱۲)

رزق کی جمع

"نسخہ رزقوں کا میکائیل لے لیتے ہیں" (ص ۱۹)

امر دعائیہ

"مادر وپدر میرے قربان آپ کے ہوجیو" (ص ۱۱)

○

مولوی غلام محمد خاں فرحت

شہر بدایوں اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے اس سے متعلق قصبات و دیہات بھی علمی روشنی سے منور تھے۔ قصبہ ککرالہ، بدایوں کا ایک مضافاتی قصبہ ہے جس میں مسلمان

آباد ہیں ۔ یہ قصبہ ضلع بدایوں کی تحصیل داتا گنج میں ہے۔ بدایوں سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آبادی تقریباً پندرہ ہزار ہے۔ نوٹیفائیڈ ایریا ہے اور یہاں تعلیم کا خاصا رواج ہے وہاں کے ایک ذی علم بزرگ مولوی غلام محمد خاں فرحت[۱۲] نے اردو زبان کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا اور ایک کتاب "فرحت المومنین عزیز المسلمین" لکھی

فرحت المومنین عزیز المسلمین

غلام محمد خاں فرحت نے ۱۲۷۰ھ (۵۴-۱۸۵۳ء) میں اپنے ایک عزیز احمد خاں کے لیے ایک کتاب اردو زبان میں لکھی جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام نظم کیے اور ہر نام کے معنی و تشریح اور بطور وظیفہ پڑھنے کے فوائد و تصریحات اس شعر کے نیچے اردو نثر میں لکھی ہیں ۔ "فرحت المومنین عزیز المسلمین" اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۰ھ (۵۴-۱۸۵۳ء) برآمد ہوتے ہیں۔

اسمائے باری تعالیٰ سے متعلق نواب مولوی قطب الدین دہلوی نے ایک رسالہ بعنوان "زاد العقبیٰ" لکھا تھا اور اس میں شرح مولوی فخر الدین، شرح عبدالحق دہلوی، شرح شاہ عبدالرحمٰن چشتی اور شرح ملا علی قاری سے استفادہ کیا گیا تھا۔ مولوی غلام محمد خاں فرحت نے زاد العقبیٰ کے حوالے سے شرح عبدالحق اور شرح عبدالرحمٰن چشتی سے استفادہ و اقتباس کیا ہے[۱۳]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے جس میں مؤلف نے سبب تالیف بھی بیان کیا ہے۔

"بعد حمد پروردگار اور نعت احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ

---

[۱۲] غلام محمد خاں نام، فرحت تخلص، ولد سرفراز خاں، کلمہ آلہ کے ایک زمیندار خاندان کے رکن تھے علوم مروجہ بدایوں اور رام پور میں حاصل کیے۔ فارسی کی تحصیل مولوی نورالدین بدایونی سے کی علم حدیث مولوی مردان علی بدایونی سے پڑھا۔ علم طب اشرف الحکما مولوی حکیم عظیم اللہ ساکن قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) سے پڑھا۔ تاریخ انتقال معلوم نہ ہو سکی

[۱۳] فرحت المومنین عزیز المسلمین از غلام محمد خاں فرحت (سید المطابع دہلی ۱۲۸۷ھ ص ۲۔

عرض کرتا ہے، عاصی پُر معاصی غلام محمد خاں متخلص بہ فرحت ولد سرفراز خاں متوطن قصبہ ککھالہ ضلع بدایوں کہ سنہ بارہ سو ستر (۱۲۷۰) ہجری میں اس خاکسار نے بپاس خاطر عزیز از جان احمد خاں کے نود نہ نام اللہ تعالیٰ کے نظم کیے کہ ہر نام مبارک کے معنی بھی اشارۃً نظم سے پیدا ہیں اور نام تاریخی اس کا۔۔۔۔۔۔۔ "فرحت المومنین عزیز المسلمین" رکھا اور خاصیت ہر نام مبارک کی ہر نام کے تلے نثر میں لکھی ہے۔[۱]

مولف، مقدمہ کتاب میں "فائدہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"بندہ کو چاہیے کہ اپنے بیچ میں صفات اللہ تعالیٰ کی حاصل کرے۔ لہذا بعد خاصیت ہر نام مبارک کے ایک فائدہ بھی لکھا ہے کہ کس طور پر اپنے بیچ میں صفات اللہ تعالیٰ کی حاصل کرے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک بزرگ کے پاس جب کوئی شخص مرید ہونے کے واسطے آتا تو اس کو وضو کرا کر نام اللہ تعالیٰ کے روبرو اس کے ساتھ عظمت اور جلال کے پڑھتے۔ جس نام مبارک کی تاثیر اس میں دیکھتے وہی نام اس کو واسطے پڑھنے کے بتاتے، اور جانتے کہ اس کو اس نام سے جلد کشود ہو جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ نود نہ نام کو ورد اپنا کریں، اور واسطے اس عاصی پُر معاصی کے اور واسطے تمام مسلمانوں کے دعائے خیر کریں۔"[۲]

اللہ کے نام سے مؤلف نے آغاز کیا ہے۔ شعر مع نثر ملاحظہ ہو:

مجھ کو یا اللہ اپنا عشق دے ہے عبادت صرف تیرے واسطے

"معنی نام اللہ کے مستحق عبادت کا اور موجود او پر جمیع صفات الوہیت کے اور نزدیک اکثر علما کے یہ نام سب ناموں سے بڑا ہے۔ جو کوئی یا اللہ کو ہزار بار پڑھے، صاحب توفیق ہو، اور جو بعد ہر نماز کے سو بار پڑھے باطن اس کا

[۱] ایضاً۔ ص ۲

[۲] ایضاً۔ ص ۳

کشادہ ہو اور صاحب کشف ہو۔

فائدہ:

بندہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور کسی کو مستحق عبادت کا نہ جانے۔ اس کے واسطے عبادت کرے اور اس سے اپنی حاجتیں دونوں جہان کی مانگے۔ تب صفات اللہ تعالیٰ کی اس کے بیچ میں آویں۔[انتہیٰ]

اختتام "صبور" پر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ہو چکے ننانوے نام اے اخی یا صبور کی طرح ہیں اور بھی "معنی صبور کے بردبار، کہ بیچ پکڑنے گنا ہگاروں کے شتابی نہ کرے اور نہ بیچ عقوبت ان کی کے جلدی نہ کرے۔ اور صبور نزدیک بمعنی حلیم کے ہیں، کہ فرق اتنا ہے۔ صبور مشعر اس پر ہے کہ اگر نہ اب صبر کیا، آخرت میں نہ کرے گا اور حلیم مطلق ہے۔ اور بعضوں نے لکھا کہ صبور صبر دینے والا بندوں کو مصیبت اور بلا اور مشقت اور شہوت اور مخالفت اور ہوا وغیرہ میں ساتھ ادائے عبادت کے۔ جس کو رنج یا مشقت یا درد یا مصیبت پیش آوے تینتیس بار یا صبور کو پڑھے، اطمینان باطن پاوے۔ اور اگر آدھی رات یا دوپہر کو مداومت کرے واسطے زبان بندی اور خوشنودی دشمنوں کے اور رضائے سلطان کے بعد غضب کے اور قبولیت دلوں کے خاصیت تمام رکھتا ہے۔"[انتہیٰ]

فائدہ:

بندہ کو چاہیے کہ تمام بلاؤں اور رنجوں میں اس سے صبر چاہے، اور نافرمانی نہ کرے اور کسی کام میں سبکی اور شتابی نہ کرے اور آرام اور تمکین اختیار کرے۔ اور رنج اور فراق میں پناہ اللہ تعالیٰ سے ڈھونڈے۔

---

[۳۴۹] ایضاً، ص ۵

[۳۵۰] فرحت المومنین عزیز المسلمین، ص ۳۴

ایک سلیس عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"جو کوئی یا قہار کو بہت پڑھتا ہے حق تعالیٰ محبت دنیا کی اس کے دل سے اٹھا دیتا ہے اور خاتمہ اس کا بخیر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ شوق اور محبت اپنی اس کے دل میں پیدا کرتا ہے۔"[۹]

زبان و بیان

کتاب میں کہیں کہیں تعقید پائی جاتی ہے مثلاً:

"واسطے پناہ حاصل ہونے کے دشمنوں سے وقت بھاگنے کے جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔" (ص ۵)

"عزت دیوے اپنے نفس کو ترک کرنے سوال کے مخلوق سے اور ذلیل نہ کرے اس کو ساتھ سوال کے مخلوق سے۔" (ص ۷)

عربی کی تقلید میں فعل پہلے اور فاعل و مفعول بعد میں ہے گویا ترجمہ کا سا انداز ہے مثلاً:

پھیرے ظالم کو ظلم کرنے سے ساتھ طریق نیک کے (ص ۵)

دیکھے طرف گنہگار کے بنظر رحمت (ص ۵)

عزت مانگے اس سے (ص ۵)

عزت دیوے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے والے سوال کے مخلوق سے (ص ۷)

علامت اضافت کا حذف:

نجاست گناہوں سے مجھ کو پاک کر (ص ۶)

بعض مرکب مصادر

ملازمت کرنا — یا ملک کو ساتھ یا قدوس کے ملازمت کرے (ص ۵)

مواظبت کرنا — اس پر مواظبت کرے (ص ۶)

---

[۹] ایضاً۔ ص ۹

ارزانی ہونا — صفائی ارزانی ہو (ص ۱۱)

کفایت کرنا — حق تعالیٰ اس کی مہم کو کفایت کرے گا (ص ۱۴)

خلق کرنا، کوشش رکھنا — خلق کرنے میں کوشش رکھے (ص ۲۰)

(ص ۲۰)

حکم پھیرنا — کوئی اس کا حکم پھیر نہیں سکتا (ص ۱۳)

نگاہ رکھنا (نگاہ داشتن) — نگاہ رکھے اپنے دل کو برے عقیدوں سے (ص ۶)

سرخ رو کا ترجمہ:

منہ اس کا روشن ہو (ص ۸)

ڈھانکنا — ڈھانکنے والا عیبوں ان کے کا (ص ۹)

کس واسطے (بمعنی کیونکہ)

اس کے عدل سے ڈرے اور فضل کی امید رکھے کس واسطے کہ اگر ہمارے اعمال کے موافق انصاف کرے تو ہمارا ٹھکانا کہاں (ص ۱۴)

فلانے — الٰہی مجھ کو فلانے ظالم کے شر سے امان دے (ص ۱۲)

○

مولوی رشید النبی وحشت

مولوی رشید النبی وحشت[۱۰۹] حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد سے تھے۔ رام پور میں ان کا خاندان علوم شریعت و طریقت میں ممتاز تھا۔ ان کے دادا شاہ ضیاء النبی

---

[۱۰۹] مولوی رشید النبی ابن مولوی شاہ حبیب النبی فرحت ابن شاہ ضیاء النبی مجددی رام پور میں پیدا ہوئے۔ پہلے حفظ قرآن کیا، پھر رام پور میں نامور علما مثلاً مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم متداولہ کی (بقیہ حاشیہ ۱۰۹ اگلے صفحہ پر)

اپنے عہد کے نامور شیخ طریقت اور عالم تھے۔ مولوی رشید النبی درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔

الوذیلۃ العاویہ فی شرح العقائد الطحاویہ

مولوی رشید النبی کے والد اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا کام کر چکے تھے، لہٰذا انہوں نے بھی افادۂ عام کی غرض سے "عقائد طحاوی" کا اردو میں شرح و ترجمہ کیا۔ اہل سنت کے عقائد پر عربی زبان میں ایک کتاب ابو جعفر احمد طحاوی[۲] نے "بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ" لکھی تھی جو "عقیدۃ الطحاویہ" کے نام سے مشہور ہے۔

خطبۂ ماثورہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

(بقیہ حاشیہ ۱۰۹)

تحصیل کی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس اور ہوگلی کے مفتی رہے۔ انہوں نے سبعہ معلقہ کی فارسی شرح ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) میں لکھی جو کلکتہ میں طبع ہوئی۔ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں فکر سخن فرماتے تھے۔ حافظ اکرام احمد ضیغم (ف ۱۲۸۶ھ/ ۷۰-۱۸۶۹ء) کے شاگرد تھے، اور عبدالغفور نساخ (ف ۱۳۰۶ھ / ۸۹-۱۸۸۸ء) مولف تذکرہ سخن شعرا کے استاد تھے ۱۲۷۴ھ (۵۸-۱۸۵۷ء) میں عین عالم جوانی میں مولوی رشید النبی وحشت کا انتقال ہوا۔ نساخ نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے۔

حیف کہ مولانا رشید النبی ۔۔۔ راہ روِ کشور فانی ہوئے
مصرعۂ تاریخ خود نے کہا ۔۔۔ خسروِ اقلیم معانی ہوئے
۱۲۷۴

ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور۔ ص ۱۳۸-۱۴۳ ——— شمع انجمن از نواب صدیق حسن (بھوپال-۱۲۹۳ھ) ص ۵۲۷۔ سخن شعرا- از عبدالغفور نساخ۔ ص ۵۴۲

ابو جعفر بن محمد طحاوی، نامور عالم، فقیہہ اور مصنف تھے۔ اپنے زمانے کے نامور علما کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ انہیں حنفی فقہ پر مجتہدانہ دسترس حاصل تھی۔ ۳۲۱ھ (۹۳۲ء) میں انتقال ہوا۔

"بعد اس کے احقر العباد رشید النبی بن حبیب النبی غفر اللہ لہما ولجمیع المومنین التماس رکھتا ہے کہ عقیدۂ طحاویہ تالیف ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الوراق الطحاوی کہ مشتمل ہے عقائد اسلام پر اور بہت صحیح ہے کیونکہ کون شخص مثل طحاوی کے ہوا جس کا کلام ان سے زیادہ صحیح ہو۔ لیکن اب تک کوئی شرح اوس کی یہاں نظر نہیں آئی۔ اس واسطے عاجز نے اس کی شرح اردو میں لکھی کہ فائدہ عوام کو پہنچے"[111]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:

"اور ہم ان سے بیزار ہیں اور وہ لوگ ہمارے نزدیک گمراہ کرنے والے متہم اور بد کہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان عقیدوں پر ہمیشہ رکھے، اور ان ہی پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

نمونہ ترجمہ و شرح ملاحظہ ہو:

ولا شیئ یعجزہ

"اور نہیں ہے کوئی چیز کہ عاجز کرے اس کو، یعنی وہ کسی شے ممکن میں عاجز نہیں ہے۔ ہر شے پر قادر ہے، جو چاہے وہ کرے، کیونکہ عاجز محتاج ہوتا ہے اور محتاج الٰہ نہیں ہو سکتا۔"

ولا الٰہ غیرہ

"اور نہیں ہے کوئی معبود سوا اوس کے، دلیل اس پر تمام قرآن اور حدیثیں ہیں اور اجماع تمام انبیاء علیہم السلام کا اس مسئلہ میں ہے، اور جب کہ ثابت ہوا کہ کوئی قدیم اور قادر اور خالق اوس کے سوا نہیں اور کوئی مثل اور مشابہ اس کے نہیں، وہ قدیم ہے، اور سوا اوس کے سب حادث، اور وہی فقط واجب ہے اور سوا اوس کے سب ممکن، وہی جو چاہے کرے، اور سب عاجز ہیں کہ ایک

---

[111] [illegible] فی شرح العقائد الطحاویہ۔ از مولوی رشید النبی (قلمی) ص ۲

ذرہ بے حکم اوس کے نہیں ہلا سکتے تو عبادت خاص اوسی کے لیے چاہیے
اور اپنے مانند کی عاجزی اور فقر میں عبادت نہ کرنا چاہیے۔"

الوذیلۃ العادیہ فی شرح العقائد الطحاویہ، مستقل تالیف نہیں ہے۔ فاضل شارح، پہلے لفظی ترجمہ کرتے ہیں، پھر اردو میں شرح کرتے ہیں۔ شرح کی عبارت صاف اور رواں ہے اس میں کوئی خاص ادبی امتیاز نہیں ہے۔ مضاف اور مضاف الیہ سے اکثر پہلے آیا ہے۔

رام پور کے کتب خانے میں اس کتاب کا جو خطی نسخہ ہے۔ وہ مؤلف کے مسودے کی نقل ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ عربی متن سرخ روشنائی سے اور شرح سیاہ روشنائی سے لکھی گئی ہے۔ کتاب ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے

الوذیلۃ العادیہ کی ترتیب و تدوین کا سن نہیں ملتا۔ مگر ظاہر ہے کہ مترجم و شارح کے انتقال ۱۲۷۴ھ سے قبل کتاب لکھی گئی ہوگی۔

بابِ ہفتم

عُلَمائے اودھ

علمائے اَوَدھ

مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی

مولوی مرزا محمد ہادیؒ[1]، لکھنؤ کے قدیم باشندے اور صالح بزرگ تھے۔ انہوں نے مجالسِ محرم میں پڑھنے کے لیے ایک ضخیم کتاب "خلاصۃ المصائب" کے نام سے اردو میں لکھی۔ اس موضوع پر اردو زبان میں جو کتابیں لکھنؤ میں لکھی گئی ہیں ان میں اوّلیت خلاصۃ المصائب کو حاصل ہے

---

[1] مولوی مرزا محمد ہادی ولد مرزا علی، لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علمائے شہر سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ سید العلما سید حسین (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء) سے بھی استفادہ کیا۔ تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے، ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ مفتی محمد عباس نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا ہے:

اے ہادیِ دین بفکر صائب — اے قاطعِ حجتِ نواصب

اے ذاکر و زائرِ شہیداں — اے ناصرِ مظہر العجائب

تاریخ وفات تو چہ گویم — یاد تو خلاصۂ مصائب

۱۲۹۰ھ

ملاحظہ ہو۔ تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلما۔ ص ۱۲۸۔ عباثر الانوار از مولوی آغا مہدی (خطی) جلد سوم۔ ص ۴۰

خلاصۃ المصائب

خلاصۃ المصائب ۱۲۳۳ھ (۱۸-۱۸۱۷ء) میں تالیف ہوئی۔ "صحیفۂ غم" سے نواب باقر علی تشنّی نے سال تالیف اخذ کیا ہے[۲]۔ نواب حامد علی خاں[۳] رئیس برست کی امداد و اعانت سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی جیسا کہ مؤلف نے خود لکھا ہے:

"باعثِ طبع اس کتاب سراسر حسنات کا ذاتِ عالی صفات وہ والاجناب ہوئے ہیں کہ تمام اہل شاہجہان آباد کو فیضِ عام اون کے سے دین آئین مذہب حقہ امامیہ حاصل ہوئے۔ بلکہ ملتِ نبوی و طریقۂ مرتضوی کو اوس مقام میں بلکہ اوس اطراف میں رواج دیا اعنی نواب مستطاب معلی القاب عالی جناب...... نواب فلک جناب گردوں قباب........ اعتماد الدولہ سید حامد علی خان بہادر جنگ۔ پس آنجا کہ نیت حق طبیعت اون جناب کے ہمیشہ امور خیرات و مبرات رہتے ہیں۔ باوجودیکہ عین ریحان جوانی اور عنفوان شباب ہے...... مگر اس عرصے میں ہزاروں امور خیر دستِ حق پرست اون کے سے جاری ہوئے ہیں۔ مانند بناءِ مساجد اور مدارس اور امام باڑوں کا اور مقرر کرنا پیشِ نماز مذہبِ حقہ امامیہ کا شہر شاہجہان آباد میں، اور رواج اعلان کرنا تعزیہ داری جناب

۲؎ عبائر الانوار (خطی) ص ۴۰

۳؎ نواب حامد علی خاں، قصبہ برست (مضاف پانی پت) کے قدیم باشندے، نواب اعتماد الدولہ میر فضل علی خاں وزیر اودھ کے داماد، بھانجے اور جانشین تھے۔ دہلی کے مشاہیر میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مرزا غالب سے ان کے تعلقات تھے۔ مرزا نے اپنے خطوط میں اکثر ان کا ذکر کیا ہے نواب حامد علی خان دلی کالج کی مجلسِ انتظامیہ کے رکن بھی رہے۔ ملاحظہ ہو (۱) دہلی کالج از مولوی عبدالحق (کراچی ۱۹۶۲ء) ص ۱۸، ۱۹۔ (۲) قیصر التواریخ جلد دوم از کمال الدین حیدر (لکھنؤ۔ ۱۸۹۲ء) ص ۶۴ھ۔

خامس آلِ عبا کا کہ اوس شہر میں بسبب کثرت اہل سنت و جماعت کے عہدِ سلطان تیمور سے اب تلک یہ امور باعلان کسھو نے نہیں کیے تھے۔ اون جناب نے جاری کیے تھے۔ پس ہر گاہ مجالس و محافل بیت السلطنت لکھنؤ دیکھے اور طریقہ حدیث خوانی کا سماعت اون جناب نے فرمایا، نہایت پسند کیا، اور چونکہ بسبب محبت جناب ابا عبداللہ الحسین کہ جد اعلیٰ اون کے ہیں، آب و گل میں خمیر پائی ہے۔ لہذا اس کمترین سے ارشاد کیا کہ کتاب ترجمہ احادیث صحیحہ متضمن مصائب اور فضائل جناب خامس آل عبا اور باقی شہیدان معرکہ کربلائے معلیٰ........
تکمیل و تیار کر کے بنام حضرت اقدس و اعلیٰ شاہ عالم واجد علی شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ، معرضِ طبع میں لا کہ ہر گاہ یہ حقیر و خانہ زاد موروثی اس دودمانِ عالی شان کا ہوں، منظور ہے کہ تمام ہندوستان یعنی دارالسلطنت شاہجہان آباد مع مضافات اور متعلقات اوس کے شہر بشہر اور قریہ قریہ اور دیہہ دیہہ بلکہ ہر گھر میں یہ کتاب مجالسِ عزا میں پڑھی جائے اور باعثِ درازیٔ عمر و دولت و بقائے سلطنت حضرت اقدس و اعلیٰ دام ملکہ کا ہووے۔ پس بحمداللہ کہ ہزار حکم اشرف سے معرضِ طبع میں آئے اور اللہ تعالیٰ واسطے رسول مقبول اور تمامی ائمہ اطہار........ تا بقائے ایام دنیا اور ظہور خاتم خلفائ صاحب العصر و الزماں کے اس دولتِ عظمیٰ اور سلطنتِ کبریٰ کو ذاتِ والا جناب خسروانی سے رونق بخش رکھے، اور جناب ایزد سبحان نواب معظم کو بمز بدعمر و دولت تا صد وسی سال قائم رکھ کر نسل سے اون کے سیادت تا قیام قیامت جاری رہے۔"[۴]

اس کتاب خلاصۃ المصائب کی جمع و تدوین، ترتیب اور ماخذ کے بارے میں فاضل مؤلف لکھتے ہیں:

"الغرض چاہا جب اس فقیر نے کہ اس کتاب کو جمع کرے اور کتبِ

---

[۴] خلاصۃ المصائب از مولوی مرزا محمد ہادی (لکھنؤ ۱۲۶۲ھ) ص ۲-۳

احادیث اور کتب...... ایسی جمع کیں کہ اون کی کتابوں سے رواج پاگیا احادیث کا پڑھنا مجلس میں مثل میر اکبر علی صاحب و مرزا امان بیگ صاحب و مرزا مغل مرحوم کی کتابوں میں نظم بہت ہے بطریق روایت خوانوں کے اور اکثر حدیث خوانوں نظم ہندی کو عبارت عربی کے ساتھ پڑھنا گوارا نہیں کرتے کہ بیشتر روایت خوانوں نے اکثر روایات کو بسبب ملنے نظم غیر مشروع کے خراب کر دیا اور ثواب کو اپنے ضائع کیا اور مرزا امان بیگ صاحب نے کتاب خوب جمع فرمائی مگر وہ کتاب تمام و کمال نکلنے نہ پائی۔ لیکن میر اکبر علی صاحب نے ضیاء الابصار کو اپنے سامنے تقسیم کر دیا اور ثواب اپنا بڑھایا...... پس اس عاصی کے خیال میں آیا کہ ضیاء الابصار بطریق کتب احادیث مثل جلاء العیون وغیرہ کے ہے اور ذاکر کو ہر بار ترتیب نو کرنی پڑتی ہے، اور جب فضائل و مصائب جدا جدا ہوں تو ہر بار گر وہ خوب نہیں لگتی۔ پس اس لیے چاہا میں نے کہ اس کتاب کو موافق اپنی عقل ناقص کے ان کتابوں اور غیر ان کے سے انتخاب کر کے ترتیب دوں کہ ہر روایت میں پہلے فضائل ہوں اور پھر مصائب ہوں کہ یہ طریقہ حدیث خوانوں میں سے کسی نے نہیں لیا اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو ذاکروں کو بھی یہ طریقہ پسند آئے اور آسان پڑے۔ اور ثواب جناب سید مغفور کا اور جن بزرگواروں کی تصنیف سے میں نے انتخاب کیا ہے زیادہ ہووے، اور پس جاننا چاہیے کہ اکثر روایات تو اس میں ضیاء الابصار کی ہیں اور بعض روایات تصنیف مرزا مغل صاحب غافل اور مرزا جعفر علی صاحب فصیح اور مرزا امان بیگ صاحب اور سید اظہر علی صاحب کربلائی کہ کتاب اون کی زاد العاقبت ہے، انتخاب کی ہیں اور بعض روایات کتاب خرائج اور ریاض فخری وغیرہ کتابوں سے نکالی ہیں تا میں بھی شریک ثواب ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور نام رکھا میں نے اس کتاب کا خلاصۃ المصائب، اور بعد اس کے ایک کتاب اور جمع کر رہا ہوں کہ اوس میں سب معصوموں کا احوال تولد اور وفات مع زیادہ اون حضرت کی

جمع کیا ہے ۔ اگر فرصت پاتا ہوں تو اسے بھی انشاءاللہ طیار کر کے خدمت مومنین میں حاضر کرتا ہوں ۔ میں امیدوار ہوں کہ .... اس عاصی کو بھی بدعائے خیر یاد فرما دیں[۵]

خلاصۃ المصائب میں چوہتر[۷۴] فصلیں اور ۴۴۰ صفحات ہیں ۔ سائز بڑا ہے ۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۲۶۲ھ میں بیت السلطنت لکھنؤ میں طبع ہوا ۔ اس کے بعد متعدد بار شائع ہوئی ہے[۶]

فاضل مؤلف نے پہلے عربی کی روایت قلم بند کی ہے ۔ پھر اس کا اردو ترجمہ اور آخر میں تشریح و تفصیل ہے ۔

زبان و بیان

کہیں کہیں قافیہ آرائی کی رعایت رکھی گئی ہے مثلاً

صاحبان اولی الابصار	ناظرین احادیث و اخبار	ص ۲
کتاب	مستطاب	" ۲
عہد	کرامت مہد	" ۲
فغفور دوران	باسط بساط امن و امان	" ۳
سلطان	خاقان	" ۳
ظل سبحانی	خلیفۃ الرحمانی	" ۳
ذات	عالی صفات	" ۳
ملت نبوی	طریقہ مرتضوی	" ۳
نواب مستطاب	معلی القاب	" ۳

---

۵ خلاصۃ المصائب ۔ ص ۴-۵

۶ ۱۹۰۸ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے بار چہارم شائع ہوئی ہے ۔

سلالہ دودمانِ مصطفوی	گلِ گلستانِ مرتضوی	ص ۳
فلک جناب	گردوں قباب	〃 ۳

چند مرکب الفاظ کا استعمال:

ست نجا	ایک کوزہ پانی کا اور ست نجا بھنا ہوا اون کے لیے بھیجو	〃 ۲۲
بیمارداری	وہ تیرے غم گسار رہیں اور بیمارداری کریں گے۔	〃 ۲۵
ماجایا	اے ماجائے میرے! خدا قتل کرے اوسے جس نے تجھے مار ڈالا۔	〃 ۸۳
امام زادہ	سن شریف اوس امام زادے کا سترہ برس کا تھا۔	〃 ۱۱۱
برس ون	جب امام حسین برس دن کے ہوئے۔	〃 ۱۵۲
گردن بند	تھے اوس گردن بند میں سات موتی۔	〃 ۳۳۳
لونڈگری	یہ تیری مجال نہیں کہ میرے باپ کی سکینہ کو تو لونڈگری میں دے۔	〃 ۳۸۷
گچ کار	ہم نے پوچھا وہاں کے گچ کاروں سے	〃 ۴۰۶
چرخہ زنی	وہ قصدِ زیارت میں چرخہ زنی کرتی تھی تا خرچ راہ مہیا کرے۔	〃 ۴۱۴

چند دیگر الفاظ کا استعمال:

ڈولچی	صاحبزادہ ایک ڈولچی لے کر جانبِ فرات روانہ ہوا۔	〃 ۱۱۱
بھل (بجائے بل)	حضرت منہ کے بھل گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔	〃 ۱۵۵
موئے (بجائے مرے)	بے جرم و خطا تڑپ تڑپ کے موئے۔	〃 ۱۸۶
رسائن	وہ گھوڑا لے کے رسائن سے کھڑا ہو گیا۔	〃 ۱۹۶
فرنگن	وہ فرنگن دوڑ کر نعشِ اقدس پر گر پڑی	〃 ۲۵۳

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

فیض عام اون کے سے۔	〃 ۳

دست حق پرست اون کے سے — ص ۳
پیش نماز مذہب حقہ امامیہ کا — ″ ۴
جد اعلیٰ اون کے — ″ ۴
فقیر و خانہ زاد موروثی اوس دودمانِ عالی شان کا — ″ ۴
ثواب جناب سید مغفور کا — ″ ۵
کتاب اون کی — ″ ۵
بہن یوسف کی — ″ ۱۲۸
راہ یوسف کی — ″ ۱۲۸

فارسی و ہندی یا صرف ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ کا استعمال :

تیر و پتھر — (وہ) تیر و پتھر مارتے تھے۔ — ″ ۱۳۷
ڈھول و نقارے — ڈھول و نقارے بجانے لگے۔ — ″ ۱۸۸
نمک و سرکہ — جسم شریف پر نمک و سرکہ چھڑکتا تھا۔ — ″ ۲۰۸

کہیں کہیں جملے کا آغاز بطریق عربی فعل سے کیا ہے مثلاً :

چاہا اس فقیر نے کہ اس کتاب کو جمع کرے۔ — ″ ۴
رواج پا گیا حدیث کا پڑھنا مجالس میں۔ — ″ ۴
نام رکھا میں نے اس کتاب کا خلاصۃ المصائب۔ — ″ ۵
نہ پایا وہاں اون دونوں راحت جاں نبی کو پھر گیا میں گھر ام کلثوم کے۔ — ″ ۴۷

جمع الجمع :

اقرباؤں — مبادا وطن میں کوئی اقرباؤں سے میرے مر نہ گیا ہو۔ ۲۴۹

○

مولوی عباس علی فاروقی

مولوی عباس علی ولد مولوی ناصر علی مورخ حاجمئو (مضاف کانپور) کے خانوادہ فاروقی کے معزز رکن اور علوم مروجہ سے آراستہ تھے۔ حدیث پر گہری نظر تھی۔ شعروشاعری کا بھی ذوق تھا۔ انھوں نے اردو زبان کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا۔ دو کتابیں صولۃ الضیغم اور صبح کا ستارہ ان سے یادگار ہیں۔ صولۃ الضیغم، ردِ عیسائیت میں ایک ضخیم اور معرکہ آرا کتاب ہے اور یہ کتاب ان کے علم و فضل اور وسعت مطالعہ پر دال ہے۔ افسوس کہ مولوی عباس علی فاروقی کے حالات نہ مل سکے۔

۱۔ خلاصہ صولۃ الضیغم

مولوی عباس علی نے "صولۃ الضیغم" کے نام سے ضخیم کتاب لکھی۔ پھر اس کا اختصار ۱۲۴۸ھ (۳۳-۱۸۳۲ء) میں "خلاصہ صولۃ الضیغم" کے نام سے کیا جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہے۔

چوں بفضل خدائے عز و جل — یافت ترتیب این رسالہ خوب
گفت ہاتف کتاب مرغوب ست — سال تاریخ ہم بود "مرغوب"[1]
۱۲۴۸ھ

سبب تالیف کے سلسلے میں فاضل مؤلف لکھتے ہیں:

"اب جاننا چاہیے کہ راقم اس رسالے کا عباس علی بن ناصر علی بن فضل اللہ فاروقی حاجموی کہتا ہے کہ آگے میں نے کتاب صولۃ الضیغم علی اعداء ابن مریم نصاریٰ کے رد میں تصنیف کی تھی، لیکن جو اوس کا حجم بہت تھا اور اس واسطے میں نے یہ مختصر ترتیب دیا۔ جس کو اس میں کسی طرح کا شبہ پڑے وہ . . .

---

[1] خلاصہ صولۃ الضیغم از مولوی عباس علی فاروقی، قلمی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی ص ۱۲۰

طرف رجوع کرے۔[8]

اس کتاب کی افادیت کے بارے میں مؤلف نے خاتمۂ کتاب پر اس طرح لکھا ہے:

"اس کتاب میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے واسطے ایک چھوٹا سا دھماکہ ہے، اس قدر بیان کیا گیا، اور جسے زیادہ تشریح و تفصیل کی طلب ہو وہ صولۃ الضیغم کی طرف رجوع کرے، اس وقت اون کی گمراہی سے بخوبی آگاہی حاصل ہوگی اور اگلے وقت میں اس سبب سے کہ نصاریٰ کا غلبہ نہ تھا اور زور و شور اس دین منسوخ کا یہاں نہ تھا، اگلے عالموں نے ان کے رد کی طرف کم توجہ فرمایا لیکن اس زمانے کے عالموں پر فرض و واجب ہے کہ اون کے دین کے ابطال پر کوشش کریں اور رفتہ رفتہ یہی لوگ خلق کثیر کو گمراہ کر ڈالیں گے اور یہ گمان نہ چاہیے کہ رد لکھنے سے کفار قائل نہیں ہوتے، پھر کیا فائدہ۔ کیونکہ جب میں صولۃ الضیغم لکھ چکا اور دس پانچ جگہ یہ امر مشہور ہو گیا کہ لوگوں نے ڈیٹ اور ولیم پادریوں اور مجھ سے بحث کرادی۔ آخر میں خدا کی مدد سے اون پر غالب ہوا۔ تب اون کے رفیقوں میں سے جو نئے نئے کرسٹان ہوئے تھے دو شخص میرے پاس آ کر مسلمان ہو گئے۔"[9]

اس کتاب کے بارے میں مولانا امداد صابری لکھتے ہیں:

"رد نصاریٰ میں اردو زبان میں پہلی کتاب جو طبع ہوئی وہ خلاصہ صولۃ الضیغم علی اعداء ابن مریم تھی جس کے مصنف مولوی عباس علی صاحب بن ناصر علی بن فضل اللہ فاروقی جاجموی تھے۔ یہ کتاب مطبع سنگین میں سنہ ۱۲۵۸ھ کے اندر چھپی جو بڑے سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$ پر ۱۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اصل میں سنہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲-۳۳ء) میں لکھی گئی تھی۔ لیکن ضخیم ہونے کی

---

[8] ایضاً، ص ۲

[9] ایضاً، ص ۱۲۰

وجہ سے اس کا خلاصہ ۱۲۵۸ھ (۴۲-۱۸۴۱ء) میں چھپا تھا۔[1]

صولۃ الضیغم کسی مخصوص کتاب کا جواب نہیں ہے، بلکہ پادریوں کے عام اعتراضات کا جواب ہے۔ اس کتاب سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

"داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ بابل جو ان کے شہروں میں سے ہے، ایک دن ٹوٹے گا، سو وہ اشعیا علیہ السلام کے وقت تک نہ ٹوٹا۔ اس واسطے انھوں نے بھی خبر دی کہ اوس کے ٹوٹنے کا دن آنے چاہا اور ٹوٹ کر پھر آباد ہوگا، اور وہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے وقت تک بھی نہ ٹوٹا۔ بلکہ اونہیں کے وقت میں شاہ بابل کا، بوا قیم کو جو بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا، پکڑے لے گیا۔ تب انھوں نے پکار کر کہا کہ اے بابل کے توڑنے والو آؤ تا لوگوں کو معلوم ہو کہ انبیاء کی خبر جھوٹی نہیں، وہ ضرور ٹوٹے گا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی وقت ہو گزرا اور اسرائیلی نبوت کا انقطاع بھی ہوگیا، پر بابل نہ ٹوٹا۔ تب لوگوں کو شبہ پڑا کہ یہ کیسی خبر تھی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں یوحنا سے بتایا کہ انبیاء کا قول جھوٹا نہیں ہوگا، ضرور وہ دن آنے والا ہے۔ اور یوحنا کے قول پر بھی جب چھ سو برس کے قریب گزر گئے، تب سطیح کاہن نے نوشیروان کو جو فارس و بابل کا بادشاہ تھا، خبر دی کہ اب بابل کے ٹوٹنے کی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ کیونکہ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے اور ساوہ ندی سوکھی پڑی تھی، جاری ہوئی، اور ساوہ تالاب سوکھ گیا۔ اور پیغمبر صاحب عصا و صاحب تلاوت پیدا ہوا۔ وہ مبعوث ہوگا اور تمام فارس میں اوس کا عمل ہوگا، اور بابل ٹوٹ جائے گا، اور چودہ شخص تیری اولاد سے ابھی اور سلطنت کریں گے۔ سو تو پچھتر برس کے عرصے میں اون چودھوں کی سلطنت ہو گئی اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھٹے برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بابل وسبواس وساباط و

---

[1] فرنگیوں کا جال، ص ۱۲۵

بیت القدس فتح کیا۔ چنانچہ الفیہ وجام جہاں نمائے ناصریہ وغیرہ تواریخوں میں مذکور ومسطور ہے۔ پس خبر انبیا کی ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صادق ہوئی۔ پس مبارک بندے وہی ہیں کہ بزم ورزم میں اون پر درود وبرکت بھیجے جاتے ہیں۔[۱]

زبان وبیان

بعض ہندی الفاظ کا استعمال؛

لنگی	شاگردوں کے پانو...... اپنی لنگی سے پوچھے	ص ۵
سپوت	حق تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے سپوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا۔	″ ۱۱
تلے	وہ مجھے اپنے بال وپر تلے چھپا کر بخاطر رکھے گا۔	″ ۱۶
بنسی / مہاجال	وہ اسرائیلیوں کے لیے بنسی ہے اور تسلیم کے لیے مہاجال	″ ۲۵
کونا	حق تعالیٰ نے اسے کونے کے سرے پر رکھا۔	″ ۲۶
چوکھا	ایک فرد کو چوکھے سونے سے زیادہ گراں بہا کروں گا۔	″ ۱۹
اچگر	آپ کے طفیل سے عرب کی اچگر معرفت فہم ہو گئی۔	″ ۲۰
باسن	ناپاک چیزوں کا شوربا اون کے باسنوں میں ہے۔	″ ۴۷
بینگوٹی	اون سینگوں میں سے چھوٹی چھوٹی بینگوٹیاں جمیں	″ ۵۵
گنیا	معمار گنیا سے ٹیڑھی سیدھی دیواریں فرق کر لیتا ہے	″ ۶۰
اندھڑ	پہلے ایک اندھڑ بڑے زور سے چلا	۸۷
جورو	ابولہب کی جورو رسی کی پھانسی سے مرے گی۔	″ ۸۹

---

[۱] خلاصہ صولۃ الضیغم۔ ص ۲۰-۲۱

لفظ	مثال	حوالہ
بٹھ / گابھن	یہ تو بٹھ ہے ابھی تک گابھن نہیں ہوئی۔	ص ۹۴
پہلوٹھا	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں اکلوتا اور پہلوٹھا کہا ہے۔	″ ۱۰۰
چھنال	چھنال رنڈی کو حد کی سی تعزیر بھی نہ پہنچائی	″ ۱۰۸
اونگھائی	اسے (اللہ کو) نہ جہل ہے نہ غفلت ہے نہ اونگھائی۔	″ ۱۰۸
کھلڑی	جس کے بدن کی کھلڑی کٹی نہ ہووے۔	″ ۱۱۴
جھول	اون کے وقت میں روا تھا کہ ایک جھول کا بیٹا دوسرے جھول کے بیٹے سے بیاہا جائے۔	″ ۱۱۶

چند مرکب الفاظ کا استعمال

لفظ	مثال	حوالہ
لونڈی بچہ	میں بھی لونڈی بچوں کو اون کے برابر بناؤں گا۔	″ ۱۴
ان پڑھے	ہم نے ان پڑھے نبی کا ذکر توریت میں لکھا ہے۔	″ ۱۴
چورم چور	جب گریں گے چورم چور ہو جائیں گے۔	″ ۲۶
دل لگی باز	اب تم دل لگی باز نہ ہو۔	″ ۶۷
لاؤ لشکر / ہالاڈولا	اوس نے کافروں کے لاؤ لشکر میں ہالاڈولا ڈال دیا۔	″ ۸۸

بعض اسمائے کیفیت

لفظ	مثال	حوالہ
منصفی	اوس منصفی پر نظر کیا چاہیے۔	″ ۹۱
بے وقری / بے صبری	اوس میں نہایت غضب و بے وقری و بے صبری ثابت ہوتی ہے۔	″ ۹۴
نصرانی پن	یہ قوم فرنگ ذرا بھی نصرانی پن کا رنگ ڈھنگ نہیں رکھتی۔	″ ۱۱۷

آگے بمعنی پہلے:

آگے میں نے کتاب صولۃ الضیغم .... مذہب نصاریٰ کے رد میں تصنیف کی تھی۔ ص ۲

جو بمعنی چونکہ:

لیکن جو اوس کا حجم بہت تھا اس واسطے میں نے بہ مختصر ترتیب دیا۔ " ۲

"نے" علامت فاعل محذوف:

بخت نصر انی تشلیم کو تاراج کیا تھا۔ " ۵۸

بعض مصادر کا استعمال:

اندیشہ کرنا	وہ مآل کار اندیشہ نہیں کرتا۔	
امر کرنا	ساری زمین میں اون کا امر کرے گا۔	" ۱۴
فہم ہونا	آپ کے طفیل سے عرب کی اکثر معرفت فہم ہوگئی۔	" ۳۰
چنگا کرنا	عورت نے عیسیٰ علیہ السلام سے آکر کہا کہ میرے بیٹے کو چنگا کردو۔	" ۵۰

کپانا (کانپنے کا متعدی) اون کے وقت میں آسمان و زمین و صحرا و دریا کنپائے نہیں گئے۔ " ۵۰

قبولنا	اونھوں نے چند روز شرع کو قبولا۔	" ۶۱
دائیں چلانا	روٹی کے غلے پر دائیں چلاتا ہے۔	" ۶۷

۲۔ صبح کا ستارہ

مولوی عباس علی نے ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ - ۳۴ء) میں امام غزالی کی کتاب "دقائق الاخبار" کا اردو ترجمہ عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے "صبح کا ستارہ" کے نام سے کیا۔ فاضل مترجم نے کہیں کہیں حسب ضرورت اضافہ بھی کیا ہے۔ آخر میں خاص طور سے زیارت قبور کے مسائل شامل کیے ہیں۔ اضافے کی ہر جگہ صراحت کر دی ہے۔ آغاز

کتاب میں سببِ تالیف اس طرح بیان کرتے ہیں :

"حمد اوس خدا کو جو عالم کا پروردگار ہے اور درود وسلام اوس نبی پر جو سب نبیوں کا سردار ہے۔ بعد ازاں عباس بن ناصر علی المورخ بن فضل اللہ الجاجموی غفر اللہ لہم کہتا ہے کہ سنہ بارہ سو انچاس ہجری میں جب میرے بھائی قاسم علی نے کہ نہایت سخی وشجاع ومجاہد تھا اور میری والدہ نے انتقال کیا، میں نے کتاب دقائق الاخبار کو کہ امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ نے موت کے احوال میں تصنیف کی تھی، مغلق عربی سے سلیس اردو میں ترجمہ کیا تا فائدہ اوس کا عام ہو جائے، اور ثواب اوس کا میں نے اون دونوں کی روح کو بخشا۔ اور جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اٹھاوے اوس سے امید ہے کہ اس مغموم کو اور اون دونوں مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نہ کرے۔ اور اصل کتاب میں میں نے کچھ بیشی نہیں کی، مگر بعض جگہوں میں بضرورت یا بقصد اختصار۔ اور نام اس ترجمہ کا "صبح کا ستارہ" ہے۔ اس واسطے کہ یہ زمانہ بھی آخری ہے اور اس میں اخیر وقت کا حال بھی مسطور ہے اور خلق کو اس سے ہدایت بھی حاصل ہو گی۔"[۱۲]

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے پہلے جو کچھ لوحِ محفوظ پر لکھایا، یہ تھا کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد میرا بندہ اور رسول ہے اور میری سب خلق سے بہتر ہے۔ جو میرے حکم پر گردن جھکاوے اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر کرے اور میری نعمتوں پر شکر کرے، میں اوسے صدیق لکھوں گا اور صدیقوں کے ساتھ اوسے قیامت میں اٹھاؤں گا۔ اور جو میرے حکم پر گردن نہ جھکاوے اور میری بلا پر

---

[۱۲] صبح کا ستارہ از مولوی عباس علی فاروقی۔ (مطبع مجتبائی دلی ۱۳۲۹ھ) ص۔ ۲

صبر نہ کرے اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے وہ میرے آسمان کے تلے سے نکل جائے اور میرے سوا دوسرا خدا ڈھونڈے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ صبر تین ہیں۔ایک طاعت و عبادت پر صبر کرنا یعنی عبادت پر مداومت کرنا اور ریاضت سے اکتا نہ جانا۔ دوسرے گناہ پر صبر کرنا یعنی اپنے عضووں کو گناہوں سے باز رکھنا اور دل کو بُری خواہشوں سے روکنا۔تیسرے مصیبتوں پر صبر کرنا۔ سو جو کوئی طاعت پر صبر کرے گا حق تعالیٰ اوس کو قیامت کے دن سو درجے بہشت میں عطا کرے گا، کہ ہر ایک درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے، اور جو گناہ پر صبر کرے گا حق تعالیٰ اوس کو نو سو درجے عطا کرے گا، ہر ایک درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا عرش و تحت الثریٰ کے درمیان ہے، اور جو مصیبت پر صبر کرے گا حق تعالیٰ اوس کو اسی طرح کے ایک ہزار نو سو درجے عطا کرے گا۔[۱۳]

سلام و تحیہ کے بارے میں مولوی عباس علی نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔ یہ ان کی اپنی اضافہ شدہ عبارت ہے:

"یہاں سے معلوم ہوا کہ جو اس وقت کے بہتیرے مسلمان بجائے السلام علیکم کے، بندگی، مجرا، آداب وغیرہ نئے نئے انوکھے الفاظ کہتے ہیں، جنہیں شریعت نے نہیں بتایا، سو ان کا کہنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس میں قدیمی سنت کا ترک کرنا اور نئی نئی باتوں کا اپنی طرف سے ایجاد کرنا لازم آتا ہے، اور مشکوٰۃ میں ہے کہ اسلام سے پیشتر لوگ آپس میں "انعم اللہ بک عینا" کہتے تھے، جب اسلام پھیلا، اوس کے بجائے السلام علیکم مقرر ہوا اور وہ متروک ہوا۔"[۱۴]

---

[۱۳] ایضاً۔ ص ۱۷، ۱۸

[۱۴] صبح کا ستارہ۔ ص ۵

زبان و بیان

بعض ہندی الفاظ کا استعمال :

چھور	اگر ہزار برس چلے تو اوس کا چھور ملے۔	ص ۷
کپّا	میرے واسطے کپّا تیار کیا ہے۔	″ ۱۳
چکوتی (فیصلہ)	جب چکوتی کرنے لگو لوگوں بیں، تو چکوتی کرو انصاف کے	″ ۳۲
لنڑا / گدی	جو لوگ لنڑے ہیں اون کی زبانیں گدی سے نکالی جاویں گی۔	″ ۳۴

"بھر" کا استعمال بطور سابقہ :

ایک جوان کو جو حضرت کے پاس بیٹھا تھا بھر نظر دیکھا۔ ″ ۹

"سردد" سے اسم فاعل "سرددی"

جس نے پرچھائیں کو دیکھا سرددی ہوا۔ ″ ۳

کڑاپن، اسم کیفیت :

استخوان کہ پہاڑوں کی خاک سے تھے مضبوطی اور کڑاپن کی جگہ ہوئے۔ ″ ۴

بعض مصادر کا استعمال :

جوکھنا	جس نے بائیں ہتھیلی کو دیکھا نا پنے جو کھنے والا ہو۔	″ ۳
زاری کرنا	بہت روتے ہیں اور زاری کرتے ہیں۔	″ ۶
بچھڑانا (بچھڑنے کا متعدی)	بیں (موت) بھائیوں کو بہنوں سے بچھڑاؤں گی۔	″ ۷
بدنا	(انسان) وہیں جاکر مرتا ہے جہاں کی موت بدی ہے	″ ۹
چپکنا تا	تو میری پیٹھ پر بایاں چپکتا تا تھا۔	″ ۱۲
ہلنا ڈلنا	میرے اندر ہلنے ڈلنے نہ پاوے گا۔	″ ۱۲
بچلانا	دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے۔	″ ۳۲

مولوی غلام غوث

مولوی غلام غوث اودھ کے قصبہ "دیوہ" کے رہنے والے تھے۔ علوم مروجہ کی تحصیل کی تھی شعروشاعری کا بھی ملکہ رکھتے تھے۔ سوختہ تخلص تھا۔ بسلسلۂ ملازمت ریاست رام پور میں آئے چونکہ نواب احمد علی خاں[۱۵] رئیس رام پور امامیہ مذہب رکھتے تھے، لہٰذا ان کی خوشنودیٔ مزاج اور حصولِ تقرب کی غرض سے مولوی غلام غوث نے روضۃ الشہدا[۱۶] کو اردو زبان میں منتقل کیا اور "دہ مجلس" نام رکھا۔ افسوس کہ ان کے حالات دست یاب نہ ہو سکے۔

دہ مجلس

یہ کتاب نواب احمد علی خاں کے دورِ حکومت (۱۸۱۰ء تا ۱۸۴۰ء) میں مرتب ہوئی اس کا خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ سببِ تالیف اور اپنے تعارف کے سلسلے میں مولوی غلام غوث لکھتے ہیں:

> "یہ بندۂ گنہگار، امیدوار مغفرت پروردگار کا، عنایت ائمہ اطہار سے کہ عرصہ امتداد سے بمقتضائے آبخورش کے مصاحبات زمانہ ناہنجار سے گرفتار وارد قصبہ مصطفےٰ آباد رام پور کا ہوا کہ موطن و مولد اس احقر کا بیچ جوار لکھنؤ کے کہ قصبہ دیوہ نام اوس کا ہے، اور سرکار دولت مدار نواب والاجاہ مالک ملک وسپاہ نواب احمد علی خاں بہادر دام اقبالہ و ظلہ کہ اوس جناب کو محب

---

[۱۵] نواب احمد علی خاں ولد نواب محمد علی خاں ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۱۰ء میں حکمرانی کے اختیارات ملے اور ۲۶ جولائی ۱۸۴۰ء کو فوت ہوئے۔ (اخبار الصنادید جلد اول ص ۴۵۷)

[۱۶] ملا کمال الدین حسن بن علی واعظ کاشفی کی بیانِ شہادت میں "روضۃ الشہدا" مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب کے دکنی اردو زبان میں متعدد ترجمے ہوئے ہیں۔

خاص آئمہ معصومین کا جان کر نسخہ روضۃ الشہداء کو بیچ فارسی کے بنظر فہمید کے نہایت مشکل تھا، واسطے آسانی تمام کے، بتحریک وسلسلہ جنبانی بعض احباء کے وسیلہ مغفرت کا جان کر بانتظام اس کتاب کے ہر ایک متنفس مغفرت اس گنہگار کی جانب سید الشہداء سے سوال کریں اور یہ مسمی غلام غوث متخلص بہ سوختہ جناب ائمہ اطہار سے بہ خلوص ثنا خوانی اوس جناب کے استدعا رکھتا ہے۔"[۵۹]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"ثنائے واحد اوس خدا کے تئیں کہ جس نے پنجتن کو افضل کیا او رجمیع ہفتاد و دوتن شہیدانِ دشت کربلا کو باوجود نبوت اور ولایت کے شربت شہادت کا پلایا اور درود منکا ثرا یسے نبی مرسل کو کہ بیچ اوس کے لما خلقت الافلاک فرمایا۔"[۶۰]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"دنیا کو مقام فانی کہتے ہیں جو بنی نوع انسان کہ بیچ حیات کے ہیں ضرور تر ہے کہ شربت ممات کا بھی نوش کریں گے اور بے وفائی دنیا کی اظہر من الشمس ہے کہ ساتھ کسو کے وفا نہیں کی، جیسے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں ایک یہودی نے بسبب طمع دنیا کے زہر بیچ کھانے کے دیا تھا۔ اگرچہ بسبب قوت زورِ نبوت کے اس زہر نے جناب مبارک پر ہرگز اثر نہ کیا تا آنکہ وقتِ وفات حضرت پیغمبر کے اثر اوس زہر کا ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت گاہے بہوش اور گاہے بے ہوش ہونے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ قبل از بیماری ایک روز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ مشتمل بر حمد الٰہی کے بیان فرماتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی...... اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی کامل کیا میں نے دین تمہارے کو اور تمام کیں میں نے

۵۹؎ دہ مجلس از مولوی غلام غوث (خطی، مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ورق ۲ ب

۶۰؎ دہ مجلس (قلمی) ورق ۱ الف

نعمتیں اوپر تمہارے۔ حضرت زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے یارو! یہ دنیا ساتھ کسو کے وفا نہیں کرتی ہے اور ساتھ میرے بھی نہ کی اور عنقریب ہے کہ میں ساتھ پروردگار اپنے کے داخل ہوں۔"[۱۱۵]

زبان و بیان

فارسی تراکیب و ثقیل الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً:

جمیع ہفتاد و دو تن شہیدانِ دشتِ کربلا	ورق ۱، الف
عرصہ امتداد سے بمقتضائے آمیزش کے مصائبات زمانہ ناہنجار سے گرفتار۔	ورق ۲، الف
چند کلمہ متضمن وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بسمع محبوں کے پہنچائے۔	ورق ۳، الف
خطبہ مشتمل بر حمد الٰہی۔	ورق ۳، الف

قافیہ آرائی:

اکثر قافیہ آرائی کا التزام ہے مثلاً:

ثنائے وافر	درود متکاثر۔	ورق ۱، الف
بندۂ گنہگار	امیدوار مغفرت پروردگار	ورق ۲، الف
سرکار	دولت مدار	ورق ۲، الف
نواب والا جاہ	مالک ملک و سپاہ	ورق ۲، الف

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

شربت شہادت کا۔	ورق ۱، الف
مقام ماتم اور زاری کا۔	ورق ۳، الف

---

[۱۱۵] ایضاً ورق ۳، الف - ۳ ب

شربت ممات کا — ورق ۳، الف

بیوفائی دنیا کی — ورق ۳، الف

اثر اوس زہر کا — ورق ۳، ب

حرف جار اکثر مقدم ہے:

با وجود زور نبوت وولایت کے — ورق ۱، الف

بیچ جوار لکھنؤ کے — ورق ۲، الف

واسطے آسانی تمام کے — ورق ۲، الف

موجب نجات عاصیوں کے — ورق ۳، الف

بسبب طمع دنیا کے — ورق ۳، ب

کس واسطے بمعنی کیونکہ:

کس واسطے کہ دنیا کو مقام فانی کہتے ہیں — ورق ۳، الف

کسو بجائے کسی:

ساتھ کسو کے وفا نہیں کی۔ — ورق ۳، الف

○

مولوی قدرت احمد گوپاموی

مولوی قدرت احمد گوپاموی[۲۰]، اپنے دور کے نامور عالم، فقیہ، مورخ اور ماہر انساب تھے انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں، جن میں "فقہ احمدی" مشہور و مطبوع تھے۔

۲۰۔ مولوی قدرت احمد بن حافظ عنایت احمد فاروقی، ان کا خاندان قنوج کا رہنے والا تھا، پھر اہل خاندان گوپامئو آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ قدرت احمد، گوپامئو میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و

(بقیہ حاشیہ ۲۰، اگلے صفحہ پر)

فقہ احمدی

مولوی قدرت احمد گوپاموی نے عام لوگوں کے استفادہ کی غرض سے بعض احباب کی فرمائش پر قیام مدراس کے زمانے میں لکھی جیسا کہ انہوں نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

"بعد ادائے حمد و شکر پروردگار عالم اور درود و نعت سید البشر فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاننا چاہیے کہ ہر ایک مرد و زن پر واجب ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور اوس کے دوست دشمن میں فرق جانے اور احکام اوس کے بدل و جان بجالائے تا عذابِ دوزخ سے نجات پائے۔ اس واسطے کمترین مستفیدانِ مدرسہ تعلیم و ارشاد مولانا دم شد نا شاہ نصیر الدین بلگرامی عاصی قدرت احمد بن حافظ عنایت احمد فاروقی گوپاموی نے حسب فرمائش جد بزرگوار اپنے جمال احمد خاں صاحب اور خواہش برادر مہربان منشی امیر احمد کے بلدۂ مدراس میں تھوڑی ضروریات دین و ایمان کے دو بابوں میں بیان کیے اور نام اس کا فقہ احمدی رکھا۔"[۱۲]

(بقیہ حاشیہ ۲۰)

تربیت پائی۔ مولانا عبد الحق گوپاموی اور رضیاء اللہ خاں گوپاموی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ فقہ، ادب، عروض، انساب پر گہری نظر تھی۔ شعر گوئی کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ قدرت تخلص تھا۔ دیوان کے علاوہ نعتوں کا ایک مختصر مجموعہ بھی مرتب کیا تھا۔ عروض و قافیہ کے بیان میں "کامل العروض" کے نام سے کتاب لکھی۔ گوپامئو کے فاروقیوں کے انساب پر فارسی میں ایک کتاب "خلاصۃ الانساب" ان سے یادگار ہے۔ ۱۲۴۹ھ (۳۴-۱۸۳۳ء) میں مدراس گئے۔ وہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی رہا۔ ۱۲۷۸ھ (۶۲-۱۸۶۱ء) میں گوپامئو میں انتقال ہوا، اور باغ پیر دستگیر میں دفن ہوئے ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر جلد ہفتم، ص ۳۸۵۔ گلزار یادور از مفتی انتظام اللہ شہابی (مطبوعہ آگرہ) ص ۱۰۹

۱۲ فقہ احمدی از مولوی قدرت احمد (مطبع حسینی لکھنؤ۔ ۱۲۶۰ھ) ص ۲

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"جانا چاہیے کہ اس عاصی بے بضاعت نے چند مسئلے ضروری مذہب حنفی کے موافق شرح عقائد اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور فتاوی عالم گیری اور مجموعہ خانی اور فتاوی برہنہ اور بحر الرائق اور قاضی خان اور کنز الفقہ اور جامع المتفرقات اور فرائض شریفی وغیرہ سے نکال کر لکھے ہیں۔ یہ خیال نہ کرنا کہ سوا اس کے اور مسئلے نہیں ہیں، اور جو کچھ سہو اور خطا اس میں نظر آئے، اصلاح دینا چاہیے نہ عیب گیری کرنا۔ اگر فائدہ پاویں مؤلف اور اوس کے بزرگوں کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں"[22]

فقہ احمدی پر مہتمم مطبع سید فرخند علی نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

"ان دنوں میں ایک رسالہ عجیبہ مسائل فقہی میں کہ مشتمل ہے عقائد اہل سنت اور عبادات اور معاملات اور تقسیم ترکہ پر، مسمی بہ فقہ احمدی۔ تالیف فاضل کامل بحر العلوم خیر الماہرین محقق مولانا مولوی قدرت احمد الصفوی البخاری القنوجی الجوفاموی دامت فیوضہ قالب طبع میں لائے .... یہ مجموعہ مغنی ہے اور مختصرات فقہ کے مطالبہ سے، اور تفصیل اون مسائل کی جو اس میں مندرج ہیں فہرست دیکھنے سے واضح ہوتی ہے کہ کس قدر جانکاہی کر کے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے اور کیا کیا خوبیاں عمل میں آئی ہوں گی تو یہ جواہر زواہر مسائل ضروریہ کے ہاتھ میں آئے اور ظاہر ہے کہ طول دینا مختصر کا اور اختصار مطول اس نہج پر کہ اوس میں کوئی بات زائد اور حشو اور لایعنی درج نہ پاوے اور اوس میں کسی وجہ کا مطلب اور کوئی مقصد اہم فوت نہ ہو جاوے، بہت دشوار ہے۔ الغرض اس میں عقائد اور مسائل سے لے تا فرائض جو انسان کو احتیاج پڑے، سب موجود ہے۔"[23]

---

[22] فقہ احمدی۔ ص ۴۹۔

[23] ایضاً۔ ص ۲۷۔ فقہ احمدی کے آخر میں تنبیہ الانسان بھی شامل ہے۔ اس کے آخر میں یہ رائے تحریر ہے۔

فقہ احمدی میں دو باب بصراحت ذیل ہیں:

۱۔ پہلے باب میں ایمان کی باتیں ہیں کہ جس کا سچ جاننا فرض اور انکار کفر ہے۔

۲۔ دوسرے باب میں ذکر نماز اور روزے اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل ضروریہ کا ہے[۲۴]

دو اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ پہلے باب کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ خدا کو ایک جانیں اور اوس کا کوئی شریک نہ مانیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور صفات اس کی بے شمار ہیں، اور کچھ اوس میں نقصان نہیں، اور سب صفتوں میں سات صفتیں اصل ہیں۔ دیکھنا، سننا، جاننا، ارادہ، فعل، حیات، قدرت، اور اللہ تعالیٰ صفات مخصوصہ مخلوق سے پاک ہے، جیسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور صفات مخصوصہ باری تعالیٰ کو کسی مخلوق کے لیے ٹھیرانا کفر ہے جیسے مارنا، جلانا اور روزی دینا، پانی برسانا، ماں کے پیٹ میں جاننا کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور جاننا کہ کل کیا ہوگا اور انسان کہاں مرے گا، اور دیدارِ خدا دنیا میں ان آنکھوں سے دشوار ہے اور آخرت میں واجب ثابت قرآن اور حدیث سے، اور کوئی ذرہ حکم اوس کے سے باہر نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے خدا کے ہیں، اور جو کچھ اوس کے پاس سے لائے ہیں، سب برحق ہے۔ اور معجزے اور معراج اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور چار کتابیں توریت، انجیل، زبور اور فرقان اور صحیفے اور فرشتے اور سوال منکر نکیر کا اور آنا قیامت کا اور حساب وکتاب اور ترازو عدل کی جس میں اعمال بندوں کے تلیں گے اور پل صراط اور دوزخ کافروں کے لیے اور بہشت مسلمانوں کے واسطے اور کراماً کاتبین اور لکھنا اون کے نیکی اور بدی نامۂ اعمال میں اور ملنا اوس کا قیامت کے دن اور عذاب قبر اور دوبارہ زندہ ہونا بعد موت کے اور مدام رکھنا مشرکوں کا دوزخ میں اور نہ رہنا گنہگار مسلمانوں کا، اور

---

[۲۴] ایضاً۔ ص ۲

اوٹھنا قبر سے قیامت کے دن سب برحق ہے۔[25]

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

"بعضے علما کے نزدیک راگ گانا مطلقاً حرام ہے اور سننا گناہ ہے، اور بعضوں کے نزدیک اگر لہو لہب کے واسطے ہے حرام ہے اور اگر دفع وحشت کے واسطے ہے یا زیادہ ہوتے شوقِ الٰہی کے واسطے ہے بشرطیکہ اوس میں فحش کا ذکر نہ ہو، درست ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا میرے پاس ایک لڑکی دف بجا کر گا رہی تھی، اتنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ وہ اوسی طرح گاتی رہی۔ اوس کے بعد حضرت عمر رضؓ آئے، وہ لڑکی اوٹھ کر بھاگی۔ حضرت عمر نے اوس لڑکی سے کہا، ابھی نہ جانا کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا میں بھی سنوں۔ آخر اوس نے گایا اور انہوں نے سنا۔ اس روایت کے موافق بعض علما نے خوشی کے وقت مثل نکاح اور لڑکا پیدا ہونے میں اور ختنہ اور ختم قرآن اور عقیقہ وغیرہ میں جائز رکھا ہے۔"[26]

زبان و بیان

چند الفاظ کا استعمال:

نری	کوئی (اینٹ) نری سونے کی۔	ص ۶
بیٹ	چڑیا کی بیٹ	″ ۱۱
خدمتی	اپنی طرف سے اور کم سن محتاج اولاد اور خدمتی بندے کی طرف سے .... صدقہ دینا اور واجب ہے۔	″ ۲۸
موری	منزل اور بیت میں بالاخانہ اور پانی کی راہ اور موری بھی .... داخل ہوں گی۔	″ ۴۶

[25] فقہ احمدی، ص ۲-۳

[26] ایضاً، ص ۵۷

تمامی	ہر مہینے کی تمامی پر ایک درم دے۔	ص ۵۱

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

احکام ادس کے	" ۲
دن قیامت کے	" ۴
پیچھے امام کے	" ۵
اینٹ سونے کی	" ۶

○

مولوی سیّد علی لکھنوی

مولوی سید علی[۲۶] ابن مولوی دلدار علی مجتہد، خاندانِ اجتہاد کے نامور رکن اور مشہور مصنف تھے۔ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر اردو زبان میں "توضیح مجید فی تنقیح کلام اللہ الحمید" کے نام سے دو ضخیم مجلدات میں لکھی۔ اس اعتبار سے شیعہ علما میں مولوی سید علی لکھنوی کو تقدم حاصل ہے۔

۲۶۔ مولوی سید علی ۱۸ شوال ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد مولوی دلدار علی مجتہد سے کی۔ علم قرأت و تجوید میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ۱۲۴۵ھ (۱۸۲۹ء) میں کربلا گئے۔ سید کاظم رشتی سے اجازہ حاصل کیا۔ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰-۳۱ء) میں واپسی ہوئی۔ ان کی تصانیف میں رسالہ در بحث فدک، رسالہ در باب متعہ، رسالہ در علم قرأت، رسالہ در اقوال اخباریین اور رسالہ در جواز عزاداری معروف ہیں۔ ۱۲۵۶ھ میں دوبارہ ایران و عراق گئے اور وہیں ۸ رمضان ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کو فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء، ص ۲۱۴۔ نجوم السماء از مرزا محمد علی (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ء) ص ۴۰۲-۴۰۴

توضیح مجید

مولوی سید علی لکھنوی نے اردو زبان میں قرآن کریم کی تفسیر اپنے طور سے لکھنی شروع کی تھی۔ تیرہ جز لکھنے کے بعد یہ سلسلہ کسی وجہ سے رک گیا۔ ۱۲۵۳ھ (۳۸۔۱۸۳۷ء) میں یہ بات ثریا جاہ امجد علی شاہ ولی عہد بہادر محمد علی شاہ بادشاہ اودھ کے علم میں آئی۔ ولی عہد امجد علی شاہ اجرائے دین میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ انھوں نے مولوی سید علی سے اس تفسیر کو مکمل کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ان کے حکم پر ۱۲۵۶ھ (۴۱۔۱۸۴۰ء) یا اس سے کچھ قبل یہ تفسیر مکمل ہوئی جیسا کہ مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں:

"بعد اتمام آن تفسیر در سنہ ست وخمسین بعد الالف والمائتین مرہ ثانیہ با جمعے از دوستان و رفقا از لکھنؤ سفر نمودہ"[۲۸]

سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے مولوی سید علی خود لکھتے ہیں:

"ابو المظفر سپہر شکوہ ثریا جاہ صاحب عالم امجد علی خان بہادر دام اقبالہ۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ہموارہ ہمت والا نہمت اون کی مصروف رواج دین ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہے، لہذا اس ایام خجستہ انجام میں کہ سن ہزار دو صد و پنجاہ و ستہ ہجری اس خاکسار کو کہ زائر ابن زائر یعنی سید علی ابن فخر المجتہدین و قدوۃ المتکلمین سید دلدار علی بن سید محمد معین النقوی۔۔۔۔۔۔ ارشاد ہوا کہ قبل ازیں تفسیر کلام اللہ کہ زبان اردوئے ہند میں تالیف ہوئی اور سیزدہ جزو مرتب ہو کر بسبب بعضے موانع کے اتمام کو نہ پہنچی، اس ہنگام میں اختتام کو پہنچا۔ بنا بریں دیباچہ اس تفسیر کو بنام نامی ملازمین حضرت کر کے مشغول اتمام ہوا اور اس تفسیر کا "توضیح مجید فی تنقیح کلام اللہ المجید" نام رکھا۔"[۲۹]

---

[۲۸] توضیح مجید (جلد اول) طبع لکھنؤ ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ء) ص ۶ (مقدمہ)

[۲۹] توضیح مجید کے خطی نسخے (مخزونہ رضا لائبریری، رام پور) میں مقدمہ ناقص ہے۔ اس لیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خطبۂ ماثورہ کے بعد تمہید کتاب میں بادشاہِ وقت محمد علی شاہ (ف ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء) کی مدح و ثنا اور ثریا جاہ امجد علی شاہ ولی عہد بہادر کی تعریف و توصیف، دینداری، تبلیغ اور ولائے اہل بیت کا ذکر ہے۔ اس کے بعد مقدمہ لکھا ہے۔ مقدمے میں وہ احادیث لکھی ہیں جن سے قرآن کریم کے پڑھنے کی ترغیب اور اس کی تفسیر و تشریح جاننے کا شوق پیدا ہو۔ اس کے بعد تفسیر کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ تفسیر دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر منزلِ قرآن، نئے صفحہ سے شروع ہوئی ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلی منزل	سورۃ فاتحہ و بقرہ تا نساء۔	۶۸۱ صفحات
دوسری منزل	سورۃ مائدہ تا توبہ۔	۳۰۳ 〃
تیسری منزل	سورۃ یونس تا نحل۔	۳۰۸ 〃
چوتھی منزل	سورۃ بنی اسرائیل تا فرقان۔	۲۹۴ 〃
پانچویں منزل	سورۃ شعراء تا یٰسٓ	۲۱۸ 〃
چھٹی منزل	سورۃ والصّٰفّٰت تا حجرات	۲۰۲ 〃
ساتویں منزل	سورۃ قٓ تا ناس	۲۴۲ 〃
		۲۲۴۶ 〃

ثریا جاہ امجد علی شاہ ولی عہد بہادر کے ارشاد و سرپرستی میں یہ کتاب تکمیل کو پہنچی اور نواب امداد حسین خاں امین الدولہ کی معارف پروری اور دینی شغف کی بدولت ۱۲۵۷ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر وقف عام ہوئی۔

سورہ فاتحہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"تمام شکر ثابت ہے واسطے خدا کے کہ پالنے والا عالموں کا ہے رحمٰن ہے"

(بقیہ حاشیہ ۲۹)

مولانا امتیاز علی عرشی کو قیاس کرنا پڑا کہ یہ تفسیر امجد علی شاہ نے ولی عہدی کے زمانے میں لکھوائی تھی۔ (فہرست اردو مخطوطات - ص ۲۴)

رحیم ہے، مالک روز قیامت کا ہے، تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہدایت کر ہم کو راہ راست کو کہ راہ اون لوگوں کی ہے کہ انعام کیا ہے تو نے اوپر اون کے نہ راہ اون لوگوں کی کہ غضب کیا گیا ہے اوپر اون کے اور نہ راہ گمراہوں کی۔"[۴۰]

مالک یوم الدین ____ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

"یعنی حق تعالیٰ بادشاہِ روزِ قیامت ہے کہ جمیع بندگان کو جزا دے گا، اس طرح سے کہ متقیوں کو ثواب دے گا اور عاصیوں کو عتاب اور بادشاہی اوس کی اگرچہ شاملِ دنیا اور آخرت ہے لیکن تخصیص آخرت سے بجہتِ تعظیم اوس روز کے ہے یا اس جہت سے کہ اوس روز کوئی دعویٰ بادشاہی نہ کرے گا اور یہ آیت دلیل ہے واسطے اثبات روز معاد کے اور امیدوار کرنا بندوں کا ساتھ ثواب کے اور ڈرانا اون کا ساتھ عقاب کے، اور مالک کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ تصرف کرنے والا ہو اشیائے مملوکہ میں جس طرح سے کہ چاہیے۔ اور یوم الدین سے روز جزا مراد ہے، جس طرح سے کہ عرب میں بولتے ہیں کما تدین تدان اور معنی اوس کے یہ ہیں جس طرح سے جزا دے گا تو، جزا دیا جائے گا تو۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دین سے مراد شریعت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بمعنی اطاعت ہے، بنا برآں دو قول کے یوم الشریعت اور یوم الاطاعت ہوگا۔ پس ہر گاہ بندے اس آیت میں شامل کریں رجا اور خوف کو منظور نظر رکھیں اور رُخ دل کو بجانب حق تعالیٰ متوجہ کریں اور راغب ساتھ عبادت اوس کی کے ہوں اور بعد اس کے واسطے تعلیم پرستش کے فرماتا ہے۔"[۴۱]

"الم نشرح سے فارغب" تک کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

۴۰۔ توضیح مجید۔ ص ۳۔ ۴۔ (منزل اول)

۴۱۔ ایضاً۔ ص ۳۵۰۔ (منزل ہفتم)

"کیا نہیں کشادہ کیا میں نے واسطے تیرے سینہ تیرے کو اور لے لیا ہم نے تجھ سے بارگراں تیرے کو ایسا کہ شکستہ کیا پشت تیری کو اور بلند کیا ہیں نے واسطے تیرے ذکر تیرے کو۔ پس بدرستی ساتھ دشواری کے آسانی ہے، کہ ساتھ ہر سختی کے آسانی ہے، پس جب وقت فارغ ہو تو پس رنج کھینچ اور طرف پروردگار اپنے کے پس رغبت کر۔"[۳۲]

زبان و بیان

عربی و فارسی لغات و تراکیب کی کثرت ہے۔ جملوں کی ساخت بڑی حد تک فارسی انداز پر ہے۔ بعض جگہ تو پورے جملے میں حرف ربط یا ضمیر اردو ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مو ہائے بدن میرے کھڑے ہو گئے۔ ص ۵۲

بر تقدیر سلب قوت اظہار اس معنی کا افعال مکلف منحصر احکام خمسہ مشہورہ میں سے رستگاری مخصوص متقین۔ " ۶۳

عنان قلم بطرف رد قول بیضاوی کے معطوف کی جاتی ہے۔ " ۷۶

کوئی مسلک مقرون بصواب نہ ہوا۔ " ۷۶

اشاعرہ اہل سنت خفا مینش سیرت دیدہ و دانستہ اس امر حق سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ " ۷۸

ساقہائے عرش پر اسامی ادن اوصیا کی دیکھ لی۔ " ۱۱۳

حروف جار اکثر مقدم ہے مثلاً

بعد نظر صحیح کے " ۴۹

بطرف خلق " ۵۱

بمجرد سننے اس قول کے " ۵۱

---

۳۲ توضیح مجید۔ ص ۳۵۰ (منزل ہفتم)

بدون اذن اوس کے کے — ص ۶۴

ساتھ تقرب مسلمانوں کے — " ۶۵

جمع الجمع

اصحابوں — اصحابوں نے عرض کیا۔ — " ۹۸

اطفالوں — تغافل کرتے ہیں مثل مستضعفوں کے اور اطفالوں کے — " ۱۰۰

توضیح مجید میں اردو ترجمہ، عربی عبارت کے نیچے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سورۃ کی فضیلت و فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ پھر پوری سورۃ یا مختلف آیات کا تفسیری خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے کہیں کہیں بعض آیات کی مکمل تفسیر بھی بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح بعض جگہ صرفی و نحوی ترکیب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علمائے اہل سنت کی کتابوں سے اکثر تائیدی حوالے نقل کیے گئے ہیں اور بعض جگہ رد بھی کیا گیا ہے اور کہیں کہیں تردیدی مضمون باندازِ خاص اشاروں، کنایوں میں بھی ادا کر دیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف نے اپنے والد مولوی دلدار علی مجتہد کی تالیفات کے اکثر حوالے دیے ہیں۔

○

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی

مولوی حکیم فیاض الحق[۳۳]، قصبہ مہم (ضلع رہتک) کے قدیم صدیقی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان میں نامور علما و فضلا پیدا ہوئے ہیں اور علم و فضل کی روایات ہر دور میں زندہ

۳۳۔ مولوی فیاض الحق ولد حفیظ الدین، قصبہ مہم (ضلع رہتک) کے قدیم باشندے تھے۔ ان کے والد اودھ کی فوج میں ملازم تھے۔ اس تعلق سے انہوں نے قصبہ محمدی (ضلع کھیری لکھیم پور) میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے والد حفیظ الدین کا ۲۸ رمضان ۱۲۵۹ھ (۲۰ اکتوبر ۱۸۴۳ء)

(بقیہ حاشیہ ۳۳، اگلے صفحہ پر)

رہی ہیں ۔ مولوی حکیم فیاض الحق نے اردو زبان میں مندرجہ ذیل رسالے یادگار چھوڑے ہیں :

۱۔ مولود نامہ

۲۔ قیامت نامہ

۳۔ بہشت نامہ

آخر الذکر (قیامت نامہ اور بہشت نامہ) دونوں رسالے ایک جلد میں شائع ہوئے ہیں ۔

مولود نامہ

مولوی حکیم فیاض الحق نے مولود نامہ ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں لکھا ۔ یہ کتاب نثر و نظم دونوں اصناف پر مشتمل ہے ۔ کتاب کا آغاز و اختتام نظم پر ہوا ہے ۔ آغاز کے دو شعر درج ذیل ہیں :

جمیع حمد ثابت ہے حق کے لیے
کہ جس نے جن وانس پیدا کیے

نہ جوہر ہے اوس کے نہ ہے اوس کے جسم
نہ ہے طول اوس کے نہیں کچھ ہے قسم

(بقیہ حاشیہ ۳۳)

کو لکھنؤ میں انتقال ہوا ۔ ان کے چھوٹے بھائی حکیم عزیز الحق (ف ۱۸۵۵ء) لکھنؤ کے دار الشفا کے مہتمم تھے ۔ فیاض الحق نے علوم مروجہ کی تحصیل لکھنؤ کے نامور علما سے کی ۔ ان کے اساتذہ میں مولانا محمد معین فرنگی محلی کا نام خاص طور سے ملتا ہے ۔ مولوی فیاض الحق علم طب میں بھی مہارت رکھتے تھے ۔ شاعری کا بھی ذوق تھا ۔ فیاض تخلص تھا ۔ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ۔ واپسی میں جہاز سے اتر رہے تھے کہ سمندر کی ایک موج بہا کر لے گئی ۔ اس طرح وہ غریق شہید ہوئے ۔ یہ واقعہ ۱۴ رمضان ۱۲۶۹ھ (۲۱ جون ۱۸۵۳ء) کو رونما ہوا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مآثر الاجداد از پروفیسر منظور الحق صدیقی (لاہور ۱۹۶۴ء) ص ۲۲۳ ۔ ۲۲۶ ۔

انھوں نے یہ رسالہ اپنے ایک متدین دوست عبدالکریم کی فرمائش پر لکھا تھا، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

میرے ایک مشفق ہیں عبدالکریم — شریعت کے اوپر ہیں وہ مستقیم
جو قصبہ محمدی کا مشہور ہے — اوسی میں مکان اون کا معمور ہے
کہا ایک دن مجھ سے اے یار من — کہ تو نے اکثر ہیں شعر و سخن
نہیں کوئی مولود نامہ لکھا — اسی کا یہ ارمان مجھ کو رہا
سو اب میری خاطر سے اے باہنر — رسالہ تولّد کا تو نظم کر
بہت سہل ہوئے وہ ہندی زباں — اوسے پڑھ کے خوش ہوئیں خورد و کلاں[۳۴]

خدا کا کرم جبکہ مجھ پر ہوا — رسالہ یہ منظوم میں نے کیا
سن بارہ سو اور پچپن کہا — ز ہجرت رسول شفیع الورا

سب سے پہلے درود شریف کے فضائل لکھے ہیں اور یہیں سے نثر کے حصے کا آغاز ہوتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"تحقیق اللہ اور فرشتے اوس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اے لوگو! جو تم ایمان لائے ہو تم بھی درود بھیجو اوپر اوس کے اور سلام کرو از روئے سلام کرنے کے۔ جس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی اور صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر درود بھیجیں۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو کہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم[۳۵]"

ایک اور اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"کتاب شرف النبوت میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

۳۴ مولود نامہ از مولوی فیاض الحق (قلمی مملوکہ پروفیسر منظور الحق صدیقی، کیڈٹ کالج حسن ابدال) ص ۷-۹

۳۵ ایضاً، ص ۹-۱۰

رمضان شریف میں سحری کے وقت اپنا سینا سیتی تھیں کہ اون کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی اور اوسی وقت چراغ بھی گل ہو گیا۔ ہر چند اندھیرے میں سوئی تلاش کی، نہ ملی۔ اوس وقت باہر سے وہ آفتابِ فلکِ جلالت اور ماہتابِ باغِ رسالت حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے۔ پوچھا کہ اے حمیرہ! تو کیا ڈھونڈتی ہے۔ عرض کیا میری سوئی گم پڑی ہے، اوس کو تلاش کر رہی ہوں۔ یہ بات سن کر خیر البشر مسکرانے لگے۔ آپ کے دندانِ مبارک سے اوس وقت اس قدر روشنی ظاہر ہوئی کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ اوس روشنی میں وہ سوئی گم ہوئی پائی پھر حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ کیا اچھی روشنی ہے آپ کے دندان مبارک کی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خرابی ہے اوس کے واسطے کہ جو شخص قیامت کے دن مجھ کو نہ دیکھے۔ کہا کہ یا رسول اللہ بھلا ایسا شخص دن قیامت کے کون ہوگا۔ کہ جو آپ کے دیدار سے مشرف نہ ہوگا۔ فرمایا بخیل، مجھ کو قیامت میں نہ دیکھے گا۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ فرمایا اوس سے زیادہ کون ہے کہ میرا نام اوس کے روبرو ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پہ درود نہ پڑھے۔[۳۶]

زبان و بیان

زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ البتہ کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے مثلاً:

تغافلی	تکاسلی	ص ۱۲
ہمراہ رکاب	فیض انتساب	" ۱۲
آفتابِ فلکِ جلالت	ماہتابِ باغِ رسالت	" ۱۳
مسلمان محمدی	کافر یہودی	" ۴۴
تم سردار مہاجر اور انصار کے تھے،	تم یارِ غار احمدِ مختار کے تھے	" ۴۵

---

۳۶ ایضاً ص ۱۳-۱۴

یارِ غار	طالبِ دیدار	ص ۴۵
شیفتہ	فریفتہ	″ ۴۵
توفیق ربانی	تائیدِ سبحانی	″ ۵۴

قیامت نامہ

مولوی فیاض الحق نے اپنے ایک دین دار دوست محمد رضا کی درخواست پر اردو زبان میں ایک رسالہ ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۱ء) میں قیامت نامہ کے نام سے لکھا جس میں دوزخ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان ہے، جیسا کہ تمہیدِ کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

"ایک دن اس فقیر خاکسار فیاض الحق سے ایک دوست دیندار باصدق و صفا محمد رضا نے کہا کہ اگر یہ رسالہ حدیث کا کہ جس میں کچھ حال دوزخ کا اور حضرت کی شفاعت کا ہے، زبان ہندی میں بعبارتِ سلیس ہو جاوے تو خوب بات ہو کہ سب مسلمان حرف شناس بھی قرار واقعی سمجھ لیویں اور عذابِ الٰہی سے ڈر کر توبہ کریں۔ بموجب فرمانے اون کے اس فقیر نے سنہ ایک ہزار دو سو چھپن ہجری میں زبان ہندی میں کیا، اور امیدوار ہوں کہ جو مسلمان اوس کو پڑھے للہ واسطے اس گنہگار کے دعائے مغفرت مانگے۔"[۳۷]

تمہید کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"حدیث میں روایت ہے کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام حضرت کے پاس آئے کہ منہ جبرئیل کا زرد تھا۔ حضرت نے پوچھا کہ اے بھائی میرے ہمیشہ تم خوشی خوشی میرے پاس آتے تھے، آج کیا باعث ہے کہ تمہارا چہرہ زرد ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کیا کہوں کہ دوزخ کو آج دیکھ آیا ہوں، ڈر کے مارے میرا رنگ زرد ہے۔ حضرت نے فرمایا اوس کا حال بیان

۳۷؎ قیامت نامہ و بہشت نامہ از مولوی فیاض الحق۔ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۳ء) ص ۲

کرد۔ جبرئیل نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا، فرشتوں نے ہزار برس تک دم کیا تو اوس کا رنگ سفید ہوا۔ پھر ہزار برس اوس کو دھونکا تو اوس کا رنگ سرخ ہوا۔ پھر ہزار برس پھونکا تو وہ سیاہ ہوگیا۔ اب اوس میں سوائے سیاہی اور تاریکی کے ذرا روشنی نہیں ہے۔"[۳۰]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"حدیث میں آیا ہے کہ بعضے گنہ گاروں کا جو دنیا میں خوف الٰہی سے روتے ہیں، اون کو کنارے دوزخ کے کھڑا کریں گے اور آگ قصد جلانے کا کرے گی۔ پھر فرشتے اوسی وقت اون گنہ گاروں کے آنسوؤں کو لاکر آتش دوزخ پر چھڑکیں گے۔ وہ آگ فی الفور ٹھنڈی ہو جاوے گی۔ اور لکھا ہے کہ ایک شخص کو ملائک پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہ بندہ اپنے رب سے کہے گا کہ یارب تیرا رسول فرمایا کرتا تھا کہ جو کوئی روئے خوف خدا سے یہاں تک کہ ایک بال بھی تر ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے بچاوے گا۔ الٰہی تو دانا بینا ہے کہ میں دنیا میں تیرے خوف سے خالی مکان میں رویا کرتا تھا، مجھ کو دوزخ میں نہ ڈالنا، تو مختار ہے اور تیرا رسول برحق ہے۔ پھر اوس کو اللہ تعالیٰ رونے کی برکت سے بخشش دے گا۔"[۳۱]

رسالہ قیامت نامہ کا اختتام مختصر سی منظوم مناجات پر ہوا ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

الٰہی اپنے نبی کا مجھے مزار دکھا
حریم کعبہ کا اپنے مجھے حصار دکھا
نگاہ رکھ تو مجھے اے خدا گناہوں سے
الٰہی مجھ کو گناہوں کا نو نہ بار دکھا

---

[۳۰] قیامت نامہ و بہشت نامہ۔ ص ۳۔۲
[۳۱] قیامت نامہ و بہشت نامہ۔ ص ۱۵

الٰہی عشق مجازی سے تو رہا کیجیو
مجھے تو عشق حقیقی کی اب بہار دکھا
الٰہی بخش دے فیاض کی خطاؤں کو
جمالِ احمدِ مختار باوقار دکھا[۴۰]

بہشت نامہ

۱۲۶۵ھ (۹-۱۸۴۸ء) میں مولوی فیاض الحق نے اپنے دوست محمد رضا کی درخواست پر بہشت اور اس کی نعمتوں کے بیان میں ایک اور رسالہ "بہشت نامہ" لکھا۔ چنانچہ تمہیدِ رسالہ میں سببِ تالیف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"بعد حمد پروردگار، خالقِ جنت و نار اور نعتِ احمد مختار شفیع امت گنہگار کے سب مومنین خاص وعام پر ظاہر ہو کہ پہلے اس خاکسار مطلق فیاض الحق قصبہ محمدی کے رہنے والے نے ایک قیامت نامہ شدائد دوزخ میں معتبر حدیثوں سے انتخاب کر کے بموجب خواہش ایک دوست باصدق وصفا محمد رضا کے لکھا تھا۔ سواس کو پڑھ کر اکثر مرد اور عورتوں نے گناہوں سے توبہ اور استغفار کیا۔ پھر ایک دن دوست ممدوح نے اس عاجز سے ارشاد کیا کہ اب رسالہ مختصر بہشت کی نعمتوں کا مع کیفیت دیدارِ خدا زبان ہندی سلیس میں ایسا جمع کر کہ مسلمان سن کر خوش ہو جائیں۔ کیونکہ جہاں حال نذیر کا بیان کیا ہے وہاں بشیر کا بھی چاہیے۔ اسی واسطے بموجب فرمائش دوست موصوف کے قرآن اور حدیث اور روایاتِ صحیحہ سے استنباط کر کے سن بارہ سو پینسٹھ ہجری میں اس رسالہ کو تالیف کیا کہ جو مسلمان اس کو پڑھیں للہ میرے واسطے دعائے خیر کریں۔"[۴۱]

---

[۴۰] ایضاً۔ ص ۱۵-۱۶

[۴۱] ایضاً

تمہید کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"کہتے ہیں کہ جب حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جناب باری کے حکم سے اپنی امت گنہگار کو دوزخ سے نکال کر نہر الحیات پہ لے جائیں گے تو اوس میں غوطے دلوائیں گے۔ جب اوس سے نکلیں گے تو اون سب کا بدن سرخ مثل کندن کے چمکتا ہوگا اور بسبب خوشبو کے مہکتا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم رضوان بہشت کے داروغہ کو ہوگا کہ تو امت محمدی کے واسطے کئی لاکھ براق بہشت سے لے کر نہر الحیات کے پاس لے جا۔ یہ فرمان سن کر رضوان ملائکہ بہشت سے ارشاد کرے گا کہ تم سب براقوں کو سج کر نہر الحیات کے پاس لے جاؤ اور امت محمدی کو سوار کر کے بہشت کے دروازے پہ پہنچاؤ۔ غرض کہ لاکھوں فرشتے براقوں کو جواہرات کے زین سے آراستہ کر کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لائیں گے۔ اوسی وقت آپ اپنی تمام اُمت کو سوار کرائیں گے اور آپ خود تخت زخرف پہ سوار ہو کر سب کے آگے آگے چلیں گے"[۲۲]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"(رسول اللہ) نے فرمایا کہ جو کوئی مسجد بنا دے اور غریبوں کے میوے کھانے کے واسطے باغ لگا دے، اور جو کوئی مسکینوں کو کھانا کھلا دے، اور جو کوئی چار رکعت سنت عصر کی ہمیشہ پڑھتا رہے اور جو کوئی مغرب اور عشا کے بیچ میں دس رکعت نماز نفل پڑھے اور جو کوئی ضحیٰ کی ہمیشہ نماز پڑھتا رہے، اور جو کوئی شب جمعہ میں سورۂ دخان پڑھنا ناغہ نہ کرے، اور تسبیح کو جمعہ کے دن روزہ بھی رکھے، اور بازاروں میں چلتے ہوئے کلمۂ توحید زبان پر جاری رکھے اور جو کوئی دس بار سورۂ اخلاص ہر وقت کی نماز کے بعد پڑھتا ہے تو ان چیزوں

---

[۲۲] ایضاً۔ ص ۱۹

کے کرنے سے لاکھ نیکیاں اللہ تعالیٰ اوس کو عطا کرے گا اور لاکھ بدیاں دور کرے گا، اور جب وہ شخص مرے گا اوس کو جنت کے مکان عنایت ہوں گے[۴۳]

مولوی فیاض الحق نے قیامت نامہ کی طرح بہشت نامہ کا اختتام بھی منظوم مناجات پر کیا ہے:

الٰہی بحق محمد نبی — مجھے نعمتیں تو بخو فردوس کی
مجھے اپنا دیدار دکھلائیو — نہ دوزخ کی تو نار دکھلائیو

گماں نیک رکھتا ہوں تجھ سے الٰہ — کہ تحقیق بخشے گا میرا گناہ
مگر اس رسالہ کو ہندی کیا — کہ پکڑوں وسیلہ جسے اے خدا

الٰہی پڑھے اس رسالہ کو جو — دعا سے کرے یاد فیاض کو
کہ مکے میں پہنچا اوسے اے خدا — بحق محمد شفیع الورا

مولوی مسیح الزماں فاروقی

مولوی مسیح الزماں فاروقی[۴۴]، لکھنؤ اور کانپور کے مشہور عالم اور ناشر تھے۔ انہوں نے لکھنؤ میں کشمیری محلہ متصل سرائے عنایت علی، مطبع مسیحائی قائم کر کے اسلامی ادب کی نشر و

---

[۴۳] ایضاً، ص ۳۶

[۴۴] مولوی مسیح الزماں ولد مولوی نور محمد فاروقی تقریباً (۱۲۲۱ھ، ۱۸۰۶ء) میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ملتان سے ترک سکونت کر کے لکھنؤ میں آ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے درس و تدریس

(بقیہ حاشیہ ۴۴ اگلے صفحہ پر)

واشاعت میں حصہ لیا اور بچوں کی تعلیم کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب "مکتب نامہ" المعروف بہ معلم الحساب لکھی، جس کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔

مکتب نامہ

مولوی مسیح الزمان نے مکتب نامہ میں نشست و برخاست، طعام و کلام، ماں باپ کے احترام، لکھنے پڑھنے کے آداب، نماز روزہ کا ذکر، بچوں کے لیے نصیحتیں مفید حکایتیں اور حساب کے ضروری قواعد لکھے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچوں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی تعلیم و تربیت کے ڈھنگ خوب جانتے تھے۔ مکتب نامہ مندرجہ ذیل چار ابواب پر مشتمل ہے:۔

پہلا باب نصیحتوں کے بیان میں۔

(بقیہ حاشیہ ۴۴)

کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہم عصر علما میں ان کی قدر و منزلت ہوئی۔ مولوی مسیح الزمان نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ اس کے بعد کتابوں کی تجارت کا مشغلہ اختیار کیا۔ تجارت کتب اور ان کے مطبع کو خوب ترقی ہوئی۔ بعد ازاں اسی نام سے کانپور میں ایک مطبع قائم کیا اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ مولوی مسیح الزماں نے مولوی امیر الدین علی کے جہاد ہنومان گڑھی میں شرکت کی۔ بعد میں علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۸۵۷ء میں ان کے کاروبار کو سخت دھکا لگا۔ پھر وہ حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں مطبع سرکاری کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آخر عمر میں شاہ عبد الغنی مجددی سے بیعت کی۔ ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء) میں فریضۂ حج ادا کیا۔ ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے۔ اور ۹ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) کو مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے تھے عطاؔ تخلص تھا۔ ان کے بیٹوں میں مشہور عالم اور نامور مصنف مولانا وحید الزماں وقار نواز جنگ (ف ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء) تھے۔ ملاحظہ ہو۔

حیات وحید الزماں از مولوی عبد الحلیم چشتی (کراچی ۱۹۵۷ء) ص ۱۱-۱۵ ـــــ حدیقۂ شہداء ص ۲۰-۳۲

دوسرا باب — نصیحت آمیز حکایتوں کے بیان ہیں۔
تیسرا باب — خطوط اور رقعات کے نمونے۔
چوتھا باب — حساب کے قواعد اور سرکاری کاغذات کے نمونے۔

کتاب کی بعض داخلی شہادتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتب نامہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) میں مرتب ہوا۔

مکتب نامہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

خدا ایک ہے کوئی اس سا نہیں — وہ کرتا ہے سب کچھ وہ ہے سب کہیں
وہ سب کا ہی معبود ہے لا کلام — کرو یاد تم اس کو ہر صبح و شام
خدا کے ہیں پیارے محمد نبیؐ — ہوئے ان کی خاطر سے پیدا سبھی
خدا کی ہو رحمت نبیؐ پر عطا — اور آل اور اصحاب سب پر سدا

"پوشیدہ نہ رہے کہ اس کتاب میں لڑکوں کے واسطے نصیحتوں کی تھوڑی سی باتیں اور حکایتیں اور حساب کے ضروری قانون وغیرہ مشتمل اوپر چار بابوں کے لکھے گئے اور یہ نام اس کا مکتب نامہ رکھا ہے .... لڑکوں کو لازم ہے کہ اس کتاب کو دل لگا کر پڑھیں اور اس کے مطلب کو خوب سمجھ کر یاد رکھیں تاکہ علم سے بہرہ ور ہوں اور سعادت دارین سے باخبر۔[۴۶]"

بچوں کو نصیحت اس طرح کی گئی ہے:

"بڑی فجر اٹھے، ہاتھ منہ دھو کے وضو نماز کر کے دعا مانگے، جہاں تک ہو سکے مکتب میں جلدی جا کر استاد کو سلام کر کے مؤدب بیٹھے اور سبق پڑھے اور اس کو بخوبی یاد رکھے، کسی وقت مکتب کے جانے میں حیلہ اور حوالہ اور سستی اور کاہلی نہ کرے، جب چھٹی ملے تو استاد کو سلام کر کے سیدھا گھر اپنے آکے اپنے ماں باپ کو سلام کرے، آموختہ اور پڑھا کرے، لکھنے کی

۴۶۔ مکتب نامہ از مولوی مسیح الزماں (مطبع نظامی لکھنؤ۔ ۱۲۶۵ھ) ص ۵

مشق جلی قلم سے کرے ۔ جب اچھے حرف لکھنے لگے تب خفی قلم سے لکھنا مضائقہ
نہیں رکھتا ہے ۔ خراب لڑکوں کے ساتھ ہرگز نہ کھیلے، اگر سبق یا آموختے میں
کہیں بھولے، اس کے پوچھنے میں کسی سے شرم نہ کرے ۔ جلد نہ لکھے، آہستہ
آہستہ استاد کے حرف کو خوب دیکھ کر ویسا ہی حرف قلم سے نکالے، رات
دن میں کوئی وقت لکھنے پڑھنے کا ضائع نہ کرے ۔ اس واسطے کہ لڑکپن کا لکھا
پڑھا خوب یاد رہتا ہے اور بہت فائدہ بخشتا ہے ۔ جاننا چاہیے کہ پڑھنا اور
لکھنا سیکھنے سے عزت اور آبرو ہوتی ہے اور ماں باپ بہت پیار کرتے ہیں
اور اپنے دین اور ایمان کا حال بھی خوب معلوم ہوتا ہے اور عقل بڑھتی ہے ۔[۴۶]
ایک حکایت بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

"حضرت فقیہ علی مخدوم صاحب ماہمی قدس سرہ بڑے صاحب کمال اور
ولی اور بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے ۔ بچپن سے بہت نیک بخت اور بڑے
غیرت مند تھے اور ان کی ماں صاحب نہایت پرہیزگار تھیں اور ہمیشہ عبادت
و بندگی میں مشغول رہتی تھیں اور خدا کی دوست اور مقبول تھیں ۔ مخدوم صاحب
بچپن سے اپنی ماں کی خدمت اور تعظیم اور ادب حد سے زیادہ کرتے تھے ۔ ایک
رات ان کی ماں نے پانی پینے کو مانگا ۔ مخدوم صاحب بہت خوشی سے جلدی پیالہ
اپنے ہاتھ سے دھو کے، اس میں صاف پاکیزہ ٹھنڈا پانی بھر کے والدہ صاحبہ
کے پاس لے آئے، دیکھا کہ ان کی آنکھ لگ گئی ہے ۔ مخدوم صاحب پانی ہاتھ میں
لیے چپکے کھڑے رہے کہ شاید آنکھ کھل جائے اور پانی مانگیں لیکن ادب سے
ذرا آواز نہ دی کہ ان کی نیند میں خلل نہ آوے ۔ خاموش انتظار میں رات بھر
کھڑے رہے، یہاں تک کہ صبح ہونے کا وقت نزدیک آیا ۔ تب اماں صاحبہ جاگیں
دیکھا کہ فرزند سعادت مند پیالہ پانی کا بھرا ہوا ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں ۔ پوچھا کہ

---

۴۶ ایضاً، ص ۵ - ۶

اے پیارے بیٹے تم کیسے کھڑے ہو، حضرت بہت ادب عاجزی سے بولے کہ آپ نے پانی جس وقت طلب کیا تھا، اسی وقت میں لے آیا، اتنے میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ میرا جی نہ چاہا کہ آپ کو جگاؤں یا چلا جاؤں۔ والدہ صاحب نے جب یہ حقیقت سنی اور اس طرح ان کے ادب کا حال دیکھا تو نہایت خوش ہوئیں اور جانا کہ یہ فرزند نہایت نیک بخت ہے بلکہ خدا کے لطف سے لائق ولایت کے ہے۔ ان کے دل پر رحمت کا جوش ہوا، اور دونوں ہاتھ اٹھا کے خدا کی درگاہ میں دعا کی کہ اے پروردگار، بندہ نواز اس میرے بیٹے کو دونوں جہان میں سرفراز کر اور اپنی محبت میں کامل اور ولایت کی دولت بخش، چنانچہ ان کی دعا مقبول ہوئی اور مخدوم صاحب کو ادب کی برکت اور والدہ صاحب کی دعا سے دین و دنیا کی سعادت حاصل ہوئی۔ خدا کے ولی اور صاحب کرامت ہوئے۔ ان کی رحلت (۸۳۵) آٹھ سو پینتیس ہجری مقدسہ ہے۔ اس کی تاریخ جنات الفردوس ہے ان کا نام جہان میں روشن اور معروف ہے اور ان کی تصنیف کی ہوئی کتابیں عالم میں مشہور ہیں۔ بیت

ادب ہے تاج لطف رب کا اے یار
اسے سر پر رکھے جو، ہوئے سردار

خلاصہ اس حکایت کا یہ ہے کہ ادب کو بڑی نعمت جان کر ادب کی باتیں ماں باپ اور استاد سے سیکھے اور ماں باپ کی اطاعت میں ہی اسے دونوں جہان کی دولت حاصل ہوتی ہے۔[۵۴]

خطوط اور رقعات بھی نہایت سادہ اور سلیس زبان میں لکھے گئے ہیں۔ غالب کی اردو مکتوب نگاری سے تقریباً دس سال پہلے کا یہ نمونہ ہے۔ ایک خط ملاحظہ ہو:

"فرزندِ سعادت مند، نورِ چشم نیک اطوار فلانے، دراز ہو عمر تمہاری،

---

[۵۴] ایضاً۔ ص ۱۳، ۱۴

بعد دعائے فراواں کے معلوم ہووے کہ حق تعالیٰ کے لطف و عنایت سے ہم یہاں اچھی طرح خیریت اور صحت سے خوش ہیں اور تمہاری اور گھر کے سب آدمیوں کی خیر و عافیت ہمیشہ پروردگار سے چاہتے رہتے ہیں۔ تمہارا خط نیک وقت میں پہنچا اور گھر کے سب آدمیوں کی صحت اور تمہارے پڑھنے اور حساب سیکھنے کی حقیقت دریافت کرنے سے جان کو فرحت اور تازگی اور دل کو تسکین اور خوشی بہت حاصل ہوئی۔ فرزند! علم و ہنر سے کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔ علم سب چیزوں پر فوقیت رکھتا ہے اور مسافری اور مفلسی میں نہایت مدد کرتا ہے اور حساب بھی علم و ہنر سے ہے بخصوص روزگار کے واسطے وسیلہ ہے۔ پس جتنی محنت اس کی تحصیل میں ہو سکے واجب اور لازم ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم حساب کے قانون پورے کر کے تھوڑا ہندوستانی صرف و نحو کا قاعدہ پڑھو کہ اس سے عربی اور فارسی یا اور کسی زبان کے قاعدے سیکھنے اور سمجھنے آسان ہو جاتے ہیں۔ بعد اس کے اور کتاب شروع کرنا اور ہمیشہ لکھنے پڑھنے اور گھر کی خبر داری میں مشغول رہنا، صحبت خراب لڑکوں سے دور رہنا، خدا تعالیٰ تم کو توفیق نیک نصیب کرے، اور ذہن اور فہم کامل بخشے، آمین۔ پہلی جمادی الثانی ۱۲۵۷ ہجری مقدسہ[۴۸]

زبان و بیان

چند الفاظ کا استعمال :

کال	کسی شہر میں ایک سال سخت کال پڑا۔	ص ۹
تحفہ (بمعنی عمدہ)	کسی شخص کے پاس ایک رومال نہایت تحفہ اور رنگین	۱۲
بکری	فلانے کی دوکان پر مال کی بکری کا حساب لکھنے کے	

---

[۴۸] مکتب نامہ، ص ۱۴-۱۵

واسطے نوکر ہوا۔ ص ۱۶

یگانگی	آپ نے جو از راہ محبت و یگانگی کے..... لکھا تھا۔	۱۷
گھٹی بڑھتی	ہرگز گھٹی اور بڑھتی ناپنے ہیں نہ کریں۔	۶۳
تلے	نشانی یا مہر اوپر اور تلے ہر صفحہ کریں۔	۶۳
کھاتہ بندی	کھاتہ بندی ہر ایک کی اسامی وار بتاتا چلا جاوے۔	۶۶
فوطہ دار	عامل کو لازم ہے کہ .... تحویل میں فوطہ دار سرکار کے داخل کرتا رہے۔	۶۹
بھینٹ	ایک روپیہ بھینٹ کا دیا۔	۸۳

کس واسطے (یعنی کیونکہ) کس واسطے کہ اگر ان کی ایک بات بھی جھوٹی ثابت ہوئی پھر وہ سب سچ بھی کہے تو بھی سب اسے جھوٹا سمجھتے ہیں

چند مصادر کا استعمال:

قضیہ کرنا	کسی کے ساتھ قضیہ نہ کرے۔	” ۷
تہمت کرنا	کسی پر کچھ تہمت نہ کرے۔	” ۷
پیشاب یا پاخانہ پھرنا	میوہ دار درخت کے نیچے پیشاب یا پاخانہ پھرنے نہ بیٹھے۔	” ۸
خدمت دینا	بادشاہ نے نوکر رکھا اور خدمتیں دیں۔	” ۹
نوشتہ دینا	ہم نوشتہ دیتے ہیں اوپر اس بات کے۔	” ۶۲
تحصیلنا	ہر ایک سے بموجب اس کاغذ کے تحصیلا جاوے۔	” ۶۴

صاحب کا استعمال:

ماں اور والدہ کے لیے تعظیم کا لفظ ”صاحب“ استعمال کیا ہے جو اس میں ہوتا تھا۔ انیس نے بھی ”صاحب“ کا لفظ بطور تعظیم ”والدہ“ کے لیے استعمال کیا ہے۔ ع اُمت کے لیے والدہ صاحب نے سہے جبر

مولوی میر وارث علی سیفی

مولوی میر وارث علی سیفیؔ ایک علمی خاندان کے رکن تھے۔ علوم مروجہ کے علاوہ شعر و ادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب "سر الشہادتین" کی فارسی شرح "تحریر الشہادتین" ان کے شاگرد رشید مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) نے لکھی تھی، جسے قبولیت عام حاصل ہوئی۔ اسی فارسی شرح کا اردو ترجمہ "تقریر الشہادتین" کے نام سے محمد شبیر علی خان کی تحریک پر عام لوگوں کے فائدے کی غرض سے میر وارث علی سیفی نے ۱۲۷۰ھ میں اردو زبان میں کیا۔

تقریر الشہادتین

تقریر الشہادتین کے سبب تالیف کے بارے میں آغاز کتاب میں میر وارث علی سیفی لکھتے ہیں:

"مخدوم و مکرم محمد شبیر علی خاں صاحب کہ اللہ نے ان کو توفیق خیر و سعادت بکمال تہذیب و اخلاق عنایت کی ہے اور اس فقیر کے حال پر کمال التفات فرماتے ہیں، مجھ سے مصر ہوئے کہ اگر تو اس رسالہ (تقریر الشہادتین) کو زبان اردو میں لکھے تو بہت مناسب ہے۔ اس واسطے کہ اذل الخلقت و

۱؎ مولوی میر وارث علی ولد میر بشارت علی، نواب گنج ضلع فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ کانپور میں سکونت اختیار کی۔ مولانا سلامت اللہ کشفیؔ سے خصوصی تعلقات تھے۔ میر وارث علی خوش نویس اور اچھے شاعر بھی تھے۔ سیفیؔ تخلص تھا۔ ناسخ کے شاگرد تھے ملاحظہ ہو:

تاریخ ادبیات اردو گارساں دتاسی۔ جلد اول ص ۶۰۱ ۔ سخن شعرا از عبدالغفور نساخ (لکھنؤ ۱۸۷۴ء) تذکرہ سراپا سخن۔

فائدالبصیرت وارث علی سیفی نے تقدیم ارشاد خاں صاحب ممدوح کا مقدم بجا کر یا وصف فقدانِ لیاقت اور ضیقِ اوقات کے تحریر اس کی اوائل ۱۲۷۰ ہجری میں کہ عشرات اس سنہ کے سنہ شہادت جناب سید الشہدا .... سے مطابقتِ کلی رکھتے ہیں شروع کر کے بتوفیق ایزدی ختم کیا اور کچھ اشعار حسب موقع اپنے اپنے مقامات پر زیادہ کیے اور نام اس کا باقتداء تسمیہ متن اور شرح کے تقریر الشہادتین رکھا چونکہ حقیقت میں اس ہیچمدان کو مطلق لیاقت تالیف و تصنیف کی نہیں ہے اور اس کوچہ سے محض نابلد ہے، اس واسطے ناظرین خطاپوش سے امید یہ ہے کہ اس فقیر کی بے بضاعتی پر نظر نہ کریں اور اصل مطلب سے غرض رکھیں"[۹۹]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"سبحان اللہ کیا خدا کی قدرت ہے کہ آبِ شمشیر شہیدوں کے حق میں فیضِ کبریائی سے آبِ حیات اور اون کو مرتبۂ شہادت سے ہمیشہ ثبات روحیں اون کی زیر عرش قنادیل سبز میں جلوہ افروز ہیں اور سبھی عالم سے کہ بی مسرت اندوز الغرض مجال بشر نہیں ہے کہ اللہ کی قدرتوں کا استیعاب کر سکے"[۱۰۰]

اختتام ان الفاظ پر ہوا ہے:

"جس قدر کہ روداد وقائع کہ مناسب اس مقام کے تھے، اوس قدر قلم بند ہوئے اور بعد اس کے جو کچھ کہ واقع ہوا اوس کربلے تو اس واقعہ سے کچھ علاقہ نہیں اور دوسرے بخیالِ طولِ کلام اوس کے بیان سے پہلوتہی کرنا مناسب معلوم ہوا"[۱۰۱]

۹۹؎ تقریر الشہادتین از میر وارث علی سیفی (نولکشور پریس کانپور - ۱۹۱۴) ص ۳

۱۰۰؎ تقریر الشہادتین - ص ۲

۱۰۱؎ ایضاً - ص ۱۰۳

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"ایک روز آپ (حضرت حسنؓ) مسند امامت پر جلوہ فرما تھے اور پاس آپ کے بہت سے مصاحب اور احباب بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک شخص فرقہ کفار سے آیا اور اوس نے آکر پوچھا کہ اس مجلس کا رئیس کون ہے اور اوس کا کیا نام ہے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں ہوں حسن ابن علیؓ اوس شخص نے بکمال خشونت کہا کہ وہی علیؓ کہ ایک مرد خونخوار اور نہایت جبار تھا۔ اور اسی طرح کے بہت سے کلمے بخلاف شان حیدری بکنے لگا۔ اکثر ساکنان مجلس کو اوس شخص کی بے ادبی نہایت ناگوار ہوئی اور ضبط نہ رہا۔ چاہا کہ اس کو سزا دیجیے کہ اوس ایک متنفس کی کیا حقیقت تھی۔ اس ضمن میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے اون سب کو اس ارادہ سے منع فرمایا اور اوس کی طرف بکمال التفات متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اے شخص قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی بلا میں گرفتار ہے اور تیری طرز تقریر سے یہ تراوش کرتا ہے کہ تجھ پر کوئی بڑی مصیبت پڑی ہے۔ غرض تو اگر بھوکا ہے تو یہاں کھانا لذیذ اور نفیس انواع و اقسام کا تیار رہتا ہے، کھا لے اور اگر پیاسا ہے تو آب سرد برف سے بھی موجود ہے۔ یہ اگر ایسا ہے کہ تو کسی شخص کا قرض دار ہے اور وہ تجھ پر تقاضائے سخت کرتا ہے تو وہ قرض تیرا بالکل ادا کر دوں۔ اور اگر کوئی شخص تیرے درپے قتل و ایذا رسانی ہے تو بیان کر، تیری حمایت اور اعانت کروں، اور اوس کے پنجہ ظلم سے تجھ کو چھڑا دوں۔ اور سوا اس کے اور جو کچھ تیری حاجت اور تمنا ہو وہ کہہ کہ میں اللہ کے فضل سے اوس کو بھی روا کر سکتا ہوں۔ جب حضرت نے اوس شخص سے ایسی باتیں شکر ریز، قند آمیز، بکمال التفات اور شفقت سے فرمائیں تو وہ اپنے دل میں بکمال نادم اور پشیمان ہوا اور بولا کہ سچ تو حضرت علی ولی اللہ کا خلف الصدق ہے جس نے دروازہ خیبر کا اکھاڑا اور مرحب دشمن کو مارا اور وہ بے شک بھائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ یہ کہہ کر مشرف با اسلام ہوا اور مدت العمر

آپ کی خدمت شریف میں حاضر رہا۔ اور فدائیانِ خاص میں محسوب ہوا۔[۵۳]

زبان و بیان

عربی و فارسی تراکیب و لغات کی کثرت ہے بعض عبارتیں ملاحظہ ہوں:

درِّ مکنون مضمون سلک بلاغت میں منسلک کو سر جلوہ افروز ابصار ناظرین کا ہوئیں۔ ۵

منصب قضا عبارت ہے رفع قضایا اور قطع تنازع

بندگانِ خدا کا بکمال خلق کریم و لطف عمیم ″ ۱۰

بمقتضائے رعایت اسباب ظاہری کے کہ مراعات تدبیر عالم اسباب کی مستلزمات بشریت سے ہے۔ ″ ۴۰

بعد زوال شمس نقطۂ دائرہ نصف النہار سے کہ جزو اول، اجزاء نماز ظہر کا ہے۔ ″ ۵۸

اشقیائے بدنہاد نے سر شہدائے کربلا کے نیزے پر اور بندیانِ اہل بیت کو بہ ہیبت کذائی تمام کوفہ میں پھرا کر۔ ″ ۶۶

قافیہ آرائی:

"قافیہ آرائی کی عام طور سے رعایت رکھی ہے۔ مثلاً:

افادۂ عام ― نفع تام ″ ۴

ازل الخافت ― فاقد البصیرت ″ ۵

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

مینھ آنسوؤں کا۔ ″ ۲۰

بھائی حضرت امام حسین کے۔ ″ ۱۲

صاحبزادی آپ کی۔ ″ ۱۲

---

[۵۳] ایضاً۔ ص ۲۴ ۔ ۲۵

"بے" نافیہ بطور سابقہ :

بے سر	لاشہ اوس کا بے سر ڈال دیا۔	ص ۱۵
بے شبہ	بے شبہ آپ نے فرمایا۔	” ۲۷
بے آبی	جب بے آبی سے اہل بیت نبوت پر عرصہ تنگ ہوا۔	” ۴۶
بے طاقتی	جب بے طاقتی سب اہل بیت پر حد سے گزری۔	” ۴۸
بے لباس	کئی روز تک خانہ کعبہ بے لباس رہا۔	” ۹۸
بے اعتقاد	(حجاج) نے بے اعتقاد ہو کر ابن زبیر سے مقابلہ کیا۔	” ۱۰۳

اکثر حرفِ جار مقدم ہے مثلاً

بسبب صغرسن کے ” ۲۳

بخلاف شان حیدری کے ” ۲۴

بعد شہید ہونے امام حسین کے۔ ” ۲۶

بمجرد پہنچنے اس نامہ کے۔ ” ۳۱

بمقتضائے خباثت جبلی کے ” ۳۱

مع اپنے اہل بیت اور دوست اور غلام کے ” ۴۰

مرکب مصدر کا استعمال :

تراوش کرنا — تیری طرز تقریر سے یہ تراوش کرتا ہے۔ ” ۲۵

"موا" کا استعمال :

وہ موا اور یہیں اوس کا قائم مقام ہوا۔ ” ۳۱

قافیہ آرائی :

خلق کریم،	لطف عمیم	” ۱۰
برہمنان	شاستر دان	” ۱۲
مشابہت	مماثلت	” ۲۱
اصلیت	نوعیت	” ۲۲

شکر ریز	قند آمیز	ص ۲۵
تابعدار	خدمت گزار	〃 ۳۲

○

مولانا آل حسن موہانی

مولانا آل حسن موہانی،[۵۴] اپنے دور کے نامور فاضل، مصنف اور مناظر تھے۔ انھوں نے سرکاری ملازمت میں ہوتے ہوئے ردِّ عیسائیت میں خوب کام کیا۔ تحریک آزادی کے مشہور رہنما

---

۵۴ مولانا آل حسن تقریباً ۱۲۰۳ھ (۸۹-۱۷۸۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد غلام سعید خاں اودھ کی حکومت میں اعلیٰ عہدیدار تھے۔ لہٰذا ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی۔ کسمنڈی میں مولوی جعفر علی سے پڑھا۔ پھر الہ آباد میں کسی سرکاری دفتر میں ملازم ہو گئے۔ بہتر کارکردگی اور حسنِ لیاقت کی وجہ سے ترقی پاتے رہے۔ مولانا موہانی کو عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اس سلسلے میں قید و بند کے شدائد سے بھی دوچار ہوئے۔ آگرہ کے مشہور مناظرہ ۱۸۵۴ء میں مولانا آل حسن موجود تھے اور پادری فنڈر کے مقابلے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے معین و مددگار تھے۔ کچھ دنوں حیدرآباد دکن میں ملازم رہے۔ مولانا آل حسن موہانی، مولانا نور الحق فرنگی محلی کے مرید تھے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) کو انتقال ہوا۔ مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام اور استفسار کے علاوہ استبشار (ردِ عیسائیت) کتاب مرغوب (ردِ عیسائیت) رسالہ وحدت وجود، تقریر در بحث لاتناہی، مولود مصطفوی، دامغہ علویہ، انتخاب ترجمہ ارشادات عیسوی، مجمع النورین (در بیان الوہیت و رسالت) رسالہ نجات اخروی، تذکرہ شہادت سید الشہداء، تذکرۃ الموتیٰ، فوائد مثنوی مولانا روم، ترجمہ بعض آیاتِ قرآنی، ابحاثِ مختلفہ اور تنقیح العبادت وغیرہ مولانا آل حسن موہانی سے یادگار ہے۔ ان میں اکثر کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو

(بقیہ حاشیہ ۵۴، اگلے صفحہ پر)

مولانا فضل الحسن حسرت موہانی ان کی دختری اولاد میں ہیں۔ مولانا آل حسن سے متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ انہوں نے اردو زبان کو اظہار و ابلاغ کا ذریعہ بنایا۔ ان کی رو درج ذیل تصانیف کا تعارف مقصود ہے۔

۱۔ مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام

۲۔ استفسار

مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام

مولانا آل حسن موہانی نے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش وغیرہ کے بیان میں یہ رسالہ اردو زبان میں لکھا۔ اس کتاب کا ایک خطی مکتوبہ ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ء) رضا لائبریری رام پور میں موجود محفوظ ہے۔ مولانا آل حسن کے افکار و رجحانات کے سلسلے میں مولانا امداد صابری کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

"مولانا وفور محبت اہل بیت میں آخر میں بالکل ہی اہل بیت کے لیے رہ گئے تھے کسی بزرگ کا اہل بیت سے نام لیتے یا سنتے ہی مولانا کی بڑی بڑی خوبصورت (نرگس شہلا) آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو جاتا تھا باوجود انتہائی زہد و تقوی عشرہ محرم میں اختیار سے کسی قدر باہر ہو جاتے تعزیہ رکھنے کو بدعت و گناہ سمجھتے تھے لیکن تعزیہ کو دیکھ کر اختیار میں نہ رہتے تھے قصبہ کسمنڈی میں نویں محرم کو عوام الناس کا گروہ ایک تعزیہ سے دوسرے تعزیہ پر ماتم کرتا ہوا نکلتا تھا۔ بہت سے آدمی ان کے پاس کھڑا ہونا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن مولانا تمام شب اس گروہ کے پیچھے زار و قطار روتے

(بقیہ حاشیہ ۵۴)

فرنگیوں کا جال از مولانا امداد صابری۔ ص ۲۳۹ – ۲۴۲۔ تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۵۶۱۔

ہوئے ان کے ساتھ پھرتے تھے"۔[۵۵]

خطبۂ ماثورہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"وہی ہے ہر چیز کا مالک اور سارے جہان کا بنانے والا اور نہارنے والا، اوس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ عظمت اور بڑائی میں سب سے بے نیاز ہو اور ظہور عظمت میں ہر ایک کی تعظیم سے مستغنی ہو۔ کوئی فی الجملہ بھی اوس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز ہر آن ہمیشہ ہر بات میں اوس کی نیازمند ہے۔ کس کی طاقت ہے کہ اوس کے روبرو کہے کہ میں بھی ہوں۔ کس کا مقدور ہے کہ اوس کے سامنے آئے اور ہستی کا دم بھرے، اور جو اپنے تئیں مٹا کر اوس تک پہنچا، ضرور ہے کہ اوس کی صفت کا حق ادا کرے، اور ساری خلقت ہی پر ہم کا حق مقدم جانے کہ اوس کے برابر اوس کا کوئی مظہر نہیں، اور آدمیوں میں سے وے لوگ مقدم ہیں جو اوس میں فنا ہو گئے ہیں، اور اون میں سے وے جو اون کو بھی اس راہ لگاتے ہیں، اور کسی کی خیر خواہی میں دریغ نہیں کرتے، اور دنیا کی اپنی آبرو اور جان و مال آرام چین سب اوس میں کھوتے ہیں یعنی حضرات انبیا علیہم السلام خصوصاً وہ نبی جس کی بدولت سب انبیاؤں کا نام روشن ہوا اور جس کے طفیل سے وہ بات کہ جس کے لیے سارے انبیا اپنی آبرو دنیا کی اور جان و مال اور آرام چین سب اوس کے پیچھے کھوتے رہے"۔[۵۶]

ایک مختصر سا نمونہ اور ملاحظہ ہو:

"جب حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاروق اعظم

---

۵۵ فرنگیوں کا جال۔ ص ۲۲۲۔ ان ہی خیالات کا اظہار ان کے پوتے حیات الحسین موہانی نے ایک مضمون میں کیا ہے جو اردوئے معلیٰ علی گڑھ میں شائع ہوا۔

۵۶ مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام از مولوی آل حسن موہانی (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور) ص ۲

اور ذوالنورین رضی اللہ عنہما کو مدینے میں پہلے بھیج کر خود بنفس نفیس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کے مکے سے بموجب حکم الہٰی کے ہجرت فرمائی، اوس وقت جناب مرتضوی کو بعضے ضروریات کے حکم دیا کہ تم بعد میرے آیئو۔ چنانچہ ویسا ہی آپ نے کیا، اور قبل تحویل قبلہ کے جو بالاتفاق سنت ہجرت کی جزو ہے جناب مرتضوی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے، اور سب معرکوں میں آپ کے ساتھ رہے اور ہمیشہ منصور اور مظفر ہوئے[۵۶]۔

مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام کا ترقیمہ مندرجہ ذیل ہے:

"تمام شد مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام تصنیف مولوی آل حسن ساکن قصبہ موہان بخط امین الدین بن حافظ اسد الدین ساکن قصبہ بجنور، غرہ محرم ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ء) ہجری، دوشنبہ"

استفسار

مولانا آل حسن موہانی کی یہ کتاب ردِ عیسائیت میں نہایت مشہور و مقبول ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے عیسائیوں سے اٹھارہ استفسار (سوال) کیے ہیں، ان کے اعتراضوں کے جواب دیے ہیں اور ان پر اعتراض بھی وارد کیے ہیں۔ سببِ تالیف کے سلسلے میں فاضل مصنف لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ جو دولت انگلشیہ کے کسی قانون سے دین کے مباحثے کی مخالفت نہیں پائی جاتی ہے اور پادری لوگ رسالے لکھ لکھ کے بانٹا کرتے ہیں اور اہل علم مسلمانوں کو جواب لکھنے کی تاکیدیں کیا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ کتاب لکھی گئی، اس طرح پر کہ تالیف کرنے والا اپنے طور پر بعض باتیں بیان کرتا ہے، اس ارادے سے کہ عیسائی لوگ اس کا کیا جواب دیتے ہیں اور جواب

---

۵۶ ایضاً۔ ص ۹

دیتا ہے اون کے اعتراضوں کا، اس ارادے سے کہ اوس کا جواب الجواب اون کے پاس کیا ہے، اور وہ مشتمل ہے اٹھارہ استفساروں پر۔ اس لیے اس کا نام "استفسار" ہے۔ مگر قبل شروع مطلب کے ایک مقدمہ لکھنا ضرور ہے۔[58]

مقدمہ کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

"ہماری اور عیسائیوں کی اصل نزاع صرف چند مسئلوں پر ہے۔ پہلا مسئلہ تثلیث کا۔ ہم کہتے ہیں کہ تثلیث باطل ہے اور اعتقاد اوس کا موجب خلود فی النار کا ہے، اور عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حق ہے اور نجات اخروی منحصر اسی اعتقاد پر ہے۔ دوسرا مسئلہ تصدیق نبوت جناب مصطفوی کا۔ ہم کہتے ہیں کہ نجات اخروی اسی اعتقاد پر منحصر ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ لوازم نبوت اون میں نہ تھے تیسرا مسئلہ تحریف کا۔ ہم کہتے ہیں کہ بے شک تورات اور اناجیل میں تحریف واقع ہوئی ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بات ثبوت کو نہیں پہنچی۔[59]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ کلام الٰہی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آٹھویں صفت۔ اس کلام کی اولاً اون ہی نے لکھا ہو جنہوں نے اوسے خود صاحب رسالت سے سنا، اور یہ لکھنا اون کا اوس طرح باسناد متصلہ متکاثرہ ثابت ہو جس طرح اون کا اوس زمانے میں ہونا۔ نہ یہ کہ صرف اس بات کا دعویٰ ہی دعویٰ ہو اور سند صحیح متصل ایک بھی نہ ہو جیسا کہ اسرائیلی ملت والوں کا اپنی آسمانی کتاب کی نسبت دعویٰ ہے۔

نویں صفت۔ وے لکھنے والے صرف دو ہی تین آدمی نہیں بلکہ زیادہ ہوں اور سب نے مل کر بہیئت اجتماعی لکھا ہو، اور اوس جماعت والے وے لوگ

---

۵۸ استفسار از مولانا آل حسن موہانی (مطبع محمدی ۱۲۶۱ھ بنگلور) ص ۳

۵۹ استفسار ص ۴۔

ہوں کہ اکثر امضائے کاروبار شرعیہ صاحب الرسالت کا انہیں کے ہاتھ سے ہوا ہو، اور لکھنے والوں کا متعدد ہونا اور اون سب کا مل کر لکھنا اور اون کا صاحب امضائے امور شرعیہ صاحب الرسالت کا ہونا باسناد متصلہ غیر محصورہ ایسے ہی ثابت ہو جیسا اون کا اوس زمانے میں ہونا۔[60]

کتاب کا انداز تحریر بڑی حد تک سلیس اور سادہ ہے۔ مگر اکثر عربی و فارسی مصطلحات اور تراکیب بھی استعمال کی گئی ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا امداد صابری لکھتے ہیں:

"تحقیق و معلومات، علمیت و معقولیت اور شہرت و مقبولیت کے اعتبار سے ردِّ نصاریٰ میں مولانا آل حسن کی تصنیف استفسار افضل مانی جاتی ہے... ... آج تک عیسائیوں کی طرف سے اس ضخیم کتاب کا مکمل و معقول جواب تو کجا صرف ایک مبحث کا بھی پورے طور پر جواب نہیں دیا جا سکا۔"[61]

○

قاضی ابو محمّد فاروقی

قاضی ابو محمد فاروقی[62] اپنے دور کے مشہور ارباب علم و فضل اور شعر و ادب سے تھے۔ وہ شاہ رفیع الدین دہلوی سے غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے۔ انھوں نے شاہ صاحب کے

---

[60] ایضاً۔ ص ۷۹۲

[61] فرنگیوں کا جال۔ ص ۱۲۸۔ ۱۲۹

[62] قاضی ابو محمد بن شیخ نور الہدیٰ فاروقی، قصبہ جاجمئو (مضاف کانپور) کے قاضی خاندان کے معزز رکن اور قاضی امین اللہ کے قرابت دار تھے۔ علوم مروجہ کی تکمیل کی تھی۔ شعر و سخن کا ذوق رکھتے

(بقیہ حاشیہ ۶۱ اگلے صفحہ پر)

مشہور رسالہ "قیامت نامہ" کا بعض احباب کی درخواست پر "بیان آخرت" کے نام سے اردو ترجمہ کیا۔

بیانِ آخرت

"بیان آخرت" تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) برآمد ہوتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں جو نظم ہے اس میں اس طرح بیان کیا ہے:

جب کیا یہ ترجمہ میں نے تمام ہوگیا مشہور عالم شش جہت
یا الٰہی خاتمہ بالخیر کر تیری رحمت میں خدایا ہے سعت

اس رسالہ کا رکھا ہے عیش نے نام تاریخی "بیانِ آخرت"[۶۳]

سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے قاضی ابو محمد لکھتے ہیں:

"بعد حمد و نعت کے یہ بندہ گنہگار امیدوار مغفرت غفار الصمد شیخ ابو محمد عیش بن نور الہدیٰ جاجموی فاروقی، بخشے اللہ تعالیٰ جرم اون دونوں کے، اور رحمت کرے اللہ اون دونوں پر بطفیل اپنے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

(بقیہ حاشیہ ۶۲) -

تھے۔ میر اوسط علی رشک کے شاگرد تھے۔ عیش تخلص تھا۔ بعض تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق صاحب دیوان تھے۔ ملاحظہ ہو:

خوش معرکہ زیبا از سعادت خاں ناصر مرتبہ مشفق خواجہ (مجلس ترقی ادب - ۱۹۷۲ء) جلد دوم۔ ص ۳۴۴

جادہ خضر حصہ اول، فرزند احمد صفیر بلگرامی (مطبع نور الانوار، آرہ ۱۳۰۷ھ) ص ۱۵۸۔

سخن شعرا۔ ص ۳۳۹۔

سراپا سخن۔ ص ۲۰۶ - ۲۶۰ -

۶۳ بیان آخرت از ابو محمد عیش (مطبع محمدی لکھنؤ ۱۲۶۵ھ) ص ۵۵ - ۵۶

وآلہ وسلم کے۔ خدمت میں ارباب اہلِ اسلام و احباب ذوی الاحترام کے
عرض کرتا ہے کہ بعض محب صادق و دوستان واثق نے تکلیف اس امر
کی دی کہ رسالہ قیامت کو جو تصنیفات عالم ربانی و مرتاض حقانی مروج احکام
دین، بانی مراسم شرع متین یعنی مولانا مرشدنا محمد رفیع الدین محدث دہلوی قدس اللہ
سرہ العزیز سے ہے، اوس کو سلیس اردو میں کر، تا عام لوگوں کو اوس سے فائدہ
حاصل ہو اور فہم میں ہر صغیر و کبیر کے بآسانی آجائے۔ ہر چند فقیر لیاقت اس
امر کی نہ رکھتا تھا لیکن بموجب مقولہ سعدی علیہ الرحمہ کے کہ آزردن دل دوستاں
جہل ست اور بحکم المامور معذور کے، موافق فرمانے دوستان شفیق و محبان
حقیقی کے سن بارہ سو چونسٹھ ہجری میں اوس کے لکھنے پر مصروف ہوا اور نام
اوس کا بیان آخرت وسیلہ مغفرت رکھا۔ اب صاحبان کیاست و فہم و
فراست سے یہ توقع ہے کہ جو سہو و خطا و نشیب و فراز عبارت کا اس ہیچ کارہ
سے واقع ہوا ہو، کیونکہ الانسان مرکب مع الخطاء و النسیان اوس کو بچشم
الطاف ملاحظہ کر کے معاف فرما دیں۔"[64]

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"سب تعریف اوس خالق وحدہ لاشریک کو لائق و سزاوار ہے جس
نے کل مخلوقات کو آن کی آن میں بے استعانت غیر کے پردۂ نیستی سے
عالم ظہور میں لا کر جسم انسانی خاکی بنیان کو خلعت حیات سے ممتاز کر کے
اشرف المخلوقات گردانا، اور اپنی قدرت کاملہ سے آسمان کو بے ستون قائم کر
کے ستاروں سے آرائش دی، اور خاک کو سطح آب پر بچھا کر جن و انس اور طرح
طرح کی مخلوقات اور بھانت بھانت کے گل بوٹوں سے زیب و زینت
بخشی اور ہم سب کی بود و باش کی جگہ بنا دی۔"[65]

---

۶۴ بیان آخرت۔ ص ۳

۶۵ ایضاً، ص ۲

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ سب مسلمان بندوں کو اور ہمارے دوستوں اور آشناؤں اور اقرباؤں اور عزیزوں کو خاتمہ بخیر کرے اور ہولِ قیامت سے نجات بخشے اور عذابِ حشر سے محفوظ رکھ کر جنت نصیب کرے، اور رضا مندی اپنی مجھ کو اور سب بھائی مسلمانوں کو بطفیل اپنے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نصیب کرے۔"[۶۶]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"ذرا غور کرکے بگوشِ دل سنو اور مناسب ہے کہ خوفِ جناب باری کا کرکے افعال بد سے کوسوں دور بھاگو، اور افعال حسنہ میں جان و دل سے سعی و کوشش کرتے رہو۔ مثلاً نماز پنجگانہ میں مستعد و سرگرم ہوکر باخشوع وخضوع و حضورِ قلب ادا کرو اور صوم ماہ رمضان و تلاوت قرآن و تہجد و تراویح و حج و زکوٰۃ و جہاد و خیرات اور درود کثرت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور توبہ و استغفار سے اور جس قدر کہ افعال نیک حتی الامکان ہو سکیں اون سے غافل و عاطل نہ رہو، کیونکہ یہی اعمال نیک تمہارے حشر کے دن کام آویں گے، سوا ان کے اور کوئی کام نہیں آئے گا۔ مثلاً بیٹا بیٹی، بھائی بہن، جورو خصم، دوست آشنا سب اپنی اپنی راہ پکڑیں گے۔ اگر افعالِ صالحہ کرنے سے خدانخواستہ غافل ہو کر بسبب وسوسہ شیطانی دنیائے ناپائیدار و بے ثبات کے الجھاوے میں رہے تو گویا اپنے حق میں کانٹے بوئے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے محبوب کے سب کو توفیق نیک عمل کرنے کی اور منہیات سے باز رہنے کی عطا کرے۔"[۶۷]

---

۶۶ ایضاً ص ۵۵

۶۷ بیانِ آخرت۔ ص ۳۵

زبان و بیان

عبارت میں اکثر لکھنوی رنگ نمایاں ہے۔ عربی و فارسی کی تراکیب، قافیہ پیمائی اور ثقیل الفاظ عام ہیں۔ مثلاً:

نہنگ، دریائے زخار اجل ص ۵

وہ جماعت مانند ہزبران تہور پیشہ مسلح و مکمل میدان وغا میں دلاوری و جوانمردی کرکام فرماکر۔ ″ ۷

بندوبست، بلاد اسلام و سرانجام انتظام وادائے حقوق انام میں مصروف۔ ″ ۸

تمام دہمات رتق و فتق وامورات ملک سپرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوں گے۔ ″ ۱۳

ملک ادن کا اقصائے بلاد شمال خارج ہفت اقلیم سے واقع ہے۔ ″ ۱۴

وہ باران رحمت سبب وفور برکات وکثرت کلانی و ردیدگی کا ہوگا۔ ″ ۱۵

مومن کو زکام و بستگی دماغ و پراگندگی حواس لاحق ہوگی۔ ″ ۱۶

قافیہ آرائی:

کتاب میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے مثلاً:

فخر وجودِ آدم،	سلطان العرب والعجم	″ ۳
آل اطہار	اصحاب کبار	″ ۳
ارباب اہل اسلام	احباب ذوی الاحترام	″ ۳
محب صادق	دوست واثق	″ ۳
عالم ربانی	مرتاض حقانی	″ ۳
مروّج احکام دین	بانی مراسم شرع متین	″ ۳
بیان آخرت	وسیلہ مغفرت	″ ۳
مشمول عافیت	مامون عاقبت	″ ۶

غازیان شجاعت شعار، مجاہدان تہوّر آثار — ص ۷

روباہ صفت — شغال طینت — // ۷

بندوبست بلادِ اسلام، ادائے حقوق انام — // ۸

عبادت واطاعت الٰہی، اجرائے احکام شرع نامتناہی — // ۱۶

رطب اللسان، عذب البیان — // ۲۵

مومنین ومومنات — مسلمین ومسلمات — // ۳۵

بعض ہندی الفاظ کا استعمال:

چٹ — آدمیوں کی امانت کو خورد برد کرکے چٹ ہضم کر جائیں۔ // ۴

ٹیٹ — آنکھ میں ٹیٹ انگور کے مانند .... ہوگا۔ // ۹

اوٹ — پتھروں کی اوٹ میں پناہ پکڑیں گے۔ // ۱۲

چٹپر — زمین ایسی صاف چٹپر کہیں اس میں آثارِ عمارت .... نہ ہوگا۔ // ۲۰

مہین — پیاز کا مہین چھلکا۔ // ۴۷

بعض مرکب الفاظ کا استعمال:

تک گھستی — (وہ) تک گھستی کرکے کہیں گے۔ // ۳۴

پلے پار — اس پل سے پلے پار ہوگے۔ // ۴۰

گنگا جمنی — ہر دیوار اس کی گنگا جمنی اینٹوں سے اٹھی ہے۔ // ۴۶

بعض مصادر کا استعمال:

نہضت فرمانا — قسطنطنیہ کو نہضت فرماویں گے۔ // ۸

تنگی کرنا — عیسیٰ علیہ السلام کے اصحابوں پر بہت تنگی کرے گا۔ // ۱۵

کھدبڑنا — سب خلقت کو کھدبڑتے کھدبڑتے ...... غائب ہو جائے گی۔ // ۱۸

تھرتھری پڑنا — لوگوں کے بدن میں تھرتھری پڑ جائے گی۔ // ۲۸

چوں کرنا	(وہ) غالب ہوگا کوئی چوں بھی نہ کر سکے گا۔	ص ۱۴

"بے" سابقہ بطور نافیہ کا استعمال:

بے ستون	آسمان کو بے ستون قائم کر کے ستاروں سے آرائش دی	" ۲
بے بڑھا	ہر مسلمان بڑھا بے بڑھا اوس کو معلوم کرے گا۔	" ۹
بے حکم	کسی کو بے حکم قتل کرنا (منع) کیا۔	" ۱۰
	بے ختنہ بے داڑھی مونچھ بے رونق۔	" ۲۱
	شعاع آفتاب کی کمال بے رونق ہو پھیکی پڑجاوے۔	" ۴۷
بے عورت	جنت میں کوئی شخص بے عورت نہ رہے گا۔	" ۵۱

اکثر حرف جار مقدم ہے مثلاً:

بعد درستی قالبوں کے۔	" ۲۰
موافق تعداد روحوں کے۔	" ۲۰
بسبب شدت گرمی وحدت کے۔	" ۲۱
باوجود بلندی کے۔	" ۴۷

جمع الجمع:

اصحابوں	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحابوں پر بہت تنگی کرے گا۔	" ۱۵
ملائکوں	بعد اس کے حکم ہوگا ملائکوں کو۔	" ۲۹
اعمالوں	وزن کرنا اعمالوں کا میزان عدل میں۔	" ۳۹
احکاموں	اگر میرے احکاموں پر اطلاع پانے۔	" ۵۴
اقرباؤں	ہمارے اقرباؤں...... کو خاتمہ بخیر عطا کرے۔	" ۵۵

بعض الفاظ کا استعمال:

کس واسطے بمعنی کیونکہ:

حضرت نے کہا کہ میری بہن ہے کس واسطے کہ چچا کی بیٹی تھی۔	" ۲۴

کاہے کو بمعنی کس لیے:

کاہے کو تو اگر اس مجمع خلائق کے روبرو فضیحت کرے گا۔ ص ۴۰

○

مولانا معین الدین مشہدی

مولانا معین الدین مشہدی[۶۸] کے مورث اعلیٰ شاہ قطب الدین ۶ ۔ ۱۱۸۵ء (۵۸۱ھ)

.... میں عہد اسلامی میں کڑا مانک پور میں آ کر سکونت پذیر

۶۸ مولانا معین الدین ابن سید خیرات علی مشہدی کڑا مانک پور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی تحصیل لکھنؤ کے نامور علما مولانا عبدالحکیم، مرزا حسن علی، مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی اور دوسرے ممتاز علما سے کی۔ علم ریاضی میں ان کی خاص شہرت تھی۔ ایک مدت تک لکھنؤ میں درس دیا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مرزاپور کے مدرسہ عربیہ میں بھی مدرس رہے۔ ان کی تمام عمر درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں اور افادۂ خلق میں گزری۔ بہت سے علما ان کے سلسلہ تلمذ میں منسلک تھے۔ مولف تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی (ف ۱۳۲۵ھ / ۰۷-۱۹۰۶ء) نے بھی ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ۲، ربیع الاول ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء) میں ناره میں فوت ہوئے۔ "بروحش بود رحمت حق پدید" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔ اکثر درسی کتابوں پر انہوں نے حواشی و تعلیقات لکھے ہیں۔ ہدایۃ الکونین کے علاوہ التعلیق الکامل فی مبحث الطہر المتخلل، رسالہ مبحث المشاۃ بالتکریر جلاء الاذہان فی علم القرآن، التبیان فی فضائل النعمان، التبیان فی شرب الدخان، ہدایۃ المومنین الی سلسلۃ الصالحین، آداب مدینہ، مرقاۃ الاذہان فی علم المیزان وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ نزہۃ الخواطر، جلد ہفتم۔ ص ۴۷۹ ۔ ۴۸۰

۲۔ تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۵۰۱ ۔ ۵۰۲

۳۔ مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ۔ ص ۲۸ ۔ ۲۹

ہوئے اور انھوں نے تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ ادا کیا۔ مولانا معین الدین اپنے دور کے نامور فاضل، مدرس اور مصنف تھے۔ عربی و فارسی کے علاوہ اردو زبان میں بھی ان کی تصانیف ہیں، جن میں سے "ہدایت الکونین الی شہادۃ الحسنین" مطبوعہ ہے۔

ہدایۃ الکونین الیٰ شہادۃ الحسنین

مولانا معین الدین ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء) میں ایک دفعہ لکھنؤ سے اپنے وطن آئے وہاں انھوں نے اہل وطن کی درخواست پر شہادت حسین کے موضوع پر تقریر کی۔ حاضرین مجلس نے تقریر کو نہایت پسند کیا اور ان کے دوست شیخ عبدالرحمٰن نے خاص طور سے درخواست کی اس کو اردو زبان میں لکھ دیا جائے تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔ مولانا معین الدین نے محرم ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) میں یہ کتاب مکمل کر دی۔ چنانچہ مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں:

"بعد حمد خدا و نعت سرور انبیا کے کہتا ہے بندۂ گنہگار شرمسار عاجز مسکین ابوالخیر محمد معین الدین کاظمی المشہدی ثم الکردی سن ایک ہزار دو سے چھیاسٹھ ہجری ماہ محرم میں دارالامارہ لکھنؤ سے اتفاق جانے کا وطن مالوف ہوا۔ بدرخواست اہالی وطن کے احوال شہادت سیدالشہدا...... کا بیان کیا گیا۔ عزیز از جان شیخ عبدالرحمٰن سلمہ مجلس بیان میں حاضر تھے۔ بوقت روانگی حقیر طرف دارالامان کے بالحاح مکرر عرض کیا کہ یہ سب حال کہ اتفاق بیان کا ہوا ہے، اگر زبان اردو میں بحیز تحریر آوے، خالی فائدہ عام سے نہ ہوگا اور اس دار ناپائدار میں یادگار رہے گا۔ پس بلحاظ الحاح اور عرض مکرر عزیز مذکور کے باوجود پراگندگی حال تشتت بال اور کثرت سبق طلبہ کے فرصت ایک دم کی بھی نہ تھی، بالاستیعاب حال امام مظلوم بر سبیل اختصار روایات صحیحہ کتب معتبرہ سے التقات کر کے لکھا۔ پس بر عجالہ شائبہ افراط اور تفریط سے معرّیٰ اور کذب و بہتان سے مبرّیٰ ہے اور رسالہ ناخنہ کو ایک مقدمہ دو ہدایہ اور خاتمہ پر مرتب کیا اور نام اس کا ہدایۃ الکونین الیٰ شہادۃ الحسنین رکھا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس رسالہ سے نفع خاص اور عام کو دے اور پسند خاطر خلائق کے کرے[69]"

فاضل مؤلف کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں روایات صحیحہ کا اہتمام رکھا ہے ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اوپر ارباب بصیرت کے پوشیدہ نہ رہے کہ وقائع کربلا اور مصائب اہل بیت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ و الثنا کے وہ حوادث ہائلہ ہیں کہ دل قلم کا تحریر اوس کے سے خون اور دیدہ دوات کا تقریر اوس کے سے جیحون ہوتا ہے۔ محررین اخبار نے تحریر اس حادثہ میں بہت افراط اور تفریط کیا ہے۔ حقیر نے اس رسالہ میں روایات صحیحہ کہ کتب معتبرہ میں موجود تھیں، پس یہ عجالہ حشو و زوائد سے معرّا اور کذب و بہتان سے مبرّا ہے[70]"

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"ہزاراں ہزار شکر اوس معبود حقیقی کو کہ جس نے مرتبہ اور تو قیر شہدا کا بلند کیا اور ذریات بنی آدم کو تاریکی شرک سے باعث نور محمدی کے نجات دی اور درود نا محدود اوس نبی مرسل کو کہ راہ خدا میں مشرکوں سے جہاد کر کے بت پرستی اور تقلید آبا و اجداد کی اون سے چھڑائی اور گم گشتگان وادی ضلالت کو صراط مستقیم طریقہ خدا پرستی کی سکھائی۔ بعد اون کے درود اور سلام آل اور اصحاب پر کہ بسبب مساعی جمیلہ اون کی کے احکام شرع متین دنیا میں قیامت تک جاری ہوئے اور طریقے بدعت اور طغیان کے اون کی سعی موفور سے نیست و نابود ہو گئے[71]"

---

[69] ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین از مولانا محمد معین الدین مشہدی (مطبع نولکشور لکھنؤ۔ ۱۸۷۵ء) ص ۲۔۳

[70] ایضاً۔ ص ۸۶

[71] ہدایت الکونین الی شہادۃ الحسین۔ ص ۲

اختتام یوں ہوتا ہے:

"تمام ہوا یہ رسالہ بیچ مہینے محرم الحرام ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) ایک ہزار دو سو چھیاسٹھ ہجری میں۔"[۲]

زبان و بیان

کہیں کہیں فسانۂ عجائب کا رنگ آگیا ہے۔ عبارت ثقیل اور مغلق ہے۔ مثلاً:

کمالات مثل اقسام ولایات و تصرف و محبوبیہ مطلقہ و برگزیدگی مطلق و دیدار حق و نزدیکی انم ۴

حضرت امام سراپا تہذیب بمقتضائے خلق عظیم کے۔ ۱۴

عنان شبدیز قلم کو اوس جولانگاہ سے پیغمبر کے طرف وادی مقصود کے روان کیا۔ ۱۵

بسبب سنوح عظیمہ و وقوع واقعہ ہائلہ کربلا۔ ۲۷

اہالی اوس جائے غاشیۂ اطاعت کو دوش فرمانبرداری پر کھینچا۔ ۳۷

تن مبارک کثرت جراحات سہام و رماح سے مانند غربال کے مشبک ہوا۔ ۵۴

قافیہ آرائی کا خاص طور سے التزام کیا گیا ہے مثلاً:

عنایت ازلی	مشیت سرمدی	۵
عالم علوی	عالم سفلی	۸
سرور عالم	فخر بنی آدم	۱۴
موالی	اہالی	۱۴
خونخوار	جبار	۱۴
ہفوات	خرافات	۱۴

---

۲ ایضاً، ص ۹۴

کلام دلآویز	سخنان شکر ریز	۱۴
کلمات زہر آمیز	تلفظات خشونت انگیز	۱۴
بلبل شاخسار امامت	گل گلستان ولایت	۱۴
راویان جگر سوز	محرران غم اندوز	۱۵
امام ہمام	قدوۂ انام	۱۵
قبلہ کونین	پیشوائے دارین	۱۹
اخبار محمدیہ	آثار احمدیہ	۲۶
غم دیدہ	محنت کشیدہ	۲۷
برہان ساطع	حجت قاطع	۲۸
قطع منازل	طے مراحل	۲۸

مضاف، مضاف الیہ سے پہلے:

اکثر مضاف، مضاف الیہ سے پہلے لائے ہیں مثلاً

تقلید آبا اور اجداد کی ۲

طریقۂ بدعت اور طغیان کے ۲

حرف جار اکثر مقدم ہے مثلاً

بسبب مساعی جمیلہ ان کے ۲

اوپر اہل بصیرت کے ۳

بعد انتقال فرمانے حضرت کے ۵

بیچ پردہ اشتباہ اور استتار کے ۶

اوپر منہ عورتوں کے ۸

○

مولوی سیّد مصطفیٰ لکھنوی

مولوی سید مصطفیٰ ولد سید علی اصغر، فاضل علوم مروجہ، نواب ابن الدولہ امداد حسین خاں کے دامنِ دولت سے وابستہ اور سید العلما سید حسین مجتہد[۳] کے معتقد تھے ۱۲۶۶-۶۷ھ (۵۱-۱۸۵۰ء) میں انہوں نے نواب امداد حسین خاں کے حسب الحکم مومنین کے افادۂ عام کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب "اعمال الصالحین" لکھی۔ مولوی سید مصطفیٰ کے تفصیلی حالات تو معلوم نہ ہو سکے، البتہ ان کی علمی فضیلت کا اندازہ سید العلما سید حسین کی اس عبارت سے ہو جاتا ہے جو انھوں نے اس کتاب پر بطور تصدیق لکھی ہے۔

اعمال الصالحین

اعمال الصالحین پانچ ابواب اور ایک خاتمے پر بصراحت ذیل مشتمل ہے:

۱۔ پہلا باب	اعمال ماہ محرم و صفر۔
۲۔ دوسرا باب	فضیلت و ثواب نوافل مطلق، اوقات و تراکیب نوافل پنجگانہ یومیہ
۳۔ تیسرا باب	فضیلت و ثواب و ترکیب نماز شب
۴۔ چوتھا باب	ثواب و کیفیت نماز نفلیہ وغیرہ و ادعیہ متفرقہ۔
۵۔ پانچواں باب	فضیلت انگشتر، ثواب عقیق وغیرہ۔
خاتمہ	آداب و اوقاتِ مباشرت اور حقوقِ زن و شوہر۔

کتاب کے آخر میں ایک تکملہ بعنوان "ملحقات" رسالہ اعمال صالحین شامل کیا ہے۔

---

[۳] سید العلما مولوی سید حسین بن مولوی دلدار علی مجتہد، پیدائش ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۶ء)۔ وفات ۱۸ صفر ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ء) بمقام لکھنؤ
تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلما از مولوی محمد حسین نوگانوی۔ ص ۱۲۴-۱۲۸

سببِ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مؤلف لکھتے ہیں :

"سببِ تالیف کا یہ ہے کہ ایک روز بحسن اتفاق ملازمان والاشان (نواب امداد حسین خاں) نے بمقتضائے دینداری .... اضعف العباد کو .... ارشاد کیا کہ عوام بلکہ خواص بسبب قلتِ استعداد و عدم استطاعتِ کتبِ ادعیہ وغیرہ بجا لانے اعمالِ جلیلہ سے محروم رہتے ہیں، اگر ایک رسالہ بیچ اعمال ماہ محرم و عاشورہ و زیارت اربعین و ختم بر یمین و نوافل پنجگانہ و نمازِ شب وغیرہ کے .... زبان اردو میں لکھا جائے تو مناسب ہے کہ عموماً مردم عوام و بعض خواص خصوصاً گروہِ نسواں اوس کو بآسانی سمجھ سکیں۔ ہر چند بسبب عدم مہارت و بعض اسباب دیگر تحریر اردو سے اعراض تھا، مگر چونکہ فرمان واجب الاذعان صفحۂ خاطر پر منقش ہوا۔ اس واسطے ازالہ اس تشویش کے خیال ناقص میں گذرا کہ .... جناب آقا سید حسین طاب ثراہ[۷۴] نے .... ایک کتاب مبسوط در علم کلام مسمی بہ باقیات الصالحات زبان اردو میں .... تصنیف فرمائی۔ اگر میں تاسی اور تقلید ایسے جناب کی کروں تو ہر آئینہ خالی از حسنات و مثوبات سے نہیں۔ پس .... امتثالاً لامر النواب المستطاب یہ چند اوراقِ مختلف الابواب تحریر کیے گئے۔"[۷۵]

کتاب اعمال الصالحین کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

"بیچ اعمالِ ماہ محرم اور ماہ صفر کے اور اس میں چند فصلیں ہیں، پہلی فصل بیچ اعمال دہہ اول محرم الحرام کے، جان تو کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تاریخ کو محرم الحرام کی دو رکعت

۷۴؎ اس سے مولوی سید حسن بن مولوی دلدار علی مجتہد، ولادت ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۰۵ھ (۱۷۹۱ء)، وفات ۱۱ شوال ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) مراد ہیں۔

۷۵؎ اعمال الصالحین از مولوی سید مصطفےٰ (نولکشور پریس لکھنؤ) ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۵ء) صفحہ ۳-۴

نماز بجا لاتے تھے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کے اس دعا کو پڑھتے تھے[۱]

اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ واسطے پہننے لباس کے کوئی تاریخ و دن مخصوص نہیں ہے بلکہ جو تاریخ اور دن اچھا ہو اوس روز پہنے کہ تاریخ نحس و روزِ شوم میں کوئی کام کرنا نہیں چاہیے۔"[۲]

دو اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

"صلوٰۃ التسبیح کے متعلق لکھتے ہیں:

"بسندِ معتبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جعفر طیار برادر حیدر کرار نے ہجرت حبشہ سے مراجعت فرمائی تو وہ دن وہ تھا کہ اوسی روز جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فتح خیبر کی تھی پس جب جعفر طیار آئے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم بقدر مسافت ایک تیر کے بسرعت تمام واسطے استقبال جعفر رضی اللہ عنہ کے تشریف لے گئے۔ جب جعفر طیار کی نظر جمال عدیم المثال اوس جناب کے پڑی مشتاقانہ پیغمبر خدا کی طرف دوڑے۔ پیغمبر خدا نے اون کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنے ہاتھ جعفر کی گردن میں ڈال کر تا ایک ساعت بانہیں کیں، اور بعد اوس کے وہ جناب ناقہ عضبا پر سوار ہوئے اور جعفر کو حضرت نے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب وہ ناقہ راستے پر آیا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جعفر برادر! تو چاہتا ہے کہ میں تجھے بخشش عظیم اور عطیہ گراں بہا اور بیش قیمت دوں۔ حضرت کے اس کلام سے لوگوں نے گمان کیا کہ آج پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفر کے تئیں بہت سا مال اور روپیہ کہ جو غنیمت خیبر سے حضرت کے ہاتھ لگا ہے عنایت کریں گے۔ جعفر نے عرض کی

---

[۱] اعمال الصالحین ۔ ص ۵

[۲] اعمال الصالحین ۔ ص ۱۸۶

کرماں اور باپ میرے آپ پر فدا ہوں، عنایت فرمایے۔ پس حضرت نے صلوٰۃ التسبیح جعفر کو تعلیم کی"۔[۷۸]

فاضل مؤلف نے کتاب کے آخر میں ایک تکملہ دعا کی قبولیت کے بارے میں بعنوان "ملحقات" شامل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"جب اضعف العباد تحریر رسالہ سے فارغ ہوا تو وہ ملاحظہ احباب میں گزرا تو بعض اخلائے روحانی نے مجھ سے ذکر کیا کہ اکثر عوام کثرت اسناد و تاثیرات دعا دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور بد اعتقادی سے کہتے ہیں کہ ہم نے سابقاً اکثر دعائیں کہ جو کثیر الاسناد اور کثیر التاثیر منقول تھیں، اون کو بطریق تجربہ امتحان پڑھا مگر جیسا کہ اثر منقول تھا ولیسا نہ پایا۔ یہ سب کچھ لکھا ہی دیکھو۔ اور بعض اشخاص کہ جو فی الجملہ علم سے بہرہ رکھتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ جو اول روز علم الٰہی میں گزرا ہے اور مقدر میں لکھا ہے وہ ہوتا ہے، دعائے پڑھنے سے تقدیر نہیں بدلتی۔ پس دعا کا پڑھنا اور طلب حوائج کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ بلکہ طلب خلاف تقدیر و علم الٰہی کے کرنا ہے۔ یہ سن کر مجھ کو کمال احتراق اور رنج ہوا اور اوس کا جواب جو کچھ کہ اوس وقت ذہن ناقص میں آیا، دیا گیا"۔[۷۹] الخ

آخر میں "ملحقات" ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد یہ کتاب ۲۱ صفر ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء) بروز جمعرات اختتام کو پہنچی۔

زبان و بیان

سلیس و رواں عبارت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں عربی و فارسی تراکیب کا غلبہ ہے مثلاً:

جناب ہدایت مآب ہادی دوراں مجتہد العصر والزماں نے بیچ کتاب مجالس مضجعہ

۷۸؎ ایضاً، ص ۸۴

۷۹؎ ایضاً، ص ۱۸۷

کے بعد نقل حدیث شریف وذکر اقوال علما وبیان اختلاف وبعد نقص وابرام اس مقام کو بادلۂ مستقیمہ اس طرح مزین بشرح فتوی فرمایا ہے۔ ص ۱۹

جو کوئی خدا کو بایں نادھا یاد کرے۔ ۱۳۵

قافیہ آرائی:

کہیں کہیں قافیہ آرائی کی بھی پابندی کی گئی ہے مثلاً

ملازمان	والاشان	ص ۳
فرمان	واجب الاذعان	۴
حسنات	مثوبات	۴
ثواب	مستطاب	۴
جعفر طیار	حیدر کرار	۴۸
جمال	عدیم المثال	۴۸

بعض ہندی الفاظ کا استعمال:

رندھا	بدن میں بوجھ اور گرانی محسوس ہوتی ہے سست اور رندھا رہتا ہے۔	۳۴
گال	کروٹ سے لیٹے اور داہنے گال کو داہنے ہاتھ پر اپنے رکھ کے اس دعا کو پڑھا۔	۵۶
کورا	کورے آبخورے میں پانی بھرے۔	۸۷
کوٹھا (بمعنی چھت)	کوٹھے پر جاوے اور دو رکعت نماز بجالاوے۔	۵۷
پورا	انگوٹھی پوروں میں پہننا عمل قوم لوط کا ہے۔	۱۴۶

چند دیگر الفاظ کا استعمال:

شادی (بمعنی خوشی)	حق تعالی قیامت کے دن اوس کو فرحت اور شادی عطا کرے گا۔	۸
ضامنی (بمعنی ضمانت)	اس زیارت کو ساتھ اس ضامنی کے میں نے اپنے	

والد بزرگوار سے سنا ہے ۔ ص ۱۷

ہم شہری	وہ ہم شہری میرا اور حاکم دیارِ عصر تھا ۔	۴۷
امینی	باعث امینی کا ہے ۔	۸۸
ناچیزی	(خدا) محفوظ رکھے اوس شخص کو مرگِ مفاجات اور ہولِ گور اور ناچیزی و مفلسی دنیا سے ۔	۱۲۶
یگانگی	عقیق سرخ نے اقرار کیا واسطے خدا کے ساتھ یگانگی کے ۔	۱۴۶
چرخہ زنی	چرخہ زنی اون کو سکھاؤ ۔	۱۶۰

متروکات کا استعمال :

تئیں	سورۂ قل یاایہا الکافرون کے تئیں وقت طلوع آفتاب کے دس مرتبہ پڑھے ۔	۶۳
تلک	مدت تلک بیچ خدا سے طلب اسم اعظم کی کرتا رہا ۔	۱۴۰

بعض مرکب مصادر کا استعمال :

زیارت پڑھنا	اوس جناب نے اسی طرح اس زیارت کو پڑھا تھا ۔	۱۴
خوشبو کرنا	عطر و عبیرہ سے اپنے تئیں خوشبو کرے ۔	۵۹
خلاص کرنا	خلاص کروں اوس کے تئیں اوس گناہ سے ۔	۶۴
نماز کرنا	نماز کر کے طواف خانہ کعبہ کیا ۔	۸۶
حشر کرنا	خدا اوس کو حشر کرے گا قیامت کے دن اس طرح ۔	۱۲۷

"بے" نافیہ بطور سابقہ

بے عطر	دو رکعت نماز اوس شخص کی جو عطر لگا کے بجا لاوے، بہتر ہے ستر رکعتوں سے کہ جو بے عطر کے پڑھی ہوں ۔	۳۵
بے انگوٹھی	جس کے ہاتھ انگوٹھی عقیق کی ہووے چالیس درجہ بالا ہے، اوس شخص کی نماز سے کہ جو بے انگوٹھی کے بجماعت بجالایا ہووے ۔	۱۴۷

حرف جار کی تقدیم:

پیچ اعمال ماہ محرم کے۔	۳
ساتھ اوس ضامنی کے۔	۱۷

جمع:

رنج کی جمع رنجوں۔ اوس کی رنجوں کو دور کرتا ہے۔	۶
عربی اور ہندی الفاظ کے ساتھ مرکب عطفی: تاریخ و دن	۱۸۶

○

مولوی مرزا جان لکھنوی

مولوی مرزا جان لکھنوی، مولوی امیر الدین علی[1] کے عقیدت مند اور مرید با اخلاص تھے۔ علوم مروجہ سے بہرہ ور تھے۔ شعر و سخن کا بھی ذوق تھا۔ واجد علی شاہ کے عہد حکومت میں ۱۸۵۵ء میں اجودھیا میں ہنومان گڑھی کی مسجد کو بیراگیوں اور آنتیوں نے شہید کر دیا۔ قرآن کریم کو جلا دیا اور مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا۔ مولوی امیر الدین علی نے علم جہاد بلند کیا۔ حکومت کی کمزوری اور دورخی پالیسی کی بدولت مولوی امیر الدین علی، بہت سے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ مولوی مرزا جان نے وقائع نگاری کے فرائض انجام دیے اور اس واقعہ کی مکمل روداد اردو زبان میں "حدیقۂ شہدا" کے نام سے مرتب کر دی۔ افسوس کہ مولوی مرزا جان لکھنوی کے

---

[1] مولوی امیر الدین علی بن شیخ محمد بخش، امیٹھی میں پیدا ہوئے۔ شیخ نظام الدین میاں کی اولاد میں تھے۔ علوم متداولہ کی تکمیل لکھنؤ میں کی۔ صوفی عبد الرحمان موحد اور مولوی نور اللہ بچھرایونی سے سلوک و تصوف میں استفادہ کیا۔ صوفی صاحب سے اجازت و خلافت پائی۔ ۲۶ صفر ۱۲۷۲ھ (۷ نومبر ۱۸۵۵ء) کو شہید ہوئے۔

تفصیلی حالات نہ مل سکے۔

حدیقۂ شہدا

مولوی مرزا جان لکھنوی نے جہاد ہنومان گڑھی کے صحیح اور مفصل واقعات و حالات ۱۲۷۲ھ میں اسی وقت ترتیب دے دیے تھے۔ جس زمانے میں یہ واقعہ رونما ہوا تھا اور اسی زمانے میں یہ تاریخی نوشتہ شائع بھی ہو گیا تھا۔ سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا جان لکھتے ہیں :

"باعث اس مختصر کی تحریر کا سبب اس کی تسطیر کا یہ ہے کہ جب مولوی امیر الدین علی قدس سرہ العلی نے جہاد کا قصد کیا، یہاں کے علماسے مشورہ لیا۔ سب صاحبوں نے بیعت کی۔ قبول ان کی امامت کی، اس جلسے میں یہ سراپا گناہ، الراجی الی رحمۃ اللہ بھی شریک تھا، بہت نزدیک تھا۔ ہنگام نہضت ہر چند ہمراہی کا اصرار کیا، لیکن حضرت نے انکار کیا اور فرمایا کہ تمہارا یہیں رہنا مناسب ہے بلکہ واجب ہے کہ اکثر خطوط یہاں کے عمائد کو آئیں گے، تمہارے سبب سے جواب باصواب مل جائیں گے۔ علاوہ اس کے وہ کام انصرام ہوں گے جو باعث تقویت مجاہدین نیک فرجام ہوں گے۔ پس عاصی نے ناچار، اس خادم رسول کی اطاعت قبول کی، پھر کچھ نہ کہا، یہیں رہا۔

اسی دن سے جو مولوی صاحب نے بذریعہ نامہ ارشاد فرمایا، بسر و چشم بجالایا اور کیفیت کو قلم بند کرتا گیا۔ قلم دان بھر گیا۔ جب امیر المجاہدین رئیس المسلمین نے شربت شہادت پیا، میں نے بھی افسردہ ہو کے قلم کو روک لیا، اور اس کا نام "حدیقۂ شہدا" رکھ دیا۔ ایک دوست بے ریا مخلص کے الطاف فرما، نظم میں رشک میر درد، نثر میں فرد، انہوں نے اس کتاب کے مضمون کے موافق قطعۂ تاریخ موزوں کیا ——— انصاف کیجیے تو سخن کو جلوہ دیا ہے۔

قطعہ تاریخ :

تحریر ہو چکا جب احوال کفر و ایمان
جس سے بدوں کی قلعی محشر تلک کھلے گی
تاریخ خامے کی ڈھونڈی جو میں نے ناگہہ
آئی ندا فلک سے "تاریخ ہے اودھ کی"[۸۱]
۱۲۷۲ھ

حدیقۂ شہداء کا آغاز اس طرح ہوا ہے :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سراپا عصیاں مرزا جان کی یہ عرض ہے کہ شکر پروردگار کا ہر فرد بشر پر فرض ہے جس نے کعبۂ دل کو اپنا گزرگاہ بنایا اور کنشت کا نقشہ امتحان کے واسطے کھینچ کے دکھایا۔ ہر چند دیر و حرم دونوں میں کار سنگ و خشت ہے لیکن اوس کی پرستش میں دوزخ، اس کی زیارت کے صلے میں بہشت ہے۔"[۸۲]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوتا ہے :

"زیادہ تحریر کو طول ہوتا ہے، بجز رنج و ملال کیا حصول ہوتا ہے۔ جیسا اس سانحہ کے بعد ہوا۔ چاروں طرف اس کی پکار ہے۔ کالشمس نصف النہار عالم میں آشکار ہے۔ جو قصہ اس قدر مشہور ہو، جس کا شہرہ نزدیک و دور ہو، محرر اظہار اوس کا سراسر برا ہے، دنیا میں چپ رہنا بہت بھلا ہے والسلام۔ بکھیڑا تمام ہوا۔ حقیقت میں یہ تحریر عبرت الناظرین اور تنبیہ الغافلین ہے اس کام ۱ اوس کو آئے گا، وہ لذت پائے گا، اس دنیا میں جس کی زبان پر ذائقۂ دین ہے۔ وہ جو صاحب دل ہیں، کامل ہیں، اون کو بہت سرور ہوگا اور جو ایسے ویسے ہیں، اون کو تو دیکھنا بھی نہ منظور ہوگا۔"[۸۳]

---

۸۱ حدیقہ شہداء از مرزا جان (مطبع احمدی مدراس۔ ۱۳۰۰ھ) ص۔ ۴

۸۲ حدیقہ شہداء۔ ص ۲

۸۳ ایضاً۔ ص ۷

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"بیسویں تاریخ صفر المظفر ۱۲۷۲ ہجری روز پنجشنبہ کے اخبار سے معلوم ہوا کہ شب کو مولوی امیر الدین علی صاحب نے فرمایا کہ علی الصباح بعد نماز فجر دریا باد سے جانب رود ولی کوچ ہے۔ لشکر اسلام میں تیاری ہونے لگی، تدبیر بار برداری ہونے لگی۔ یہ خبر جو افسرانِ شاہی کو پہنچی، گھبرا گئے، بید کی طرح تھرا گئے، امیر المجاہدین کی خدمت میں حاضر ہو کے عذر کیا کہ ابھی کوچ واجب نہیں، خلاف رائے حاکم مناسب نہیں، چندے اور تامل کیجیے تھوڑا اور تساہل کیجیے۔ مخدوم الانام نے فرمایا کہ یہی حکم سنتے سنتے کئی مہینے گزر گئے۔ وہ وعدے مسجد بنوانے کے کدھر گئے۔ اب ہم رکنے کے نہیں، فیض آباد کے سوا اور طرف جھکنے کے نہیں، تم بھی اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دو، کام نیک ہے، ہمارا ساتھ دو۔ ہمارے تمہارے درمیان میں یہی عہد و پیمان تھا، بلکہ قرآن درمیان تھا۔ اگر تم اپنے عہد پر مستقیم نہیں، خوف خدائے کریم نہیں۔ پھر جو حکم تمہارے حاکم کا ہو، بجالاؤ، تو ہیں سر کرو، بندوقیں لگاؤ، لشکر اسلام کی خونریزی پر شوق سے آمادہ ہو، سوار ہو خواہ پیادہ ہو۔ ہم کو سرکار سے کچھ سروکار نہیں، نوکر نہیں، باقی دار نہیں۔ ایک سر ہے وہ خدا کی نذر شام و پگاہ ہے۔ بے امید نفع دنیا، ہمارا قصد للہ ہے۔ جنہوں نے خدا کی راہ میں سر اوٹھایا وہ جھکتے نہیں، جانے والے رکتے نہیں۔ اب ہمیں روکنا تمہارا بیہودا ہے۔ اس کی کیا دوا ہے۔ غرض اسی حیص بیص میں ساری رات گزر گئی۔"[۴۳]

ایک اقتباس اور ملاحظہ ہو۔ کیا خوب زور بیان ہے:

"واہ رے مولوی صاحب کی شجاعت، ذرا حواس میں خلل نہ آیا۔ تیور

---

[۴۳] ایضاً، ص ۵۰۰

پر بل نہ آیا۔ عین اضطراب میں غازیوں کی تسکین کی، صبر کی تلقین کی اور کہا کہ آؤ یہ جسم منحنی دیکھو۔ اس پر ہماری شمشیر زنی دیکھو۔ یہ کہہ کے خدا کا نام لیا۔ جرأت سے کام لیا، جہاں اوس صف شکن کی تلوار پڑتی تھی، گویا برقِ شرربار پڑتی تھی۔ جب لپک کر وار کیا، ایک کو دو، دو کو چار کیا۔ تلوار کیا ہوا سی تھی، دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی، جس طرف کو کوندتی تھی، لاشوں کو روندتی تھی۔ تلوار تھی کہ قہر خدا تھی یا بری قضا تھی۔ جدھر شن سے نکل گئی، جان تن سے نکل گئی، شمشیر دودم تھی، یا راہ عدم تھی، کج بازوں کو سیدھا دوزخ کو پہنچاتی تھی۔ ذوالفقار حیدری کی شان دکھاتی تھی۔ قابض روح قبضۂ شمشیر کی پناہ میں تھا، خون کا دریا کوسوں راہ میں تھا، کافروں کو بھاگنے کی راہ نہ ملی، بجز زمین کہیں پناہ نہ ملی۔ جو پرے سے بڑھا نظر آیا، اوسے گور کا گڑھا نظر آیا۔ غازیوں نے بھی اوس وقت میں بڑی جرأت کی۔ وہ لڑائی لڑی کہ برپا قیامت کی۔ تربیں چھپن ہیں۔ ایک حملے میں اون کی بنی لڑائی کو اکھاڑا، محمدی جھنڈا توپ پہ گاڑا۔ حوصلے رل کے نکالے، جو بھاگا اوس کو لوٹ لیا۔ سینہ سپر ہو کے برچھے بھالوں کو چھاتی پر روک لیا۔ جس روسیاہ کو غازیوں نے مارا تھا، وہ بدبخت دوزخ کا انگارہ تھا۔ جس پر تیر سر ہوا، وہ بے پیر جہنم کو مدھر گیا۔[۱۵]

مفتی سعد اللہ مراد آبادی (ف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) حکومت اودھ کے ملازم تھے انہوں نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا اور تقاریر کیں۔ اس طرح تحریک کو سخت نقصان پہنچایا مفتی صاحب، شیوخ کلال سے تھے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مرزا جان نے خوب تعریض کی اور رعایت لفظی سے کام لیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"وہ جو چند عالم بے عمل تھے، عالم میں اون کی روسیاہی ہوئی تھی۔ ایک اودھ کے حسب نسب کا ڈھکا پہ وہ کھل گیا۔ دانت کھٹے ہوئے عزت کا

---

۱۵ حدیقۂ شہدا، ص ۵۹

بتاسا بنت العنب بیں گھل گیا۔ ایسی کچی گھڑی کی چڑھی حدیث بنا کے پڑھی۔ داڑھی دھمکے کی ٹٹی تھی جس منہ پر نور ٹپکتا تھا، اوس کا سینہ نہ تھا بھٹی تھا۔ لوگوں کے دل جل کے کباب ہوئے۔ وہ بیٹھے بٹھائے دربدر خانہ خراب ہوئے۔"[۵۶]

زبان و بیان

مقفیٰ و مسجع عبارت ہے۔ محاورات و ضرب الامثال کا بھی خوب التزام کیا گیا ہے محاورات کی ایک مختصر سی فہرست ملاحظہ ہو:

		ص
جونپور کا قاضی	لیکن مفتی اگر بہکا، جونپور کا قاضی ہوتا ہے۔	۲
چور کی داڑھی میں تنکا	ذکر جس کا ہے تو بقول چور کی داڑھی میں تنکا ہے۔	۳
ایک تو کریلا دوسرے نیم چڑھا		۶
ہندوؤں کی ...... تلے گنگا بہے۔		۷
رکابی پہ پھسلنا	کیچڑ سے زیادہ ایک رکابی پر پھسلتے ہیں۔	۸
کھچڑی پکانا	یہ بزدلی تو لیوں ہے کھچڑی پکایا کیے۔	۹
بنڈیلے بننا	کافروں کے جانب دار ہوئے بنڈیلے بنے	۹
بیڑا رام ہونا	ترقی اسلام ہو، مہنتوں کا بیڑا رام ہو۔	۹
ٹیڑھی کھیر ہونا	خدا کی راہ میں جان و مال دینا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔	۱۰
روزی نہیں تو روزہ	اگر کچھ ملا تو روزی، نہیں تو روزہ	۱۰
تلووں سے لگی ہونا	کافروں سے زیادہ سفاک تھے، اون کے تلووں سے لگی تھی۔	۱۰
چاندی کی جوتی جڑنا	بیراگیوں نے پہلی ہی چاندی کی جوتی امن کے سر پر جڑی تھی۔	۱۰

---

۵۶ حدیقہ شہدا۔

اللہ دے اور بندہ لے	بہادر خاں اور ایک مجاہد، برق کی طرح پہنچے اور پھر اللہ دے اور بندہ لے۔	۱۱
لوہا ماننا	مان سنگھ کے لوگ لوہا مان گئے۔	۱۲
خدا کا مہمان ہونا	یہ دو دن سے خدا کے مہمان تھے۔	۱۳
تھل بیڑا ہونا	اس بیڑے کا تھل بیڑا نہ ہوگا، نام ونشان ڈوب جاوے گا۔	۱۳
توپ دم کرنا	اوس ملعون کو توپ دم کرنا	۱۴
ٹوم ڈالنا	مسلمانوں کی حقیقت روئی کی طرح ٹوم ڈالی۔	۱۴
کانوں پہ ہاتھ دھرنا	لوگ کانوں پہ ہاتھ دھرتے تھے۔	۲۲
نور کے تڑکے	(وہ لوگ) نور کے تڑکے ...... اجبھٹی کو روانہ ہوئے۔	۲۲
عقل پر پتھر پڑنا	(ان کی) عقل پر پتھر پڑے۔	۲۳
چنیاں چنین کرنا	نواب تعمیر مسجد میں چنیاں چنبن کرنے لگے۔	۲۴
جان جوکھوں کرنا	جان جوکھوں کیجیے۔	۲۵
منہ پھیرنا	دنیا کے کاموں سے منہ پھیرا تھا، اس	
آنکھوں سے اندھیرا ہونا	ملال سے آنکھوں میں اندھیرا تھا۔	۲۶
چھاتی کا پتھر ہونا	وہی مال تال کار چھاتی کا پتھر ہوا۔	۲۷
مار سے بھوت بھاگتا ہے لکڑی کے بل بندر ناچتا ہے	مثل مشہور ہے کہ مار سے بھوت بھاگتا ہے اور لکڑی کے بل بندر ناچتا ہے۔ جب خون کے فوارے بدن سے بہنے لگے تب ہاتھ باندھ کے کہنے لگے کہ ہم راجہ مان سنگھ کے نوکر ہیں۔	
انجر پڑھنا	خدا جانے کیا انجر پڑھ کے گئے تھے کہ اولٹی کہنے لگے	۳۱
مان رہنا	مان سنگھ کا مان رہتا ہے یا تالنوں کا ایمان رہتا ہے	۳۶
نور کا جھمکڑا	بڑے بڑے لشکر دیکھے ہیں مگر یہ نور کے جھمکڑے کم تر دیکھے ہیں	۳۷

الو کی دم فاختہ بغلیں جھانکنا	بدحواس سب الو کی دم فاختہ ہوئے، بغلیں جھانکنے لگے۔	۴۰
پتھر کی چھاتی ہونا	سچ تو یہ ہے کہ عالموں کی پتھر کی چھاتی ہے سنتے ہیں اور خاموش ہیں۔	۴۹
سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔	کوئی صورت ایسی فرمایئے کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے کسی طرح جان عذاب سے چھوٹے۔	۵۱
کپل کانٹے سے چست ہونا	حواس کا درست، کپل کانٹے سے چست تھا۔	۶۲
کلنک کا ٹیکہ	یہ کلنک کا ٹیکہ ہے مٹانے سے کہیں مٹتا ہے۔	۶۳
دانت کھٹے ہونا بتاسا سا گھلنا	دانت کھٹے ہوئے، عزت کا بتاسا سابنت الغیب میں گھل گیا۔	۷۰

بعض ہندی الفاظ کا استعمال:

رسوئی	اوس کے متصل بیتا کی رسوئی ہے۔	۵
کنہیا جنم	کنہیا نے جنم لیا۔	۸
نانگے	گروہ فقرا اتل اتیت اور نانگے وغیرہ باہم ہوئے۔	۱۰
بم مہادیو	بم مہادیو اور ہر ہر کرتے مسجد کے اندر بے خوف و خطر آئے۔	۱۳
سوم ہوم سنکھ کرپا ملیچھ ہنومان موہن بھوگ	ایسا سوم کیا کہ صحن مسجد میں آکے ہوم کیا، سنکھ بجایا، وہیں بیٹھ کے موہن بھوگ کھایا۔ کہتے تھے ہنومان جی نے کرپا کی۔ ملیچھوں سے پاک اجودھیا کی۔	

تلے	دوسرے کی ران تلے رہوار تھا	۲۰
سوت ہٹی	وہ تو ...... اپنے گھر سوت ہٹی کو تشریف لے گئے۔	۲۲
چرکٹے	ہاتھی پر چڑھ کے جانے لگے چرکٹوں کو فیل نشین دکھانے لگے۔	۲۳
لیکھا	خصوصاً ہندوؤں کی زیادتی کا کچھ لیکھا نہیں۔	۲۵
کرڑا	دم تقریر گھبرائے۔ کرڑے کلمے زبان پر لائے۔	۳۰
نرا	ہمیں روکنا نرا سودا ہے۔	۵۸
کالا بھجنگا	رات تلنگے کالے بھجنگے فی النار کیے۔	۵۸
مینڈ	کھیت کی مینڈ کی ٹھوکر کھائی۔	۶۲

چند دیگر الفاظ کا استعمال:

ٹیل ۔ چٹیل	سرکاری لوگ ٹیل، موہن بھوگ کے چٹیل۔ دیدہ و دانستہ انہوں نے منہ کو پھیر لیا۔	۱۰
تڑاق پڑاق	کچھ البستہ تڑاق پڑاق باتوں سے سبز باغ دکھایا کہ نواب نے دوشالہ ...... اسی وقت اوڑھایا۔	۲۳
گٹ پٹ	بارے (انگریز) اپنی گٹ پٹ بھولا	
بوباس	موگرے کی بوباس کا تیر آتا تھا۔	
گل بوٹا	عجیب و غریب گل بوٹے کھلائے۔	۶۱
رن تھنابین	ادھر توپیں لگوادیں۔ رن تھنابین روشن کرادیں۔	۳۸
کفن کھسوٹ	کپڑے تک پہلے ہی ان کفن کھسوٹوں نے اتار لیے تھے۔	۶۴
گورگڑھا	گور گڑھا بھی میسر آنا بہت غنیمت ہوا۔	۶۴
کوا کہار	عصر سے شام تک تلوار تھی چار طرف کوا کہار تھی۔	۶۰
ڈاکہ زنی	ڈاکہ زنی پر کمر باندھی۔	۵۴

کچھ اور الفاظ کا استعمال :

مسلمانی	ہندوستان میں سوائے مسلمانی کے، کفر کے نشان باقی نہ رہے۔	۵
ہندو (بمعنی غلام)	جو کچھ ہندو، مسلمانوں کے ہاتھ سے باقی رہ گئے، ہندوئے اسلام ہوئے۔	۴
قناتی	ایک مسجد قناتی بنوادی تھی۔	۵
حاصل (بمعنی آمدنی)	حاصل میں فقیر کا بھی حصہ رہا۔	۵
حاطہ (بجائے احاطہ)	آس پاس اوس ٹیلے کے حاطہ کھنچوایا۔	۶
چکلہ دار	کشن دت پانڈے چکلہ دار اور زمیندار، اوس قرب وجوار کے ہووے۔	۱۰
ہمگی	شاہ صاحب کے ساتھ ہمگی سو آدمی ہوں گے۔	۱۰
باقی دار	ہم کو سرکار سے کچھ سروکار نہیں، نوکر نہیں باقی دار نہیں۔	۵۰
ماتم دار	سیکڑوں بندگانِ خدا ماتم دار تھے۔	۶۴
بغلی گھونسا	یہ لوگ اوس بغلی گھونسے سے بے خبر تھے۔	۶۰

چند مصادر کا استعمال :

میدان مارنا	بیراگیوں نے میدان مارا۔	۷
پرکھنا	اشرفیاں پرکھنے لگے۔	۸
باہم ہونا	گروہِ فقرا مثل اتیت اور ناگے وغیرہ سب باہم ہوئے۔	۱۰
توپ دینا	مسجد کے دروازے پہ گڑھا کھدا کے توپ دیا۔	۱۴
بودا ہونا	اگر ایسے ہی مسلمان بودے ہیں تو کل لکھنؤ میں عمل کریں گے۔	۱۸
عمل کرنا		
دوڑ آنا	ایک گھڑی میں دوڑ آئے اور رسالہ فرنگی محل بے جرم ہ	

	خطا اسیر دام بلا ہو جائے۔	19
سکنا	اہل کار سکتے نہیں۔ ...... تعمیر مسجد اون لوگوں کے ہاتھ سے دشوار ہے۔	۲۸
چوکی پہرہ ہونا	چوکی پہرہ کا انتظام ہو گیا۔	۲۸
تاڑنا	اون کے انداز سے صاف "تاڑ لیا کہ یہ زنار دارہ، ہرکارے ہیں۔	۳۰
سنگ ساتھ ہونا	اب رہائی آپ کے ہاتھ ہے، نہ کوئی سنگ ہے نہ ساتھ ہے۔	
گانٹھنا لنبی چھانٹنا استفتا کرنا	ایک مسودہ فریب آمیز گانٹھ کے لنبیاں چھانٹ کے استفتا کیا۔	۵۳

موئے کا استعمال :

موئے	غازی رہ بہ رہ ہی موئے ہوں گے	۶۳

فعل معطوف

آ آ	مولویوں کی خدمت میں آ آ مسئلہ پوچھتے تھے۔	۸
"کاہے کو" بمعنی کیا	اون میں کاہے کو کوئی مسلمان تھا۔	۱۰
"کاہے کو" بمعنی کیوں	جیسا یہ ایک ہے، اگر دو چار بھی اور ہوتے کو کاہے کو مسلمان مسجد کو روتے۔	۲۶
کس واسطے (کیونکہ)	کفار ہنومان گڑھی کے جلاد ہیں کس واسطے کہ اودھ والے مظلوم قلیل ہیں اور ظالم حد سے زیادہ ہیں۔	۱۵
آپ کو (اپنے تئیں)	وہ لوگ آپ کو بہت بہتر جانتے تھے۔	۲۴

جمع و جمع الجمع

ہنود کی جمع ہنودوں	ہنودوں کو اوس مسجد کے مٹانے میں اصرار رہا۔	۵
امر کی جمع امروں	سن کے بہت خوش ہوئے کہ ان امروں میں مشکل نہیں	۵۱

باب ہشتم

علمائے بنگال

باب ہشتم

شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی

پھلواری، بہار کی وہ چھوٹی سی بستی ہے کہ جہاں علم و عرفان کی محفل ایک زمانے سے آراستہ ہے۔ یہاں کے صوفیا و علما نے دین و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ شاہ عماد الدین[1]، خانقاہ مجیبیہ کے شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے نوجوانی میں اردو زبان کی طرف توجہ کی اور ایک رسالہ صراط مستقیم معروف بہ سیدھا رستہ اصلاحِ معاشرہ کی غرض سے لکھا۔

---

1. شاہ عماد الدین ابن برہان الدین قادری، پھلواری کے خاندانِ صوفیا کے گلِ سرسبد تھے۔ ۱۰۶۵ھ (۵۵-۱۶۵۴ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل دہلی میں کی۔ بعد ازاں لاہور میں تکمیل کی اور دو سال تک لاہور میں درس دیا۔ سادھوڑہ میں شاہ محمد فاضل قلندر (ف ۱۱۰۴ھ-۱۶۹۳ء) سے بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے اور وطن واپس آئے۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲ء) کو انتقال ہوا۔ موزوں طبع تھے کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ عماد تخلص تھا۔ ملاحظہ ہو:
   ۱۔ تذکرۃ الصالحین از حبیب اللہ مختار (شمسی پریس پٹنہ ۱۳۴۸ھ) ص ۱۱۱ - ۱۱۴
   ۲۔ آثاراتِ پھلواری شریف از محمد شعیب (پھلواری شریف ۱۹۵۳ء) ص ۱۱
   ۳۔ ترجمہ حضرت عماد از مولانا تقی عمادی (قلمی۔ مملوکہ محمد ایوب قادری)
   ۴۔ بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا از اختر اورینوی پٹنہ ۱۹۵۷ء، ص ۳۴۸، ۳۵۳

صراطِ مستقیم یعنی سیدھا رستہ

شاہ عماد الدین نے یہ مختصر سا رسالہ ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) میں اپنی بیوی کے حسبِ فرمائش دو دن میں مرتب فرمایا جیسا کہ ترقیمہ اور رسالے کی آخری عبارت سے ظاہر ہے۔ ترقیمہ درج ذیل ہے:

"تمام ہوا یہ رسالہ صراطِ مستقیم معروف بہ سیدھا رستہ بتاریخ ۲۲ ربیع الاول شریف بیچ وقت ظہر کے ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) ایک ہزار ۸۱ ہجری میں"۔ ترقیمہ کے ساتھ آخر کتاب میں درج ذیل فارسی عبارت ہے:

"الحمد للہ کہ ایں رسالہ در مدت دو روز حسبِ فرمائش اہل خانہ خود در زبان مروّجہ دیار خود نوشتہ شدہ کہ مردمان و زنان ناخواندہ را در زبان مادری ایشان ذریعۂ معلوماتِ ضروریہ دینیہ گردد و برائے من ذخیرۂ آخرت شود[لے]"

سورہ الحمد کے بعد رسالے کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"اما بعد پس جانو اے مسلمان، بہنیں، بیٹی سب کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں، اون کے تئیں دھڑ، بدن، ہاتھ اور پانوں، ناک، کان، پیٹ، پیٹھ کوچھ نہیں ہے۔ دھڑ بدن مٹی سے بنے ہیں۔ وے مٹی، پانی، آگ، ہوا، سب کے تئیں تو آپی بنائے ہیں، آسمان، زمین، پہاڑ، ندی، دریا سب اون ہی بنائے ہیں، ان کی تئیں صورت کیسے ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ کے ایسا کوئی نہیں ہے اور نہیں ہو سکے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ساتھی سنگھاتی نہیں ہے اور نہیں ہو سکے ہے۔ نہیں ان کے تئیں کوئی جنس ہے اور نہیں اون سے کسوٹی کی تئیں جنن ہیں۔ اون کے تئیں جورو جاتا بال بچہ نہیں، نہیں وے عورت ہیں، نہیں مرد، نہیں ہیجڑا نہیں خنثی، نہیں وے لڑکا، نہیں بوڑھا، نہیں جوان، وے ہمیشہ سدا ایسی ہیں

لے سیدھا رستہ از شاہ عماد الدین قلندر (مطبوعہ معیار، پٹنہ مارچ ۱۹۳۶ء) ص ۶۷

اور سدا تلک رہین، جیسے تھے ویسے ہی ہین، اور ویسی ہی رہین۔ وے دیکھین ہین بنا آنکھ کے اور سونے ہین بنا کان کے، اور بولے این بنا مونھ اور زبان کے۔ وے سرد گرم نرم سمجھیں ہین۔ بنا ٹٹولے کے غیب یعنی چھپی بات سب جن کی تیکن کوئی نہیں جانیں، اللہ تعالیٰ ہی جانین ہین، ان کی سوائے کوئی نہیں جان سکے ہے۔ وہی سب سیتی بڑے اور بزرگ ہین، ان سیتی بڑا اور بزرگ کوئی نہین ہے، وے سب بات کے تیئں سدا سیتی جانیں ہین۔ کوئی بات ان سیتی چھپی نہیں ہے، کھانا پینا چلنا پھرنا اوٹھنا بیٹھنا سونا اونگھنا اور ان کے ایسی تمام سب بات سینی ان کی ذات پاک ہے[۴]

رسالے کا اختتام اس طرح ہوا ہے:

"اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد، عورت کے تیئں نیک کام کی توفیق دیویں اور ہر بورے کام سیتی، بچاویں اور اس فقیر عماد الدین کے تیئں جو شاہ برہان الدین کا بیٹا اور ان دونوں کے مائے باپ کے تیئں اور سب مسلمان عورت، مرد جیتے مرتے کون اپنی کرم سینی بخش دیویں اور سب کے گناہوں سینی درگزر فرماویں اور موئے پیچھے اپنے حبیب رسول کی شفاعت روزی فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

یارب نگہہ عنایت ایدھر کر دو
کانٹا ہے عماد، تم گل تر کر دو
ہے رنگ گنہ سیتی رخ اس کا کالا
تم غازہ عفو سیں منور کر دو[۵]

---

[۳] مولانا تمنا عمادی لکھتے ہیں کہ یہاں "سینی" تھا، مگر سین کو پہلے شوشہ کو کیڑے نے کھالیا ہے، اس لیے "ت" کا شوشہ "سین" کا تیسرا شوشہ سمجھا گیا اور "تے" غریب درمیان سے غائب کردی گئی۔ غرض اس طرح وہ "سینی" "سے" سمجھ لیا گیا۔ (ترجمہ حضرت عماد (قلمی) ص ۱۶)

[۴] سید حارسنہ از شاہ، عماد الدین قلندر ص ۶۳، ۶۴

[۵] سید حارسنہ (معیار پٹنہ، مارچ ۱۹۳۶ء) ص ۶۶-۶۷

اس رسالے کا ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے :

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سیتی عرب کے ملک کے بیچ مکہ شہر میں پیغمبری کے ختم کرنے والے آخری پیغمبر اور آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائن، اگلے پیغمبروں میں سیتی بعض بڑے بڑے پیغمبر جو تھے ان کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی اوتارن تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے اوپر زبور، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر توریت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر انجیل اوتارن تھا۔ ہمارے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر قرآن شریف اوتارن۔ پہلے پیغمبروں کی امت نے اپنے اپنے پیغمبر کے کتاب کی بیچ بیچ میں اپنے جی سیتی بہت کچھ ملاجلا اور کم وبیش کر دیہن۔ اس واسطے پہلے کتابوں کی اوپر کچھ بھروسا اعتبار نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ خود اپنے فرمائن ہیں۔ اس واسطے قرآن شریف کے بیچ میں کوؤ بھی کچھ ملاجلا اور کم وبیش نہیں کر سکا اور قیامت تک نہیں کر سکے گا۔ اور جس طرح سینی اوتارن تھا اوسی طرح آج تک قرآن شریف ہے قیامت تلک رہے گا۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ سیتی اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی کر کے اوتارن۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ کے اوپر اور ان کے سب رسولوں کے اوپر، اون کے سب فرشتوں کے اوپر جو ان سب بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہیں اور نہیں وہ عورت ہین، نہیں مرد اور ان سب کتابوں کے اوپر جن کوں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے اوپر اوتارن، سب کے اوپر ایمان لانا ہر مسلمان مرد عورت کے واسطے فرض اور ضروری ہے۔"[۶]

---

[۶] ایضاً۔ ص ۹۵

اس رسالے میں بعض جملے اور عبارتیں نہایت صاف اور سلیس ہیں مثلاً:
"ان کے تئیں صورت بھی نہیں۔ ص ۶۳
جن کے وقت میں بڑا طوفان آیا ۶۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اماں حضرت مریم کنواری تھیں۔ ۶۵
حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کے بیچ لوہا موم بن جاتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا کے اوپر اڑتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تئیں ید بیضا اور عصا ملا تھا۔ ۶۵
اس واسطے پہلے کتابوں کی اوپر کچھ بھروسہ اعتبار نہیں رہا۔ ۶۵
سب کے اوپر ایمان لانا ہر مسلمان مرد عورت کے واسطے فرض اور ضروری ہے۔ ۶۵
دنیا کے بیچ میں جو کچھ جو آدمی کرے ہے سب کے واسطے ایک دن حساب کتاب کا ہے۔ ۶۵
ہمارے نبی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بہت سارے گنہگار امتی کی شفاعت فرماویں گے۔ اس دن جو جو اور دانہ دانہ کا حساب ہووے گا۔ کافر اور مشرک لوگ دوزخ کے بیچ اوندھے مونھ ڈھکیل دیے جاویں گے۔ نیک کار مسلمان اور جو گنہ کار بخشا گیا ہووے گا وہ سب جنت کے اندر جاویں گے۔ دوزخ میں بہت طرح کا عذاب ہووے گا۔ جنت کے اندر ہر طرح کا آرام ہووے گا ان سب باتوں پر ایمان لانا ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے۔" ۶۶

رسالے میں بہت سے الفاظ قدیم تلفظ اور املا کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ ایسے الفاظ کی ایک مکمل فہرست درج ذیل ہے:

بہن	بھنیں	۶۳
اور	آؤر	۶۳
ہاتھ	ہاتھ	۶۳
ناک	ناکھ	۶۳

پچھ	کوچھ	٦٣
مٹی	میٹی	٦٣
آپ ہی	آپی	٦٣
پہاڑ	پاہاڑ	٦٣
کوئی	کوئ	٦٣
سامنے	سسونے	٦٣
چاہیے	چہیے	٦٤
سر	سیر	٦٤
نہوڑانا	نیوڑانا	٦٤
جگہ	جاگہ	٦٤
ستارہ	سیتارہ	٦٤
برا	بورا	٦٤
شیرینی	شرنی	٦٤
کو	کوڑوں کوں	٦٤
اسی	ایسی	٦٤
کتنا	کتا	٦٤
پھر	پھیر	٦٤
دونوں	ڈنوں	٦٤
کنواری	کوانری	٦٥
دن	دین	٦٥
نے	نیں	٦٥
بہت	بہوت	٦٥

ڈاکا	ڈانکا	۶۶
دست نگر	دسنگر	۶۶

بعض الفاظ کا استعمال:

سنگھاتی	(سنگاتی) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ساتھی سنگھاتی نہیں ہے۔	۶۳
جورو جاتا	اون کے تئیں جورو جاتا بال بچہ نہیں	۶۳
ہیجڑا / خنثیٰ	وے ہیجڑا نہیں خنثیٰ نہیں۔	۶۳
کرڑا (سخت)	وہ سرد گرم کرڑا نرم بجھیں ہیں۔	۶۳
کدھی (کبھی)	کدھی معاف نہیں کرے گا۔	۶۴
پسولی (پسلی)	حضرت آدم علیہ السلام کی پسولی چیر کر کے۔	۶۴
اگارے	اور ان کے اگارے بھائی سب۔	۶۴
ستی (ستونتی)	میری ماں ستی نیک کار ہیں۔	۶۵
تل ہنتھی	ان کی تل ہنتھی سورج کی طرح سیتی چمکنے لگی تھی۔	۶۵
پلے (پاس)	جس کے پلے ہیں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے ساتا تولہ سونا ہووے۔	۶۶
درب	ایک درب دوسرے کی کمی تئیں پورا کر دیوے۔	۶۶
ڈاہ (حسد)		۶۶
کمتی (کم)		۶۶
نراس (ناامید)	اللہ کی رحمت سیتی نراس ہونا۔	۶۶
بھاؤن (بھائی) / دسنگرا	کیسوں بھاؤں کی تئیں اپنا دسنگرا اور احسان مند سمجھنا بُرا لگتا ہے۔	۶۶
ہنھیارا	اللہ تعالیٰ نے میرے تئیں ہنھیارا تنگ دل نہیں بنائی ہیں	۶۵

اسم فاعل علامت "ہارا" کے ساتھ مثلاً:

کرنے ہارا (کرنے والا) ۶۴

دیون ہارا (دینے والا) ۶۴

اسم فاعل علامت "والا" کے ساتھ

مال والا ۶۵

نصاب والا ۶۵

شرک والی ۶۴

شرک کرنے والی ۶۴

سابقہ "بنا" بطور نافیہ

بنا شوہر — بنا شوہر کے بیٹا عنایت کیہں ۶۵

بنا باپ — بنا باپ کے یہ بیٹا کہاں سیتی آگیا ۶۵

بنا آنکھ، بنا کان، بنا مونہہ — وے دیکھیں ہیں بنا آنکھ کے، اور سونے ہیں بنا کان کے، اور بولے ہیں بنا مونہہ اور زبان کے۔ ۶۳

بنا توبہ — بنا توبہ کرے کدھی معاف نہیں ہوسکے گا۔ ۶۴

"بھر" بطور سابقہ

"بھر" کا استعمال بالعموم آخر میں ہوتا ہے مثلاً مہینہ بھر، مگر انہوں نے پہلے کیا ہے مثلاً: "ہر سال بارہ مہینے کے بیچ بیتی ایک مہینہ رمضان شریف کا بھر مہینہ روزہ رکھنا بھی فرض ہے۔" ۶۶

وے

"وہ" کو بطور تعظیم یا جمع عام طور سے "وے" استعمال کیا ہے۔

شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی کا یہ رسالہ صراط مستقیم عرف سیدھا رستہ مولانا محی الدین تمنا عمادی (ف ۱۹۷۲ء) کی تلاش و تحقیق کی بدولت علمی دنیا سے روشناس ہوا۔ اس کے حصول کی داستان خود تمنا عمادی مرحوم کی زبان قلم سے سنیے۔

"یہ کتاب حضرت شاہ محمد یحییٰ بن حضرت شاہ ابوالحیوۃ .... کے کتب خانے میں تھی۔ حضرت شاہ محمد یحییٰ میری والدہ کے نانا تھے۔ مولوی حیات عظیم مرحوم، مولوی شاہ محمد یحییٰ کے چوتھے محل کے بیٹے تھے۔ میری والدہ کے سوتیلے ماموں تھے۔ مگر میری والدہ سے بہت چھوٹے .... میں نے مولوی حیات عظیم مرحوم سے کتب خانے کی فہرست مرتب کرنے کے لیے کہا۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ مجھ کو کہا کہ تم مرتب کرو۔ میں نے کتب خانہ صاف کیا۔ کتابیں ترتیب سے رکھیں اور ان کی فہرست مرتب کی۔ اس کتب خانے میں یہ کتاب "سید ھارستہ" بھی ملی، اور بھی بعض کاغذات ملے۔ میں نے دیکھا کہ حیات عظیم نانا پڑھے لکھے آدمی محض معمولی سے گویا جاہل ہی ہیں، ان نایاب چیزوں کی قدر نہیں کریں گے۔ کتب خانے میں متعدد کتابیں میرے یہاں کی بھی تھیں، جن پر میرے والد .... کے نام لکھے ہوئے تھے جو مستعار آئی تھیں اور رہ گئیں۔ حضرت مولوی شاہ یحییٰ ذی علم تھے۔ کتابیں میرے یہاں سے لے آئے تھے، مگر اب ان مستعار کتابوں کو ان کے بیٹے مولوی حیات عظیم نانا واپس دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو ان قابل قدر کاغذات اور اس رسالے کو میں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور ادب سے شیروانی کے تمام لگائے اس طرح حیات عظیم نانا سے چھپا کر اپنے گھر لے آیا۔ حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان کو دکھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ مولانا علی امیرالحق سابق سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ اس کتاب کا ذکر فرماتے تھے۔ شاہ رشید الحق و شاہ وحید الحق منعمی سجادہ نشین خانقاہ عنویہ منعمیہ پھلواری رحمہما اللہ کو دکھایا تو انہوں نے دیکھتے ہی تعجب سے کہا کہ یہ نسخہ تمہیں کہاں سے مل گیا۔ اس کا اصل نسخہ تو میرے پاس ہے، یہ تو اس کی نقل ہے۔ میرے پاس خواجہ عماد الدین قلندر کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ میں نے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو انہوں نے وعدہ کیا کہ کتب خانے میں تلاش کرنا پڑے گا، بوقت فرصت نکالوں گا۔"

مگرانہوں نے بار بار تقاضے کے باوجود اس کو نکال کر نہیں دکھایا۔[۵۷]

مولانا تمنا عمادی کا خیال ہے کہ سبید ھا رستہ کا یہ حاصل شدہ نسخہ شاہ وجہ اللہ کا کتابت کردہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"حضرت شاہ وجہ اللہ خواہر زادہ حضرت شاہ نور الحق ابدال پھلواری کے حرفوں سے اس رسالہ کے حرف بہت مشابہ ہیں۔ اس لیے قرینہ ہے کہ یہ انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت شاہ وجہ اللہ کا سالِ ولادت ۱۱۸۲ھ (۶۹-۱۷۶۸ء) اور سالِ وفات ۱۲۱۱ھ (۹۷-۱۷۹۶ء) ہے۔ یہ حضرت شاہ عماد الدین قلندر مصنف "سبید ھا رستہ" کے خاص عزیزوں میں تھے اور اس سلسلہ کے مرید و خلیفہ"[۵۸]

رسالہ "سبید ھا رستہ" سب سے پہلے معیار، پٹنہ شمارہ اول جلد اول (مارچ ۱۹۳۶ء) میں مشہور محقق و نقاد قاضی عبدالودود نے شائع کیا۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں :

"یہ رسالہ از ابتدا تا انتہا خط نسخ میں لکھا ہے اور بظاہر کم از کم ستر اسّی برس قبل کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی نقل نور الحسن صاحب نے کی ہے اور اس کا مقابلہ اصل سے جناب خیال نے فرمایا ہے۔ ہم ان دونوں صاحبوں کے شکرگزار ہیں"[۵۹]

اگر قاضی صاحب کے بقول یہ رسالہ کم از کم اسّی سال قبل کا کتابت شدہ ہے تو گویا کتابت ۱۸۵۶ء میں ہوئی ہے اور تالیف اس سے یقیناً بہت پہلے کی ہے۔ قاضی

---

۵۷ ترجمہ حضرت عماد۔ ص ۱۳

۵۸ ترجمہ حضرت عماد۔ ص ۱۵۔ آثارات پھلواری شریف (ص ۳۰۶) میں شاہ وجہ اللہ کی تاریخ انتقال ۱۴ شعبان ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) لکھی ہے۔

۵۹ معیار پٹنہ (مارچ ۱۹۳۶ء) ص ۶۳

عبدالودود صاحب نے اس سلسلے میں چند اشکال بھی پیش کیے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"کتاب کا سال تصنیف ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) بتایا گیا ہے۔ اگر مصنف کا سال ولادت ۱۰۶۵ھ (۵۵-۱۶۴۳ء) ہے جیساکہ مصنف تذکرۃ الصالحین نے لکھا ہے (اور یہی صحیح ہے) تو ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) میں مصنف کی عمر سولہ سال سے زیادہ نہیں ٹھیرتی اور یہ بالکل قرین قیاس نہیں کہ گیارھویں صدی میں اس عمر کا کوئی شخص تصنیف کے لیے اردو کو منتخب کرتا جو اس عہد کی تصنیفی زبان نہ تھی اور نثر ہی نہیں بلکہ نظم بھی اس زبان میں لکھتا۔ کتاب کے خاتمے سے یہ پتا چلتا ہے کہ تاہل کی زندگی اختیار کرنے کے بعد یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے حالانکہ مصنف کے حالات جو تذکرۃ الصالحین میں درج ہیں ان سے مترشح ہوتا ہے کہ تاہل کا زمانہ ۱۰۸۱ھ کے بہت بعد ہوگا۔[۱] اگر یہ واقعی گیارھویں صدی ہجری کا لکھا ہے تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس صوبہ میں نثر و نظم اردو کا اس سے قدیم تر نمونہ اس وقت تک دستیاب نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔۔"[۲]

اس سلسلے میں ڈاکٹر اختر اورینوی لکھتے ہیں :

"میرے خیال میں قاضی صاحب کے شکوک باوزن نہیں۔ پھلواری شریف میں ہندوستانی بولی کی طرف توجہ ابتدا سے تھی۔ دراصل صوفی خانوادوں میں تبلیغ حق اور ترویج اسلام کی لگن تھی اور اس غرض کے لیے عام بول چال کی زبان کو ہی ذریعہ اظہار بنایا جاتا تھا۔ کسی نہ کسی کو تو ابتدا کرنی ہی تھی۔ اب تک کی تحقیقات کے لحاظ سے حضرت عماد مؤسس اول ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر یہ کوئی انوکھی ریت نہ تھی۔ دکن میں صوفیائے کرام قدیم اردو میں مذہبی رسالے تصنیف فرما چکے تھے۔

---

[۱] تذکرۃ الصالحین (ص ۱۱۱، ۱۱۳) میں شاہ عماد الدین کے حالات میں ان کی تاہل زندگی سے متعلق کہیں کوئی اشارہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں قاضی عبدالودود جیسے محقق نے یہ بات کس طرح لکھ دی۔

[۲] معیار پٹنہ (مارچ ۱۹۳۶ء) ص ۶۳

دوسرا شبہ عمر کے متعلق ہے۔ یہ بھی محض وہم ہے۔ آپ کے سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غیر معمولی طور پر تیز وطبّاع تھے۔ گھریلو زبان میں مذہبی معلومات کے متعلق مختصر سا رسالہ لکھنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ آج بھی سولہ سال کی عمر میں ذہین افراد ادب وشعر تخلیق کرنے لگتے ہیں۔ اس عمر میں ڈگری کلاسوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اچھے خاصے مضامین لکھتے ہیں۔ تیسری بات تاہّل کی زندگی کے متعلق ہے۔ اس میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں۔ چودہ، پندرہ سال کی عمر میں بھی بعض شادیاں ہوجاتی ہیں۔ ممکن ہے حضرت عماد کی شادی بھی پندرہ سولہ سال کے سن میں ہوئی ہو اور آپ نے حسب فرمائش اہلِ خانہ خود" رسالہ صراطِ مستقیم معروف بہ سیدھا رستہ" شادی کے بعد لکھا ہو ..... میرے خیال میں "سیدھا رستہ" کی تاریخ تصنیف اور مصنف کے متعلق کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی۔ کتب خانہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب، شہر پٹنہ والے نسخہ کے متعلق خود قاضی عبدالودود صاحب لکھتے: "بظاہر کم از کم ستر اسی برس قبل کا لکھا ہوا ہے"[۱۲] (معیار)

تمنا عمادی نے یوں اظہارِ خیال فرمایا ہے:

"یہ خیال موجودہ رنگ زمانہ کے مشاہدہ کا نتیجہ ہے۔ آج کل عنفوانِ شباب کیا اس کہولت اور شیخوخت تک لوگ مذہب کی طرف سے بے اعتنا رہتے ہیں۔ سلف کا دور تو ایسا دورِ زریں تھا۔ بچے سات برس کی عمر تک پہنچتے نماز و وظائف کے پابند ہوجاتے تھے۔ دور کیوں جایئے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی سات برس کی عمر میں حافظِ قرآن ہو گئے تھے۔ پھلواری ہی میں مولانا حافظ ظہور الحق محدث سولہ سال کی عمر میں حافظ قرآن اور پورے عالم ہو کر بہت بڑے ذاکر و شاغل بھی تھے اور کچھ دنوں کے بعد حصن حصین اور صحیحین کو بھی حفظ کر ڈالا تھا اور ان کی تصنیفات کا سلسلہ سات برس کی عمر سے شروع

---

[۱۲] بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقا۔ ص۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲

ہوتا ہے۔ اخبار اودھ کے موجودہ ایڈیٹر بھی سترہ ہی سال کے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ اپنے فرائض نہایت خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ اس لیے ایسے خیالات سلف اور ارباب کمال کے حالات سے بے خبری کی دلیل ہے۔"[۱۳]

حقیقت بھی یہ ہے کہ علمی و روحانی خانوادے کے ذہین وطباع نوجوان کے لیے پانچ چھ صفحے کا مختصر سا رسالہ مذہبی و اصلاحی عنوان پر عام بول چال کی زبان میں لکھنا کون سی بڑی بات تھی اور اس عمر میں شادی ہونا تو کوئی بات ہی نہیں تھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مثال موجود ہے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں شادی اور تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کتنی کم عمری میں مضمون نگار، مدیر اور مستند مصنف بن گئے تھے۔

○

شاہ ظہور الحق عظیم آبادی

شاہ ظہور الحق[۱۴] عظیم آبادی پھلواری کے مشہور خانوادۂ تصوف کے گل سرسبد اور علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھے۔ انہوں نے علم تصوف و معرفت میں عربی و فارسی میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اردو زبان میں بھی ان سے کئی رسالے یادگار رہیں۔

---

۱۳ ترجمہ حضرت عملہ۔ ص ۱۲

۱۴ شاہ ظہور الحق ولد شاہ نور الحق تپان ۲۷ محرم ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) کو قصبہ پھلواری (ضلع پٹنہ صوبہ بہار) میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد ملا وحید الحق ابدالی، مولانا احمد، ملا جمال الدین سے تحصیل علوم کی۔ حدیث کی سند مکاتبت کے ذریعے شاہ عبد العزیز دہلوی سے حاصل کی۔ شاہ عبد العزیز کا ایک مکتوب بھی ان کے نام ہے۔ ۱۲۰۰ھ (۸۶-۱۷۸۵ء) میں انہوں نے تعلیم سے فراغت حاصل کی اور اپنے والد سے بیعت ہونے کے بعد تصوف و سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۱۱ھ (۹۷-۱۷۹۶ء) میں سجادہ نشین منفرد ہوئے۔ علم

(بقیہ حاشیہ ۱۴، اگلے صفحہ پر)

رسالہ کسب النبی[۱۵]

شاہ ظہور الحق کا رسالہ "کسب النبی" ایک انقلابی دستاویز ہے۔ مسلم معاشرہ جاگیردارانہ نظام اور ہندو معاشرے کے اثر سے اسلامی اخوت و مساوات کے بنیادی نظریے کو بھول چکا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ۱۴)

حدیث میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ درس و تدریس کا بھی مشغلہ رہا۔ شاہ ظہور الحق کی تصانیف میں اعیان علم (عربی، منطق) تسویلات الفلاسفہ (عربی) اور فیوضات الہامیہ مشہور ہیں۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) کو پھلواری کی دونوں خانقاہوں عمادیہ اور مجیبیہ میں سخت جھگڑا ہو گیا۔ شاہ ظہور الحق کے مکان کو آگ لگا دی گئی جس میں سارا اثاث البیت جل گیا اور شاہ صاحب کی تصانیف بھی نذر آتش ہو گئیں۔ یہ ایک بڑا علمی نقصان ہوا۔ شاہ صاحب نے پھلواری کی سکونت ترک کر کے پٹنہ میں منگل تالاب کے پاس از سر نو خانقاہ عمادیہ قائم کی اور وہیں ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۳۴ھ (اگست ۱۸۱۹ء) کو انتقال ہوا۔ شاہ ظہور الحق کا جنازہ پٹنہ سے پھلواری لایا گیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ آثارِ پھلواری شریف از حکیم محمد شعیب (پھلواری شریف، ۱۹۴۷ء) ص ۳۰۰ - ۳۰۲۔

۲۔ صوفیائے بہار اور اردو از معین الدین دردائی (کراچی ۱۹۷۲ء) ص ۱۲۶-۱۳۶

۳۔ تذکرۃ الصالحین از مولوی حبیب اللہ مختار (پٹنہ ۱۳۴۸ھ) ص ۱۴۱-۱۵۲۔

۴۔ اذکار الابرار۔ از شاہ تقی حیدر لکھنؤ، (۱۳۵۰ھ) ص ۶۸۔

۱۵ ڈاکٹر اختر اورینوی لکھتے ہیں: "غالباً اس رسالے کا ایک نسخہ شاہ تقی حسن بلخی سجادہ نشین خانقاہ بلخیہ فتوحہ، ضلع پٹنہ کے پاس بھی دیکھا، لیکن نام "کسب الانبیاء" پایا (بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا۔ پٹنہ، ۱۹۵۷ء ص ۴۵۵) مگر مؤلف نے خود ایک شعر میں رسالے کا نام "کسب النبی" لکھا ہے

ہے نام اس رسالہ کا کسب النبی — موافق کتاب اور سنت جلی

(کسب النبی از ظہور الحق، مطبع حیدری ۱۲۸۹ھ ص ۱۰)

شاہ صاحب نے یہ رسالہ لکھ کر اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلا دیا اور بتایا کہ مسلمان صنعت کاروں اور پیشہ ور طبقوں کو نظرِ حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کتاب کا آغاز نظم سے کیا گیا ہے تین شعر نقل کیے جاتے ہیں:

حمد اوس کو جو ہے پاک و مستطاب ۔۔۔ اس نے فرمایا ہے یہ اندر کتاب

تم ہیں ناتے اور گوتے کر دیے ۔۔۔ معرفت کے واسطے نا فخر کے

جس میں ہو ایمان اور تقویٰ عیاں ۔۔۔ ہے شرافت اور بزرگی کا نشاں[16]

اس کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اما بعد عاصی، ظہور الحق عظیم آبادی عفا اللہ عنہ نے جو حرفت کے مسئلوں کو اپنے والد ماجد اور اکثر علمائے سفر دیدہ اور عرب اور عجم گردیدہ اور مکے اور مدینے کے علمائے کبار کی صحبت دیدہ سے تحقیق کیا اور اوس کے جواب میں جو کچھ ارشاد ہوا، عوام و خواص کے نفع کے لیے بجنسہ اس تقریر کو ہندی زبان میں لکھ دیا یا الٰہی قبول کر۔"[17]

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اب جو دین میں خرابی پڑی تو اکثر حرفت کے چھوڑنے ہی سے پڑی ہے کیونکہ جب حرفت اور کسب کو لوگ معیوب سمجھنے لگے ہیں تب کوئی ملا بنا لوگوں کو علم نہیں سکھا کر پیسہ کھانے لگا اور کوئی مال سمیٹنے کی نیت سے واعظ بنا اور کوئی قاضی و مفتی فرنگی کا بن کر خلاف قرآن و حدیث کے آئین انگریزی پر فتویٰ دینے لگا اور کسی نے سود اور رشوت کا دروازہ کھولا اور کسی نے چوری اور دغابازی پر کمر باندھی۔ الغرض حرفت اور ہنر کو چھوڑ کر بہتیرے اپنا دین برباد کیے اور دنیا اختیار کر کے شاد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان

---

[16] کسب النبی۔ ص ۴

[17] ایضاً۔ ص ۳

باتوں سے بچاوے اور نبیوں کی چال چلاوے[۱۸]

جس طرح کتاب کا آغاز اشعار سے ہوا ہے، اختتام بھی اشعار پر ہوا ہے۔ تبلیغی مقصد اور افادیت کے پیش نظر رسالہ کسب النبی مختلف مطابع میں چھپتا رہا ہے۔ اس کا خطی نسخہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں موجود ہے۔ رخشاں ابدالی صاحب نے لکھا ہے کہ کسب النبی ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) کی تالیف ہے[۱۹]۔ بہرحال شاہ ظہور الحق کا انتقال ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں ہوا۔ لہذا ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) سے قبل کی تالیف ضرور ہے۔

زبان و بیان

زبان سادہ اور سلیس ہے۔ مافی الضمیر کو نہایت سیدھے سادے الفاظ میں ادا کر دیا ہے، قافیہ آرائی مثلاً:

علمائے سفر دیدہ	عرب اور عجم گردیدہ	ص ۳
سنی کہلانا فقط نام ہے	بدعتیوں کا سا کام ہے	ص ۳
تاکنا ۔ (دیکھنا)	حرفت کرنے والوں کو نظر حقارت سے تاکتے ہیں۔	ص ۳
مال والا (مالدار)	ظاہر میں مال والا اور پیرزادہ ہے۔	ص ۷
موئے (مرے)	جب فخر کرتے ہیں اپنے موئے باپ دادا پر۔	ص ۸

بعض الفاظ:

چاسے	کھیتی کرنے والے یعنی چاسے کو لوگ بہت ذلیل سمجھتے ہیں۔	ص ۴
طیبی	طیبی اوس کی قرآن اور حدیث..... سے ثابت ہے۔	ص ۵

---

[۱۸] ایضاً، ص ۹

[۱۹] اردو نثر کے ارتقا میں ارباب بہار کا حصہ از رخشاں ابدالی (مطبوعہ "ندیم" گیا بہار نمبر ۱۹۳۵ء۔ اگست۔ ستمبر) ص ۶۲، ۶۳

نادانف کاری — لوگ نادانف کاری کے سبب اکثر کسب اور حرفت کو.... ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں۔ ص ۵

میاں (شوہر) — غلام مسلمان بہتر ہے مشرک میاں سے ص ۷

اچھاپن — جو لوگ اپنے باپ دادے کے اچھے پن پر فخر کرتے ہیں ص ۸

نصاریٰ کا ترجمہ فرنگی کیا ہے۔ ص ۴

فرنگی سے نفرت کا اظہار مندرجہ ذیل جملے میں کرتے ہیں:

"کوئی قاضی و مفتی فرنگی کا بن کر خلاف قرآن و حدیث کے آئین انگریزی پر فتویٰ دینے لگا۔ ص ۹

شاہ ظہور الحق نے شاہ شرف الدین یحییٰ منیری (ف ۷۸۲ھ/ ۸۱-۱۳۸۰ء) کا مندرجہ ذیل دوہا بھی کسب النبی میں نقل کیا ہے:

شرفا گور ڈراؤنی اور بیچ اندھیری رات
وہاں نہ کوئی پوچھے کہ کون تمہاری ذات

خانقاہ عمادیہ پٹنہ میں شاہ ظہور الحق کے تین اور اردو رسالے خطی صورت میں موجود ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ رسالہ نماز

۲۔ رسالہ فضائل رمضان

۳۔ رسالہ فیض عام

شاہ غلام حسنین پھلواروی نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اول الذکر دونوں رسالے ۱۲۰۰ھ (۸۶-۱۷۸۵ء) سے قبل کے اور رسالہ فیض عام ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء) کی تالیف ہے۔[۲۰]

رسالہ نماز کا اقتباس:

"نماز تہجد کی بارہ رکعت ہے۔ بعد نیند سے اٹھنے کے دوگانے دوگانے۔ پھر دوگانے

۲۰۔ ندیم، گیا، بہار، نمبر، اگست ستمبر ۱۹۳۵ء۔ ص ۶۲-۶۳

کے بعد توبہ اور استغفار سب کے بعد مناجات اور بعد اس کے خدا کی یاد کرے بلکہ صبح تک جو توفیق ملے۔[۲۱]

رسالہ فضائل رمضان کا اقتباس:

"ہلال رمضان دیکھ پڑھے اللھم سلمی ...... باتمام اللسان"۔ ہر روز وہ شب سورۂ اخلاص تین سے ہشتر مرتبہ پڑھا کرے، حق تعالیٰ اوس کے بدن کو جہنم پر حرام گردانے۔[۲۲]

رسالہ فیض عام کا اقتباس:

"اس سال سے پہلے ہجرت کے کتنے واقعے درپیش ہوئے۔ پہلا تو مسلمان ہونا عبد اللہ بن سلام یہودی کا کہ مدینہ میں رہتے تھے اور اپنی قوم میں سردار تھے بمجرد مشاہدہ کرنے شواہد کے خود اور چند یاران کے دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ دوسرے عہد مواخات باندھنا حضرت نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیان ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کے، تیسرا عہد صلح کرنا یہودیوں کا قریضہ اور نضیر اور قینقاع کے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے، باین شرط کہ طرفین میں کوئی مددگاری دوسرے کے دشمنوں کی نہ کرے۔ خود جنگ کرنے کا تو کیا دخل ہے۔ چوتھا مقرر ہونا طریقہ اذان کا واسطے خبردار کرنے غائبوں کے نماز اور جماعت سے مطابق خواب عبد اللہ بن زید انصاری یا عمر فاروق کے، بروایت جبرئیل علیہ السلام نے بھی آکر طریقہ خاص اذان کا تلقین فرمایا۔[۲۳]

---

۲۱ ایضاً

۲۲ ایضاً۔ ص ۶۳۔ ۶۴

۲۳ ایضاً

مولوی عظیم اللہ بہاری

مولوی عظیم اللہ[۲۴] بہار کے ایک صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ انہوں نے اصلاح و تبلیغ کی غرض سے اردو زبان میں کئی کتابیں لکھیں۔ انہوں نے اردو نثر میں ایک ضخیم کتاب "منتخب المسائل" لکھی جو ایک اہم کارنامہ ہے۔

منتخب المسائل

مولوی عظیم اللہ نے ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں منتخب المسائل لکھی۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں اسلامی معتقدات اور زندگی کے تمام مسائل و معاملات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ منتخب المسائل بہشتی زیور یا بہار شریعت کے انداز کی کتاب ہے۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

"بہتر سے بہتر حمد اور تعریف اس خالق برحق اور صانع مطلق کو سزاوار ہے کہ جس نے اتنے بڑے آسمان و زمین اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو بغیر مدد دوسرے کے ایک اشارۂ کُن سے ہویدا کیا اور

---

۲۴ مولوی عظیم اللہ، موضع ہتھیا کا نسرائے کے رہنے والے تھے جو قصبہ پھلواری سے دس بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مولوی عظیم اللہ ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۶ء) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عربی و فارسی کی مروجہ تعلیم پھلواری، پٹنہ اور کلکتہ میں حاصل کی۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہا۔ بعض مقامات کی سیر و سیاحت بھی کی۔ مسلمانوں کی اصلاح و تبلیغ کے لیے بہت کوشش کرتے تھے ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) میں انہوں نے اردو میں معراج نامہ منظوم کیا جس میں ۲۰۱۳ اشعار ہیں اور اردو نثر میں منتخب المسائل لکھی۔ ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء) میں مولوی عظیم اللہ کا انتقال ہوا۔ (مکتوب مولوی حفیظ اللہ پھلواری۔ بنام راقم مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۷۲ء)

عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک بے استعانت اور کے ہژدہ ہزار علم کو پیدا کیا اور نور محمدی کو اپنے نور احدیت سے جدا کر کے عالم ظہور میں لایا اور اوس کو سب پیغمبروں سے پیچھے آخر زمانے میں ہماری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔[۲۵]

مولوی عظیم اللہ سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب مسلمانوں پر ظاہر ہووے کہ مولوی سید شہاب الدین ولد سید معظم بن سید قطب الدین ولی اسلام آبادی نے مسئلے روزے نماز وغیرہ کے شرح وقایہ اور جامع الرموز اور جامع الصغیر اور فتاوی نقشبندیہ اور بستان ابوالليث اور ترجمہ عین العلم اور تحفۃ النصائح اور مفتاح الجنان اور کفایت المومنین اور خلاصۃ الاسلام اور خلاصۃ الفقہ اور شرح مقدمۃ الصلوٰۃ اور سراج القلوب اور اورا د وغیرہ کتابوں عربی اور فارسی سے چن کر زبان فارسی میں لکھ کے کتاب "فوائد المبتدی" نام رکھا تھا مگر پھر بھی بیچارے ان پڑھ مسلمان ہندوستان کے جو فرمان الٰہی پر دل وجان سے مستعد ہیں اور بہ سبب کم فہمی کے احکام الٰہی کے شروط سے خوب واقف نہیں ہیں، بغیر سمجھائے کسی فارسی خواں کے نہ سمجھتے تھے اور عبادتِ حق کے اصول سے محروم رہتے تھے۔ اس واسطے اس عاصی پُر معاصی فقیر سراپا تقصیر بندۂ درگاہ عظیم اللہ نے بہت سی محنت کر کے اوس کو فارسی سے زبانِ ہندی میں ترجمہ کیا، اور بعض مسائل نسخہ خلاصۃ الاحکام اور ہدایۃ الاسلام اور مناسکات حج وغیرہ سے جو اس عاصی کے پاس موجود تھیں، چن چن کر جیسے شروط حج کے اور ترتیب فاتحہ بزرگوں کی وغیرہ جو نسخہ سابق میں نہ تھے، جہاں مناسب جانے اس میں داخل کیے اور نام اس کا منتخب المسائل رکھا کہ سب پڑھے اور جاہل مسلمان اس کو پڑھ کر پاسن کر

---

۲۵ منتخب المسائل از مولوی عظیم اللہ (قلمی مکتوبہ ۱۲۵۳) مملوکہ مولوی حفیظ اللہ مرحوم) ص ۲

مسائل روزے اور نماز وغیرہ کے سیکھیں اور یاد رکھیں اور رات دن اپنے معبود موجود کی عبادت اور فرمانبرداری میں حاضر رہیں، جن سے عاقبت اون کی بخیر ہو اور اس عاصی کو بھی کچھ ثواب ملے اور اس کتاب میں سب بیس باب اور دو سو اکیس فصلیں ہیں"[٢٦]

اب ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جاننا چاہیے کہ جب کوئی شخص بادشاہ یا کسی امیر یا بزرگوں یا مشائخوں کے حضور میں حاضر ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے وہ شخص وضو کرے اور کپڑے اچھے پہنے جو اوس مجلس کے لائق ہوں اور بہت ادب سے مجلس میں جاوے اور مؤدب ہو کر موافق قاعدے کے سلام کرے کہ بزرگوں نے فرمایا، ایک حصہ ادب بہتر ہے دو حصے علم سے، کیونکہ علم سے دو قربے اور ادب سے قرب حاصل ہو پس جہاں کہیں خالی جگہ ہو وہاں ادب سے دو زانو بیٹھے اور اپنے تئیں سبھوں سے چھوٹا سمجھے اور زبان کو فحش اور لایعنی کہنے اور غیبت کرنے سے نگاہ میں رکھے"[٢٧]

انگریزوں کے سلسلے میں مؤلف کا نقطۂ نظر ملاحظہ ہو:

"فرنگیوں یا اون کے نوکروں کی بنوائی ہوئی مسجد میں جو اوس نوکر نے نوکری کے درماہہ سے بنوائی ہو نماز پڑھنا مکروہ ہے"[٢٨]

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے جس میں قطعہ تاریخ کتاب بھی شامل ہے:

"جاننا چاہیے کہ جو کچھ اس کتاب کے مصنف نے اس میں لکھا ہے اور جتنا میں نے دوسری کتابوں سے پایا اوس کو ہندی زبان میں عوام خلقت یعنی ان پڑھ مسلمانوں کے سمجھنے اور فائدہ پہنچانے کے لیے ترجمہ کیا کہ سب چھوٹے

---

٢٦ ایضاً۔ ص ٣۔ ٥

٢٧ ایضاً۔ ص ٥٢٥۔ ٥٣٧ ٢٨ ایضاً (قلمی) ص ١١٦

بڑے پڑھے اور جاہل اوس کو سمجھ کر فائدہ عام پاویں اور خداتعالی کی رحمت میں لگے رہیں اور دعائے خیر اس عاصی کے حق میں کریں جو عاقبت بخیر ہو، اور دیکھنے والوں اور پڑھنے والوں کی جناب میں یہ عرض ہے کہ جو اس کتاب میں کہیں سہو یا غلطی واقع ہوئی ہو تو اوس کو للہ معاف کر کے درست کر دیں گے کیونکہ اس عاجز کو علم فقہ یا مسائل سے کچھ بہرہ نہیں ہے، اور اگرچہ عربی یا فارسی کی کتابیں پڑھی ہیں مگر اس کتاب کو عالموں کی خدمت گزاری سے فیض پا کر فارسی سے ہندی زبان میں لکھا، اور اردو زبان کے قاعدے سے بھی واقف نہیں ہے اور اس سبب سے بہت الفاظ بے محاورت لکھے ہوں گے پس اوس کو بھی پڑھ کر طعن نہ کریں، بلکہ اوسے بھی معاف کر کے درست کر دیویں۔ جب یہ کتاب فضلِ الٰہی سے تمام ہوئی تب دل میں آئی کہ اس کی کوئی تاریخ بھی لکھیے کہ سب بڑے چھوٹے اوس کے سن و سال سے واقف ہوں۔ چنانچہ اس کی تاریخ میں کئی قطعے لکھے ہیں:

ہوا جب یہ نسخہ مرتب عزیزو — کہا دل نے لکھ کوئی تاریخ کامل
کہ اتنے میں ہاتف نے آ کر کہا یوں — ہوا واہ اب انتخاب المسائل

۱۲۵۳ھ

———

یہ نسخہ ہوا ختم جس روز یارو — ہوئی میرے تئیں فکر تاریخ کی تب
کر آئی صدا ساتویں آسماں سے — کہی، ہندوی فقہ بے شک ہے خوب اب

۱۲۵۳ھ

———

ہوئی جب ختم منتخب المسائل — ہوئی تاریخ اوس کی مجھ کو مطلوب
فلک پر سے ملک نے یوں کہا تب — لکھی بے شبہ فقہ ہندوی خوب

۱۲۵۳ھ

الٰہی اپنے حبیب، رسولِ اکرم، شفیع روز محشر، صدر نشین عرش اعلیٰ، خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے طفیل سے اور

اوس کے آل اطہار اور اصحاب کبار کے واسطے مجھ کو اور مصنف ادنیٰ کو، اس
کے پڑھنے والوں کو اور سب مسلمان مرد اور عورت کو دنیا میں توفیق نیک کام
اور عبادت کرنے کی دیجیو اور موت کے وقت ساتھ ایمان کے اوٹھائیو اور
عذاب قبر سے بچائیو اور دن قیامت کو مغفرت کر کے جنت میں داخل کیجیو اور
بہشت کی سب نعمتوں سے مستفید کر کے اپنے دیدار پاک سے مشرف کیجیو۔
آمین یارب العالمین۔

تمت بالخیر فی ۱۲۵۳ھ [۲۹]

مصنف کے اپنے ہاتھ کا تحریر کردہ نسخہ منتخب المسائل ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

زبان و بیان

زبان سادہ اور سلیس ہے۔ عربی و فارسی کے ثقیل اور مغلق الفاظ کے استعمال سے
مؤلف نے احتراز کیا ہے :

مضاف مضاف الیہ سے پہلے

مسئلے روزے نماز وغیرہ کے	ص ۳
کھڑاؤں کاٹھ کی	ص ۴
باسن سب کھانوں کے	ص ۵۹

"والا" کا استعمال

شرع والا	جسے شرع والے نے منع کیا ہے۔	ص ۲۷

حرف جار مقدم

بغیر مدد دوسرے کے	ص ۲
بے استعانت اور کے	ص ۲

---

۲۹ ایضاً ص ۵۷۸ - ۵۸۰

بسبب کم فہمی کے — ص ۴

بالاتفاق عالموں کے — ص ۱۴

ساتھ ایمان کے — ص ۴۴۷

بعض الفاظ کا استعمال:

پیڑو	پیڑو کے نیچے کے بال	ص ۳۶
حاضر ور	پیشاب یا حاضر ور کو جاتے	ص ۴۰
بیاج خور		ص ۱۱۴
مڈلیسر یا	پگڑی یا مڈلیسہ باندھے۔	ص ۱۳۳
منڈاسا	پگڑی یا منڈاسا باندھنا۔	ص ۱۴۹
کٹھ ملّا	ہندوستان کے اکثر کٹھ ملاؤں نے	
	قرآن خوانی اپنی روزی مقرر کی ہے۔	ص ۲۳۲
دودھیا باپ	اوس دائی کا خصم اوس کا دودھیا باپ ہوا۔	ص ۳۴۰
بدھیا	لیکن .... بدھیا یا مادہ بکری نہ ہو۔	ص ۳۸۷
کنے	تعزیر....... یہ ہے کہ قاضی کنے کھینچ لانا	ص ۴۰۲
موٹ	سینہ بند کو موٹ کی چادر کے اندر لپیٹے۔	ص ۴۱۵
نرکٹ	کچی اینٹ یا بانس یا نرکٹ سے لحد کو بند کر دیں۔	ص ۴۲۳
بٹ پار	ٹھگ یا بٹ پار........ نے ہتھیار تیز سے مارا۔	ص ۴۳۶
کرّی	نرم ہڈی یعنی کرّی .... مباح ہے۔	ص ۴۵۱
کندوری	چھٹی فصل میں کندوری کی فاتحہ لکھی ہے۔	ص ۴۸۱
باسن	باسن سب کھانوں کے دستر خوان پر رکھے۔	ص ۵۰۹
سوگند	جس کسی نے سوگند کھائی ہو۔	

جمع الجمع

مشائخوں	مشائخوں نے اسے بہتر سمجھ کر کیا ہے۔	ص ۳۶

اصحابوں	اصحابوں کے حق میں بہتان کہتے ہیں	ص ۳۹

کتاب میں اکثر پیغمبر صاحب اور نبی صاحب لکھا ہے۔

○

مولوی محمد وجیہ کلکتوی

مولانا محمد وجیہ[۳۰] اپنے دور کے نامور عالم، مفتی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرسِ اعلیٰ تھے۔ اس دور کے فتووں پر عام طور سے ان کے دستخط ملتے ہیں۔ انھوں نے جنگِ آزادی

---

۳۰ مولانا محمد وجیہ بن مولا بخش کا وطن بہار تھا، مگر کلکتہ میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے۔ ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۶ء تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس تھے۔ سید احمد شہید کے خلیفہ تھے اور مولوی عبد اللہ بن بہادر علی حسینی سے ان کے خاص تعلقات تھے۔ تاریخ مدرسۂ عالیہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ "از جامع معقول و منقول وحاوی فروع واصول استاذ الاساتذہ مولانا محمد وجیہ مدرسِ اول مدرسہ عالیہ کلکتہ حظے وافر از اصول و فروع علوم دینی و دنیوی فرا گرفت۔" ان کے تلامذہ میں مولانا احمد علی سہارنپوری جیسے اکابر علما ہیں۔ مولانا وجیہ کے ایک ہم عصر آغا جو شرف نے اپنی کتاب "شکوہ فرہنگ" میں لکھا ہے۔

جو اک مولوی ہیں محمد وجیہ	وہ مردِ ولی ہیں محمد وجیہ
سنو اون کے علم و کتابت کا حال	مدرس ہیں اول یہی باکمال

ملاحظہ ہو:

۱۔ تاریخ مدرسہ عالیہ از مولانا عبد الستار (ڈھاکہ ۱۹۵۹ء) ص ۳۵۔۳۶

۲۔ شکوہِ فرہنگ از آغا جو شرف (مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۳۵۔

۳۔ نزہتہ الخواطر، جلد ۷، ص ۴۶۶

۱۸۵۷ء سے قبل اردو زبان میں ایک کتاب "نظام الاسلام" لکھی جو اپنے موضوع پر ایک اہم تالیف ہے۔

نظام الاسلام

انیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر میں تقلید اور عدم تقلید کے مسئلہ پر طرفین کی طرف سے بہت سے رسالے لکھے گئے، اس ضمن میں مولانا محمد وجیہ نے ایک رسالہ "نظام الاسلام" لکھا۔ اس میں تقلید کی حمایت کی گئی ہے اور یہ رسالہ اردو زبان میں ہے۔ تقلید کے علاوہ نماز وغیرہ کے مسائل بھی اس میں بیان کیے گئے ہیں۔

انیسواں سوال مع جواب بطور نمونہ درج ذیل ہے:

سوال: سوائے صحاح ستہ کے اور کتابیں حدیث کی مثل رزین، طحاوی اور مسند امام ابوحنیفہ اور موطا امام محمد اور مستدرک حاکم اور بیہقی اور طبرانی وغیرہ علمائے سنت و جماعت اور محدثین کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں اور صحاح ستہ میں حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں یا نہیں۔

جواب اولاً، جاننا چاہیے کہ ..... صحاح ستہ جو حدیث کی چھ کتابیں لوگوں میں مشہور ہیں، اون کے آپس میں بھی اختلاف بہت ہے اور اون میں سب قول اور فعل حضرتؐ کے جمع نہیں ہیں، بلکہ اون چھ کتابوں کے سوا بہت سی کتابیں حدیث کی اور ہیں، جیسے وہ وہ چھ کتابیں معتبر ہیں ویسی وہ بھی معتبر ہیں، جیسے مسند امام ابوحنیفہ اور موطا امام محمد، اور حجت امام محمد اور آثار امام محمد اور رزین اور طحاوی اور طبرانی وغیرہ اور اس قدر جاننا بہت ضرور ہے کہ یہ چھ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں اون میں سب حدیثیں صحیح نہیں ہیں، بلکہ اون میں حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھا ہے اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں پکار کہ بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ

میں لکھ دیا ہے۔[۳۱]

زبان و بیان

چند الفاظ کا استعمال:

ڈانڈ (جرمانہ) زکوٰۃ کو ڈانڈ ...... باندھے ص ۵۴

تابعداری ص ۵۵

فلانی (بجائے فلاں) فلانی حدیث ضعیف ہے ص ۶۲

انتظاری (بجائے انتظار) صاحب خانہ کے اذن کی انتظاری کرے۔ ص ۱۳۶

جمع الجمع:

اصحابوں — پایا ہیں نے بہت سے اصحابوں کو۔ ص ۳۹، ۵۲

نص کی جمع نصوں — قیاس کا صحیح ہونا نصوں سے یعنی مضبوط دلیلوں سے ثابت ہے ص ۷۳

○

مولوی محمد نورالدین چاٹگامی

مولوی محمد نورالدین[۳۲] چاٹگامی نے اردو زبان کو تصنیف و تالیف کا ذریعہ بنایا اور تبلیغ

---

[۳۱] نظام الاسلام (ہندوستان اسٹیم پریس۔ لاہور۔ ۱۳۲۵ھ) ص ۶۵، ۶۶

[۳۲] مولوی محمد نورالدین ولد محمد اشرف، چاٹگام عرف اسلام آباد کے رہنے والے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق انیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ پھر بنگال سے شمالی ہند میں تحصیل علم کی غرض سے گئے۔ ایک مدت تک تمام علوم کی تحصیل کی۔ پھر

(بقیہ حاشیہ ۳۲، اگلے صفحہ پر)

و نادر کیر کی غرض سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی [۴۳] کی مشہور کتاب "مالا بدمنہ" کا اردو ترجمہ کیا۔

کشف الحاجہ

جب مولوی محمد نورالدین چاٹگامی چاٹگام جاتے ہوئے کلکتہ پہنچے تو بعض احباب نے ان سے درخواست کی کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مختصر و جامع کتاب "مالا بدمنہ" کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے افادہ عام کی غرض سے اس کتاب کا فارسی سے اردو میں ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں ترجمہ کیا اور "کشف الحاجہ" نام رکھا۔ بعض تشریح طلب عبارتوں پر "فائدہ" کے عنوان سے حواشی بھی لکھے اور کہیں کہیں دوسرے ماخذ کی روشنی میں اضافہ بھی کیا اور جہاں کہیں اضافہ کیا ہے وہاں صراحت کر دی ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت بھی خوب ہوئی اکثر مطابع سے شائع ہوتی رہی ہے۔

سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے خطبہ ماثورہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

> "بعد حمد اور صلوٰۃ کے فقیر عصیاں آگین محمد نورالدین ولد محمد اشرف غفر اللہ عنہ و لوالدیہ متوطن اسلام آباد عرف چاٹگام کا حضرات اہل دین کی خدمتوں میں عرض کرتا ہے کہ یہ عاصی پُر معاصی تحصیل علم کرنے کے قصد سے اول عمر میں ملک ہندوستان میں گیا تھا۔ پھر ایک مدت طویل کے بعد طرف وطن مالوف آبائی کے رجوع کرتے وقت ۱۲۶۲ ہجری قدسی جب دارالامارت کلکتہ کے اندر آ پہنچا، بعض احباب وطنی نے فرمائش کی کہ رسالہ معتبرہ تصنیف عالم حقانی،

(بقیہ حاشیہ ۴۲)

وطن واپس پہنچے۔ افسوس کہ ان کے مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

(ملاحظہ ہو کشف الحاجہ اردو ترجمہ مالا بدمنہ، مطبع فخر المطابع لکھنؤ۔ ۱۳۲۹ھ ص ۲)

۴۳ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، نامور عالم اور شیخ طریقت تھے۔ شاہ ولی اللہ کے تلمیذ رشید اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر "تفسیر مظہری" کے نام سے لکھی۔ یکم رجب ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) میں انتقال ہوا

مقبول حضرت سبحانی جامع علوم معقول و منقول قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مفسر کلام اللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ کا اردو زبان میں ترجمہ کرے تا عوام کو نفع پہنچے۔ پس اس عاجز گنہگار نے نسخہ متبرکہ کا ترجمہ کرنا وسیلہ نجات کا سمجھ کر ارشاد احباب خاص کا بجا لا کر جو مقام دقت طلب تھا اوس کو خوب سا واضح کر دیا اور فوائد لابدی بھی جا بجا لکھ دیے، کیونکہ غرض ترجمہ کرنے سے سمجھنا عوام کا ہے اور نام اس ترجمہ کا "کشف الحاجہ" رکھا۔[۳۴]

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"اگر بیمار کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھے یا مرض بڑھنے کا خوف ہو تو نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع اور سجدہ بجا لاوے اور اگر رکوع اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو اور کھڑے ہونے کی طاقت ہو تو نزدیک امام اعظم کے فتویٰ یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنی اوس کے لیے بہتر ہے کھڑے ہو کر پڑھنے سے۔ پس بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرے، اور اگر کھڑے ہو کر سر کے اشارے سے نماز پڑھے گا تو بھی درست ہے، اور نزدیک فقیر کے یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی طاقت ہوتے ہوئے کھڑا ہونا ترک نہ کرے اور اگر کھڑے ہونے پر رکوع اور سجدے پر طاقت نہیں رکھتا تو بیٹھ کر اشارے سے پڑھے اور اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رکھے تو چت لیٹے اور دونوں پاؤں کعبے کی طرف کرے یا کروٹ سے لیٹے اور منہ قبلے کی طرف کر کے سر کے اشارے سے پڑھے، اور اگر رکوع اور سجدہ کرنا سر کے اشارے سے ممکن نہ ہو تو نماز موقوف رکھے جب تک طاقت اشارے کی حاصل ہووے، اور اگر اس عرصے میں مر گیا تو گنہ گار نہ ہوگا۔ اور اگر نماز کے بیچ میں بیمار ہو جاوے تو موافق اپنی طاقت کے نماز کو تمام کرے، اور اگر بیٹھ کر رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز ادا کرتا تھا، پھر نماز کے اندر کھڑے ہونے پر قادر ہوا تو کھڑا ہو جاوے اور نماز کو پوری کرے۔"[۳۵]

---

[۳۴] کشف الحاجہ - ص ۲
[۳۵] ایضاً - ص ۱۴

زبان و بیان

بعض جگہ مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال ہوا ہے مثلاً

بندے خدا کے — ص ۸

دن قیامت کے — ص ۱۲

وقت اوس کا — ص ۲۲

جہت کعبے کی — ص ۲۳

کہیں کہیں حرف جار مقدم ہے مثلاً

بسبب نہ سمجھنے کے — ص ۷

طرف کھانے اور پینے کے — ص ۸

نزدیک اکثر اماموں کے — ص ۲۰

بعد غروب سورج کے — ص ۲۲

ساتھ آواز کے — ص ۳۸

بعض الفاظ کا استعمال

اکا (یگانہ کا ترجمہ) — وہ خدا اکا ہے ذات اور صفات ہیں — ص ۴

بت — خواہ بت خواہ لہو جما ہوا۔ — ص ۱۵

بیٹ — بیٹ چڑیوں کی۔ — ص ۱۸

پنچال — پنچال چڑیوں ماکول اللحم کا۔ — ص ۱۸

پنجہ گیر ——— پتر — جھوٹا..... پنجہ گیر چڑیوں کا مکروہ ہے۔ — ص ۱۸

پتر — خواہ روپیہ اشرفی ہو یا پتر — ص ۶۳

بوتی (اونٹی) — ایک بوتی مادہ دو برس کی دیوے — ص ۶۵

پڈیا یا پڑوا — پڈیا پڑوا برس دن سے زیادہ دو برس سے کم کی دیوے۔ — ص ۶۵

چنگے — اگر بیمار چنگے ہونے کے پیچھے مر گئے۔ — ص ۷۵

خوجے آختے — خوجے اور آختے کا حکم مرد کا ہے۔ ص ۸۵

بٹے — ترازو اور بٹے۔ ص ۸۹

گزی — اگر گزی کپڑا گزی کپڑے کے عوض بیچا جاوے۔ ص ۸۹

ہنڈوی — روپوں کی ہنڈوی کرنی مکروہ ہے۔ ص ۹۱

پنڈوال — اگر پنڈوال دیا جاوے تو اس صورت میں حرام ہے۔ ص ۹۱

نرے — نرے قاری سے البتہ عالم ہے۔ ص ۲۹

وفتیہ — وفتیہ نماز کی قضا۔ ص ۳۷

کھوٹاپن — اگر کھوٹاپن اوس کا کم ہے۔ ص ۹۳

لاڑھیاپن — کوئی شخص لاڑھیاپن سے یعنی خرید نامنظور نہ ہو اپنے تئیں خریدار ظاہر کر کے بیع کی قیمت بڑھاوے۔ ص ۹۳

چند دیگر الفاظ کا استعمال (بطور اسم صفت)

خدمتی — اپنے خدمتی غلاموں کی طرف سے دیوے۔

ہلاکی — گرمی اور سردی جو ہلاکی پہنچانے والی ہیں۔ ص ۸۳

حرام کاری — حرام کاری کی کوشش میں چلنا پھرنا بھی حرام ہے۔

مسلمانی — آؤ مسلمانی کی سیر کرو۔ ص ۱۰۵

ناطاقتی — ایسا نہ ہو کہ ناطاقتی رمضان کے روزوں کو مانع ہو جاوے۔ ص ۷۶

"دار" کا استعمال بطور لاحقہ

قیمت دار — کفار کے نزدیک قیمت دار مال ہیں ص ۸۶

ناکن بجائے لیکن — ناکن ایمان لانے میں نبیوں اور کتابوں کی گنتی کا لحاظ نہ چاہیے۔ ص ۲۱

"وے" کا استعمال — وے لوگ بھیجے نہ جاتے ص ۸

آپ بمعنی اپنے آپ — اگر اوس پانی سے وضو کرے تو آپ پیاسا رہ جاوے ص ۲۰

کس واسطے بجائے کیونکہ — کس واسطے کہ گنتی انبیا اور کتابوں کی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہوتی۔ ص ۸

"بے" نافیہ کا استعمال:

بے مانند، بے مثل — سب کا ردبار حق تعالیٰ کے بے مانند اور بے مثل ہیں۔ ص ۴

بے وضو۔ ص ۳۷

چند مرکب مصادر

بت کرنا — میری قبر کو بت مت کرو ص ۶

قبر کرنا — سنت یہ ہے کہ قبر بغلی کی جاوے۔ ص ۵۷

عربی اور ہندی الفاظ کے ساتھ واؤ عاطفہ

غلام و لونڈی ص ۹۸

واحد جمع

خدمت کی جمع خدمتوں — اہل دین کی خدمتوں میں عرض کرتا ہے۔ ص ۲

امر کی جمع امروں — ان امروں سے منع فرمایا۔ ص ۶

واحد بطور جمع

روایت — اس میں دو روایت ہیں۔ ص ۶۶

مولوی عالم علی عظیم آبادی[۳۶]

مولوی عالم علی صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ ان سے اردو زبان میں کئی کتابیں یادگار ہیں۔

(حاشیہ ۳۶ اگلے صفحہ پر)

ہدیۃ العارفین

امام غزالی کی مشہورِ زمانہ کتاب "کیمیائے سعادت" کا اردو ترجمہ وخلاصہ مولوی عالم علی نے اپنے عزیز مولوی نواب جان کی فرمائش پر ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) میں کیا تھا جو ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ء) میں مطبع مرآت الاخبار کلکتہ سے طبع ہوا۔ آغازِ کتاب میں انہوں نے سبب ترجمہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "شکر وسپاس اوس خالق کے واسطے سزاوار ہے کہ الوہیت میں یکتا در ربوبیت میں بے ہمتا، اور صلوٰۃ وسلام اوس پیغمبر آخر الزمان کے لائق ہے کہ جس نے راہ نیک دکھائی اور طریق ہدایت بتائی، اور اوس کے آل واصحاب پر کہ ہر ایک پیشوائے دین متین وہادی طریقہ معرفت ویقین ہیں۔ بعد حمد و نعت کے فقیر عالم علی عفی اللہ عنہ ذنوبہ موضع کرائی پرگنہ بلیا نواح عظیم آباد کا رہنے والا لکھتا ہے کہ سنہ ۱۲۶۵ ہجری میں حسب فرمائش عزیز دل وجان مولوی نواب جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وردِ سخن کیمیائے سعادت کو جو منجملہ تالیفات مستند امام حجۃ الاسلام مولانا محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہے، افہام اور تفہیم عوام کے لیے بقدر فہم اپنی زبان ریختہ اردو میں انتخاب کیا اور اس کا نام ہدیۃ العارفین رکھا۔ اللہ سے امید یہ ہے کہ جو کچھ زبان وقلم سے نکلا ہے اوس پر مجھ کو ثابت قدم کر اور شائبہ ریا سے پاک۔ اس واسطے گفتار بے کردار

(حاشیہ ۳۶)

۳۶ افسوس کہ مولوی عالم علی کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ اس کتاب "ہدیۃ العارفین" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موضع کرائی ضلع بلیا نواح عظیم آباد (صوبہ بہار) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ شعر وشاعری کا بھی ذوق تھا، عالم تخلص کرتے تھے۔ کچھ دنوں کمشنری انصاف بھاگلپور میں سررشتہ دار بھی رہے۔ (مکتوب مولانا شاہ غلام حسنین پھلواروی۔ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء۔ بنام محمد ایوب قادری)

ضائع ہے، بلکہ سب وبال آخرت ہے۔"[۳۷]

دو اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ "اپنے پہچاننے" سے متعلق لکھتے ہیں:

"جانو اور آگاہ ہو کہ خداوند تعالیٰ کی معرفت کی کنجی اپنے نفس کا پہچاننا ہے۔ جب تک اپنے تئیں نہیں پہچانے لگا دوسرے کو کیونکر پہچانے گا۔ پس تجھ کو جاننا چاہیے کہ تو کیا چیز ہے اور کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا، اور منزل گاہ بیں کس کام کو آیا اور تجھ کو کس کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب تک یہ سب بات تو نہ جانے اپنی سعادت کو مشاہدہ جمال الٰہی ہی طلب نہیں کر سکتا، اور اگر چاہتا ہے کہ اپنے کو پہچانے تو آگاہ ہو کہ تجھ کو دو چیز سے پیدا کیا ہے۔ ایک یہ کہ کالبد ظاہری کہ جس کو تن و بدن کہتے ہیں اور ایک معنی باطن کہ اوس کو نفس کہتے ہیں اور دل و جان، مگر اوس کو بہ بینائی باطن پہچان سکتا ہے نہ بچشم ظاہر۔ اور تیری حقیقت وہی معنی باطن ہے، اوس کے سوا جو چیز ہے سب تابع اوس کے ہے۔ لیکن وہ دل کہ پارۂ گوشت جانب چپ سینہ ہے اوس کی کچھ قدر نہیں وہ حیوانات اور مردے کو بھی ہوتا ہے اور اوس عالم سے متعلق ہے اور دل کی حقیقت اس عالم کے متعلق نہیں۔ بلکہ وہ گوشت سینہ مرکب و آلہ ہے معرفت خدائے تعالیٰ و مشاہدۂ جمال جناب باری۔"[۳۸]

کسب و تجارت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"واضح ہو کہ اگرچہ دنیا منزل گاہِ آخرت ہے، لیکن آدمی کو طعام و لباس کی ہمیشہ حاجت و ضرورت ہے اور اوس کا حصول بے کسب و تجارت کے ممکن نہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ کسب و تجارت حلال عمل میں لاوے۔ شراب و سگ و خوک وغیرہ نہ بیچے اور مطربی اور نوحہ گری نہ کرے، اور گواہی دروغ

---

۳۷ ہدیۃ العارفین۔ از مولوی عالم علی (مطبوعہ مرآت الاخبار، کلکتہ۔ ۱۲۶۷ھ) ص ۱۔۲

۳۸ ہدیۃ العارفین۔ ص ۲، ۳

نہ دیوے اور مصحف و بندہ مسلمان کو جہود و ترسا کے ہاتھ نہ بیچے اور سوداگری میں نفع بہت زیادہ نہ کرے اگرچہ خریدار بسبب حاجت کے راضی ہو۔"[۳۹]

مولف نے کتاب کے اختتام پر لکھا ہے :

"امام حجۃ الاسلام مولانا محمد غزالی مؤلف کیمیائے سعادت چار سو پچاس ہجری میں پیدا ہوئے اور پانچ سو پانچ ہجری میں شہر طوس کے بیچ انتقال کیا۔ چونکہ اون کا فضل و کمال و علم و جلال اظہر من الشمس ہے اور اون کے کلمات فیض آیات جمیع علماء و عقلا کے نزدیک مسلم الثبوت۔ اس واسطے فقیر نے ہر خاص و عام کی اطلاع و دریافت کے واسطے اس نسخہ ہدیۃ العارفین کو اوس کتاب کرامت مآب سے اقتباس و انتخاب کیا۔ ناظرین و سامعین سے امید یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا و فہم کامل دیا ہو تو جمیع منتخبات کے مضامین کو حق و معتنمہ سمجھیں اور بالکل مقتبسات کے حقائق کو صحیح و مستند تصور کر کے مصنف و مؤلف کے حق میں دعائے مغفرت فرماویں، اور عبارت و لفظ میں کچھ غلطی ہوئی ہو تو لطف و کرم کی راہ سے حرف گیر نہ ہوں۔"[۴۰]

زبان و بیان

کہیں کہیں فارسی الفاظ و تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے جیسے :

سگ و خوک	ص ۵
منافع اعضائے ظاہرہ و باطن	ص ۷
غایت علم جناب باری مبرہن و آشکارا۔	ص ۸
از نظارگیان جمال الٰہی۔	ص ۱۰

۳۹؎ ایضاً۔ ص ۷۴

۴۰؎ ایضاً۔ ص ۱۳۲

منزل گاہ روحِ آدمیاں ص ۱۹

نماز فریضۂ پنج وقتہ بشروط معینہ باوقات معہودہ۔ ص ۲۸

ہمیشہ آمادۂ مرگ و مستعد روانگی سفرِ آخرت وبذکرِ الٰہی مصروف۔ ص ۴۳

نظارۂ جمال وصنائعِ حضرت الٰہی وجلال وکمال ذات وصفات جناب باری ص ۱۲۰

کہیں کہیں نہایت سہل اور سبک جملے استعمال کیے ہیں کہ جو علم و حکمت کے کرن پھول معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً:

دنیا سراپا جادو و سحر ہے۔	ص ۱۱
جب موت آتی جان کو تن سے جدا کرتی ہے۔	ص ۲۰
ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا پاوے گا۔	ص ۲۰
خلق کے دل کو رنجیدہ کرنا حرام ہے۔	ص ۲۴
اپنے تئیں سب دوستوں سے کم تر جانے۔	ص ۵۰
کسی مسلمان کو ہاتھ وزبان سے رنج نہ دے	ص ۵۰
معدہ سب مصیبتوں کی جڑ ہے۔	ص ۸۰
دنیا سرا ہے بے مکانوں کی۔	ص ۸۱
توبہ نورِ معرفت وایمان ہے۔	ص ۹۸
آخرت باقی ہے اور دنیا فانی اور باقی فانی سے بہتر و اولیٰ ہے۔	ص ۱۱۳

کہیں کہیں قافیہ آرائی بھی ہے:

الوہیت میں یکتا	ربوبیت میں بے ہمتا	ص ۱
پیشوائے دین متین	ہادی طریقۂ معرفت ویقین	ص ۱
سعی تمام	جہد تام	ص ۵
دوستی باطل	زہرِ قاتل	ص ۵۷

چند الفاظ کا استعمال:

چگونگی	جس میں چگونگی کو راستہ نہ ہو۔	ص ۹

چونی	اگر چونی و چگونگی استفسار کیے جاویں۔	ص ۱۹
مسلمانی	اب معاملات مسلمانی شروع ہوتے ہیں۔	ص ۱۸
یگانگی	یگانگی حاصل ہوتی ہے۔	ص ۴۰
بخالت	جس چیز میں کہ بخالت کرتے ہو۔	ص ۸۶
دشمناگی	خدا کے ساتھ دشمناگی کرتا ہے۔	ص ۹۰
خویشتنی	جو آدمی بزرگ خویشتنی کا پیشہ اختیار کرے	ص ۹۰
صرافی	صرافی سیکھ کر زر لینا۔	ص ۹۲
ڈھلوانس	جس وقت خلیل اللہ کو ڈھلوانس پر رکھ کے آگ پر پھینکا۔	ص ۱۱۵
کارہ	خلیل دیدار خلیل سے کارہ ہو۔	ص ۱۲۰

جمع الجمع کا استعمال:

علماؤں	ص ۵۷
شیاطینوں	ص ۲۳
انبیاؤں	ص ۹۳

واحد بطور جمع

تجھ کو دو چیز سے پیدا کیا ہے۔ ص ۲

دہ مجلس

مولوی عالم علی سے ایک کتاب "دہ مجلس" بھی یادگار ہے جو انھوں نے ۱۲۶۱ھ۔ (۱۸۴۵ء) میں تالیف کی۔ دہ مجلس رمضان ۱۲۶۵ھ (اگست ۱۸۴۸ء) میں مطبع اخوان الصفا کلکتہ میں باہتمام مولوی عبد الحمید و مولوی کرامت اللہ طبع ہوئی۔ سن تالیف کے متعلق لکھتے ہیں:

"احباب صادق و مخلصان واثق کی خدمت میں عالم علی عرض کرتا ہے کہ ۱۲۶۱ ہجری میں ...... زبان ریختہ اردو میں لکھا ہے......"[۱]

---

[۱] بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا۔ از اختر احمد اختر اورینوی (پٹنہ، ۱۹۵۷ء) ص ۳۷۸

دہ مجلس سے ایک اقتباس بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

"عقلائے عالم و فضلائے بنی آدم پر واضح اور آشکار ہے کہ آدمیوں کا لباسِ حیات مستعار ہے اور اون کی عمر کی بنیاد نہایت ناپائدار۔ جس گل نے چمنِ وجود کے صحرا میں شگفتگی پائی ہے بے شک صرصرِ فنا سے پژمردہ ہوا، اور جس نے کشورِ زندگانی میں قدم رکھا اوس نے بالضرور متاعِ جان متقاضیٔ اجل کو سونپا۔ چونکہ ایامِ غم انجام عاشورہ محلِ ماتم و بکا ہے، اس واسطے دو کلمہ وفات کے حال میں حضرت سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے لکھا جاتا ہے۔"[۴۲]

کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے مثلاً:

عقلائے عالم فضلائے بنی آدم
واضح اور آشکار ہے حیات مستعار ہے
آنکھیں کھولیے مجھ سے بولیے

دہ مجلس کے بارے میں ڈاکٹر اختر اورینوی لکھتے ہیں:

"اندازِ بیان نہایت سلیس، واضح اور پُر اثر ہے۔ مجلسیں نثر میں لکھی ہوئی ہیں اور اختتام پر نوحے درج ہیں جو مصنف ہی کے منظوم کیے ہوئے ہیں۔ تخلص عالم ہی رکھا ہے"[۴۳]

زبدۃ الخیال[۴۴]

میر محمد تقی کی مشہور کتاب "بوستانِ خیال" فارسی میں سولہ ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس

---

[۴۲] بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا۔ از اختر احمد اختر اورینوی۔ (پٹنہ ۱۹۵۷ء) ص ۳۷۹، ۳۸۰

[۴۳] ایضاً۔ ص ۳۸۰۔ ۳۸۱

[۴۴] ڈاکٹر اختر اورینوی نے دہ مجالس اور زبدۃ الخیال کے مؤلف کو دو علیحدہ شخصیتیں قرار دیا ہے جو صحیح نہیں۔ (مکتوب شاہ غلام حسنین۔ پھلواری۔ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء۔ بنام محمد ایوب قادری۔)

کا تلخیصی ترجمہ "زبدۃ الخیال" کے نام سے مولوی عالم علی نے ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ء) میں کیا۔
اس ترجمے کے ۴۳۰ صفحات ہیں۔ زبدۃ الخیال کا خطی نسخہ کتب خانہ قادریہ خانقاہ اسلام پور
(پٹنہ) میں موجود ہے۔

نمونہ ملاحظہ ہو:

"جب ملکہ مہر افروز زوجہ اورنگ خاں بادشاہ ملک ختا، کہ حسن تدبیر
سے حکیم اشقلینوس کے حاملہ ہوئی، بعد نو مہینے کے دختر نیک اختر، آفتاب
صورت، ماہتاب سیرت پیدا ہوئی، نام اوس کا زہرہ جبیں ختائی رکھا۔

چہ دختر، اختر برج سعادت گرامی گوہر درج سعادت

اکتالیس اسباب حسن کے، جو کتب معتبرہ میں مقرر ہیں۔ وہ سب اسباب
ملکہ میں مجتمع تھے۔ سر سے پاؤں تک سراپا حسن، اور تمام عضو، اوس کے
نور الٰہی سے مجسم تھے، اور جو جو علم و ہنر کہ بادشاہ زادیوں کو چاہیے، بارہ برس
کے سن میں سب میں لائق و فائق ہوئی۔ جس رات کو ملکہ کی سال گرہ تیرہویں
برس کی ہوئی، ملکہ نے لباس مکلف اور زیورات مرصع پہن کر بستر راحت پہ
آرام فرمایا۔ عالم خواب میں دیکھا کہ خود ملکہ حمام سے غسل کر کے جامہ خانہ میں
کپڑے بدل کر، آئینہ خانہ میں گئی۔ اپنی صورت اوس کو آئینہ خانہ میں نظر نہ
آئی۔ بدلے اوس کے شکل و شمائل ایک جوان ماہ رو کی دیکھی۔ بمجرد دیکھنے
کے تیر عشق کا کمان ابرو سے اوس کے سینہ پر لگا۔ ملکہ نے شرم سے سر نیچے کر
لیا۔ جب پھر نظر اٹھائی تو وہ صورت نظر آئی۔ چاروں طرف اوس مکان کے
آئینے تھے۔ جدھر نظر کرتی ہے، وہ صورت زیبا نظر آتی ہے۔ ملکہ بے اختیار
نعرہ مار کر خواب سے اٹھی۔ عشق نے اوس جوان کے، ملکہ کو بے قرار کیا۔ عشرت
افزا نے چہرہ کو ملکہ کے دیکھ کر دریافت کیا کہ ملکہ بلاشبہ کسی پر عاشق ہوئی نہیں
تو یہ حالت سوائے عاشقوں کے دوسرے کی نہیں ہوتی۔"[۴۵]

---

۴۵ اردو نثر کے ارتقا میں ارباب بہار کا حصہ از رخشاں ابدالی۔ ندیم گیا۔ بہار نمبر ۱۹۳۵ء۔ (اگست، ستمبر ۱۹۳۵ء) ص ۶۳، ۶۴۔

کتابیات

[الف]

اس فہرست میں وہ کتابیں درج ہیں جو براہِ راست تحقیق کا موضوع ہیں۔ کتابوں کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے:

۱۔ آداب الحرمین۔ مولوی خرم علی بلہوری۔ مطبع محمدی لکھنؤ ۱۲۵۷ھ
۲۔ اتالیق الصبیان۔ سید محمدی دہلوی۔ خطی، رضا لائبریری۔ رام پور
۳۔ احکام العیدین۔ نواب قطب الدین دہلوی۔ نولکشور پریس۔ کانپور ۱۹۱۳ء
۴۔ اخبار حسن۔ مولوی نواب حسن رضا خاں بریلوی۔ خطی، رضا لائبریری رام پور
۵۔ ارکان الاسلام۔ شاہ رؤف احمد مجددی۔ مطبع نظامی کانپور، ۱۲۹۷ھ
۶۔ استفسار۔ مولانا آل حسن موہانی۔ مطبع محمدی بنگلور ۱۲۶۱ھ
۷۔ اعمال الصالحین۔ مولوی سید مصطفےٰ لکھنوی۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۳ھ
۸۔ الکلام المبین فی آیۃ رحمۃ للعالمین۔ مفتی عنایت احمد۔ مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۲۸۷ھ
۹۔ الوذیلۃ العادیہ فی شرح العقائد الطاہریہ۔ مولوی رشید النبی وحشت
خطی، رضا لائبریری، رام پور
۱۰۔ انوار محمدی (ترجمہ شمائل ترمذی)۔ مولانا کرامت علی جونپوری۔
مطبع شوکت المطابع، میرٹھ
۱۱۔ بحار البرہان۔ مولوی مرزا غلام محی الدین گرگانی۔ مطبع حسنی (دہلی) ۱۲۶۹ھ
۱۲۔ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔ (مع اردو ترجمہ) مولوی عنایت علی۔ مطبع احمدی کلکتہ
۱۳۔ بشارت نامہ (مجموعہ قیامت نامہ بہشت نامہ) مولوی فیاض الحق صدیقی
نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۳ء

۱۴۔ بیانِ آخرت۔ قاضی ابو محمد عیش فاروقی ۔ مطبع محمدی لکھنؤ ۱۲۶۵ھ

۱۵ بیان قدر شب برات ۔ مفتی عنایت احمد ۔ مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۹ھ

۱۶۔ تجہیز و تکفین مسلمان کی ۔ مولوی محمد عمران رام پوری۔ مطبع محمدی لکھنؤ ۔۱۲۴۲ھ

۱۷۔ تحریر محبوب بطرز مکتوب۔ مولوی محبوب علی دہلوی ۔

(مشمولہ مجموعہ رسائل توقیر الحق و نظام الاسلام وغیرہ)

ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۔۱۳۲۵ھ

۱۸۔ تحفہ احمدی یاد قت افزا ۔ مولوی حبیب النبی زقت ۔ خطی ، رضالائبریری ۔ رام پور

۱۹۔ تحفۃ الاحبا فی احکام تحریم النساء ۔ نواب قطب الدین خان دہلوی ۔ مطبع قیومی کانپور ۔

۲۰۔ تحفۃ الاخیار ۔ (ترجمہ مشارق الانوار) مولوی خرم علی بلہوری۔ مطبع محمدی لکھنؤ ۔۱۲۵۲ھ

۲۱۔ تحفۃ الاسلام (تفسیر سورہ فاتحہ) مولوی اکرام الدین دہلوی ۔ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۱ھ

۲۲۔ تحفۃ الزوجین ۔ نواب قطب الدین خان دہلوی ۔ مطبع مجیدی کانپور ۱۹۳۶ء

۲۳۔ تحفۃ العجم ۔ مولوی محمد سلطان خاں

۱۔ خطی ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

۲۔ مطبع صدیقی بریلی ۔ ۱۲۸۴ھ

۲۴۔ تحفۃ المحصنین ۔ مولانا محمد احسن نانوتوی ۔ میور پریس دہلی ۱۸۷۲ء

۲۵۔ تحفۃ المسلمین ۔ نواب مبارک علی خان المعروف بہ مصلح الدین میرٹھی۔

مطبع فتح الاخبار کول ۔ ۱۲۷۰ھ

۲۶۔ تحفۃ المسلمین (ترجمہ مسائل اربعین) ملا محمد نظام شاہجہانپوری (مشمولہ مجموعہ رسائل تحفۃ المسلمین و رسالہ عقیقہ وغیرہ) مطبع علوی لکھنؤ ۔ ۱۲۶۰ھ ،

۲۷۔ تحفۃ الہند ۔ مولوی شیخ عبید اللہ ۔ فاروقی پریس دہلی ۔ ۱۸۷۷ء

۲۸۔ تحقیق الحقیقت ۔ مولوی ظہور علی دہلوی ، مطبع گلزار حسینی بمبئی ۱۳۱۲ھ

۲۹ تذکیر الاخوان ۔ مولوی محمد سلطان خاں (مشمولہ مجموعہ رسائل تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہ) مطبع مجتبائی دہلی

۳۰ ترجمہ فقہ اکبر۔ مفتی سعد اللہ مرادآبادی ۔ مطبوعہ لکھنؤ۔ ۱۲۵۶ھ

۳۱ ترجمہ قرآن کریم (موضح قرآن) شاہ عبدالقادر دہلوی

۳۲ ترجمہ قرآن کریم (جلد اول و دوم) شاہ رفیع الدین (بہ تصحیح مولوی احمد کبیر رامپوری، حافظ عجیب احمد و حافظ محمد مرتضیٰ)

مطبع اسلام پریس کلکتہ ۵۶-۱۲۵۴ھ (باہتمام عبدالعزیز مع ترجمہ شاہ ولی اللہ و اشرف علی تھانوی)

۳۳۔ ترجمہ قرآن کریم ۔حکیم محمد شریف خاں دہلوی

۱۔ خطی، مملوکہ حکیم محمد احمد خاں دہلوی

۲۔ مشمولہ رسالہ اردو ۔جنوری ۱۹۲۷ء

۳۴۔ ترغیب الجماعۃ ۔نواب قطب الدین خاں دہلوی۔ مطبع قیصری پٹنہ

۳۵۔ ترغیب الجہاد۔ مولوی خرم علی بلہوری

۱۔ خطی، مملوکہ مولوی عبدالخالق قدوسی، مکتبہ قدوسیہ لاہور

۲۔ خطی، رضا لائبریری ، رام پور

۳۶۔ تزکیۃ الصیام از تذکرۃ الصیام (مع اردو ترجمہ) قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی۔

مطبع مصطفائی دہلی ۱۲۷۱ھ

۳۷۔ تصحیح الایمان ۔ ملک محمد علی خاں ، خطی ، رضا لائبریری رام پور مکتوبہ ۱۲۸۵ھ

۳۸۔ تعزیت نامہ ۔ سید حسین علی رام پوری ، خطی، رضا لائبریری رام پور

۳۹۔ تفسیر حقانی ۔ سید شاہ حقانی مارہروی (بحوالہ تاریخ نثر اردو از احسن مارہروی)

شروانی، پرنٹنگ پریس علی گڑھ، ۱۹۳۰ء

۴۰۔ تفسیر رفیعی سورۃ البقرۃ۔ شاہ رفیع الدین دہلوی

مطبع نقشبندی دہلی ۱۲۷۲ھ (باہتمام سید عبدالرزاق)

۴۱۔ تفسیر سورۃ الحمد ۔ سید احمد شہید (مشمولہ مجموعہ رسائل حقیقت الصلوٰۃ و راہ نجات وغیرہ)

چھاپہ خانہ بدر علی کلکتہ ۔۱۲۳۷ھ ۔مرتبہ عبدالحلیم چشتی (ماہنامہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ ستمبر ۱۹۶۵ء)

۴۲۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم (اردو ترجمہ) مولوی محمد حسن خاں رام پوری
کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔ ۱۳۷۳ھ

۴۳۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ تبارک الذی (اردو ترجمہ) مولوی محمد حسن خاں
رام پوری۔ مطبع مجیدی کانپور۔ ۱۳۳۱ھ

۴۴۔ تفسیر مجددی المعروف تفسیر رؤفی۔ شاہ رؤف احمد مجددی نامی پریس بمبئی۔ ۱۳۰۵ھ

۴۵۔ تفسیر مرادیہ۔ شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی
۱۔ خطی، مملوکہ ڈاکٹر نجم الاسلام، حیدر آباد، سندھ۔ مکتوبہ ۱۲۵۵ھ
۲۔ خطی، شیرانی کلیکشن، پنجاب یونیورسٹی، لائبریری لاہور
۳۔ مطبع ماہ عالم افروز کلکتہ۔ ۱۲۵۱ھ

۴۶۔ تفسیر مقبول۔ مولوی سید عبداللہ۔ مطبع احمدی کلکتہ۔ ۱۲۵۰ھ

۴۷۔ تقریر الشہادتین۔ مولوی میر وارث علی۔ نولکشور پریس لکھنو۔ ۱۹۱۴ء

۴۸۔ تقویۃ الایمان، شاہ اسماعیل دہلوی
۱۔ خطی، مملوکہ مفتی محمد ابراہیم فریدی بدایونی مکتوبہ شوال ۱۲۴۰ھ
۲۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی مکتوبہ ربیع الآخر ۱۲۴۴ھ
۳۔ خطی، مملوکہ محمد نعمت اللہ، کراچی مکتوبہ امیر الدین ۱۲۷۵ھ
۴۔ اہل حدیث اکادمی لاہور۔ ۱۹۷۱ء (مقدمہ غلام رسول مہر)
۵۔ مع تذکیر الاخوان وغیرہ۔ مطبع مجتبائی دہلی۔
۶۔ 〃 〃 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۷۶ء

۴۹۔ تقویۃ المومنین ہدایۃ الرافضین۔ مولانا کرامت علی جونپوری۔
مطبوعہ کلکتہ باہتمام عبداللہ و پہلوان خاں

۵۰۔ تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین۔ مولوی عبدالحق فرشی
۱۔ خطی، عبدالعزیز کتب فروش لاہور
۲۔ مطبع اسلامیہ مدراس۔ ۱۲۷۲ھ

۵۱۔ تنبیہ الغافلین ۔ مرتبہ مولوی سید عبد اللہ

۱۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی

۲۔ مطبع احمدی کلکتہ ۔ ۱۲۴۶ھ

۵۲۔ توضیح مجید (ترجمہ قرآن کریم) مولوی سید علی لکھنوی

۱۔ خطی، رضا لائبریری رام پور

۲۔ مطبوعہ لکھنؤ ۔ ۱۲۵۷ھ

۵۳۔ جامع التفاسیر ۔ نواب قطب الدین خاں دہلوی ۔ مطبع نظامی کانپور ۔ ۱۲۸۳ھ

۵۴۔ جواہر المواعظ ۔ مولوی جلال الدین باقر بدایونی ۔ نظامی پریس بدایوں ۔ ۱۹۲۰ء

۵۵۔ چمن حسنہ حسینیہ ۔ مولوی حکیم علی حسین بدایونی ۔ خطی، رضا لائبریری رام پور بخط مصنف

۵۶۔ چہل احادیث (اردو ترجمہ) مولوی سید عبد اللہ (مشمولہ تفسیر مقبول)

مطبع احمدی کلکتہ ۔ ۱۲۵۰ھ

۵۷۔ چہل حدیث (اردو ترجمہ) مولوی خرم علی بلہوری ۔ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۔ ۱۲۵۵ھ

۵۸۔ حدیقہ شہداء ۔ مولوی مرزا جان لکھنوی ۔ مطبع مدراس ۱۳۰۰ھ

۵۹۔ حقیقت الصلوٰۃ ۔ سید احمد شہید ۔ خطی مملوکہ محمد ایوب قادری مکتوبہ ۱۲۶۳ھ

(مشمولہ مجموعہ رسائل حقیقۃ الصلوٰۃ و راہ نجات وغیرہ)

مطبع بدر علی کلکتہ ۔ ۱۲۳۷ھ

۶۰ خدا کی رحمت ۔ مولانا سلامت اللہ کشفی ۔ نولکشور پریس کانپور ۔ ۱۸۸۲ء

۶۱۔ خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ ۔ مولوی فخر الدین حسین ۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۹۱۴ء

۶۲۔ خلاصہ صولۃ الضیغم ۔ مولوی عباس علی فاروقی

۱۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی

۲۔ مطبع سنگین لکھنؤ ۱۲۵۸ھ

۶۳۔ خلاصۃ المصائب ۔ مولوی مرزا محمد ہادی لکھنؤ ۔ بیت السلطنت لکھنؤ ۔ ۱۲۶۰ھ

۶۴۔ داب الآخرت (قیامت نامہ) مولوی سید عبد اللہ

۱۔ خطی رضا لائبریری رام پور

۲۔ مطبع احمدی کلکتہ ۔ ۱۲۵۴ھ

۶۵۔ دعوات مسنونہ ۔ مولانا کرامت علی جونپوری ۔ مطبع عزیزی اعظم گڑھ

۶۶۔ دہ مجلس ۔ مولوی عالم علی عظیم آبادی ۔ بحوالہ بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء،

اختر اورینوی پٹنہ ۔ ۱۹۵۷ء

۶۷۔ دہ مجلس ۔ مولوی غلام غوث ، خطی ۔ رضا لائبریری رام پور

۶۸۔ دہ مخزن ۔ حکیم نصر اللہ خاں وصال دہلوی

۱۔ خطی، انجمن ترقی اردو (نیشنل میوزیم) کراچی

۲۔ نولکشور پریس کانپور ۱۹۱۵ء

۶۹ راہ نجات (الف) منسوب بہ شاہ عبد العزیز دہلوی

۱۔ خطی ، رضا لائبریری رام پور

۲۔ مطبع انوار عظیم مدراس ۱۲۷۲ھ

منظومہ جمال الدین الفت ۳۔ مطبع معدن فیض مدراس ۱۲۸۲ھ

(ب) منسوب بہ شاہ رفیع الدین دہلوی

۴۔ خطی ۔ رضا لائبریری ۔ رام پور

۵۔ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۔ ۱۲۵۶ھ

(ج) منسوب بہ حافظ محمد علی

۶۔ مطبع مصطفائی کانپور ۔ ۱۲۷۸ھ

منظومہ خواجہ عاشق علی ۔

۷۔ مطبع نامی لکھنؤ ۔ ۱۸۹۷ء

(بغیر نام مؤلف) ۸۔ خطی ۔ مملوکہ ابو محمد مسعود نقوی بدایونی ، کراچی

۹۔ مطبع احمدی کانپور ۔ ۱۳۰۵

۷۰۔ رسالہ احمدی در مناقب محمدی ۔ مولوی احمد یار خاں رام پوری

خطی ، رضا لائبریری رام پور مکتوبہ ۱۲۴۶ھ

۷۱۔ رسالہ اظہار الحلال والحرام ۔ مولوی محمد حسین فقیر دہلوی

(مشمولہ مالا بدمنہ) نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۸۷۰ء

۷۲۔ رسالہ اوقات پنجگانہ ۔ مولوی محبوب علی دہلوی

فوٹو اسٹیٹ کاپی ، مملوکہ محمد ایوب قادری مکتوبہ

شیخ امام علی فاروقی ۔ ۱۲۶۴ھ

۷۳۔ رسالہ بت شکن ۔ مولوی عنایت علی صادق پوری

(مشمولہ رسائل تسعہ) مطبع فاروقی دہلی

۷۴۔ رسالہ بدعت ۔ مولوی ولایت علی صادق پوری ۔ مطبع احمدی کلکتہ

۷۵۔ رسالہ تبیان الشرک ۔ مولوی ولایت علی صادق پوری

(مشمولہ رسائل تسعہ) مطبع فاروقی دہلی

۷۶۔ رسالہ تقوی ۔ مولانا سخاوت علی جونپوری

مطبع علوی لکھنؤ ۔ ۱۲۶۴ھ

۷۷۔ رسالہ تیسیر الصلوٰۃ ۔ مولوی ولایت علی صادق پوری

۱۔ خطی ، مملوکہ محمد ایوب قادری ، مکتوبہ مولوی عطا حسین بدایونی ۱۲۹۴ھ

۲۔ (مشمولہ رسائل تسعہ) مطبع فاروقی دہلی

۷۸۔ رسالہ دعوت ۔ مولوی ولایت علی صادق پوری (مشمولہ رسائل تسعہ) مطبع فاروقی دہلی

۷۹۔ رسالہ راہ بہشت (اردو ترجمہ منہاج الدین) مولوی محمد شاہ

مطبع نظامی لدھیانہ ۱۲۸۰ھ

۸۰۔ رسالہ سنت جماعت کے عقائد ۔ مولوی حیدر علی رام پوری ۔

(مشمولہ مجموعہ رسائل حقیقت الصلوٰۃ و راہ نجات وغیرہ) مطبوعہ کلکتہ

۸۱۔ رسالہ شجرہ باثمرہ ۔ مولوی ولایت علی صادق پوری

(مشمولہ رسائل تسعہ) مطبع فاروقی دہلی

۸۲۔ رسالہ عرفان الاوقات۔ مولانا سخاوت علی جونپوری۔ مطبع صدیقی بنارس۔

۸۳۔ رسالہ عقیقہ۔ ملا محمد نظام شاہجہانپوری۔ مشمولہ مجموعہ رسائل تحفۃ المسلمین و رسالہ عقیقہ وغیرہ)
مطبع محمدی لکھنؤ۔ ۱۲۶۰ھ

۸۴۔ رسالہ فضائل امام ابوحنیفہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی (مشمولہ رسائل ترجمہ فقہ اکبر و وصیت نامہ وغیرہ) مطبع محمدی لکھنؤ۔ ۱۲۶۰ھ

۸۵۔ رسالہ فضائل رمضان۔ شاہ ظہور الحق عظیم آبادی، بحوالہ ماہنامہ "ندیم" گیا۔ بہار نمبر اگست ستمبر ۱۹۳۵ء

۸۶۔ رسالہ فیض عام۔ شاہ ظہور الحق عظیم آبادی۔ بحوالہ ماہنامہ "ندیم" گیا۔ بہار نمبر اگست ستمبر ۱۹۳۵ء

۸۷۔ رسالہ کسب النبی (کسب الانبیاء) شاہ ظہور الحق عظیم آبادی۔ مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۹ھ

۸۸۔ رسالہ کلمات کفر۔ مولانا سخاوت علی جونپوری۔ مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۶۴ھ

۸۹۔ رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ۔ مولوی اولاد حسن قنوجی
بحوالہ اردو مخطوطات، کتب خانہ جامع مسجد بمبئی ۱۹۵۶ء

۹۰۔ رسالہ ناسخ و منسوخ۔ مولانا سخاوت علی جونپوری۔ مطبع صدیقی بنارس

۹۱۔ رسالہ نکاح ثانی۔ مولانا ولایت علی صادق پوری
مطبع احمدی کلکتہ

۹۲۔ رسالہ نماز۔ شاہ ظہور الحق عظیم آبادی
بحوالہ ماہنامہ "ندیم" گیا۔ بہار نمبر اگست ستمبر ۱۹۳۵ء

۹۳۔ رسالہ وصول۔ مولانا سخاوت جونپوری۔ مطبع صدیقی بنارس

۹۴۔ رسالہ بندگی۔ مولوی نصیر الدین شیرکوٹی۔
خطی مملوکہ مولوی عبدالخالق قدوسی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور

۹۵۔ رشید المومنین۔ مولوی رشید الدین دہلوی
خطی۔ رضا لائبریری رام پور

۹۶۔ رفاہ المسلمین (شرح و ترجمہ مسائل اربعین) مولوی سعید الدین عثمانی بدایونی
مطبع جوہر ہند دہلی۔ ۱۳۰۱ھ

۹۷۔ رفیق السالکین۔ مولانا کرامت علی جونپوری۔ کلکتہ ۱۲۶۶ھ

۹۸۔ زاد السبیل الی دار الخلیل۔ مفتی سعد اللہ مراد آبادی

۱۔ ابو العلائی پریس حیدر آباد دکن۔ ۱۳۲۲ھ

۲۔ مطبع فیض الکریم بمبئی۔ ۱۳۲۵ھ

۹۹۔ زبدۃ الخیال۔ مولوی عالم علی عظیم آبادی۔ بحوالہ بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقاء
اختر اورینوی پٹنہ۔ ۱۹۵۷ء

۱۰۰۔ سر الشہادتین (اردو ترجمہ) مولوی خرم علی بلہوری

۱۔ خطی، انجمن ترقی اردو (نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی)

۲۔ نولکشور پریس کانپور۔ ۱۹۰۹ء
منظومہ حافظ محمد حسین

۳۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی

۴۔ مطبع ہاشمی میرٹھ۔ ۱۲۹۲ھ

۱۰۱۔ سعادت دارین۔ مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی۔ مطبع صدیقی بریلی۔ ۱۲۹۰ھ

۱۰۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان۔ شاہ احمد سعید مجددی
(مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان) حیدر آباد سندھ ۱۳۸۵ھ

۱۰۳۔ سعید النشأتین فی ذکر شہادۃ الحسنین۔ خطی۔ رضا لائبریری رام پور۔

۱۰۴۔ سید ھا رستہ (صراط مستقیم) شاہ عماد الدین قلندر۔ معیار پٹنہ، مارچ ۱۹۳۶ء

۱۰۵۔ سیف الجبار۔ مولانا فضل رسول بدایونی

۱۔ خطی۔ کتب خانہ صوفی عبد الحمید اشرفی قصبہ اوجھیانی ضلع بدایوں

۲۔ مطبع صبح صادق سیتاپور۔ ۱۲۹۲ھ

۱۰۶۔ شفاء العلیل (اردو ترجمہ قول الجمیل) مولوی خرم علی بلہوری

(فوائد شاہ عبدالعزیز وحواشی نواب قطب الدین خان دہلوی)
مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۱ھ

۱۰۷۔ صبح کا ستارہ۔ مولوی عباس علی فاروقی۔ مطبع مجتبائی دہلی۔ ۱۳۲۹ھ

۱۰۸۔ صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس۔ مولانا حیدر علی رام پوری۔ خطی۔ رضا لائبریری رام پور

۱۰۹۔ ضمان الفردوس۔ مفتی عنایت احمد۔ مطبع نظامی کانپور۔ ۱۲۷۲ھ

۱۱۰۔ طب نبوی۔ حافظ کرام الدین دہلوی مطبع انجم افروز دہلی۔ ۱۲۰۳ھ

۱۱۱۔ ظفر جلیل (ترجمہ حصن حصین) نواب قطب الدین خان دہلوی
مطبع بدر الدجیٰ خواجہ فخر الدین دہلی ۱۲۸۸ھ

۱۱۲۔ عقائد عظیم۔ شاہ محمد رمضان
۱۔ نسخہ انجمن ترقی اردو (نیشنل میوزیم) کراچی
۲۔ فخر المطابع دہلی

۱۱۳۔ عقائد نامہ۔ مولانا سخاوت علی جونپوری۔ مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۶۴ھ

۱۱۴۔ علم الفرائض۔ مفتی عنایت احمد۔ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۶۴ھ

۱۱۵۔ عین الانسان۔ مولوی نواب حسن رضا خاں بریلوی۔ مطبع سائی بمبئی ۱۲۶۹ھ

۱۱۶۔ غایۃ الاوطار۔ (اردو ترجمہ در مختار) مولوی خرم علی بلہوری
مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۳ء

۱۱۷۔ غم کدہ۔ مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی
خطی۔ رضا لائبریری رام پور۔ مکتوبہ محمد فضل امام ۱۲۴۴ھ

۱۱۸۔ فتاوائے ہندی۔ مولوی سید عبداللہ
مشمولہ مسائل اربعین۔ مطبوعہ مطبع حسینی بمبئی۔ ۱۲۰۹ھ

۱۱۹۔ فخر المتعلمین۔ فارسی حافظ فخر اللہ رام پوری
خطی۔ رضا لائبریری رام پور۔ مکتوبہ ۱۲۶۲

۱۲۰۔ فرحت المومنین عزیز المسلمین۔ مولوی غلام محمد خاں فرحت۔ سید المطابع دہلی۔ ۱۲۸۷ھ

۱۲۱۔ نقد السری - مولوی قدرت احمد گوپاموی

۱۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی

۲۔ مطبع حسنی لکھنؤ - ۱۲۶۰ھ

۱۲۲۔ فلاح دارین - نواب قطب الدین خاں دہلوی۔ نولکشور پریس کانپور ۔ ۱۸۸۸ء

۱۲۳۔ قویم فی احادیث النبی الکریم - مولانا سخاوت علی جونپوری۔ مطبع صدیقی بنارس ۔ ۱۳۰۳ھ

۱۲۴۔ قول الامین - مولانا کرامت علی جونپوری ۔ مطبع نظامی کانپور ۔ ۱۳۰۱ھ

۱۲۵۔ قیامت نامہ (مع بہشت نامہ) مولوی فیاض الحق صدیقی۔ نولکشور پریس ۱۸۷۳ء لکھنؤ

۱۲۶۔ کشف الحاجہ (اردو ترجمہ مع ما لا بد منہ) مولوی محمد نور الدین چاٹگامی

مطبع فخر المطابع لکھنؤ - ۱۳۱۹ھ

۱۲۷۔ گلزار جنت - نواب قطب الدین خاں دہلوی - مطبع نظامی کانپور - ۱۲۸۳ھ

۱۲۸۔ گلشن خلافت - مولوی نواب حسن رضا خاں بریلوی، خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی

۱۲۹۔ محافل انوار فی احوال سید الابرار - مولوی عبد المجید قادری بدایونی

خطی، کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۳۰۔ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب - شاہ رؤف احمد مجددی

خطی، اردو ڈویلپمنٹ بورڈ، کراچی، مکتوبہ ۱۲۷۰ھ

۱۳۱۔ مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین (اردو ترجمہ) مولوی سید عبد اللہ

۱۔ خطی، کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں مکتوبہ عزیز الدین ۱۲۶۷ھ

۲۔ مطبع حسینی، بمبئی ۱۲۸۹ھ

۱۳۲۔ مظاہر حق (اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح) نواب قطب الدین خاں دہلوی

نولکشور پریس لکھنؤ - ۱۸۹۲ء

۱۳۳۔ مفتاح الجنۃ - مولانا کرامت علی جونپوری - مطبع مجیدی کانپور ۱۹۱۳ء

۱۳۴۔ مقاصد صالحین (مقاصد الصالحین)، نواب خان بہادر خان

۱۔ خطی، مملوکہ ظہیر الدین کوثر، کراچی

۲۔ مطبع نظامی کانپور ۱۳۱۲ھ

۱۳۵۔ مکتب نامہ - مولوی مسیح الزماں فاروقی - مطبع نظامی لکھنؤ - ۱۲۶۵ھ

۱۳۶۔ مکتوب اردو مفتی صدر الدین آزردہ - مشمولہ تاریخ قنوج نواب صدیق حسن خاں

۱۔ خطی، حبیب گنج کلیکشن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۔ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۲۱ء

۱۳۷۔ مکتوب اردو شاہ غلام علی مجددی

مشمولہ ارشاد المسترشدین مرتبہ ظہور الحسن، مطبع اکبری آگرہ - ۱۳۱۳ھ

۱۳۸۔ ملخصات حساب (مشمولہ علم الفرائض) مفتی عنایت احمد - مطبع مصطفائی لکھنؤ - ۱۲۶۴ھ

۱۳۹۔ مولود نامہ - مولوی فیاض الحق صدیقی

خطی، مملوکہ پروفیسر منظور الحق کیڈٹ کالج حسن ابدال

۱۴۰۔ مولود شریف - مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی

خطی، رضا لائبریری رام پور، مکتوبہ محمد فضل امام ۱۲۴۴ھ

۱۴۱۔ مولود شریف - حضرت امیر علیہ السلام، مولانا آل حسن موہانی - خطی، رضا لائبریری رام پور

۱۴۲۔ منتخب المسائل - مولوی عظیم اللہ بہاری

خطی، مملوکہ مولوی حفیظ اللہ پھلواروی، مکتوبہ مؤلف ۱۲۵۳ھ

۱۴۳۔ نافعہ خریداران - مولانا محمد احسن نانوتوی

۱۔ خطی، مملوکہ محمد ایوب قادری، مکتوبہ مولوی عطا حسین بدایونی ۱۲۹۴ھ

۲۔ مطبع نظامی کانپور - ۱۲۷۵ھ

۱۴۴۔ نصیحۃ المسلمین - مولوی خرم علی بلہوری

۱۔ خطی، مملوکہ محمد نعمت اللہ، کراچی، مکتوبہ ۱۲۷۵ھ

۲۔ مطبع محمدی لکھنؤ - ۱۲۶۰ھ

مرتبہ ابو الحسن علی میاں

۳۔ دار الاشاعت اسلامیہ لکھنؤ ۱۹۶۴ء

مرتبہ مولوی عبد الحلیم چشتی

۴۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ۔ کراچی

۱۴۵۔ نجات المومنین ۔ مولوی عبد المجید قادری بدایونی

خطی، کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۴۶۔ نظام الاسلام ۔ مولوی محمد رحیم کلکتوی

(مشمولہ مجموعہ رسائل توقیر الحق و نظام الاسلام وغیرہ)

ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۔ ۱۳۲۵ھ

۱۴۷۔ وصیت نامہ امام ابوحنیفہ ۔ مفتی سعد اللہ مراد آبادی

(مشمولہ مجموعہ رسائل ترجمہ فقہ اکبر و وصیت نامہ وغیرہ)

مطبع محمدی لکھنؤ ۔ ۱۲۶۰ھ

۱۴۸۔ ہدایت الاسلام ۔ مولوی عبد المجید قادری بدایونی

بحوالہ اردو مخطوطات کتب خانہ جامع مسجد بمبئی، ۱۹۵۶ء

۱۴۹۔ ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین ۔ مولانا محمد معین الدین مشہدی ۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۵ء

۱۵۰۔ ہدایۃ المومنین ۔ مولوی اولاد حسن قنوجی

۱۔ خطی، انجمن ترقی اردو (نیشنل میوزیم آف پاکستان) کراچی

۲۔ خطی، مملوکہ محمد نعمت اللہ، کراچی مکتوبہ ربیع الاول، ۱۲۷۵ھ

۳۔ مطبع پنڈت بشمبر ناتھ کلکتہ ۔ ۱۲۴۴ھ

۱۵۱۔ ہدیۃ البرکات فی فضائل لیلۃ البرات ۔ مولوی محمد اسحاق بدایونی

مطبع حسنی فتح گڑھ ۔ ۱۲۹۰ھ

۱۵۲۔ ہدیۃ العارفین ۔ مولوی عالم علی عظیم آبادی ۔ مطبع مرآت الاخبار، کلکتہ ۔ ۱۲۶۰ھ

[ب]

اس فہرست میں وہ کتابیں شامل ہیں جو شرح احوال اور دوسرے امور کے لیے مددگار ثابت ہوئیں۔ کتابوں کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔

۱۔ آثار احمدی (خطی)، حکیم عنایت حسین مارہروی (مملوکہ محمد ایوب قادری) کراچی)

۲۔ آثار بدایوں، حافظ فضل اکرم بدایونی، وکٹوریہ پریس بدایوں۔ ۱۹۱۵ء

۳۔ آثار الصنادید۔ سر سید احمد خاں۔ نولکشور پریس لکھنؤ۔ ۱۸۷۶ء

۴۔ آثار مالوہ۔ سید احمد مرتضیٰ۔ برقی پریس دہلی۔ ۱۹۳۶ء

۵۔ آثارات پھلواری شریف۔ محمد شعیب۔ پھلواری شریف۔ ۱۹۴۷ء

۶۔ ابجد العلوم۔ نواب صدیق حسن خان، مطبع شاہجہانی بھوپال۔ ۱۲۹۶ھ

۷۔ ابقاء المحن بالقاء المحن۔ نواب صدیق حسن خاں، مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۰۵

۸۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین۔

نواب صدیق حسن خان، مطبع نظامی کانپور۔ ۱۲۸۵ھ

۹۔ اخبار الصنادید (دو جلد) حکیم نجم الغنی خاں۔ نولکشور پریس لکھنؤ۔ ۱۹۱۸ء

۱۰۔ اذکار الابرار۔ شاہ تقی حیدر۔ شاہی پریس لکھنؤ۔ ۱۳۵۷ھ

۱۱۔ ارباب نثر اردو۔ مولوی سید محمد، مکتبہ معین الادب۔ لاہور۔ ۱۹۵۰ء

۱۲۔ اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی۔ بھوپال ۱۹۶۵ء

۱۳۔ اردو اسالیب نثر۔ ڈاکٹر امیر اللہ شاہین۔ میرٹھ۔ ۱۹۷۷ء

۱۴۔ اردو شہ پارے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، شمس الاسلام پریس حیدر آباد دکن ۱۹۲۹ء

۱۵۔ اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام۔ مولوی عبد الحق

انجمن ترقی اردو۔ کراچی، ۱۹۵۳ء

۱۶۔ اردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۷۱ء

۱۷۔ اردو کی کہانی۔ ڈاکٹر سہیل بخاری، مکتبہ عالیہ لاہور۔ ۱۹۷۵ء

۱۸۔ اردو مخطوطات دکتب خانہ آصفیہ (جلد دوم) نصیر الدین ہاشمی (حیدر آباد دکن، ۱۹۶۱ء)

١٩۔ اردو مخطوطات (کتب خانہ جامع مسجد بمبئی) حامد اللہ ندوی
(انجمن اسلام اردو، بمبئی، ١٩٥٦ء)
٢٠۔ اردو نثر کا آغاز اور ارتقا۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ، مجلس تحقیقات اردو حیدر آباد دکن۔
٢١۔ اردوئے قدیم۔ حکیم شمس اللہ قادری، نولکشور پریس لکھنؤ۔ ١٩٣٠ء
٢٢۔ اسناد المتسندین۔ سید ظہور الحسن بٹالوی، مطبع اکبری، آگرہ۔ ١٣١٣ھ
٢٣۔ ارواح ثلاثہ (مجموعہ امیر الروایات، الطیب و اشرف التنبیہ) امیر شاہ خاں، قاری محمد طیب و مولانا اشرف علی تھانوی۔ کتب خانہ اشاعت اسلام، سہارنپور، ١٣٧٠ھ
٢٤۔ استاذ العلماء مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی۔ شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ١٩٣٧ء
٢٥۔ اسلام کی دسویں کتاب۔ مولوی رحیم بخش، لاہور، ١٣١٥ھ
٢٦۔ اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ (سال ہشتم) نولکشور پریس لکھنؤ۔ ١٨٧٠ء
٢٧۔ اطبائے عہد مغلیہ۔ حکیم سید علی کوثر چاندپوری، ہمدرد اکیڈمی کراچی، ١٩٦٠ء
٢٨۔ اکمل التاریخ (دو حصہ) محمد یعقوب ضیاء قادری، مطبع عثمانی بدایوں ١٦۔١٩١٥ء
٢٩۔ الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک۔ نواب صدیق حسن خاں، مطبع نظامی کانپور، ١٢٩٠ھ
٣٠۔ البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ۔ مولوی فضل رسول بدایونی۔
مطبع سول ملٹری آرمنج میرٹھ۔ ١٢٨٩ھ
٣١۔ البیان فی علوم القرآن (مقدمہ تفسیر حقانی) ابو محمد عبد الحق حقانی،
تحفہ ہند پریس دہلی۔ ١٣٢٤ھ
٣٢۔ الذکر الجلی فی کرامات السید محمد علی۔ جان جہان خاں، مطبع مرغوب دکن سکندرآباد
١٣٠٥ھ
٣٣۔ الفتاوی السعدیہ فی الفروع الحنفیہ (جلد اول) مفتی سعد اللہ مرادآبادی، مرتبہ
مولوی لطف اللہ (مطبع مجتبائی دہلی، ١٩١٦ء)
٣٤۔ الفرع النامی من الاصل السامی۔ نواب صدیق حسن خاں، مطبع صدیقی بھوپال ١٣٠١ھ
٣٥۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی، بنارس ١٩٦٧ء

۳۶ ۔ الفہرست ۔ محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی، حیدر آباد دکن ۔ ۱۹۲۳ء
۳۷ ۔ القول الجلی فی تذکرہ مولانا المولوی سخاوت علی ۔ مولوی محمد حفیظ بلیاوی، مطبع صدیقی
بنارس ۔ ۱۳۰۳ھ
۳۸ ۔ المشاہیر ۔ فیض احمد، نامی پریس میرٹھ ۔ ۱۹۰۰ء
۳۹ ۔ الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی ۔ محمد محسن ترہتی، مطبع صدیقی بریلی ۔ ۱۲۸۷ھ
۴۰ ۔ انتخاب سخن (جلد پنجم) مولانا حسرت موہانی، کانپور ۱۹۲۸ء
۴۱ ۔ انتخاب گنج شریف ۔ حاجی سید نوشہ گنج بخش ۔ مرتبہ سید شرافت نوشاہی،
دار المورخین لاہور، ۱۹۷۵ء
۴۲ ۔ انتخاب یادگار ۔ منشی امیر احمد مینائیؒ، تاج المطابع لکھنؤ ۱۲۹۷ھ
۴۳ ۔ انتصار الاسلام ۔ مولوی محمد بن عبد القادر لدھیانوی، مطبع محمدی پٹنہ، ۱۲۹۷ھ
۴۴ ۔ انفاس العارفین ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع مجتبائی دہلی ۔ ۱۳۳۵ھ
۴۵ ۔ انوار آفتاب صداقت (جلد اول) فضل احمد، لاہور، ۱۹۳۵ء
۴۶ ۔ انوار الباری شرح صحیح بخاری ۔ مولوی احمد رضا بجنوری، ناشر العلوم دیوبند
۴۷ ۔ انوار الرحمٰن لتنویر الجنان ۔ مولوی نور اللہ پھلواری، مطبع کالی پرشاد لکھنؤ ۱۲۸۷ھ
۴۸ ۔ انوار العارفین مولوی محمد حسین، مطبع صدیقی بریلی ۔ ۱۲۹۰ھ
۴۹ ۔ بدایون ۱۸۵۷ء میں ۔ محمد سلیمان بدایونی، بیت البدایون، کراچی، ۱۹۵۷ء
۵۰ ۔ برکات اولاولیا ۔ امام الدین گلشن آبادی، افضل المطابع دہلی ۱۳۲۲ھ
۵۱ ۔ برکات مارہرہ ۔ طفیل احمد بدایونی، نولکشور پریس، لکھنؤ
۵۲ ۔ بمبئی میں اردو ۔ ڈاکٹر میمونہ دلوی، مرکز تحقیق بمبئی، ۱۹۷۰ء
۵۳ ۔ بوستان اودھ ۔ راجہ درگا پرشاد، لکھنؤ ۔ ۱۸۹۲ء
۵۴ ۔ بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء ۔ ڈاکٹر اختر اورینوی، پٹنہ، ۱۹۵۷ء
۵۵ ۔ پنجاب میں اردو ۔ حافظ محمود شیرانی، مکتبہ معین الادب لاہور، ۱۹۴۹ء
۵۶ ۔ تاثرات ۔ ملا واحدی، مرتبہ حکیم محمد سعید، ہمدرد اکیڈیمی ۔ کراچی، ۱۹۷۰ء

۵۷۔ تاریخ ادب اردو- رام بابو سکسینہ، (مرتبہ مرزا محمد عسکری)، نولکشور پریس لکھنؤ۔

۵۸- تاریخ ادب اردو (جلد اول) پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی، ۱۹۶۱ء

۵۹۔ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ڈاکٹر جمیل جالبی، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۵ء

۶۰۔ تاریخ ادب ہندی- ظہیر الدین علوی، نیشنل پریس الہ آباد، ۱۹۵۳ء

۶۱۔ تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی- گارساں دتاسی (اردو ترجمہ لیلین نزرو)
(ٹائپ شدہ مملوکہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

۶۲۔ تاریخ اودھ (پنج حصص) حکیم نجم الغنی خاں نولکشور پریس لکھنؤ۔ ۱۹۱۹ء

۶۳۔ تاریخ بنی حمید (فارسی) حکیم شرف علی بدایونی (فوٹو اسٹیٹ- مملوکہ محمد ایوب قادری

۶۴۔ تاریخ بنی حمید- محمد انشاء اللہ بدایونی، امیر الاقبال پریس بدایوں، ۱۹۱۷ء

۶۵۔ تاریخ جدولیہ- خادم علی اٹھوی، لکھنؤ۔ ۱۸۸۸ء

۶۶۔ تاریخ جھجر- منشی غلام نبی میرٹھی، مطبع فیض احمد جھجر- ۱۸۶۲ء

۶۷۔ تاریخ زبان اردو- مسعود حسین خاں، دہلی ۱۹۵۴ء

۶۸۔ تاریخ شاہ آباد الموسوم بہ نامہ مظفری- مظفر حسین خان سلیمانی، مطبع مجتبائی لکھنؤ، ۱۹۱۷

۶۹۔ تاریخ شاہجہان پورہ- صبیح الدین خلیل، نامی پریس لکھنؤ۔ ۱۹۳۲ء

۷۰۔ تاریخ شیراز ہند جونپور- محمد اقبال، جونپور، ۱۹۶۳

۷۱۔ تاریخ مدرسہ عالیہ- مولانا عبد الستار، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ ۱۹۵۹ء

۷۲۔ تاریخ میوات۔ مولوی عبد الشکور میواتی۔ دہلی۔ ۱۹۱۹ء

۷۳۔ تاریخ نثر اردو (نمونہ منثورات) احسن مارہروی، نثر ادبی مسلم یونیورسٹی پریس۔
علی گڑھ ۱۹۳۰ء

۷۴۔ تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیا- شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع احمدی دہلی

۷۵۔ تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ- محمد ایوب قادری، مکتبہ معاویہ کراچی، ۱۹۷۱ء

۷۶۔ تجلیات سخن- نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۳۰ء

۷۷۔ تجلی نور المعروف بہ تذکرہ مشاہیر جونپور- نور الدین زیدی، اعظم المطابع جونپور ۱۸۸۹ء

۷۸۔ تحفۂ زواریہ (مکتوبات احمد سعیدیہ) مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان، اعلیٰ کتب خانہ کراچی ۱۹۵۵ء

۷۹۔ تذکرۂ اہلِ دہلی۔ سرسید احمد خاں، مرتبہ قاضی احمد میاں اختر انجمن ترقیٔ اردو کراچی۔ ۱۹۵۵ء

۸۰۔ تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء۔ مولوی محمد حسین نوگانوی، جید برقی پریس، دہلی

۸۱۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا۔ سعادت خان ناصر (مرتبہ مشفق خواجہ) مجلس ترقیٔ ادب لاہور ۱۹۷۰ء

۸۲۔ تذکرہ سراپا سخن۔ میر محسن علی، نولکشور پریس لکھنؤ۔ ۱۲۷۷ھ

۸۳۔ تذکرہ شعرائے حجاز۔ مولانا امداد صابری، مکتبہ شاہراہ، دہلی ۱۹۶۹ء

۸۴۔ تذکرہ شعرائے رام پور (خطی)، جارج فاستون فرانسیسی، رضا لائبریری رام پور

۸۵۔ تذکرہ شمیم سخن۔ مولوی عبد الحی صفا بدایونی۔ مطبع امداد الہند و عین الاخبار مراد آباد

۸۶۔ تذکرہ صادقہ۔ مولوی عبد الرحیم، مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ، ۱۹۶۴ء

۸۷۔ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی، ۱۹۶۱ء

۸۸۔ تذکرہ فرائد الدہر۔ مولوی کریم الدین، مطبع العلوم دہلی ۱۸۴۷ء

۸۹۔ تذکرہ قوم کوکنی۔ عبد الحمید خاں بوبیرے، مطبع مصطفویہ بمبئی، ۱۹۲۶ء

۹۰۔ تذکرہ کاملان رام پور۔ احمد علی خاں شوق، ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۹ء

۹۱۔ تذکرہ مخطوطات جلد اول و دوم۔ سید محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، ۱۹۴۳ء

۹۲۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ محمد علی حیدر، اصح المطابع لکھنؤ۔ ۱۹۲۷ء

۹۳۔ تذکرہ مصنفین درس نظامی، اختر راہی، مسلم اکادمی لاہور، ۱۹۷۵ء

۹۴۔ تذکرۃ الصالحین۔ حبیب اللہ مختار، شمسی پریس، پٹنہ ۱۳۴۸ھ

۹۵۔ تذکرۃ الصالحین۔ عبد الحلیم انصاری، پانی پت، ۱۹۳۸ء

۹۶۔ تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء۔ (خواجہ محمد حسین مجددی) اردو ترجمہ مفتی صاحب داد، عباسی پریس کراچی، ۱۳۷۱ھ

۹۷۔ تذکرۃ الواصلین - مولوی رضی الدین بسمل بدایونی، نظامی پریس بدایون ۱۹۴۵ء
۹۸۔ تراجم علمائے حدیث ہند - ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، جید برقی پریس دہلی ۱۹۳۸ء
۹۹۔ تراجم الفضلا مولانا فضل امام، مرتبہ مفتی انتظام اللہ شہابی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۵۶ء
۱۰۰۔ ترجمان القرآن - نواب صدیق حسن خاں، مطبع شاہجہانی بھوپال، ۱۳۰۲ھ
۱۰۱۔ ترجمہ حضرت عماد (خطی) مولانا تمنا عمادی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی۔
۱۰۲۔ تصحیح المسائل - مولانا فضل رسول بدایونی، مطبع حسنی بمبئی، ۱۳۲۲ھ
۱۰۳۔ تعارف - عبدالحی عباسی وکیل، کراچی، ۱۹۶۵ء
۱۰۴۔ تفسیر مولانا شاہ عبدالقادر المعروف بہ موضح القرآن
۱۔ مطبع خادم الاسلام دہلی
۲۔ مطبع جوہر ہند دہلی، ۱۳۲۳ھ
۱۰۵۔ تقویم ہجری وعیسوی - ابوالنصر خالدی، انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۵۲ء
۱۰۶۔ تقویم تاریخی مولوی عبدالقدوس ہاشمی ادارہ تحقیقات اسلامی، کراچی، ۱۹۶۵ء
۱۰۷۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، مفتی حافظ بخش بدایونی، مطبع بہارستان لکھنؤ ۱۲۹۲ھ
۱۰۸۔ تنبیہ الغافلین (فارسی)، سید احمد شہید، مطبع محمدی لاہور باہتمام فقیر اللہ
۱۰۹۔ تواریخ حبیب اللہ، مفتی عنایت احمد، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔ ۱۹۵۰ء
۱۱۰۔ تواریخ ضلع بریلی (خطی) گلزاری لال، نیشنل میوزیم آف پاکستان۔کراچی
۱۱۱۔ توزک والاجاہی - برہان خاں ہانڈی (مرتبہ چندر اسیکھرن) مدراس، ۱۹۵۷ء
۱۱۲۔ توقیر الحق (مع نظام الاسلام وغیرہ) نواب قطب الدین خاں، ہندوستان اسٹیم پریس لاہور، ۱۳۲۵ھ
۱۱۳۔ تہافۃ الوہابیہ (مقدمہ) مفتی عبدالحفیظ قادری حقانی، مصطفائی پریس آگرہ
۱۱۴۔ جلوۂ خضر (جلد اول) فرزند احمد صغیر بلگرامی، مطبع نور الانوار، آگرہ، ۱۳۰۷ھ
۱۱۵۔ جماعت مجاہدین - غلام رسول مہر، کتاب منزل لاہور، ۱۹۵۵ء

۱۱۶۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء - محمد ایوب قادری، پاک اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۶ء

۱۱۷۔ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ - محمد حسن نقشبندی، اللہ والے کی قومی دوکان، لاہور۔

۱۱۸۔ حجۃ الہند (خلاصہ تحفۃ الہند) مطبع فاروقی دہلی، ۱۳۰۴ھ

۱۱۹۔ حجج الکرامہ فی آثار القیامہ - نواب صدیق حسن خان، مطبع شاہجہانی بھوپال، ۱۲۹۱ھ

۱۲۰۔ حدائق الحنفیہ، مولوی فقیر محمد جہلمی - نولکشور پریس لکھنؤ - ۱۸۹۱ء

۱۲۱۔ حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء والاسلام - محمد مہدی واصف مطبع مظہر العجائب، مدراس - ۱۲۷۹ھ

۱۲۲۔ حیات اجمل - قاضی عبدالغفار، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۰ء

۱۲۳۔ حیات شبلی - علامہ سلیمان ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء

۱۲۴۔ حیات حافظ رحمت خاں - سید الطاف علی بریلوی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۳ء

۱۲۵۔ حیات شیخ عبدالحق دہلوی - خلیق احمد نظامی، خواجہ برقی پریس دہلی، ۱۹۵۳ء

۱۲۶۔ حیات طیبہ - مرزا حیرت دہلوی، اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور

۱۲۷۔ حیات وحید الزماں - مولوی عبدالحلیم چشتی، کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۹۵۷ء

۱۲۸۔ حیات ولی - رحیم بخش دہلوی، مکتبہ سلفیہ لاہور، ۱۹۵۵ء

۱۲۹۔ خان بہادر خاں شہید - سید مصطفےٰ علی بریلوی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۶۳ء

۱۳۰۔ خاندان برکات - مولوی محمد میاں، حسنی پریس بریلی - ۱۹۲۷ء

۱۳۱۔ خاندان زبیری کنبوی (دو جلد) حسین احمد، مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ - ۱۹۵۰-۵۱ء

۱۳۲۔ خانوادہ قاضی بدر الدولہ - محمد یوسف کوکن عمری، دار التصنیف مدراس ۱۹۶۳ء

۱۳۳۔ خطبات گارساں دتاسی - انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء

۱۳۴۔ داستان اردو - نصیر حسین خاں خیال، ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد دکن۔

۱۳۵۔ داستان تاریخ اردو - حامد حسن قادری - آگرہ ۱۹۴۱

۱۳۶۔ داستان صاد خاں مولانا کفایت علی کافی، مطبع نظامی کانپور ۔ ۱۲۸۶ھ
۱۳۷۔ دافع البہتان ۔ پادری رانکیں، مشن پریس الہ آباد ۔ ۱۸۴۵ء
۱۳۸۔ دافع الفساد و نافع العباد قاطع الشرک و البدعات ۔ پیر مرتضیٰ خاں، مطبع محمدی ٹونک ۱۲۵۴ھ
۱۳۹۔ دکن میں اردو ۔ نصیر الدین ہاشمی ۔ لاہور، ۱۹۵۲ء
۱۴۰۔ دلی کا دبستان شاعری ۔ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۴۹ء
۱۴۱۔ دلی کالج ۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۶۲ء
۱۴۲۔ دفع الباطل شاہ رفیع الدین دہلوی، مرتبہ مولانا عبدالحمید سواتی،
مدرسہ نصرت الاسلام، گوجرانوالہ، ۱۹۷۶ء
۱۴۳۔ دور ایام (مختصر تاریخ ٹونک) مولوی علی اصغر، مطبع مفید عام، آگرہ ۔ ۱۳۴۲ھ
۱۴۴۔ دوزخ نامہ و جنت نامہ ۔ نواب قطب الدین خاں، مطبع نظامی، کانپور ۱۲۷۸ھ
۱۴۵۔ دہلی اور اس کے اطراف ۔ مولوی حکیم عبدالحی حسنی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی، ۱۹۵۸ء
۱۴۶۔ دیوان جہان بینی نرائن جہان، مرتبہ کلیم الدین احمد، پٹنہ، ۱۹۵۹ء
۱۴۷۔ دیوان ظہور ۔ مولوی ظہور علی ظہور بہ تصحیح محمد ذوالفقار حسین غنی۔
مطبع کشور ہند ۔ میرٹھ ۔ ۱۳۰۰ھ
۱۴۸۔ ذاتی ڈائری ۔ مولانا عبیداللہ سندھی ۔ سندھ ساگر اکیڈمی ۔ لاہور، ۱۹۴۶ء
۱۴۹۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) شیخ فرید بھکری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱ء
۱۵۰۔ رسالہ تقوی ۔ مولانا سخاوت علی جونپوری، مطبع مطبع الرحمٰن حیات علی کلکتہ، ۱۲۶۸ھ
۱۵۱۔ رسالہ ناسخ و منسوخ ۔ مولوی احسان الکریم بدایونی، سید المطابع دہلی ۱۲۷۸ھ
۱۵۲۔ رسالہ نکاح و طلاق ۔ مولانا قدیر بخش بدایونی، حیدرآباد سندھ ۔ ۱۹۵۶ء
۱۵۳۔ رسالہ نماز روزہ (خطی) منسوب بہ شاہ عبدالقادر، رضا لائبریری، رام پور
۱۵۴۔ ریاض الفصحاء ۔ غلام ہمدانی مصحفی، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد ۱۹۳۴ء
۱۵۵۔ زواجر ہندی ۔ مولوی آدم مدراسی، مطبع مصطفائی، لاہور، ۱۳۱۰ھ
۱۵۶۔ سخن شعراء عبدالغفور نساخ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۸۸۲ء

۱۵۷۔ سرگزشت مجاہدین - غلام رسول مہر، کتاب منزل لاہور، ۱۹۵۶ء
۱۵۸۔ سوانح احمدی - محمد جعفر تھانیسری، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء
۱۵۹۔ سید احمد شہید - غلام رسول مہر، کتاب منزل، لاہور، ۱۹۵۲ء
۱۶۰۔ سیر دہلی - شیخ ریاض الدین امجد، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین آرزو، دہلی ۱۹۶۲ء
۱۶۱۔ سیر المصنفین (جلد اول)، محمد یحییٰ تنہا، لاہور، ۱۹۴۸ء
۱۶۲۔ سیرت سید احمد شہید - ابوالحسن علی ندوی، (۱) لکھنؤ - ۱۹۳۹ء (دو جلد (۲)
کراچی، ۱۹۵۷ء
۱۶۳۔ سیرت فخر العارفین - حکیم سکندر شاہ، ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۳۸۳ھ
۱۶۴۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک - مولانا عبید اللہ سندھی، کتب خانہ پنجاب
لاہور، ۱۹۴۲ء
۱۶۵۔ شجرۃ الصدیق رضی الدین تنویر، نظامی پریس بدایوں - ۱۳۴۱ھ
۱۶۶۔ شجرہ طوبیٰ - مرتبہ اظہر حسین، سہارن پور، ۱۹۷۵ء
۱۶۷۔ شکوہ فرہنگ (آغا محمد شرف) مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی، لاہور، ۱۹۷۳ء
۱۶۸۔ شمس التواریخ (جلد دوم) حکیم نواب علی خاں، مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ
لکھنؤ - ۱۸۹۸ء
۱۶۹۔ شمع انجمن - نواب صدیق حسن خان، مطبع شاہجہانی بھوپال، ۱۲۹۳ھ
۱۷۰۔ صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات - محمد عتیق صدیقی، انجمن ترقی اردو ہند
علی گڑھ ۱۹۶۲ء
۱۷۱۔ صوفیائے بہار اور اردو - معین الدین دردائی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
کراچی - ۱۹۶۳ء
۱۷۲۔ طوالع الانوار - مولوی انوار الحق، صبح صادق پریس، سیتاپور، ۱۲۸۹ھ
۱۷۳۔ عبائر الانوار (خطی) مولوی آغا مہدی لکھنوی، ملوکہ مصنف
۱۷۴۔ علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) (دو جلد) مرتبہ محمد ایوب قادری۔ آل پاکستان

ایجوکیشنل کانفرنس کراچی۔ ۱۹۶۰ء

۱۷۵۔ علمی نقوش۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان، کراچی، ۱۹۵۷ء

۱۷۶۔ عمدۃ التحقیق فی آل سیدنا صدیق۔ حافظ حمید الدین، وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۳۳۲ھ

۱۷۷۔ عہد بنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ (مفتی ولی اللہ فرخ آبادی)
مرتبہ محمد ایوب قادری، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ کراچی۔ ۱۹۶۵ء

۱۷۸۔ فارسی پر اردو کا اثر۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان، کراچی، ۱۹۶۰ء

۱۷۹۔ فتاوی عزیزی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی، مطبع مجتبائی دہلی۔ ۱۳۴۱ھ

۱۸۰۔ فرنگیوں کا جال۔ مولانا امداد صابری، دہلی۔ ۱۹۴۹ء

۱۸۱۔ فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ۔ مولوی عبدالحلیم چشتی، کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۹۶۴ء

۱۸۲۔ فہرست اردو قلمی کتب (کتب خانہ نواب سالار جنگ) نصیر الدین ہاشمی، حیدرآباد دکن ۱۹۵۷ء

۱۸۳۔ فہرست مخطوطات اردو۔ مرتبہ امتیاز علی عرشی، رضا لائبریری رام پور

۱۸۴۔ قاموس الکتب (جلد اول) (مرتبہ مفتی انتظام اللہ شہابی) انجمن ترقی اردو کراچی۔ ۱۹۶۱ء

۱۸۵۔ قاموس الکتب (جلد دوم) انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۷۶ء

۱۸۶۔ قاموس المشاہیر (دو جلد) نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایون۔ ۱۹۲۴-۲۶ء

۱۸۷۔ قدیم اردو۔ مولوی عبدالحق۔ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۶۱ء

۱۸۸۔ قرأت تعلیم طفلان۔ عبدالحق بدایونی، مطبع شاہجہانی بھوپال۔ ۱۲۹۴ھ

۱۸۹۔ قیامت نامہ۔ شاہ رفیع الدین۔ مطبع مجتبائی دہلی

۱۹۰۔ قیصر التواریخ۔ کمال الدین حیدر حسنی، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء

۱۹۱۔ کلمہ باقیہ۔ شیخ کبیر الدین، امیر الاقبال پریس بدایوں۔ ۱۹۳۷ء

۱۹۲۔ کیفیہ۔ برج موہن دتاتریہ کیفی۔ لاہور۔ ۱۹۵۰ء

۱۹۳۔ گلزار ہند (مجموعہ رقعات مولوی امام الدین بدایونی) مرتبہ مولوی احسان الکریم بدایونی
مطبع قیصری، بریلی، ۱۲۹۷ھ

۱۹۴۔ گلزار باوفا۔ مفتی انتظام اللہ شہابی۔ مطبوعہ آگرہ

۱۹۵۔ گلستان بے خزاں ۔ حکیم قطب الدین ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۸۷۵ء

۱۹۶۔ گلستان سخن ۔ مرزا قادر بخش صابر ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۸۸۲ء

۱۹۷۔ گلشن بے خار ۔ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۸۷۴ء

۱۹۸۔ سوانح خانقاہ مظہریہ ۔ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں حیدر آباد سندھ ، ۱۹۷۵ء

۱۹۹۔ مآثر الاجداد ، پروفیسر منظور الحق صدیقی ، مکتبہ سلفیہ ، لاہور ، ۱۹۶۴ء

۲۰۰۔ مآثر الکرام ۔ غلام علی آزاد بلگرامی ، مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ لاہور ، ۱۹۷۱ء

۲۰۱۔ مآثر صدیقی (چار جلد) نواب علی حسین خاں ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۹۲۵ء

۲۰۲۔ مالابد منہ ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۲۸۷ھ

۲۰۳۔ محاورات ہند ۔ مولوی سبحان بخش ، مطبع مجتبائی دہلی ۔ ۱۳۰۴ھ

۲۰۴۔ مجموعہ نغز ۔ قدرت اللہ قاسم ۔ مرتبہ پروفیسر محمود خاں شیرانی ۔ لاہور ۱۹۳۳ء

۲۰۵۔ مجموعہ وصایا اربعہ ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ ، مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ،
شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۔

۲۰۶۔ مختصر تاریخ خاندان برکاتیہ ۔ شاہ آل رسول مارہروی ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ

۲۰۷۔ مختصر سیر ہندوستان ۔ حکیم وحید اللہ بدایونی ، مطبع احمدی ۱۲۷۳ھ

۲۰۸۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۔ محمد ایوب قادری (۱) ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی ۱۹۶۳ء
(۲) ایجوکیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۷۵ء

۲۰۹۔ مخزن احمدی ۔ سید محمد علی ۔ مطبع مفید عام آگرہ ۔ ۱۲۹۹ھ

۲۱۰۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو (دو جلد) افسر صدیقی ، سرفراز علی رضوی ، انجمن ترقی اردو
کراچی ۔ ۶۷ ۔ ۱۹۶۵ء

۲۱۱۔ مدراس میں اردو ۔ نصیر الدین ہاشمی ، حیدر آباد دکن ۔ ۱۹۳۸ء

۲۱۲۔ مذاہب الاسلام ۔ حکیم نجم الغنی خان نولکشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۹۲۴ء

۲۱۳۔ مرحوم دہلی کالج ۔ مولوی عبد الحق ، انجمن ترقی اردو کراچی ۔ ۱۹۶۲ء

۲۱۴۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین ۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۱۵۔ مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (خطی) مولوی محمد حسین سید پوری بدایونی (کتب خانہ قادریہ بدایوں)

۲۱۶۔ معمولات مظہریہ۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی، مطبع نظامی کانپور، ۱۲۰۵ھ

۲۱۷۔ مغل اور اردو۔ نصیر الدین حسین خان خیال، کلکتہ ۱۹۲۳ء

۲۱۸۔ مقالات حافظ محمود شیرانی۔ مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب لاہور۔

۲۱۹۔ مقالات شروانی۔ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی، شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ۱۹۴۶ء

۲۲۰۔ مقالات طریقت معروف بہ فضائل عزیزیہ۔ عبد الرحیم ضیا، مطبع منیین حیدر آباد دکن ۱۲۹۲ھ

۲۲۱۔ مقالات گارساں دتاسی (دو جلد) بنظر ثانی ڈاکٹر حمید اللہ، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۶۳-۷۵ء

۲۲۲۔ مقامات مظہری۔ شاہ غلام علی دہلوی، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ

۲۲۳۔ مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح وقایہ۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی، مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۲۲ء

۲۲۴۔ مکاتیب سید احمد شہید۔ مکتبہ رشیدیہ۔ لاہور، ۱۹۷۵ء

۲۲۵۔ منتخب تنقیح الاعتبار۔ کندن لال اشکی۔ لکھنؤ

۲۲۶۔ منظورۃ السعداء فی الغزاۃ والشہداء (خطی) جعفر علی نقوی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

۲۲۷۔ مولد شریف (فارسی) (خطی) حاجی رفیع الدین مراد آبادی مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی

۲۲۸۔ مولانا محمد احسن نانوتوی۔ محمد ایوب قادری، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۶ء

۲۲۹۔ مدراس میں اردو۔ محمد سعید الخالق، اعظم پریس مغل پورہ۔ ۱۹۵۲ء

۲۳۰۔ نازو نیاز نامہ (حالات شاہ نیاز احمد بریلوی) نصیر الدین حسین نیازی نظامی پریس بدایون

۲۳۱۔ نجوم السماء۔ مرزا محمد علی۔ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ

۲۳۲۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر (آٹھ جلد) مولوی حکیم عبد الحی حسنی، دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

۲۳۳۔ نظامی بدایونی۔ محمد احمد کاظمی، نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۹ء

۲۳۴۔ نقش سلیمان فی البیان حالات نواب حافظ رحمت خاں۔ نواب محمد سلیمان
۲۳۵۔ خان اسد۔ مطبع محمدی ٹونک۔ ۱۹۰۴ء
۲۳۶۔ نگارستان سخن نورالحسن۔ مطبع شاہجہانی بھوپال۔ ۱۲۹۳ھ
۲۳۷۔ نوراللغات (چار جلد) مولوی نورالحسن نیر کاکوروی، جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۵۰ء
۲۳۸ نور مدائح حضور۔ مولوی غلام شبیر بدایونی، مطبع امیرالاقبال بدایوں ۱۳۲۴ھ
۲۳۹۔ نقوش سلیمانی۔ مولانا سلیمان ندوی، مکتبہ شرق کراچی۔ ۱۹۵۱ء
۲۴۰۔ وصال الجمیل۔ محمد امان دہلوی۔ دہلی ۱۹۴۵ء
۲۴۱۔ واقعات دارالحکومت دہلی (دو جلد) مولوی بشیرالدین احمد شمسی پریس آگرہ ۱۹۱۹ء
۲۴۲۔ وقائع نصیر خانی۔ مرزا نصیر الدین برلاس، مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری۔
آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی۔ ۱۹۶۱ء
۲۴۳۔ ہادی مہربانہ (سوانح عمری شاہ محمد رمضان) پروفیسر منظورالحق صدیقی
آئینہ ادب۔ لاہور۔ ۱۹۶۳ء
۲۴۴۔ ہدایت الاضاحی مفتی عنایت احمد، مطبع ناظری لاہور۔ ۱۲۸۰ھ
۲۴۵۔ ہنر پہ ہنر۔ سر سید احمد خاں، لاہور۔ ۱۹۴۹ء
۲۴۶۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔ مسعود عالم ندوی، مکتبہ ملیہ راولپنڈی ۱۳۶۸ھ
۲۴۷۔ ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ڈاکٹر قیام الدین (اردو ترجمہ پروفیسر محمد مسلم)
نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۷۲ء
۲۴۸۔ ہندی ادب کی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد حسن، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱۹۵۵ء
۲۴۹۔ ہندی شاعری۔ ڈاکٹر اعظم کریوی، ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد۔ ۱۹۳۱ء
۲۵۰۔ یادگار دہلی۔ ظہیرالدین سید احمد ولی اللٰہ
۲۵۱۔ یادگار شعراء محمد طفیل، ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد۔ ۱۹۴۳ء
۲۵۲۔ یعقوب وآل یعقوب۔ مرتبہ ڈاکٹر محمد ایوب، بولان مسلم پریس کوئٹہ۔ ۱۹۷۳ء
۲۵۳۔ یورپ میں دکھنی مخطوطات۔ نصیرالدین ہاشمی، حیدرآباد دکن۔ ۱۹۳۲ء

رسائل

۱۔ اردو۔ اورنگ آباد، جنوری، ۱۹۳۷ء (پرانی اردو میں قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیریں از مولوی عبدالحق)۔

۲۔ الحمید۔ دسمبر، ۱۹۶۲ء (رپورٹ انجمن حمیدیہ کراچی)

۳۔ الرحیم۔ حیدرآباد سندھ ستمبر ۱۹۶۵ء (تفسیر سورہ فاتحہ از حضرت سید احمد شہید، از مولوی عبدالحلیم چشتی)

۴۔ الرحیم۔ حیدرآباد فروری ۱۹۶۶ء (سید احمد شہید کی تحریک کا اثر اردو ادب پر از مولوی عبدالحلیم چشتی)

۵۔ الرحیم۔ حیدرآباد سندھ مئی ۱۹۶۷ء۔ (چہل حدیث شاہ ولی اللہ از مولوی عبدالحلیم چشتی)

۶۔ العلم۔ کراچی اپریل ۱۹۵۷ء، جنگ آزادی نمبر (مولانا کافی شہید از محمد ایوب قادری)

۷۔ العلم۔ کراچی۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء (حاجی سید احمد بغدادی اور ملا نظام از قاری بشیر الدین پنڈت)

۸۔ العلم۔ کراچی جولائی ۱۹۵۹ء۔ (فن خطاطی کا ایک نادر نمونہ از محمد ایوب قادری)

۹۔ العلم۔ کراچی اکتوبر ۱۹۷۱ء (پنجاب کا پہلا اردو اخبار اور خان بہادر خان شہید کا مقدمہ بغاوت از نادم سیتاپوری)

۱۰۔ اورینٹل کالج میگزین۔ لاہور نومبر ۱۹۲۵ء (فہرست تصنیفات مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی از مولوی محمد شفیع)

۱۱۔ برہان۔ دہلی جون ۱۹۶۷ء (قرآن مجید کا ایک قدیم اردو ترجمہ از سید محبوب)

۱۲۔ تحریر۔ دہلی جلد اول، شمارہ نمبر ۲۔ ۱۹۶۷ء۔ (ہفتہ وار کوہ نور لاہور۔ از مالک رام)

۱۳۔ دہلی کالج میگزین۔ دہلی ۱۹۵۹ء (دہلی کے چند غیر معروف شاعر اور ادیب، از زبیر قریشی دہلوی)

۱۴ - ذوالقرنین - بدایون - اپریل ۱۹۵۶ء (بدایون نمبر)
۱۵ - سرحد - کراچی جون جولائی ۱۹۷۴ء (تاریخ قنوج از نواب صدیق حسن خان - مرتبہ محمد ایوب قادری)
۱۶ - کنول - آگرہ - ۳۶ - ۱۹۳۵ء (یوپی میں اردو از مفتی انتظام اللہ شہابی)
۱۷ - معارف - اعظم گڑھ مئی ۱۹۲۱ء (مفتی صدرالدین خاں مرحوم آزردہ کا خط)
۱۸ - معارف - اعظم گڑھ مئی تا جولائی ۱۹۵۷ء (مولوی خرم علی بلہوری اور ان کی علمی خدمات کا جائزہ، از مولوی عبدالحلیم چشتی)
۱۹ - معارف - اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۶۷ء (تفسیر فتح العزیز، چند حقائق کی روشنی میں، از محمد عضدالدین)
۲۰ - معاصر - پٹنہ اگست ۱۹۵۷ء (آخرت نامہ از اختر اورینوی)
۲۱ - معیار - پٹنہ مارچ ۱۹۳۶ء - (سید صاحب از شاہ عماد الدین قلندر)
۲۲ - ندیم - گیا، اگست ستمبر ۱۹۳۵ء بہار نمبر (اردو نثر کے ارتقا میں ارباب بہار کا حصہ از رخشاں ابدالی)
۲۳ - نقوش - لاہور، اپریل ۱۹۵۳ء (تذکرہ رحمانیہ از خواجہ الطاف حسین حالی)
۲۴ - نقوش - لاہور، مئی ۱۹۶۵ء (قرآن کریم کا سب سے پہلا اردو ترجمہ، از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)
۲۵ - نقوش - لاہور، اپریل ۱۹۶۶ء - (زبین نثری نوادر از ڈاکٹر نجم الاسلام -)

ENGLISH BOOKS

1.Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of the British Museum, by Charles Rieu (London, 18[illegible]).

2.Catalogue of Hindustani Manuscripts in India Office Library, by Blumhurdt. (London, 1926).

3. Fall of the Mughal Empire, by Jadu Nath Sarkar. Vol. III (Calcutta, 1964).

4.Freedom Struggle in Uttar Pradesh, Vol. V (Lucknow, 1960).

5.Histoire De La Literature Hindone Et Hindustanie, Vol. I, by M.Garcen De Tossy, (Paris, 1870).

6.History of Today, London. (September, 1960)

7. Life and Works of Amir Khusrau, by Waheed Mirza (Calcutta, 1935).

6.List of Muhammadan and Hindu Monuments. Vol. II, & III, by Zafar Hasan. (Calcutta, 1918).

9.Persian Literature, by C.A. Storey, Vol. I, Part [illegible] (London, 1953).

10. Persian Literature in the Indo Pakistan Sub-continent, by Dr. Ghulam Mustafa Khan. Lahore, 197[illegible].

11.Selelctions from Bengal Government Records on Wahabi Trials (1863-[illegible]0),by Muinud Din Ahmad Khan. (Dacca-1961).